قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا آخی الرجل الرجل فلیسألہ عن اسمہ واسم ابیہ وممن ھو فانہ اوصل للمودۃ
رواہ الترمذی

چوں حدیث موصوف دال است بر فضیلت معرفت احوال مومن محبوب در استحکام تعلقات محبت، و جماعتے از صلحاء وقت متصبغ بودند بہ محبت حضرت حکیم الامت مجدد الملت قطب الارشاد شیخ المشائخ مرشد العالم مولانا شاہ محمد **اشرف علی** صاحب تھانوی حنفی چشتی صابری امدادی سلمہ اللہ علام الغیوب، بنا بر مصلحت مذکورہ رسالہ ملقب بلقب تاریخی سیرت اشرف زمانہ
۱۳۵۴ھ

مسمّٰی بہ

اشرف السوانح

حصہ دوم

کہ مضاف بر ترتیبش مشیر است بمضاف الیہ او

بقلم احقر عزیز الحسن و افقر عبد الحق فرج اللہ عنہما الکروب و اماط عنہما العیوب و غفر لہما الذنوب

برعایت اختصار در سنہ ۱۳۵۴ھ نگاشتہ شد

و باہتمام گلزاری لال سکسینہ ملازم مطبع

در [illegible] پریس [illegible] لکھنؤ محلہ [illegible] طبع آراستہ شد

بار اول

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

130983

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب چہاردہم ۱۴

"ارشاد و افاضۂ باطنی"

درفیض است نشیں از گشایش ناامید اینجا ۔۔۔ برنگ دانہ از ہر قفل می روید کلید اینجا

میں سخت حیران ہوں کہ اس باب کو کیونکر شروع کروں اور کس طرح تکمیل کو پہنچاؤں اس حیرانی کے کئی سبب ہیں۔

اوّل تو یہ باب سارے بابوں سے زیادہ مہتم بالشان ہے کیونکہ جو مضمون اس باب میں لکھنا ہے یعنی "ارشاد و افاضۂ باطنی" وہ سوانح ہذا کی روح اور حضرت صاحب سوانح کا ماحصل زندگی اور [illegible] ہے۔ لہٰذا نہایت اہتمام سے لکھے جانے کے قابل ہے جس کے لئے نہ مجھے کافی فرصت نہ بس کی [illegible] کم علم لاابالی غفلت شعار و بد انتظام سست و کاہل نکار شخص سے توقع۔

دوسرے ایک ایسے محی الدین و مجدد الملت اور قطب الارشاد و حکیم الامت کے ارشاد و افاضۂ [illegible] کا حال لکھنا جنہے صدیوں کی علمی و عملی غلطیوں کو لشت از بام کرکے امت [illegible] علی [illegible] راہ صواب دکھائی ہو اور ہزاروں گم گشتگان طریقت کو شاہراہ حقیقت [illegible]

[illegible] مجھ جیسے نادان و ناکارہ کے بس کا کام ہرگز نہیں [illegible] رایک برگ کی [illegible]

تیسرے اگر مجبور ہو کر میں ارادہ کرتا ہوں کہ جو ارشادات حضرت والا سے سنے ہیں یا حضرت والا کی تحریرات میں نظر سے گذرے ہیں اور جو حالات [illegible] متعلقین [illegible] کے [illegible] ان [illegible]

Marfat.com

بے تکلف یاد آتے چلے جائیں اُنکو اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بلا لحاظ کسی خاص ترتیب کے محض نقل کرتا چلا جاؤں تب بھی یہ حیرانی ہوتی ہے کہ کیا کیا لکھوں اور کہاں تک لکھوں بمصداق ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حُسنِ تو بسیار　　گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

کیونکہ اس وقت بلا مبالغہ یہ منظر سامنے ہو جاتا ہے ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

اور حیرانی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ حضرت والا کے ارشاد و افاضۂ باطنی کی صدہا خصوصیات ایسی ہیں جنکو قلب تو خوب اچھی طرح محسوس کئے ہوئے ہے اور جنکے تاثرات ذہن میں بھی بخوبی مرکوز و محفوظ ہیں لیکن اُنکے اظہار کے لئے الفاظ نہیں ملتے نہ الفاظ سے اُنکا دوسروں کو احساس کرایا جانا ممکن ہے۔ بمصداق اشعار ؎

گر مصورِ صورتِ آں دلستاں خواہد کشید	لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید
خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست	بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

چنانچہ اس حیرانی نے مجھ کو بس حضرت مولانا رومی رہ کے اس شعر کا پورا پورا مصداق بنا رکھا ہے ؎

بر زباں قفل است و در دل راز ہا　　لب خموش و دل پُر از آواز ہا

بوجوہ متذکرۂ بالا بخدا یہ جی چاہتا ہے کہ اس موضوع پر کچھ لکھنے کے بجائے اپنے آپ کو تو یہ خطاب کروں ؎

قلم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوز دم درکش　　حسن ایں قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد

اور ناظرین کرام سے یہ عرض کردوں کہ ع دل من داند و من دانم و داند دل من ۔ اور باب ہذا میں صرف یہ ایک مختصر سا جملہ لکھ دوں "عیاں را چہ بیاں" کیونکہ حضرت والا کی شان ارشاد و افاضہ آج ماشاء اللہ تعالیٰ عالم آشکارا و اظہر من الشمس ہے جسکو دنیا جانے اور مانے ہوئے ہے کیونکہ بفضلہ تعالیٰ حضرت والا کی تصانیف کثیرہ جو سر بسر ارشادات و افاضات ہی سے لبریز ہیں تمام بلاد و امصار میں شائع و ذائع ہیں اور حضرت والا کے مسترشدین و مستفیضین بھی کثیر تعداد میں شرقاً و غرباً پھیلے ہوئے ہیں اور اس شان خاص کا شیخ محقق آج کہیں نظر نہیں آتا جو ایک ناقابل انکار امر مشاہد ہے۔ غرض میں ضرور اپنے اس اقتضاء طبعی پر عمل کرتا لیکن مجبوری یہ ہے کہ اگر میں ایسا کرتا ہوں تو اس سوانح کا اصل موضوع ہی رہا جاتا ہے لہٰذا کچھ نہ کچھ لکھنا ضروری ہے گو ناتمام و ناکافی ہی سہی جیسا کہ حضرت مولانا رومی علیہ الرحمۃ حضرت مولانا حسام الدین رح کو خطاب فرماتے ہیں۔

قدر تو بگذشت از درکِ عقول　　عقل در شرح شما شد بوالفضول

Marfat.com

گرچہ عاجز آمد ایں عقل از بیاں — عاجزانہ جنبشے باید دراں
انّ شیئاً کلہ لا یدرک — اعلموا ان کلہ لا یترک
گرچہ نتواں خورد طوفان سحاب — کے تواں کردن ترک خورد آب
آب دریا را اگر نتواں کشید — ہم بقدر تشنگی باید چشید

احقر نے اپنی ان مشکلات کو حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا تو فرمایا کہ بس آپ بیٹھ کر جو الٹا سیدھا سمجھ میں آئے آنکھ بند کر کے لکھنا شروع کر دیجئے پھر انشاء اللہ تعالیٰ خود بخود مضامین کی آمد شروع ہو جائے گی زیادہ کاوش اور غور و فکر نہ کیجئے۔ جب تک آپ دریا کو دور ہی سے دیکھ رہے ہیں بس اسی وقت تک اس کا عبور کرنا مشکل نظر آ رہا ہے اور جب آپ خدا کا نام لیکر چل کھڑے ہوں گے اور بہ قصد عبور کنارہ پر پہونچیں گے تو آپ انشاء اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ وہاں کشتی بھی ہے ملاح بھی ہے ہوا بھی موافق ہے تلاطم بھی نہیں ہے غرض ساری آسانیاں موجود ہیں اور سارے موانع مرتفع ہیں۔

حضرت والا کی اس حوصلہ افزا بشارت نے میری ہمت ضعیف کو بڑی قوت بخشی اور اس ارشاد فیض بنیاد کو سنکر مجھ کو عین عالم یاس میں یہ قوی امید ہوگئی کہ اگر لکھنے بیٹھوں گا تو بعون اللہ تعالیٰ و برکت دعا و توجہ حضرت والا کچھ نہ کچھ لکھ ہی لوں گا لہٰذا توکلاً علی اللہ تعالیٰ اس موضوع پر بھی برا بھلا جیسا بھی ہو سکے اور تھوڑا بہت جتنا بھی چل سکے مضمون لکھنے کے لئے قلم اٹھاتا ہوں اور اس دریائے ناپیدا کنار میں آنکھیں بند کر کے بلا پس و پیش یہ کہتا ہوا اپنے آپ کو ڈالتا ہوں ع دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا۔ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے اور بیڑا پار لگائے۔

حالات و واقعات متعلق ارشاد و افاضۂ باطنی

پچھلے باب شرف بیعت و استفاضۂ باطنی کا اختتام حضرت والا کی حالت قبض و ہیبت [illegible] اختتام کے ذکر پر کیا گیا ہے کیونکہ وہ حالت حضرت والا کے خود ہی حالات کے اعتبار سے گویا [illegible] کے سلوک کی آخری گھاٹی تھی جس سے بعون اللہ تعالیٰ و بدعوات و توجہات بزرگاں [illegible]

گویا استفاضۂ باطنی کے جملہ مراحل کو بہ تمام و کمال طے فرمالیا اور [illegible] نہایت آب و تاب اور جاہ و جلال کے ساتھ مہبط افاضۂ باطنی [illegible] حالت مذکورہ سے افاقہ ہو جانے کے بعد حضرت والا کا دور استفاضہ تو ختم ہوا اور دور افاضہ کا باقاعدہ آغاز ہوا [illegible] یہ اثر ظہور پذیر ہوا کہ طالبین کثرت سے رجوع ہونے لگے اور خانقاہ میں ذاکرین کا ہجوم رہنے لگا اور حضرت [illegible]

Marfat.com

مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز کی وہ تمنا پوری ہوئی جو حضرت ممدوح نے حضرت والا کی علمی خدمات کا حال سنکر ان الفاظ میں ظاہر فرمائی تھی کہ میں تو جب خوش ہوں گا جب کچھ اللہ اللہ کرنے والے بھی وہاں جمع ہونے لگیں گے

اُس زمانہ کا ایک خواب جو حضرت والا کے شاگرد رشید اور خلیفہ خاص جناب مولانا حکیم محمد مصطفےٰ صاحب بجنوری سلمہم اللہ تعالےٰ نے دیکھا تھا رسالہ "اصدق الرؤیا" سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے وھو ہذا

"بندہ نے ایک خواب ۳۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو یعنی رجب ۱۳۱۹ھ میں جبکہ حضرت والا مدظلہ کے قیام خانقاہ کا ابتدائی زمانہ تھا بمقام مراد آباد دیکھا کہ حضرت والا مدظلہ خانقاہ تھانہ بھون میں جنوب کی طرف طلبہ کو درس دے رہے ہیں اور تہجد کا وقت ہے چاندنی کھلی ہوئی ہے عجیب سہانا وقت ہے اتنے میں صبح صادق ہوئی۔ طلبہ سبق ختم کر کے نماز کی تیاری کے لئے درسگاہ سے نکلے اُن کے منہ سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔ بندہ نے عرض کیا ان حضرات کے لئے کوئی معجون مقوی کیوں نہ بنائی جاوے۔ حضرت والا نے فرمایا ان کے واسطے معجون مشائیں بنائی گئی ہے بس میری آنکھ کھل گئی۔ یہ خواب حضرت والا مدظلہ کو لکھا گیا تو یہ جواب آیا۔ مشفقم سلمہم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خواب بہت اچھا ہے یہ خوشبو علم اور ذکر کی ہے۔ جس میں بندگان خدا یہاں مشغول ہیں۔ مشائیں سے مراد سالکین ہیں مشی اور سلوک کے معنی متقارب ہیں آپنے اپنے کو اُن میں شامل دیکھا آپ کے لئے بشارت عظمیٰ ہے والسلام انتہی بلفظہ۔

یہ خواب پینتیس سال کا عرصہ ہوا جب دیکھا گیا تھا، اور از راہ نوازش جناب حکیم صاحب نے خاص حضرت والا کے قلم مبارک کا لکھا ہوا اصل جواب بھی جس کی نقل اوپر اصدق الرؤیا سے کی گئی ہے پرانے خطوط میں تلاش فرما کر مجھ کو عطا فرما دیا ہے جو اسوقت احقر کے سامنے موجود ہے۔ اس خواب کے سلسلہ میں ایک اور خواب جو احقر سے عرصہ دراز ہوا مشہور و معروف نعت گو جناب مولانا محسن کاکوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ جناب مولانا انوار الحسن صاحب کاکوروی مدظلہم نے بمقام تھانہ بھون بیان فرمایا تھا یاد آ گیا وہ چونکہ حضرت والا کی شان ارشاد و افاضہ باطنی کو جو باب ہذا کا موضوع ہے بخوبی ظاہر کرتا ہے اسلئے اسکو بھی اس جگہ محض تائیداً نقل کر دینا بے موقع نہو گا۔

مولانا ممدوح نے فرمایا کہ میں نے سفر حج میں بمقام مدینہ طیبہ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کے متعلق ایک خواب دیکھا۔ حالانکہ اس زمانہ میں مجھ کو حضرت مولانا سے کوئی خاص عقیدت بھی نہ تھی۔ البتہ ایک بڑا عالم سمجھتا تھا اور میرا خاندان بھی علماء اہل حق کا کچھ زیادہ معتقد نہ تھا، غرض حضرت مولانا کا مجھ کو مدینہ طیبہ میں کوئی بعید سے بعید بھی خیال نہ تھا۔ کہ ایک شب خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چارپائی پر بیمار پڑے ہوئے ہیں اور حضرت مولانا تھانوی تیمارداری فرما رہے ہیں۔ اور ایک بزرگ

Marfat.com

دُور بیٹھے ہوئے دکھائی دیے جنکے متعلق خواب ہی میں معلوم ہوا کہ یہ طبیب ہیں۔

مولانا ممدوح نے احقر سے یہ خواب بیان کر کے فرمایا کہ آنکھ کھلنے کے بعد میرے ذہن میں فوراً یہ تعبیر آئی کہ حضور تو کیا بیمار ہیں حضور کی اُمت بیمار ہے اور حضرت مولانا اسکی تیمارداری یعنی اصلاح فرما رہے ہیں لیکن وہ بزرگ طبیب جو دُور بیٹھے نظر آئے تھے وہ سمجھ میں نہ آئے کہ کون تھے۔ واپسی ہندوستان پر میں نے حضرت مولانا کی خدمت میں یہ خواب لکھ کر بھیجا اور جتنی تعبیر میری سمجھ میں آئی تھی وہ بھی لکھدی اور یہ بھی لکھدیا کہ میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ وہ بزرگ طبیب کون تھے جو دور بیٹھے ہوئے دکھائی دئے حضرت مولانا نے تحریر فرمایا کہ وہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں اور وہ چونکہ ابھی زماناً بعید ہیں اسلئے خواب میں مکاناً بعید دکھائے گئے۔

جناب مولانا محمد حسن صاحب امرتسری مدفیضہم کے بھی (جو ایک نہایت ثقہ عالم اور حضرت والا کے مخصوص محبین ومجازین میں سے ہیں) تین خواب جو خاص شان کے ہیں۔ اس مقام پر اصدق الرویا نے نقل کر دینے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔ چنانچہ خود مولانا ہی کے الفاظ میں اُن تینوں خوابوں کو نقل کیا جاتا ہے۔

(**خواب نمبر ا** احقر (یعنی جناب مولانا محمد حسن صاحب امرتسری ۱۲ منہ) جب اول بار حضرت والا کی خانقاہ شریف میں حاضر ہوا تو ۱۳۴۰ھ تھا جسکو تقریباً چودہ برس کا عرصہ ہوا۔ حاضر ہوتے ہی اول رات یا دوسری رات میں نے یہ خواب دیکھا کہ خانقاہ شریف کی مسجد کے صحن میں وسط کے قریب ایک قبر ہے جو پوری کھدی ہوئی نہیں ہے بلکہ اسکا صرف اوپر کا حصہ کھدا ہوا ہے اور وہ بھی پورا کھدا ہوا نہیں۔ تھوڑا ہی گہرا ہے اور اس قبر کے اوپر ایک مختصر سا خیمہ بھی نصب کیا ہوا ہے اُس قبر میں شیخ العرب والعجم حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ العزیز لیٹے ہوئے ہیں اور بہت کمزور معلوم ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ نے پانی طلب فرمایا۔ تو پانی ایک نہایت ہی خوبصورت صراحی میں لایا گیا جس کی گردن اور ٹونٹی دونوں بہت بلند اور حسین تھیں اور وہ صراحی مٹی کی نہ تھی بلکہ کسی ایسے نفیس جوہر کی تھی کہ بہت ہی دلکش معلوم ہوتی تھی ایسی نفیس صراحی میں نے عمر بھر نہیں دیکھی حضرت اُٹھ کر بیٹھ گئے اور چونکہ قبر کی گہرائی کم تھی اسلئے بیٹھنے کے بعد سر مبارک اور گردن مبارک باہر نظر آنے لگے۔ اسوقت اعلیٰ حضرت حاجی صاحب بہت قوی معلوم ہونے لگے اعلیٰ حضرت نے پانی پیا اُسوقت جو میں نے دیکھا تو قبر شریف کی مشرقی دیوار پر ایک [illegible] کہ باز و موٹا ہوتا ہے یہ لکھا ہوا ہے سگ دربار گیلاں نمو چو خواہی تو [illegible] گیلاں میں کسی قدر شبہ ہے۔ غالب گمان تو یہی ہے کہ گیلاں تھا لیکن یہ بھی خیال ہے کہ شاید بجائے گیلاں کے لفظ ایشاں ہو۔ بہرصورت احقر کو خواب میں یہی معلوم ہوا کہ دربار سے حضرت والا دامت برکاتہم ہی کا دربار مراد ہے اور اسی دربار کی ملازمت کا حکم ہو رہا ہے۔ پھر اسی خواب کے سلسلہ میں یہ بھی دیکھا کہ [illegible] کے اندرونی حصہ سے حضرت

Marfat.com

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہما باہر تشریف لا رہے ہیں اور ایک دوسرے کی طرف اپنی اپنی گردن جھکا کر بطور سرگوشی کے چپکے چپکے آپس میں بحوالہ حضرت والا مدظلہم العالی یہ ذکر کر رہے ہیں کہ تحریک خلافت کے متعلق ان کی رائے نہایت صحیح ہے یعنی حضرت والا کی۔ پھر ان دونوں حضرات میں سے ایک صاحب تو مسجد کے اندر واپس تشریف لیگئے اور دوسرے صاحب باہر تشریف لیگئے۔

(خواب نمبر ۲) تین چار سال ہوئے احقر نے خانقاہ شریف کے حمام کی دیوار پر جو دھوئیں سے سیاہ ہو رہی ہے بہت روشن حروف میں چونہ یا اور کسی نہایت سفید روشنائی سے یہ لکھا ہوا دیکھا کہ اس جگہ دلجوئی بھی ہوتی ہے اور دلشوئی بھی **(ف)** جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ حضرت والا کے طریق ارشاد و افاضہ کا کیسا جامع مانع خلاصہ کیسے لطیف عنوان سے منجانب اللہ اس خواب میں القا فرما دیا گیا ہے۔

(خواب نمبر ۳) کچھ عرصہ ہوا احقر نے (یعنی جناب مولانا محمد حسن صاحب امرتسری نے ۱۲) خانقاہ شریف کی مسجد کے وسط میں بیت اللہ شریف اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کو دیکھا کہ دونوں بالکل قریب قریب ہیں اور بیت اللہ شریف غالباً حضرت والا کی سہ دری کی طرف ہے۔ لیکن روضۂ پاک بھی بیت اللہ شریف ہی کی شکل کا ہے یعنی اوپر گنبد نہیں ہے اور بیت اللہ شریف اور روضۂ پاک دونوں پر اسقدر سبز اور خوبصورت غلاف ہیں کہ دنیا میں انکی نظیر نہ ہوگی۔ اور دونوں پر شعاعیں اور انوار معلوم ہوتے ہیں حضرت والا بیت اللہ شریف کے پاس کھڑے ہوئے ہیں اور اسقدر خوش ہیں کہ ایسا ہشاش بشاش میں نے حضرت والا کو کبھی نہیں دیکھا نیز ایک کھجور کی ٹہنی بطور جھاڑو کے دست مبارک میں لئے ہوئے ہیں جسکی ڈنڈی میں دستہ چھوڑ کر ادھر ادھر شاخیں نکلی ہوئی ہیں۔ اور یہ ارادہ فرما رہے ہیں کہ بیت اللہ شریف اور روضۂ پاک کے گرد اگرد جو غبار ہے اسکو دور فرمائیں۔ انتہی بلفظہ۔

حضرت والا کی شان ارشاد و افاضۂ باطنی کے متعلق اس قسم کے صدہا مبشرات ہیں جن میں سے بعض باب بشارات منامیہ میں بھی ملاحظہ سے گذرینگے۔ علاوہ مذکورہ بالا مبشرات کے ایک بزرگ کا کشف بھی بمناسبت مقام یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

جناب مولوی حافظ جلیل احمد صاحب مدفیضہم رئیس علیگڈھ جو حضرت والا کے خلیفۂ مجاز ہیں اور آج کل حضرت والا کی خدمت میں مستقل طور پر قیام پذیر ہیں۔ جناب مولانا حافظ محمد عمر صاحب علیگڈھی رحمۃ اللہ علیہ سے جو بڑے صاحب احوال بزرگ اور حضرت والا کے خلیفۂ مجاز تھے روایت فرماتے ہیں کہ ایک بار حافظ صاحب رات کی ریل سے تھانہ بھون حاضر ہوئے تو جب ریل خانقاہ کے محاذ سے گذری تو انہوں نے بیداری میں دیکھا کہ مسجد خانقاہ کے گنبد سے آسمان تک انوار کا ایک تار لگا ہوا ہے۔

Marfat.com

یہ سب ضمنی بیان مقصود کی تائید میں تھا اور اصل مقصود جس کے لئے یہ باب موضوع ہے یہ ہے کہ بعد افاقۂ حالت قبض وہیبت وتکمیل استفاضۂ باطنی حضرت والا کا دور افاضۂ باطنی نہایت آب وتاب اور جاہ وجلال کیساتھ شروع ہوا اور طالبین وذاکرین کثرت سے رجوع ہونے لگے۔ اور حضرت والا کی جانب عوام وخواص سب کا میلان اسدرجہ بڑھا کہ دور دور دراز سے حضرت والا کی طلبیاں نہ صرف وعظ کے لئے بلکہ محض زیارت کے لئے بھی ہونے لگیں جسکا مفصل حال باب مواعظ حسنہ میں گذر چکا ہے۔ سفر میں بھی کثرت سے ذاکرین ہمراہ رہتے اور ذکر کی دلکش اور روح پرور صداؤں سے سفر وحضر میں خانقاہ کا لطف رہتا جسکا خود احقر نے بھی بارہا مشاہدہ کیا ہے اور لطف اٹھایا ہے۔

نیز حضرت والا کا ہر وعظ گویا تصوف کا ایک مکمل درس ہوتا تھا جس سے مقصود اور طریق دونوں بالکل واضح ہو جاتے تھے اور عام طور سے قلوب میں طلب صادق پیدا ہو جاتی تھی۔

چنانچہ لوگ کثرت سے داخل سلسلہ ہونے کی درخواستیں کرتے لیکن حضرت والا سفر میں عموماً یہ فرما کر انکار فرما دیتے کہ میں یہ عملی تعلیم دینا چاہتا ہوں کہ سفری پیروں سے لوگ بچیں۔ اور صاف فرما دیتے کہ جو اعتقاد محض وعظ سنکر پیدا ہوا ہو وہ معتبر نہیں کیونکہ وعظ میں تو اچھی ہی اچھی باتیں کہی جاتی ہیں۔ ہاں اعتقاد وہ معتبر ہے جو روزمرہ کے افعال اور عادات دیکھنے کے بعد پیدا ہوا ور ایکا کماحقہ مشاہدہ معتقد فیہ کے متصل جائے قیام [illegible] پر ہو سکتا ہے۔ جسکو بیعت کا شوق ہو وہ میرے وطن آوے۔ تاکہ جانبین کو ایک دوسرے کی جانچ کا اطمینان کا موقع ملسکے نیز اس سے طلب کا بھی امتحان ہو جائیگا۔ غرض امر بیعت میں ہرگز عجلت نہ چاہئے یہ گاجر مولی کی بیع نہیں ہے کہ پیسہ ڈالا اور جھٹ خرید لی۔

سبحان اللہ کیا صدق واخلاص ہے ورنہ رسمی پیر تو خود ہی سر ہوتے پھرتے ہیں بلکہ منت [illegible] نیت سے کرتے ہیں کہ لوگوں کو پیری مریدی کے جال میں پھانسا جائے۔ اور سبحان اللہ کیا صحیح معیار [illegible] اور حضرت مولانا رومی رحمہ کے اس شعر کی کیسی اچھی عملی تعلیم ہے۔ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست	پس بہر دستے نباید داد دست

حضرت والا تو ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کوئی میرے یہاں کی شرائط بیعت سنکر [illegible] بعد کو اپنے موقع پر آئے گا ۱۲ مؤلف۔ اور میرا طریق اصلاح دیکھ کر یہاں سے [illegible] اسکو کم از کم یہ تو ضرور ہی معلوم ہو جائے گا کہ بیعت کوئی معمولی چیز نہیں ہے [illegible] رسمی پیر کے یہاں اگر اسکے خلاف معاملہ دیکھے گا۔ تو اسکی طرف سے دل میں کھٹک تو ضرور پیدا ہو جائے [illegible] یہ معلوم ہو جانا خود ایک امر عظیم ہے۔

ایسے موقعوں پر حضرت والا احقر کے ایک شعر کا یہ مصرعہ بھی اکثر پڑھ دیا کرتے ہیں۔

ع میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے

غرض حضرت والا کا عموماً سفر میں بیعت کرنے کا معمول نہ تھا لیکن مریضوں اور عورتوں کی درخواست بیعت کو منظور فرما لیتے تھے کیونکہ مریض تو مرض کی وجہ سے واجب الرحم ہوتے ہیں اور عورتیں اہل الرائے نہیں ہوتیں۔ ان بیچاریوں کا اعتقاد بالکل سیدھا سادہ اور سچا ہوتا ہے۔ ان دونوں کے بارہ میں جو حضرت والا سختی نہیں فرماتے اسکی تائید میں اکثر حضرت عارف شیرازی رح کا یہ شعر پڑھ دیا کرتے ہیں۔

طالباں را چو طلب باشد و قوت نبود	گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود

سی طرح علاوہ مریضوں اور عورتوں کے بھی جن طالبین کے بارہ میں قرائن حالیہ وغیرہ کی بناء پر خاص طور سے شرح صدر ہو جاتا تو اُن سے بھی انکار نہ فرماتے اسکا راز یہ ہے کہ حضرت والا کو اپنے نور بصیرت سے ہر طالب کی مناسبت و عدم مناسبت کا اکثر فوراً احساس ہو جاتا ہے جس کے صدہا حیرت انگیز واقعات رات دن مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ بعضے شخص کو تو دل فوراً قبول کر لیتا ہے اور بعض کو نہیں۔ اور اگر کوئی شخص مجھ سے اس کی وجہ پوچھنے لگے تو میں ہرگز نہ بتا سکوں۔ یہاں تک کہ یہ بھی بارہا ہوتا ہے کہ ایک شخص بالکل رند صورت اور آزاد منش ہے نہ نماز کا نہ روزہ کا فاسق فاجر لیکن اسکی طرف خواہ مخواہ دل مائل ہونے لگتا ہے اور دوسرا ثقہ صورت نمازی وظیفچی سبھی کچھ لیکن اُسکی جانب دل باوجود تکلف مائل کرنے کے بھی مائل نہیں ہوتا! اب سکو میں کیا کروں دل تو میرے بس میں نہیں اور بدون میلان قلب کے بیعت کر لینا خیانت ہے۔ کیونکہ ایسی حالت میں اسکو مجھ سے کچھ نفع نہیں پہونچ سکتا۔ اور گو اُسوقت تو میلان و عدم میلان قلب کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی لیکن اکثر یہی دیکھا گیا کہ بعد کے واقعات و حالات نے میری شہادت قلب کی جلدی ہی تصدیق کر دی۔

بات یہ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی کام لینا ہوتا ہے اسکو اس کام کی سمجھ بھی عطا فرما دیتے ہیں اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔ بعضے شخص کی طرف تو اُسکو دیکھتے ہی دل اتنا جھکتا ہے کہ بے اختیار یہ جی چاہنے لگتا ہے کہ وہ مجھ سے بیعت کی درخواست کرے چنانچہ پھر تھوڑے ہی دن بعد کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بیعت ہونے کے لئے خود ہی چلا آرہا ہے۔ اور ایسے شخص سے میں انکار بھی نہیں کرتا۔ بس درخواست سنتے ہی چپکے سے بیعت کر لیتا ہوں اور دل میں کہتا ہوں کہ بس اس سے کچھ نہ کہو چپکے سے بیعت کر لو اسکو تو اللہ میاں نے میرے پاس منہ مانگا بھیجا ہے۔

احقر مؤلف نے بھی حضرت والا کی شہادت قلب کی صحت کے بہت سے واقعات خود مشاہدہ کئے ہیں بلکہ بعض ایسے موقعوں پر جہاں حضرت والا نے ترحم کا برتاؤ مناسب نہ سمجھا اور احقر نے محض ظاہری

حالات پر نظر انداز کر کے ترحم کی درخواست کی یا خود نرم معاملہ کیا یا نرم رائے ظاہر کی اور بعد کو احقر کی رائے بالکل غلط اور درخواست بالکل بے محل ثابت ہوئی تو فرمایا کہ دیکھئے اب تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ میری ہی رائے صحیح تھی ۔ اُمور تربیتیہ میں میری رائے میں کسی کو مزاحمت نہ کرنا چاہیئے ۔ بس میں جسکے ساتھ جو معاملہ کروں میرے سب احباب کو یہی سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ شخص اُسی معاملہ کا اہل ہے ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام میرے سپرد فرما رکھا ہے اسلئے وہی میری دستگیری فرماتے ہیں ورنہ میں کیا چیز ہوں ۔

احقر کو تو بارہا کے مشاہدوں اور تجربوں کے بعد اس امر کا عین الیقین بلکہ قریب قریب حق الیقین کے ہوگیا ہے کہ حضرت والا کا جو معاملہ جس شخص کے ساتھ ہوتا ہے بالکل مناسب اور عین مصلحت ہوتا ہے ۔ یہاں تک کہ بعض صورتوں میں ایک ہی شخص کے ساتھ مختلف اوقات میں مختلف قسم کا معاملہ بھی دیکھا گیا ۔ اور وہ بھی نہایت ذقت بالکل مناسب حال اور اصلاح کے لئے واقعی ضروری ثابت ہوا چنانچہ اسکا تو احقر کو بارہا ذاتی تجربہ بھی ہو چکا ہے جس سے حیرت ہو ہو گئی اور حضرت والا کے صاحب کشف ہونے کا گمان غالب بدرجۂ یقین ہونے لگا جسکی حضرت والا بتاکید نفی فرمایا کرتے ہیں ۔ بہر حال تائید ایزدی اور صحت ذوق و وجدان اور حضرت والا کا سد یث اِتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله کا مصداق ہونا تو ان واقعات سے یقیناً ثابت ہوتا ہے اور یہ فضائل کشف سے بھی ہزارہا درجہ بڑھے ہوئے ہیں ۔ ایسا احقر کو اپنا ایک شعر یاد آیا ؎

میں محو فکر ہوا جب سے بے نشاں کیلئے
مشاہدہ کا ہے درجہ مرے گماں کے لئے

یہ سب مضامین استطراداً معرض بیان میں آگئے ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ گو حضرت والا کا عموماً سفر میں بیعت فرمانے کا معمول نہ تھا لیکن جہاں شرح صدر ہو جاتا اور باہم مناسبت متوقع ہوتی وہاں درخواست بیعت کو منظور بھی فرما لیتے تھے ۔ چنانچہ خوش نصیبی سے انھیں مستثنیات میں اس احقر نکارہ کی بھی درخواست بیعت تھی جسکو اتنا آباد [illegible] ۱۳۲۶ھ میں شرف قبولیت بخشا گیا [illegible] کے ساتھ [illegible] مناسب معلوم ہوتا ہے [illegible] میں امید ہے کہ بہت سے مضامین [illegible] ب باب [illegible] میں آیا میں ۔ اور [illegible] ہوگی اسلئے ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ کی مصداق ہوگی ۔ و ہو ہذا ۔

بحمد اللہ احقر کو برکت جناب والد صاحب مرحوم و مغفور [illegible] حضرت والا [illegible] کی ذات [illegible] قدس سرہ العزیز سے ذریعۂ بیعت ہوئے تھے اور انہوں نے [illegible] ارشاد [illegible] سے تعلیم طریق حاصل کی تھی باوجود انگریزی [illegible] مشغول ہونے کے [illegible] حضرت والا کی بعض تصانیف [illegible] کے مطالعہ [illegible] متاثر ہوا [illegible] حضرت والا کی [illegible] میں تو اللہ تعالیٰ نے [illegible] اور برکت [illegible]

ہو کر حالت کی کایا پلٹ ہی ہوتی چلی جاتی ہے جسکے ہزار ہا شاہد موجود ہیں۔

چنانچہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مجھکو اور میرے خاص احباب کو حضرت والا کی تصانیف کا اتنا شوق بڑھا تھا کہ ایک کتب خانہ بھی کھول لیا گیا تھا جسکے خاص محرک مکرمی و مشفقی جناب منشی حقدادخانصاحب پنشنر معلم ٹپاریاں تھے جو اب بفضلہ حضرت والا کے خلیفۂ مجاز اور بڑے مخلص اور صاحب خیر و برکت بزرگ ہیں۔ نیز ہم چند شخصوں نے ملکر ایک عریضہ بھی حضرت والا کی خدمت میں اس مضمون کا ارسال کیا تھا کہ ہم لوگوں کو حضرت ہی کی تصانیف سے معلوم ہوا ہے کہ جس سے محبت ہو اُسکو مطلع کر دینا چاہیئے تاکہ اسکو بھی محبت ہو جائے اور دعا میں یاد رکھے اسلئے ہم لوگ حضرت کو مطلع کرتے ہیں کہ ہمیں آپ سے محبت ہے۔

یہ سب حالات حضرت والا کی زیارت حاصل ہونے سے قبل کے ہیں۔ اُسوقت احقر علیگڈھ کالج سے بی اے پاس کرنے کے بعد الہ آباد کالج میں قانون پڑھتا تھا اور ایل ایل بی کے درجہ میں داخل تھا۔ محلہ کٹرہ میں قیام تھا۔ اُسی دوران میں حضرت والا کا قرد تشریف آوری و وعظ ایک مطبوعہ اعلان سے معلوم ہوا جسکے دیکھتے ہی اشتیاق زیارت ایسا غالب ہوا کہ مدرسہ متعلق مسجد شیخ عبداللہ میں جو بڑے اسٹیشن کے پاس ہے جہاں حضرت والا قیام پذیر تھے جلتی دوپہری میں ڈھائی میل کی مسافت طے کرکے پہونچا۔ حضرت والا اسوقت قیلولہ فرما رہے تھے اور احقر غایت عقیدت و اشتیاق سے دور کھڑا ہوا حضرت والا کو اُسی خوابیدہ حالت میں تاک جھانک رہا تھا۔ حضرت والا پشت کئے ہوئے آرام فرما رہے تھے اور سر مبارک کے نہایت خوبصورت چمکدار پٹے دار بال جو اُس زمانہ میں بالکل سیاہ تھے اپنی بہار دکھا رہے تھے نیز کوشش کرنے سے کچھ کچھ حصہ چہرۂ انور کا بھی ناتمام طور پر گاہ گاہ پیش نظر ہو جاتا تھا جو قوتِ متخیلہ اور حسن عقیدت سے مِل مِل کر مختلف دلربا شکلیں اختیار کر رہا تھا۔ کبھی کیسی صورت معلوم ہوتی تھی کبھی کیسی بار بار مشتاقانہ اور متجسانہ نگاہیں ڈالتا تھا لیکن صحیح اندازہ ہی نہ ہو پاتا تھا کہ حضرت والا در اصل ہیں کس شکل و شباہت کے۔

بہر صورت اُسوقت حضرت والا کچھ اس انداز سے محو خواب ناز تھے اور احقر اسدرجہ ذوق و شوق اور عقیدت و محبت سے محو نظارہ تھا کہ وہ سماں باوجود ۲۰ سال کی مدت طویلہ گذر جانے کے بھی آجتک متخیلہ میں بعینہ اور اسی کیف کے ساتھ محفوظ ہے اور اس ناتمام دیدار اول کی مست کر دینے والی کیفیتیں اب تک قلب پر نقش کالحجر ہیں۔ اور اُس زمانہ کی سادہ اور بالکل خالص عقیدت و محبت طبعی جس میں شائبہ بھی احتمالات عقلیہ کا نہ تھا ذہن میں تاہنوز مستحضر ہے اور گو اسکے متعلق حضرت والا کی یہ تحقیق انیق سنکر عقلی تسلی ہوگئی ہے کہ آپ کی اسوقت کی جو حالت ہے وہ اُسوقت کی حالت سے اکمل وادوم و افضل ہے کیونکہ عقلی احوال میں غالب اثر روح کا ہوتا ہے اور طبعی کیفیات میں نفس کا لیکن دل ہے کہ پھر بھی بار بار اُسی حالت کا خواہاں ہے۔ اور

Marfat.com

اسی دور کا جو بیان ۔ اللہ اللہ کیا ذوق و شوق اور سادگی و خلوص کا زمانہ تھا اللہ تعالیٰ کو تو سب کچھ قدرت ہے دعا ہے کہ وہ عقلی اور طبعی دونوں ہی قسم کی کیفیتوں کو علی وجہ الکمال قلب میں جمع فرمادے ۔ آمین ثم آمین وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

چنانچہ حضرت والا بھی یہی فرمایا کرتے ہیں کہ کیفیات طبعیہ حسنہ غیر اختیاریہ محمود تو ہیں مقصود نہیں لہذا دعا کا تو مضائقہ نہیں لیکن انکا منتظر رہنا خلاف اخلاص اور بوجہ مخل یکسوئی اور شاغل عن المقصود ہونے کے مضر ہے نیز یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ عقلی احوال بھی طبعی کیفیات سے بالکل خالی نہیں ہوتے ورنہ محض اقتضائے عقلی صدور اعمال کے لئے عادۃً کافی نہیں اسی طرح بالعکس ۔ البتہ ایک صورت میں عقلیت غالب ہوتی ہے اور طبعیت مغلوب دوسری میں برعکس ان لطیف حقائق طریق اور مفید مسائل سلوک کو استطراداً نقل کرنے کے بعد احقر پھر اپنے واقعیت کے بیان کی طرف عود کرتا ہے۔

احقر کو حضرت والا کی بالمشافہ زیارت کیلئے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا کیونکہ نماز ظہر کا وقت جلدی ہی آگیا اور حضرت والا بیدار ہو کر وضو کے لئے قیامگاہ سے باہر تشریف لائے ۔ راستہ ہی میں احقر کو دور سے زیارت نصیب ہوگئی حضرت والا حسب عادت شریف نیچی نگاہیں کئے اور مستانہ وار جھومتے اس شان سے تشریف لا رہے تھے کہ چہرہ مبارک تو نہایت شاہانہ مگر لباس فقیرانہ بالکل سادہ صرف کرتہ پاجامہ اور کرتہ کا بھی اوپر کا بٹن کھلا ہوا جو اب بھی اکثر کھلا ہی رہتا ہے کاندھے پر رومال ۔ آنکھیں سرگیں ۔ خمار آلود اور چونکہ سو کر تشریف لا رہے تھے لہذا قدرے مائل بسرخی اور بال بھی کسیقدر بکھرے ہوئے ۔ غرض عجب دلبرانہ شان تھی بس کسی کا یہ شعر بالکل حسب حال تھا اور ہو بہو صادق آرہا تھا ؎

قبا واکردہ و کاکل پریشاں کردہ می آید	بدیں ایں بے سروساماں چہ ساماں کردہ می آید

اور سرخی مائل آنکھیں تو بلا مبالغہ شاعرانہ گویا بزبان حال یہ کہہ رہی تھیں اور ایک دنیا گواہ ہے یہ بالکل سچ کہہ رہی تھیں ؎

ایں مست کہ خون خوردہ و دل بردہ بسے را	بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را

احقر نے بڑھ کر سلام عرض کیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے حضرت والا نے [illegible] لطف کے لہجہ میں سلام کا جواب مرحمت فرمایا اور اپنے نرم نرم اور کشادہ ہاتھوں سے [illegible] اور لطف آمیز لہجہ میں بہت ہی دلفریب اور پرلطف انداز سے فرمایا [illegible] اب تک کانوں میں گونج رہا ہے اور وہ انداز اب تک دل میں کھبا ہوا ہے اور وہ جگہ جہاں یہ زیارت اولیہ نصیب ہوئی تھی اب تک آنکھوں میں پھر رہی ہے ۔ اور نظر اول کی کیفیت پر تو کیا تو کچھ حال ہی نہ پوچھیے وہ تو بیان ہی میں نہیں آسکتی

بس یوں سمجھئے کہ میں بزبان حال گویا یہ اشعار پڑھ رہا تھا ؎

در دون سینۂ من زخم بے نشاں زدۂ	بہ حیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدۂ
ز دیدہ فگندی بمن از ناز نگاہے	قربان نگاہِ تو شوم باز نگاہے

اور میرے نزدیک یہ مبالغہ شاعرانہ نہیں کیونکہ میں تو حضرت والا کی نظرِ توجہ کا اثر بفضلہ تعالیٰ ہر التفات میں روزِ اول سے لیکر اب تک برابر نہایت بیّن طور پر محسوس کرتا چلا آرہا ہوں۔ اور میں یہ بھی اُسی وثوق کے ساتھ ببانگ دُہل کہتا ہوں کہ جسکا جی چاہے اس اثر کا خود مشاہدہ کرلے جیسا کہ ہزاروں نے مشاہدہ کرلیا ہے۔ بمصداق اشعار ؎

عالم از نرگس تو بے مے و مینا سرشار	چشم بد دور عجب ساغرِ بے مُل زدۂ
من نیم تنہا گرفتار و اسیر زلف او	بلکہ او دارد بہر سُوئے گرفتارِ دگر

مگر حسب ارشاد حضرت مولانا رومی رحمہ شرط یہ ہے کہ

مغز را خالی کن از انکار یار	تا کہ ریحاں یابی از گلزار یار
چوں گرفتی پیر ہین تسلیم شو	ہمچو موسیٰؑ زیر حکم خضر رو
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن	گرچہ طفلے را کُشد تو مو مکن
دستِ او را حق چو دستِ خویش خواند	تا ید اللہ فوق ایدیہم براند
آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب	ہرچہ فرماید بود عینِ صواب
ہمچو اسمٰعیل پیشش سر بنہ	شاد و خنداں پیش تیغش جاں بدہ
چوں گزیدی پیر نازک دل مباش	سُست و ریزندہ چو آب و گل مباش
ور بہر زخمے تو پُر کینہ شوی	پس کجا بے صیقل آئینہ شوی
چوں نداری طاقتِ سوزن زدن	از چنیں شیرِ ژیاں پس دم مزن
اے برادر صبر کن بر دردِ نیش	تا رہی از نیشِ نفسِ گبرِ خویش

اسی کو حضرت عطار رحمہ یوں فرماتے ہیں۔

در ارادت باش صادق اے فرید	تا بیابی گنج عرفاں را کلید
دامنِ رہبر بگیر اے راہ جو	ہرچہ داری کن نثار راہ او
پیر خود را حاکم مطلق شناس	تا براہ فقر گردی حق شناس
ہرچہ فرماید مطیعِ امر باش	طوطیائے دیدہ کن از خاک پاش

Marfat.com

آنچہ میگوید سخن تو گوش باش		تا نہ گوید او بگو خاموش باش	

پھر حسب اختلاف استعداد و مناسبت یا تو حضرت والا کی نظر توجہ کا اثر قلب میں فوراً محسوس ہونے لگے گا ورنہ اپنی حالت ظاہری و باطنی میں یوماً فیوماً ترقیات درجات و تغیرات بابرکات کا تو ضرور ہی مشاہدہ ہوتا چلا جاوے گا یہاں تک کہ ان شاء اللہ تعالیٰ بالآخر یہ اشعار اسکی زبان قال یا زبان حال پر جاری ہو جائینگے۔

	جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی		مرا با جانِ جاں ہمراز کردی	
	رہا نیدی مرا از شرِ ہستی		چو بیہودی بیا پے جام مے را	
	حماك الله عن شرّ النوائب		جزاك الله في الدارين خيرا	

اور کوئی تو اعتماد ہے جو حضرت والا نہایت زور و قوت کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ جو طالب اپنے کام میں باقاعدہ لگا ہوتا ہے اسکو ہر وقت اپنے اندر شیخ کی معنوی کرامتوں کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہوتا رہتا ہے لہذا اسکو کبھی اپنے شیخ کی حسی کرامتیں دیکھنے کی ہوس نہیں ہوتی اور اگر مدت طویلہ تک بھی ایسا مشاہدہ نہ ہو تو اسکو چاہیے کہ کوئی دوسرا شیخ تلاش کرے کیونکہ یہ دلیل ہے اسکی کہ اسکو اس شیخ سے مناسبت نہیں۔

اور یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ شیخ کی مجلس میں شیخ کے قلب کی طرف متوجہ رہے خواہ وہ کسی کام میں مشغول ہو اور یہ تصور رکھے کہ اسکے قلب سے میرے قلب میں انوار آرہے ہیں۔ ایک بار فرمایا کہ میں مجلس میں بیٹھنے والوں پر اتنا بوجھ بھی نہیں ڈالتا کہ کسی دور بیٹھے ہوئے شخص کا پرچہ وغیرہ ایک دوسرے سے لیکر مجھ تک پہونچنے میں یا میرا پرچہ اُن تک پہونچانے میں الا لعارضِ خاص کیونکہ بعض اس مذاق کے ہیں کہ وہ بالکل یکسوئی کے ساتھ فانی محض ہوکر یہاں بیٹھنا چاہتے ہیں اس سے انکی یکسوئی میں خلل پڑتا ہے اور انکے قلب پر بار ہوتا ہے اور مجھے وہ لوگ معلوم ہیں جنکا یہ مذاق ہے اور جو اس طرح مستغرق ہوکر بیٹھتے ہیں۔ پھر فرمایا مذاق تو میرا بھی یہی ہے کہ بس میں بھی اپنی ہی حالت میں محو و مستغرق رہوں اور خاموش بیٹھا رہوں لیکن کیا کروں اہل مجلس و اہل ضرورت کی خاطر سے بولنا پڑتا ہے۔

ایک بار توجہ متعارف کے ذکر پر فرمایا کہ حلقۂ توجہ کی وہاں کیا ضرورت ہے جہاں ہر وقت توجہ ہو چنانچہ واقعی حضرت والا کی توجہ حضرت حافظ رحمہ اللہ کے اس شعر کی بالکل مصداق ہے۔

بندۂ پیرِ خراباتم کہ لطفش دائم است — زانکہ لطف شیخ [illegible]

ایک بار کسی سلسلہ کلام میں فرمایا کہ یہاں تو ملانا پن سب [illegible] درویشی کیا چیز [illegible] طالب علم بھی صاحب علم بھی نہیں بس قرآن و حدیث پر عمل کرنا بتاتے ہیں [illegible] اور الحمد للہ ایسا ملتا ہے کہ ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر [illegible]

Marfat.com

نہ ذوق ہے نہ وجد و حال ہے نہ کشف و کرامت ہے۔ اب میں گھر میں چھوٹی بچی کے کلے پکڑ کر توڑا کرتا ہوں اور اس سے بھی کہتا ہوں کہ میرے رخسارے چٹکی میں لیکر توڑے اب اسی کو دیکھ لیجئے۔ یہ کوئی حرکت درویشوں کی سی ہے۔ حج میں والد صاحب نے سمندر کی مچھلی خریدی۔ میں نے قیاس سے کہا کہ اسکے اندر نمک ہوگا۔ اس میں نمک ڈالیگا چنانچہ بلا نمک کے پکائی گئی۔ اور بہت ہی خوش ذائقہ کی بلا نمک ڈالے ہی نہایت مناسب مقدار میں نمک موجود تھا۔ بس اسی طرح یہاں بھی نمک اوپر کا نہیں ہے۔ مگر اندر ہے اور وہ پکنے کے بعد کھلتا ہے اور کھانے والے ہی کو محسوس ہوتا ہے ع قدر ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی۔ جیسے آم کی مٹھاس کی حقیقت اس شخص کو جسنے کبھی آم نہ کھایا ہو محض تقریرات و تشبیہات سے نہیں سمجھائی جا سکتی وہ تو آم کھانے ہی سے سمجھ میں آ سکتی ہے۔

سبحان اللہ کس لطیف عنوان سے حضرت والا نے اپنے طریق انیق کا جو عین طریق سنت ہے خلاصہ بیان فرما دیا جس سے ناظرین باتمکین نے حضرت والا کی قوت فیضان اور شان ارشاد و افاضہ بھی بخوبی معلوم فرمائی ہوگی جو اس باب کا موضوع اصلی ہے اور اجمالاً اسکا بھی اندازہ فرما لیا ہوگا کہ حضرت والا کے یہاں سے کس درجہ کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ سبحان اللہ یہی تو اصل درویشی ہے جو بالکل کتاب و سنت کے موافق ہے اور جسکے ہر زمانہ میں صوفیہ محققین حامل و عامل و ناشر رہے ہیں لیکن جس شرح و بسط اور عموم و وضوح کے ساتھ اسکا شیوع اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے حضرت والا کے ذریعہ سے فرمایا ہے ویسا صدیوں سے نہ ہوا تھا چنانچہ حضرت والا کے بیشمار عجیب و غریب حقائق و معارف اور نہایت مفید و مؤثر طرق تربیت اور نہایت سہل و نافع معالجات امراض نفسانی جو بفضلہ تعالیٰ کثیر تعداد میں مدوّن و شایع ہو چکے ہیں اسپر شاہد عدل ہیں جن سے حضرت والا کا نہ صرف مجدد بلکہ بہت ممتاز مجدد اور نیز حکیم الامت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
یہ سب حضرت والا کی نظر اثر کی کیفیت بیان کرنے کے سلسلہ میں عرض کیا گیا اور اسی سلسلہ میں بعض واقعات بھی یاد آ گئے ہیں جنکو بطور نمونہ مجملاً عرض کیا جاتا ہے۔

ضلع سیتاپور کے ایک صاحب نے گنوارو زبان میں حضرت والا کی آنکھوں کی یہ تعریف کی کہ بڑی ماردیں یعنی قتالہ ہیں۔ خورجہ کے ایک صاحب نے کہا کہ عرصہ ہوا حضرت نے میری طرف ایک نگاہ کی تھی وہ اب تک کیل کی طرح دل میں گڑی ہوئی ہے۔ جناب صوفی سلیمان صاحب لاجپوری رح جو ملک گجرات کے بہت معمر اور مشہور صاحب سلسلہ شیخ تھے حضرت والا سے اتفاقاً بر سر راہ محض سرسری ملاقات ہو جانے کے بعد ایک مسجد میں بیٹھے گھنٹوں روتے رہے۔ سبب پوچھا گیا تو حضرت والا کا نام لے کر فرمایا کہ نہ جانے آنکھوں سے کیا کر گئے۔ یہ واقعہ باب لقائے بزرگاں و دعائے بزرگاں میں مفصل بیان کیا جا چکا ہے۔ کانپور کے ایک وعظ میں

Marfat.com

بھائی صاحب مرحوم ومغفور اتفاق سے حضرت والا کے بالکل مواجہہ میں بیٹھے تھے لہٰذا دوران وعظ میں زیادہ تر وہی حضرت والا کے مخاطب رہے۔ میں نے دیکھا کہ بھائی صاحب برابر ٹکٹکی باندھے حضرت والا کی طرف دیکھتے ہوئے اور ہمہ تن گوش ہو کر وعظ سنتے رہے ہیں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ آج حضرت والا کی توجہ بھائی صاحب پر ہو گئی ہے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور رنگ لائے گی چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ بھائی صاحب پر اس درجہ اثر ہوا کہ حضرت والا سے رجوع کیا اور اسی روز سے باوجود بڑے عہدہ دار اور کار دنیا میں مشغول ہونے کے بہت دیندار اور تسبیح خواں ہو گئے اور کلمہ پڑھتے پڑھتے انتقال ہوا۔ وعظوں کے اثر کے بعض دیگر واقعات مواعظ حسنہ میں گذر چکے ہیں۔

ایک بار جناب مولانا مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی سلمہم اللہ تعالیٰ کو جو حضرت والا کے خلیفۂ مجاز اور مدرسہ عالیہ دیوبند کے مدرس ہیں۔ میں نے خود حضرت والا کی مجلس میں دیکھا کہ حضرت والا کے قرب اور تخاطب سے متاثر ہو ہو کر اچھل اچھل پڑتے تھے جس پر بعد مجلس احقر نے ان کو اپنا ایک شعر سنایا جو حضرت والا ہی کی برق بار نگاہوں کی توصیف میں اور ایسے ہی تجربوں کی بنا پر عرض کیا گیا تھا وہ شعر یہ ہے ؎

نگاہوں سے بھر دی رگ و پے میں بجلی
نظر کردہ برق پتاں ہو رہا ہے

احقر پر بھی شروع شروع میں اتنا اثر ہوتا تھا کہ بعض اوقات قلب پر بے اختیار ہاتھ رکھ لینے کی نوبت آ جاتی تھی۔ اور بحمد اللہ اب بھی یک بیک غفلت دور ہو کر حضور مع اللہ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کو اگر بالقصد برقرار رکھا جائے تو رفتہ رفتہ نسبت مع اللہ کی دولت لازوال حاصل ہو جائے۔ اور میرا تو گمان غالب بدرجہ یقین یہی ہے کہ شیخ کی صحبت میں جو برکت ہوتی ہے وہ اکثر اسی طریق سے ہے کہ شیخ کی توجہ سے بلکہ بلا توجہ بھی اسکی نسبت کا انعکاس مسترشدین کے قلوب پر ہوتا رہتا ہے جس سے غفلت دور ہو کر حضور مع اللہ کی کیفیت محسوس ہونے لگتی ہے جو داعی ہو جاتی ہے کثرت ذکر و دوام طاعت کی جس سے اس حضور میں روز افزوں ترقی ہوتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ بفضلہ تعالیٰ و ببرکت شیخ نسبت راسخہ حاصل ہو جاتی ہے جو حاصل ہے سارے اذکار و اشغال اور ریاضات و مجاہدات کا۔ لہٰذا مسترشدین کو اپنے قلوب کی ہر وقت نگرانی رکھنی چاہیئے۔ اور اگر وہ ایسا کرینگے تو ضرور اپنے اندر شیخ کی توجہ و برکت کا اثر محسوس کرینگے۔ ذکر و دوام طاعت سے تقویت پہونچاتے رہیں یہاں تک کہ اس میں رسوخ ہو جائے۔

میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ میں بار بار غفلت اختیار کرتا ہوں لیکن حضرت والا کی توجہ کی برکت سے نفس بار بار خود متوجہ الی اللہ ہو ہو جاتا ہے۔ جیسے کوئی بیدار کر دینے والا اندر بیٹھا ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے غفلت سے بچنے کی توفیق عطا فرمائی اُدھر سے تو کوئی کمی نہیں اپنی ہی کوتاہی ہے۔ اس پر حضرت والا کا ایک ملفوظ یاد آیا

ایک بار احقر نے نہایت حسرت سے عرض کیا کہ حضرت جب میں خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو قلب کی حالت بہت اچھی ہو جاتی ہے اور جب یہاں سے چلا جاتا ہوں تو رفتہ رفتہ پھر حالت خراب ہو جاتی ہے۔ فوراً نہایت لطف کے ساتھ تسلی فرمائی کہ پھر حرج ہی کیا ہے۔ آپ اپنے کپڑے میلے کر دیتے ہیں دھوبی انکو دھو دیتا ہے، آپ پھر میلے کر دیتے ہیں دھوبی اُن کو پھر دھو دیتا ہے۔

غرض حضرت والا کی نظر کیمیا اثر کے ہزارہا کارنامے ہیں جنکا خلاصہ بعنوان استعارہ یہ ہے کہ اُسنے ہزاروں سنگریزوں کو مبدّل بہ یاقوت کر دیا اور سیکڑوں پتھروں کو پارس بنا کر اس شعر کا مصداق بنا دیا ؎

آہن کہ بہ پارس آشنا شد
فی الحال بصورت طلا شد

حضرت والا کی نظر پر اثر کی تاثیرات کو دیکھ کر احقر کا گمان بلکہ یقین تھا کہ حضرت والا نگاہ کرتے وقت ضرور یہ قصد فرماتے ہوں گے کہ دوسرے پر اثر پڑے اور قلبی کیفیات متعدی ہوں جبھی تو اتنا اثر ہوتا ہے۔ بلکہ خیال تھا کہ طالبین کی طرف ہر وقت قلباً متوجہ ہی ہونگے کیونکہ انکو اکثر اوقات حاضرانہ ونیز غائبانہ اپنے قلوب میں یک بیک بلا کسی ظاہری سبب کے کیفیات خاصہ محسوس ہوتی رہتی ہیں لیکن حضرت والا نے میرے اس خیال کی نہایت شد و مد کے ساتھ تغلیط فرمائی اور فرمایا کہ مجھے تو اپنے ہی فکر سے فرصت نہیں دوسروں کی طرف ہر وقت متوجہ رہنے کی مجھے کہاں توفیق۔ اور میں تو اس توجہ متعارف کو تکلف ہی سمجھتا ہوں اور اس کے خلاف تقریریں بھی کیا کرتا ہوں۔ اور اگر اس میں نفع رسانی کی نیت ہو تو میں اسکو جائز سمجھتا ہوں اور اسی بنا پر توجہ دینا بعض بزرگوں کا معمول بھی رہا ہے لیکن جس طریق سے رائج ہے وہ طریق سنت میں منقول نہیں۔ اور مجھے تو باوجود جائز سمجھنے کے توجہ متعارف سے طبعی توحش ہے جیسے اوجھڑی سے کہ گو حلال ہے لیکن بعض طبیعتیں اسکو قبول نہیں کرتیں۔ مجھے تو اپنی توجہ کو سب طرف سے ہٹا کر ایک خاص شخص کی جانب جو مخلوق ہے ہمہ تن متوجہ ہو جانے میں غیرت آتی ہے کیونکہ یہ حق تو خاص اللہ تعالیٰ ہی کا ہے کہ سب طرف سے توجہ کو ہٹا کر بس اُسی ایک ذات واحد کی طرف ہمہ تن متوجہ رہا جائے۔ البتہ دلسوزی اور خیر خواہی کے ساتھ تعلیم کرنا اور دل سے یہ چاہنا کہ طالبین کو نفع پہونچے اور انکی دینی حالت درست ہو جائے یہ توجہ کا ماثور طریق ہے۔ اور یہی حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور یہ نفع اور برکت میں بھی توجہ متعارف سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اسکے اثر کو بقا ہے بخلاف توجہ متعارف کے کہ اسکا اثر بس اسی وقت ہوتا ہے پھر کچھ نہیں جیسے تنور کے پاس جبتک بیٹھے رہئے بدن گرم رہتا ہے اور جب ذرا وہاں سے اُٹھے اور ٹھنڈی ہوا لگی بس بدن پھر وہی ٹھنڈے کا ٹھنڈا۔ اور جو توجہ کا مسنون طریق ہے اُسکے اثر کی ایسی مثال ہے جیسے کسی نے کشتہ طلا یا سنکھیا مدبر استعمال کر کے اپنی حرارت غریزیہ کو بڑھا لیا ہو تو اگر وہ شملہ پہاڑ پر بھی چلا جائے تب بھی وہ حدت بدستور باقی رہیگی۔

Marfat.com

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بغیر قصداً توجہ کئے ہوئے اثر کیسے ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بعض قلوب ہی کے اندر تعدیہ کی صفت رکھی ہے جیسے کہ گو آفتاب کا یہ قصد نہیں ہوتا کہ اسکا نور دوسروں کو پہونچے لیکن پھر بھی اُسکا نور دوسروں کو پہونچتا ہی ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اُسکے اندر صفت ہی یہ رکھی ہے کہ جو شئے اسکے مقابل میں آجاتی ہے وہ منور ہوجاتی ہے۔ اھ

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ یہ تو حضرت والا کا اور بھی زیادہ کمال ہے کہ بلا قصد ہی فیض پہونچتا ہے۔ جو حضرت والا کے نہایت قوی النسبت اور صاحب برکت اور مقبول عند اللہ ہونے کی علامت ہے حضرت والا کی اس نفی توجہ اور طالبین کے احساس اثرات توجہ پر بالکل یہ شعر صادق آتا ہے ؎

مہ من بدور حشمت بسرت قسم کہ روزے ز تو دیدہ ام ادائے کہ تو ھم ندیدہ باشی

اب حضرت والا کی اس تحقیق انیق کے بعد میں پھر اپنے واقعۂ بیعت کی طرف رجوع کرتا ہوں میں اول بار کی زیارت کا حال بیان کر رہا تھا۔ حضرت والا سے مصافحہ کرنے کے بعد احقر نے اپنا مختصر تعارف کرایا۔ پھر حضرت والا نماز کی تیاری میں مشغول ہو گئے۔ پھر بعد نماز ظہر مجلس عام میں بیٹھ کر حاضرین کو اپنے مقالات حکمت سے بہرہ اندوز فرمانے لگے۔ مشتاقین جوق جوق آتے گئے اور شرف اندوز زیارت و مصافحہ ہو ہو کر بیٹھتے گئے یہاں تک کہ بہت بڑا مجمع ہوگیا۔ احقر غایت اشتیاق سے حضرت والا کے بالکل قریب بیٹھا۔ حضرت والا کی صحبت بابرکت اور مقالات حکمت کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ جو بات فرماتے دل میں اُترتی اور ذہن میں جمتی چلی جاتی اور جب نظر فرماتے قلب میں ایک بجلی سی کوند جاتی۔ پھر تو ایسا جی لگا کہ اکثر وقت حضرت والا ہی کی خدمت میں گذارنے لگا۔ یہاں تک کہ رات کو بھی اکثر وہیں رہتا اور بلا بستر و تکیہ مسجد یا مدرسہ کے بورئیے پر پڑا رہتا۔ غرض حضرت والا کے ساتھ بیحد گرویدگی ہوگئی۔ اور گو اُسوقت حضرت والا نے غالباً صرف دو تین دن ہی الہ آباد میں قیام فرمایا کیونکہ آگے تشریف لیجانا تھا اور واپسی پر پھر کچھ قیام فرمانے کا وعدہ تھا۔ لیکن دو تین دن ہی کی خدمت میں حاضر رہنے کا اسدرجہ اثر ہوا کہ حضرت والا کی ہر ادا گویا میرے اندر سرایت کر گئی یہاں تک کہ جب میں حضرت والا کی خدمت سے رخصت ہو کر کسی سے کلام کرتا یا حضرت والا کے ملفوظات جو کثرت سے یاد ہو گئے تھے احباب سے نقل کرتا تو بے اختیار حضرت والا سے ایک گونہ مشابہت پیدا ہو جاتی بلکہ اپنی چال ڈھال میں بھی مجھے حضرت [illegible] محسوس ہوتا اس سے حضرت والا کے فیض صحبت کا قوی الاثر [illegible] نیز حضرت والا کی شان محبوبیت اور اثر عام دیکھ دیکھ کر بے اختیار حضور اقدس سید المرسلین محبوب رب العالمین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین کا تصور بندھ جاتا ہے۔ اور حضرت والا کی شان تحقیق اور قوت استدلال دیکھ دیکھ کر

انگریزی دانوں ملحدوں اور غیر مذاہب والوں کے مقابلہ میں اسلام کی بڑی قوت محسوس ہوتی جس سے قلب کو بڑی تقویت ہوتی کہ بفضلہ تعالیٰ حضرت والا کے ہوتے ہوئے اسلام کی حقانیت پر کسی کو مجال دم زدن نہیں ہو سکتی جو الحمد للہ ایک امر واقعی ہے ۔

اُسوقت سے یہ سب ابتدائی تاثرات اب تک قلب و دماغ میں نقش کالحجر ہیں جن کو بے کم و کاست عرض کردیا گیا ہے اور جتنے بعد کے حالات ہیں وہ سب اسی اجمال کی تفصیلات ہیں ۔ اسی دوران میں احقر نے جرأت کر کے اپنے لئے دعا کی درخواست کی تو فوراً ایں الفاظ دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا محب اور محبوب بنائے ۔ اُسی وقت یا دوسرے کسی موقع پر بغایت شفقت و ذرّہ نوازی یہ بھی فرمایا کہ میں سچ عرض کرتا ہوں میرے قلب کو آپ سے ایک خاص تعلق ہے ۔ اھ

احقر نے ایکبار یہ بھی عرض کیا کہ حضرت یہ دعا فرمادیں کہ قلب میں معاصی کا میلان ہی نہ رہے فرمایا دیوار ہو جانا کس کام کا ۔ پھر دیوار کی طرف اشارہ فرما کر فرمایا کہ دیکھئے یہ دیوار ہے یہ چوری نہیں کرتی زنا یہ نہیں کرتی بڑی متقی ہے لیکن پھر بھی بیچاری دیوار کی دیوار ہی ہے کوئی ثواب ہی نہیں ملتا ۔ انسان کا کمال تو یہی ہے کہ معاصی کا میلان ہو اور پھر بھی اپنے آپ کو روکے رہے اور معاصی کا صدور نہ ہونے دے ۔ اھ

پھر احقر نے عرض کیا کہ حضرت بیعت ہونے کو بہت جی چاہتا ہے لیکن ہمت نہیں ہوتی کیونکہ اگر بیعت ہونے کے بعد پھر بھی گناہ ہوتے رہے تو ایسی بیعت سے کیا فائدہ اسلئے پہلے حضرت میرے ناپاک ہاتھوں کو اس قابل کر دیں کہ حضور کے پاک ہاتھوں میں دے سکوں ۔ احقر یہ سوچکر بہت مسرور ہوتا ہے کہ الحمد للہ امر بیعت میں احقر کا مذاق شروع ہی سے بالکل حضرت والا کے طرق انیق کے مطابق تھا ۔ حضرت والا اُسوقت کھڑے ہوکر وضو فرما رہے تھے اور ایک مونڈیر پر پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا ۔ احقر کی عرض مذکور پر تمثیلاً فرمایا کہ ایک دریا تھا اسکے پاس ایک ناپاک اور میلا کچیلا آدمی آیا اُس دریا نے کہا کہ آ تو میرے پاس آ ۔ اُسنے کہا کہ میری بھلا کیا مجال ہے کہ میں تیرے پاس آسکوں تو بالکل پاک صاف شفاف میں بالکل نجس پلید ناپاک ۔ دریا نے جواب دیا کہ تو تو اس حالت میں میرے پاس آنے نہیں کہتا اور بغیر میرے پاس آئے اور میرے اندر نہائے پاک ہو نہیں سکتا تو بس پھر ہمیشہ کیلئے دُوری ہی رہی ۔ ارے بھائی پاک ہونے کی تدبیر بھی تو یہی ہے کہ بس آنکھیں بند کر کے بلا پس و پیش میرے اندر کود پڑ بس پھر فوراً ہی میرے اندر سے ایک ایسی موج اٹھیگی جو تیرے سر پر ہو کر گذر جائے گی اور آن کی آن میں تیری ساری نجاستوں کو دھو کر تجھے سر سے پاؤں تک بالکل پاک صاف کر دے گی ۔ اھ

بعد کو جب کسی موقع پر احقر نے غالباً اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جانے کی دعا چاہی تو حضرت والا نے

Marfat.com

تین ہزار بار اسم ذات بعد نماز فجر خفیف جھر و ضرب کے ساتھ بایں تصور کہ قلب بھی ساتھ ساتھ شریک ذکر ہے پڑھنے کو بتا دیا اور خود دو تین بار ادا کر کے طریق ذکر بھی سکھا دیا۔ پھر حضرت والا الہ آباد سے آگے غالباً ضلع اعظم گڈھ کے سفر میں تشریف لے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد حسب وعدہ واپسی میں پھر دو ایک روز کے لئے الہ آباد قیام فرمایا۔ احقر اس درمیان میں حضرت والا کے تلقین فرمودہ ذکر کو کرتا رہا جس سے بہت دلچسپی پیدا ہو گئی مجھے یاد ہے کہ واپسی پر حضرت والا سے میں نے تجویز کردہ ذکر کے ساتھ اپنی دلچسپی کا حال بیان کر کے یہ بھی عرض کیا کہ پہلے تو یہ کچھ محسوس نہ ہوتا تھا کہ پہلو میں قلب بھی کوئی چیز ہوتی ہے اب اسکا احساس ہونے لگا ہے حضرت والا نے جو ذکر اور مقدار ذکر اور وقت ذکر روز اول تجویز فرما دیا تھا وہ مجھ جیسے راحت طلب ضعیف الہمۃ اور لاابالی شخص کے اسقدر حسب مذاق اور مناسب حال اور موافق طبیعت ثابت ہوا کہ اسکے کسی جزو میں ادنےٰ تغیر بھی موجب خلال و خلجان ہو جاتا ہے حضرت والا کی تجویزات اکثر ایسی ہی مناسب حال ثابت ہوتی ہیں چنانچہ خود بھی اسکی تائید میں فرماتے تھے کہ ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب مرحوم لکھنوی کو میں نے فقط تلاوت قرآن کی کثرت تجویز کی تو وہ شگفتہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو آپ نے بالکل میرے مذاق کی چیز بتا دی مجھے تو تلاوت سے بہت ہی دلچسپی ہے۔اھ

اس واقعہ کو نقل فرما کر حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے انکی دلچسپی کی پوری خبر بھی نہیں تھی لیکن دل میں یہی آیا کہ ان کے لئے بجائے ذکر کے تلاوت مناسب ہوگی۔ اسی طرح ایک صاحب کے لئے میں نے کثرت نوافل تجویز کی تو انہوں نے بھی یہی کہا۔اھ

حضرت والا تلقین اوراد و اذکار میں ہمیشہ طالبین کی دلچسپی کا خاص لحاظ فرماتے ہیں کیونکہ جس ذکر سے دلچسپی ہوتی ہے اسپر مداومت بھی آسان ہوتی ہے اور اسکے دوران میں جمعیت و یکسوئی بھی رہتی ہے جو معین مقصود ہے۔

چنانچہ قبل تلقین اذکار طالب کے موجودہ معمولات بھی دریافت فرما لیتے ہیں۔ اور انہیں میں مناسب کمی بیشی فرما کر اوراد تجویز فرما دیتے ہیں۔ اور اسکی وجہ یہی بیان فرماتے ہیں کہ پرانے معمولات سے جو انس ہو جاتا ہے اسلئے انکے چھوڑنے کو بھی دل گوارا نہیں کرتا اور انسے دلچسپی بھی زیادہ اسلئے میں بلا ضرورت ان کو نہیں چھڑواتا نیز قدیم معمولات میں مداومت کی [illegible] پیدا ہو جاتی ہے۔اھ

احقر مولف عرض کرتا ہے کہ انہیں معمولات میں حضرت والا کے تجویز فرما دینے کے بعد ایسی کھلی ہوئی برکات محسوس ہونے لگتی ہیں کہ اس سے پہلے ان میں محسوس نہ ہوتی تھیں۔ یہ بین علامت ہے

Marfat.com

حضرت والا کی مقبولیت و برکت اور قوت افاضہ کی وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

غرض احقر کو حضرت والا کی جانب اتنی کشش ہوئی کہ حضرت والا کے واپسی کے قیام الہ آباد میں احقر نے بیعت کی درخواست کی حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے انکار نہیں لیکن آپ بیعت ہو کر کیوں خواہ مخواہ اپنی وقعت اور عظمت گھٹاتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی جتنی عظمت اب میرے قلب میں ہے اتنی بیعت ہو جانے کے بعد تھوڑا ہی رہے گی۔ بہرحال جب حضرت والا واپس تشریف لے جانے لگے تو روانگی سے تھوڑی ہی دیر پہلے بعد مغرب احقر کو مع جناب مکرمی و مشفقی منشی حمداد خانصاحب سلمہم اللہ تعالےٰ اور میزبان صاحب کے ایک ملازم کے بیعت فرمالیا۔

غالباً حضرت والا الہ آباد سے کانپور تشریف لے گئے تھے جہاں بعد کو احقر بھی پہونچ گیا۔ حضرت والا کو دیکھا کہ جامع مسجد محلہ ٹپکا پور کے ایک گوشہ میں مراقب بیٹھے ہیں۔ چونکہ وہ ابتدائی جوش و خروش کا زمانہ تھا اسلئے حضرت والا کو مراقب دیکھ کر میں نے خود ہی یا احباب کو مخاطب کر کے کسی کا یہ شعر پڑھا ؂

نظر کو نیچی کئے سر جھکائے بیٹھے ہیں	یہی تو ہیں جو مرا دل چرائے بیٹھے ہیں

چونکہ اس زمانہ میں مجکو ملازمت کی تلاش تھی اور چند نئے عہدے انسپکٹری آبکاری کے قائم ہوئے تھے اسلئے احقر نے بھی درخواست بھیجدی تھی۔ اسی کے جواز یا عدم جواز کے متعلق احقر نے حضرت والا سے پوچھا تو فرمایا کہ پہلے یہ تحقیق کر لیجئے کہ کس کس چیز کی شراب بنتی ہے معلوم ہوا کہ گڑ مہوا وغیرہ کی بنتی ہے انگور یا چھوارہ کی نہیں بنتی۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ مجمل جواب تو آپ کے استفسار کا یہ ہے کہ آپ اس ملازمت کے حصول کی کوشش کریں۔ اور اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں کہ میں نے کیوں کہا تو میرے پاس تھانہ بھون بذریعہ ڈاک یہ سوال لکھ کر بھیجدیجئے میں انشاءاللہ تعالےٰ مفصل وجوہ تحریر کر کے بھیجدونگا۔ حضرت والا کو اگر بعض مجتہدین کے اقوال پر بھی کسی ملازمت کے جواز کی گنجایش ملتی ہے تو اس عام ابتلا اور ضعف ہمم کے زمانہ میں اُس گنجایش کی بناء پر اجازت دیدیتے ہیں کیونکہ تنگی معاش میں اس سے اشد دینی ضرر کا اندیشہ ہے۔

غرض میری درخواست ملازمت منظور ہو گئی اور میں بمقام شاہجہاں پور پندرہ دن کام سیکھنے کے لئے بھیجا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ والد صاحب مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ انہوں نے مجکو لکھ بھیجا کہ تم چھوڑ کر چلے آؤ۔ اور پھر ڈپٹی کلکٹری کے لئے کوشش کی جسمیں بفضلہ تعالیٰ حضرت والا ہی کی دعا کی برکت سے کامیابی حاصل ہو گئی۔ لیکن چونکہ حضرت والا کے فیض سے ذکر و شغل کا چسکا لگ گیا تھا امتحان کی کتابوں کے مطالعہ میں جی نہ لگتا تھا اور دنیا سے بے رغبتی ہو گئی تھی اسلئے تقرر

سکے بعد کے امتحانات جن پر مستقلی کا دار و مدار تھا نہ پاس کر سکا۔ یہاں تک کہ ایک زائد موقع مجکو خاص طور سے اور دیا گیا۔ میں نے جب حضرت والا کو اپنی تشویش کی اطلاع دی اور لکھا کہ مجھے کامیابی کی اُمید نہیں کیونکہ پڑھنے میں میرا جی ہی نہیں لگتا تو حضرت والا نے نہایت ہمت افزا جواب مرحمت فرمایا۔ تحریر فرمایا کہ ہمت نہ ہاریئے اور گو طبعاً ناگوار ہو لیکن دل کو بہ تکلف متوجہ کر کے امتحان کو پاس ہی کر لینے کی کوشش کیجئے اور پریشانی کو پاس نہ پھٹکنے دیجئے ع حیف باشد دل دانا کہ مشوش باشد۔

امتحان کو ضرور پاس کر لینا چاہیئے تاکہ اہل دنیا کی نظر میں ذلت نہ ہو۔ اس مردار دنیا کو حاصل کر لینے کے بعد چھوڑنا چاہیئے۔ تارک الدنیا ہونا چاہیئے نہ کہ متروک الدنیا اگر آپ امتحان پاس نہ کر سکے اور علیحدہ کر دیئے گئے تو آپ ڈپٹی کلکٹری کو کیا چھوڑیں گے خود ڈپٹی کلکٹری ہی آپ کو چھوڑ دیگی۔ حالانکہ ہونا چاہیئے برعکس اھ

حضرت والا کے اس ہمت افزا ارشاد سراپا رشاد کے بعد احقر نے امتحان کی تیاری کے لئے خاص طور سے چھٹی لی اور اپنے ایک عزیز ڈپٹی کلکٹر کے پاس پہاڑ پر جا کر امتحان کی تیاری باعانت اُن عزیز کے شروع کر دی۔ لیکن پھر بھی کافی تیاری نہ ہو سکی۔ مگر حضرت والا کی تمنا تو اللہ تعالیٰ کو پوری کرنی ہی تھی اسی سال سے یہ اجازت ہو گئی کہ کتابیں دیکھ دیکھ کر امتحان میں جوابات لکھ سکتے ہیں چنانچہ اس سے بحمد اللہ بڑی سہولت ہو گئی پھر بھی بعض مضامین میں جن میں کتابوں کا دیکھنا مفید نہ ہو سکتا تھا اندیشہ ناکامیابی رہا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں لکھنؤ سے امتحان دیکر تھانہ بھون حاضر ہوا تو حضرت والا سے یہ واقعہ عرض کیا کہ امتحان کے زمانہ میں بلکہ تیاری امتحان کے زمانہ میں بھی مجھے اسقدر فکر دامنگیر رہی کہ پہاڑ کے اچھے اچھے مناظر سے جہاں رہ کر میں نے امتحان کی تیاری کی تھی اور لکھنؤ جیسے پُر رونق شہر سے جہاں امتحان دینے گیا تھا مطلق لطف نہ اُٹھا سکا۔ جس دن امتحان سے فارغ ہوا ہوں اُسدن زمین و آسمان نظر آئے اور معلوم ہوا کہ میں دنیا میں ہوں۔ یہ سنکر حضرت والا نے پہلے ایک آہ سرد بھری۔ پھر فرمایا کہ اسی طرح اُن کو جنہیں آخرت کے امتحان کی فکر ہے زمین و آسمان نظر نہیں آتے۔

اُس وقت بظن غالب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت والا یہ خود اپنا ہی حال بیان [illegible]

پھر کسی نماز کے بعد حضرت والا غالباً مسجد ہی میں تھوڑی دیر کمر سیدھی کرنے کے [illegible] پاؤں دبانے لگا۔ جب حضرت والا کی ذرا آنکھ لگ گئی تو میں کسی ضرورت سے [illegible] حضرت والا نے فوراً احقر کو طلب فرمایا اور فرمایا کہ میں نے ابھی ایک خواب دیکھا ہے اور گو پہلے سے کسی میں گرگری ہونے کا اندیشہ لیکن میں کیا اور میرا خواب ہی کیا۔ اسلئے کہے دیتا ہوں دیکھا تو بہت وسیع فصل تھا اور بہت دیر تک دیکھتا رہا

Marfat.com

لیکن پورا یاد نہیں رہا۔ صرف اسکا خلاصہ یہ یاد رہ گیا ہے کہ کسی نے مجھ سے کہا کہ آپ (یعنی احقر) ڈپٹی کلکٹری کے امتحان میں پاس ہو گئے ہیں۔ اور گو ایک مضمون میں بہت مایوسی تھی لیکن پاس ہونیکے لائق نمبر اس میں بھی آ گئے ہیں۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ مجھے پوری کامیابی ہو گئی اور حضرت والا کی تمنا اور دعا کی برکت سے میں مستقل ڈپٹی کلکٹر ہو گیا۔

اسی زمانہ میں میں نے بھی ایک خواب دیکھا تھا کہ ایک سانپ کا چھوٹا سا بچہ میرے پاس ہو کر گذرا میں نے اسکو کسی چیز سے ماردیا وہ ایک ہی ضرب میں مرگیا پھر کوئی اور زہریلا جانور جو اسوقت یاد نہیں آتا دکھائی دیا وہ دو چوٹوں میں مرگیا۔ پھر ایک بچھو دکھائی دیا میں نے اسکو مارا تو وہ لنگڑا ہو گیا اور لنگڑاتا ہوا دیوار پر چڑھ گیا اور ایسا معلوم ہوا کہ میری رضائی پر آپڑا اور میں اندیشہ کر رہا ہوں کہ کہیں ڈنک نہ ماردے اسی اندیشہ میں آنکھ کھل گئی غالباً یہ وہی مضمون تھا جسکے متعلق حضرت والا نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس میں پاس ہونے سے مایوسی تھی لیکن اسمیں بھی کافی نمبر آ گئے۔ حضرت والا نے اپنا خواب بیان کر کے یہ بھی فرمایا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ آپ پاس ہو جائیں پھر چھوڑنے نہ چھوڑنے کا اختیار ہو گا۔ ترک ملازمت کے لئے بار بار عرض کیا لیکن کبھی مشورہ نہیں دیا بلکہ اکثر یہ شعر پڑھ دیا ؎

چونکہ برمیخت بہ بند دبستہ باش
چوں کشاید چابکے برجستہ باش

آخر میں تبدیل محکمہ کا مشورہ دیا جسکا ذکر قریب ہی کی سطور میں آتا ہے۔ غالباً اسی زمانہ میں حضرت والا نے احقر کے کسی عریضہ کے جواب میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ انشاء اللہ تعالےٰ فلاح دارین حاصل ہو گی۔ دل یہی گواہی دیتا ہے۔

غرض حضرت والا ہی کی دعا کی برکت سے میں عین مایوسی کے عالم میں مستقل ڈپٹی کلکٹر ہو گیا۔ پھر حضرت ہی کی دعا اور تمنا کی برکت سے کل سات برس اس عہدہ پر رہ کر اس سے باجازت حضرت والا دست بردار ہو گیا اور بحمد اللہ بجائے متروک الدنیا ہونے کے مفہوم کے تارک الدنیا ہونیکے ایک مصداق کا ظہور ہو گیا۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ بوجہ اسکے کہ اس عہدہ پر رہ کر بہت سے فیصلے خلاف قانون شریعت کرنے پڑتے تھے۔ اسلئے مجھے بہت تنگی پیش آتی تھی اور گو حضرت والا سے مسائل پوچھ پوچھ کر حتی الامکان خلاف شریعت مقدسہ فیصلے کرنے سے بچتا تھا لیکن پھر بھی کہاں تک بچ سکتا تھا بمصداق ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ
بازمیگوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

احقر کے بار بار عہدہ ڈپٹی کلکٹری کی خلجانات گوناگون کے پیش کرنے اور شاکی ہونے پر حضرت والا نے احقر کو محکمہ تعلیم میں ملازمت کی کوشش کرنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ احقر نے بطور خود بھی حکام سے کہا

130983

Marfat.com

سنا اور باضابطہ بھی درخواست دیدی اور اُس میں یہ بھی لکھ دیا کہ میں اپنی موجودہ تنخواہ سے کم پر بھی محکمۂ تعلیم میں جانے کے لئے تیار ہوں لیکن کامیابی نہ ہوئی اور صاف جواب مل گیا کہ تمھارے لایق کوئی عہدہ محکمۂ تعلیم میں خالی نہیں ہے۔ چنانچہ میں بالکل مایوس ہوگیا۔ تین برس فتحپور میں ڈپٹی کلکٹر رہ کر جب زیارت حرمین شریفین کے لئے رخصت لی تو بعد واپسی کانپور میں تقرر ہوا۔ اتفاق سے بہ سبیل سفر حضرت والا کانپور تشریف لائے احقر نے محکمہ تعلیم میں ملازمت ملنے سے مایوسی کا حال عرض کیا تو نہایت جزم کے ساتھ فرمایا کہ آپ ابھی مایوس نہ ہوں برابر کوشش جاری رکھیں میرا دل گواہی دیتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کوئی بہتر صورت ہو جائے گی۔ چنانچہ احقر نے پھر کوشش کی اور حکام سے صاف کہہ دیا کہ میں بہت کم تنخواہ پر بھی جانا منظور کرلوں گا۔

حضرت والا کی دعا اور شہادت قلب اور اعتماد علی اللہ کی برکت سے یہ صورت غیب سے ظہور پذیر ہوئی کہ مسلمانوں کیلئے خاص مدارس اُردو کا کھولا جانا اور انکے لئے ہر کمشنری میں جداگانہ مسلمان ڈپٹی انسپکٹر مقرر کیا جانا گورنمنٹ سے منظور ہوا۔ چنانچہ احقر کو اس نئے عہدہ کی باضابطہ اطلاع دی گئی اور لکھا گیا کہ محکمہ تعلیم میں تمکو یہ جگہ بمشاہرہ ڈیڑھ سو روپیہ دی جاسکتی ہے آیا منظور ہے یا نہیں۔ گو یہ تنخواہ اور سب کی تنخواہ سے جو اُس عہدہ پر مقرر کئے گئے تھے۔ زیادہ تھی لیکن میری ڈپٹی کلکٹری کی تنخواہ سے بہت کم یعنی صرف نصف ہی تھی کیونکہ مجھے اسوقت تین سو روپیہ ماہوار مل رہے تھے۔ جب میں نے حضرت والا کو کمی تنخواہ کی وجہ سے کسیقدر تردد ظاہر کیا تو حضرت والا نے یہ تحریر فرمایا کہ مشورہ دینے کا تو میرا معمول نہیں ہے لیکن اگر آپ کی جگہ میں ہوتا تو میں تو ضرور قبول کرلیتا چاہے اس سے بھی کم تنخواہ ہوتی اور اس موقع کو ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دیتا اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ اگر آپ کو تامل ہے تو پھر آئندہ کبھی موجودہ ملازمت کی خرابیوں کی شکایت مجھ سے نہ کیجئے گا۔ اس ارشاد کی برکت سے جو قدرے تامل تھا وہ بھی بفضلہ تعالیٰ جاتا رہا اور احقر نے نہایت خوشی اور ذوق و شوق کے ساتھ اس عہدہ کو منظور کرلیا اور اپنی خدمات محکمہ تعلیم میں منتقل کرالیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہاں بھی عہدہ اور تنخواہ دونوں کی رفتہ رفتہ ترقی ہوئی جو بحمد اللہ اب تک جاری ہے۔

حضرت والا سے شرف بیعت حاصل ہونے کے بعد جلدی ہی [illegible] تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے حضرت والا سے یہ کہہ کر دعا [illegible] حصول ملازمت کرائی تھی [illegible] پھر انشاء اللہ تعالیٰ اطمینان سے ذکر و شغل کرسکونگا۔ [illegible] کہ حضرت والا سے دعا [illegible] کراکرا کر حاصل کیا جائے گا بعد کو حضرت والا ہی سے دعائیں کراکرا کر اس سے پیچھا چھوڑایا جائیگا۔

Marfat.com

حضرت والا سے شرف بیعت حاصل ہونے کے بعد بفضلہ تعالیٰ وبرکت دعا وتوجہ حضرت والا دین کا اسقدر اہتمام پیدا ہوگیا تھا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ایک بار لکھنؤ جانے کا اتفاق ہوا اور چوک سے گذرا تو نگاہیں بالکل نیچی کئے ہوئے اور اپنے بازو کو چٹکی سے دبا دبا کر خوب زور زور سے نوچتا ہوا گذرا تا کہ بازاری عورتوں پر نظر نہ پڑے اور انکے گانے کی آواز کی طرف جو چاروں طرف سے آرہی تھی التفات نہ ہو اسی طرح ایک بار بمقام الٰہ آباد یکہ پر جارہا تھا کہ محرم کا ہنگامہ راستہ میں پڑا میں نے بڑے اہتمام سے ڈھول تاشوں کی آواز کی طرف سے اپنی توجہ کو ہٹا کر یکہ کے پہیہ کی گھڑ گھڑ کی بے لطف آواز کو بہت غور سے کان لگا کر سننا شروع کردیا اور نفس کو خطاب کرکے کہا کہ ان ڈھول تاشوں کی دل خوش کن آواز سے تو یہ پہیہ کی گھڑ گھڑ ہی اچھی کیونکہ اُسکا سننا معصیت ہے اور اسکا سننا معصیت نہیں۔

میں اپنی ڈپٹی کلکٹری کے دوروں میں سب اہلکاروں کو اسکی سخت تاکید کردیا کرتا تھا کہ بازار کے نرخ سے سستی کوئی چیز ہرگز نہ خریدی جائے جیسا کہ عام دستور ہے اور جب لکڑی کی احتیاط مشکل نظر آئی کیونکہ عموماً دیہات میں لکڑی بقیمت نہیں ملتی تو حضرت والا سے دریافت کیا کہ کیا کیا جائے حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ حسنِ اتفاق سے اسوقت میرے پاس ایک واقفکار بیٹھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دیہات میں بھی لکڑی عموماً بڑھئی کے یہاں سے بقیمت مل جاتی ہے۔ دورہ میں متعدد مسلمان ہمراہی جن میں بعض ایسے بڈھے بھی تھے جنھوں نے عمر بھر کبھی نماز نہ پڑھی تھی بلکہ نماز سیکھی بھی نہ تھی پکے نمازی ہوگئے۔ اور کئی شخص جو داڑھی منڈاتے یا کٹاتے تھے داڑھیاں رکھ کر متقطع صورت ہوگئے۔ انکی خاطر کے لئے میں نے اُن سے کہا اور دل سے کہا کہ آپ نے میرے کہنے سے خلافِ عادت داڑھی رکھ لی ہے اگر آپ کہیں تو میں بھی خلاف عادت اپنا سر منڈوادوں لیکن انھوں نے روک دیا۔ رشوت ستانی کو حتی الامکان بہت سختی کے ساتھ روکا گیا۔

مجھے خوب یاد ہے کہ کانپور میں میرے ایک پیشکار تھے جن کی پنشن ہونے والی تھی۔ وہ میرے ساتھ ظہر کی نماز کے لئے کچہری کی مسجد میں جایا کرتے تھے ایک دن میں نے اُن سے کہا کہ خانصاحب اب تو آپ کی پنشن ہی ہونیوالی ہے ظاہر ہے کہ بعد پنشن تو رشوت چھوٹے ہی گی اور اسوقت آپ توبہ بھی کرینگے لیکن اُسوقت کی توبہ مجبوری کی توبہ ہوگی اور محض زبانی توبہ ہوگی عملی توبہ نہ ہوگی۔ وہ توبہ تو عصمت بی بی از بے چادری کی مصداق ہوگی۔ اب آپ کی پنشن کے دن ہی کتنے رہ گئے ہیں چند ماہ ہی باقی ہیں۔ اگر آپ ابھی سے رشوت لینا چھوڑ دیں اور بالکل توبہ کرلیں تو آپ کو عملی توبہ نصیب ہوجائے۔ اس گفتگو کا اُن پر اتنا اثر ہوا کہ انھوں نے اُسی وقت مسجد ہی میں توبہ کی اور اُسی روز سے رشوت لینا قطعاً چھوڑ دیا اور پکے تائب ہوگئے جس سے سارے اہل مقدمہ اور اہل عملہ کو حیرت ہونے لگی۔ بلکہ بعضوں نے تو یہ سمجھ کر کہ قلیل رقم ہونیکی وجہ سے

انکار کرتے ہیں کثیر رقم پیش کی لیکن وہاں پھر بھی انکار ہی رہا۔ بعد کو وہ حضرت والا سے بیعت بھی ہو گئے۔ اور تادمِ آخر دینداری کی زندگی بسر کی۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

حضرت والا کی برکت سے احقر کے اندر باوجود بڑے عہدہ پر ہونے کے اتنی تواضع پیدا ہوگئی تھی کہ اپنے اردلی کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے میں بھی عار نہ آتی تھی۔ لیکن حضرت والا نے اُسکی اور میری دونوں کی مصلحت کی بنا پر اس سے مجکو منع فرمادیا جس سے حضرت والا کی اعلیٰ درجہ کی رعایت حفظ حدود ظاہر ہوتی ہے۔ یہ بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار ایک بہت ہی غریب شخص مسجد کی جماعت میں میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس کھڑا تھا اور میں اسکے پاس کھڑے ہونے سے یہ سُوچ سُوچ کر بہت ہی لذت محسوس کر رہا تھا کہ مساکین کا عند اللہ بڑا مرتبہ ہے اور ظاہری مال و عزت کوئی چیز نہیں ہے۔

غرض حضرت والا سے بیعت ہو جانے کی ایسی برکت ہوئی کہ بحمد اللہ تعالیٰ احقر کو دین کا خاص اہتمام ہوگیا اور ہر امر میں جائز ناجائز کا بہت خیال رہنے لگا۔ اور حضرت والا کی یہ برکت تو ایسی کھلی ہوئی ہے کہ حضرت والا کے اکثر و بیشتر منتسبین میں نہایت نمایاں طور پر مشاہد ہے بلکہ اسی صفت یعنی اہتمام تقویٰ ہی سے وہ عموماً پہچانے جاتے ہیں۔ چنانچہ فتحپور کا ایک بالکل اَن پڑھ معمار جب حضرت والا سے بیعت ہوگیا تو اسکو یہ فکر ہوئی کہ ٹھیکہ کی صورت میں جس رفتار سے کام کیا جاتا ہے اُسی رفتار سے امانی میں بھی ہونا چاہیے ایک صاحب نے جو حضرت والا سے بیعت بھی نہیں ہیں، مجھ سے میرے زمانہ قیام فتحپور میں جسکو پچیس سال سے بھی زائد عرصہ ہوگیا اس معمار کا مذکورہ بالا حال بیان کر کے فرمایا کہ حضرت مولانا کا یہ اثر تو ہمنے ضرور دیکھا کہ جسکو حضرت سے تعلق ہو جاتا ہے اسکو شریعت پر عمل کرنے کا بہت اہتمام ہوجاتا ہے اور جائز ناجائز کا بہت خیال رہنے لگتا ہے۔

ایک بار احقر کو مدرسہ عالیہ دیوبند میں بخدمت جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق نائب مہتمم ٹھہرنے کا اتفاق ہوا تو وہاں جناب ایک شاہ خانصاحب بھی مقیم تھے جو بہت معمر تھے اور بڑے بڑے حضرات اکابر کی زیارت کئے ہوئے اور صحبت اٹھائے ہوئے تھے۔ احقر نے خانصاحب مرحوم سے لالٹین کے متعلق دریافت کیا کہ یہ مدرسہ کی تو نہیں ہے۔ اس پر انھوں نے دریافت فرمایا کہ [illegible] اشرف علی صاحب کے مرید ہو میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا کہ میں نے اسی [illegible] میں زیادہ دیکھا۔ اسلئے میں پہچان گیا تھا کہ تم مولانا کے مرید ہو [illegible]

حضرت والا سے ایک راوی نے جسکا نام وغیرہ تو حضرت والا کو یاد نہیں رہا لیکن اسکو حضرت والا نے اسوقت قابل اعتماد سمجھا تھا ایک مقدس اور مشہور اہل علم مدرس کا جو اسی قسم کا قول نقل کیا۔ اُن

Marfat.com

اہل علم نے اپنے مدرسہ کی مسجد میں ایک اجنبی طالب علم کو دیکھا کہ مسجد کے چراغ کی روشنی میں مطالعہ کرتے کرتے جب وہ وقت آگیا جو وہاں کے معمول کے موافق چراغ کے گل کر دینے کا وقت تھا تو اسنے فوراً اسکو گل کر دیا اور پھر اپنا ذاتی چراغ جلاکر مطالعہ کرنے لگا حالانکہ ایسی احتیاط کون کرتا ہے بالخصوص طلبہ جو مسجد کے تیل کو گویا اپنی ملک ہی سمجھتے ہیں یہ دیکھ کر مولانا نے حضرت والا کا اسم گرامی لے کر پاس والوں سے کہا کہ یہ شخص مولانا کا ملنے والا معلوم ہوتا ہے بعد کو تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ واقعی حضرت والا سے تعلق رکھنے والا تھا۔

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ طالبین کے اندر اہتمام دین اور فکر جائز و ناجائز پیدا کر دینا ہی تو شیخ کی حقیقی کرامت اور اسکے صاحب فیض و برکت ہونے کی بین علامت ہے اور اسکا اصل فرض منصبی بھی یہی ہے اس امر کے ہزاروں شاہد ہیں کہ جس نے حضرت والا سے طریقہ کے ساتھ اپنی اصلاح کے لئے رجوع کیا اس پر روز بروز حضرت والا کا رنگ جس کو صبغۃ اللہ کہنا زیبا ہے چڑھتا ہی چلا گیا اور رفتہ رفتہ اسکی بالکل کایا پلٹ ہی ہوگئی۔ احقر نے خود ایسوں کو دیکھا ہے جو پہلے بالکل خشک تھے لیکن دو چار بار ہی کی حاضری میں قلب کے اندر ایسا سوز وگداز پیدا ہوگیا کہ دم بدم آہیں بھرنا انکا شعار ہوگیا اور بالکل رنگ ہی بدل گیا۔ چونکہ حضرت والا خود سراپا سوز وگداز اور نسبت چشتیہ کے حامل ہیں اسلئے طالب صادق پر فوری اثر ہوتا ہے اور بلا مبالغہ یہ شعر صادق آنے لگتا ہے ؎

	ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد		واللہ خلاف نیست کہ او عشقباز شد

چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ سلسلۂ چشتیہ تو بس بجلی کا تار ہے ذرا ہاتھ لگایا نہیں کہ لپٹا نہیں حضرت والا کے تعلق کی برکت سے اہتمام دین اور فکر جائز و ناجائز پیدا ہو جانے کے متعلق خود حضرت والا کا ایک ارشاد یاد آیا جسنے ایک ایسے شیخ کا حال سنکر فرمایا تھا جو اپنے مریدوں سے ذکر تو دو دو گھنٹے خوب جہر اور ضرب کے ساتھ کراتے لیکن خلاف شرع وضع اور دیگر افعال منکرہ سے منع نہ کرتے۔ فرمایا کہ دو دو گھنٹے ضربیں لگا لینا کیا مشکل ہے۔ تھوڑی دیر محنت کر لی پھر دن بھر رات بھر آزاد میرے یہاں تو وہ آفت جس کو رات دن اپنے نفس پر آرے چلاتے ہوں۔ قدم قدم پر یہ فکر ہو کہ کونسا کام جائز ہے کونسا ناجائز۔

چنانچہ حضرت والا کی تمامتر روک ٹوک اور دار وگیر کا منشا اپنے منتسبین میں اسی فکر و اہتمام دین کا پیدا کر دینا ہے جو جڑ ہے جمیع اعمال حسنہ اور احوال محمودہ کی اور جسکو حضرت والا دھن اور دھیان سے تعبیر فرمایا کرتے ہیں اور اسکی بڑی ہی سخت ضرورت ظاہر فرمایا کرتے ہیں چنانچہ الحمد للہ یہ صفت حضرت والا کے اکثر منتسبین میں نمایاں طور پر موجود ہے نیز بغیر فہم سلیم حاصل کئے اور حقیقت طریق سمجھے حضرت والا کے سلسلہ میں کسی کا داخلہ ہی نہیں ہو سکتا

Marfat.com

انھیں مجموعۂ حالات کو دیکھ کر احقر کا مدت سے یہ عقیدہ تھا کہ حضرت والا کا تو قریب قریب ہر منتسب بفضلہ تعالیٰ مقتدا کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور لوگ اسکے افعال سے متمسک کرتے ہیں۔ اسکی حال ہی میں خود حضرت والا سے بھی تصدیق سُنکر مجھے خاص مسرت ہوئی۔

ایک ذی علم شیخ نے ایک طالب کے دماغی تخیلات کو جو صراحۃً فساد متخیلہ سے ناشی تھے واردات حقانی قرار دیدیا اور بجائے اسکے کہ اُس بیچارہ ناواقف طالب کو اس جہل سے نکالا جاتا اسکو اور یقین دلاکر جہل مرکب میں مبتلا کردیا گیا۔ اسپر احقر نے حضرت والا سے عرض کیا کہ بفضلہ تعالیٰ حضرت والا کا تو ادنیٰ منتسب بھی ان باتوں کو اچھی طرح سمجھتا ہے وہ بھی ایسی غلطی ہرگز نہ کرتا جیسی اُن شیخ نے کی۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ واقعی اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ میرے یہاں حقیقت طریق سے کوئی ناواقف نہیں اور میرے کھرے پن کی بدولت ہے ورنہ میرے یہاں بھی خلط مبحث ہوجاتا۔ اب جتنے ہیں ان پر بفضلہ تعالیٰ اطمینان تو ہے۔ اور میرے نزدیک تو قریب قریب ہر شخص قابل اجازت ہے اور میں تو سب کو اجازت دے دیتا لیکن مصالح دینیہ کا مقتضا یہ ہے کہ صاحب اجازت میں کسی نہ کسی قسم کی کچھ ظاہری وجاہت بھی ہو دینی یا دنیوی مثلاً اہل علم ہو یا کسی معزز طبقہ کا ہو تاکہ اسکی طرف رجوع کرنے میں کسی کو عار نہ آئے اور طریق کی بے وقعتی نہ ہو۔ اھ

سُبحان اللہ حضرت والا کے یہاں کی ہر بات کیسی جچی تلی اور بالکل اصول صحیحہ کے مطابق اور ہر پہلو سے مکمل ہوتی ہے۔ ایک مجدد اور حکیم الامۃ کی یہی شان ہونی چاہیئے تھی۔

ایک بار فرمایا کہ الحمد للہ میرے احباب میں ایسے ایسے موجود ہیں جو اصول اصلاح کو اچھی طرح سمجھے ہوئے ہیں اور مشہور مشہور مشائخ سے بھی اچھی تربیت باطنی کرسکتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ آجکل لوگ بس شہرت کی بنا پر معتقد ہوتے ہیں کمال کو کوئی نہیں دیکھتا طریق سے بہت ہی بیگانگی ہوگئی ہے ایکبار اپنے خلیفۂ مجاز جناب حاجی شمشاد صاحب کے اہتمام تقویٰ کے حالات سنکر بہت مسرت سے اچھے برجستہ حضرت حافظ رحمہ کا یہ مصرعہ پڑھا ع شمشاد خانہ پرور ما از کہ کمتر ست۔ جو نہایت ہی برمحل اور ایسا برجستہ ہوتا تھا کہ گویا اسی موقع کے لئے تصنیف کیا گیا تھا۔

غرض حضرت والا سے مشرف بہ بیعت ہوجانے کی برکت سے احقر کا [illegible] بہت زیادہ فکر جائز و ناجائز پیدا ہوگئی تھی جسکے بعض واقعات اوپر ذکر کئے گئے اور حضرت والا کے ساتھ عشق و محبت کا تو وہ عالم تھا کہ اسکو سنکر ایک ناآشنائے محبت اور ناواقف طریق دیوانگی سے تعبیر کرے گا اور ایک بے ذوق اور روکھا پھیکا شخص مضحکہ اڑائے گا لیکن میں تو اُنوانے سے

اگرچہ بدنامیست نزد عاقلاں		مانمی خواہیم ننگ و نام را	

ان دونوں قسم کے لوگوں کی کچھ پروا نہ کر کے اپنے اُن محبوب حالات کو بھی جو حضرت والا کی فرطِ محبت میں مجھ پر طاری ہوئے تھے اہل محبت اور اہل ذوق کی ضیافت طبع کے لئے ضرور عرض کروں گا۔ اور اگر کوئی ناآشنائے محبت ایسی محبت کو دیوانگی سے تعبیر کرے گا تو میں اُس سے یہ کہونگا ع ادست دیوانہ کہ دیوانہ نشد۔ اگر کوئی بے ذوق ایسی محبت پر مضحکہ اڑائے گا تو میں اسکو ترکی بہ ترکی یہ جواب دوں گا۔ ع چہ داند بوزنہ لذّاتِ ادرک۔

اس مختصر مگر ضروری تمہید کے بعد میں اپنے مذکورۂ بالا محبوب حالات محبت میں سے بھی بطور نمونہ بعض حالات کو بلحاظ کیفیت قدیمہ یہ اشعار پڑھتا ہوا بیان کرتا ہوں سہ

ما اگر قلاشس و گر دیوانہ ایم		مستِ آں ساقی و آں پیمانہ ایم	
گفتگوئے عاشقاں در کارِ رب		جوششِ عشق است نے ترکِ ادب	

ایک بار عشق و محبت کے جوش میں حضرت والا سے بہت جھجکتے اور شرماتے ہوئے دبی زبان سے عرض کیا کہ حضرت ایک بہت ہی بیہودہ خیال دل میں بار بار آتا ہے جسکو ظاہر کرتے ہوئے بھی نہایت شرم دامنگیر ہوتی ہے اور جرأت نہیں پڑتی۔ حضرت والا اُسوقت نماز کے لئے اپنی سہ دری سے اُٹھ کر مسجد کے اندر تشریف لیجا رہے تھے۔ فرمایا کہئے کہئے احقر نے غایت شرم سے سر جھکائے ہوئے عرض کیا کہ میرے دل میں بار بار یہ خیال آتا ہے کہ کاش میں عورت ہوتا حضور کے نکاح میں۔ اس اظہار محبت پر حضرت والا غایت درجہ مسرور ہو کر بے اختیار ہنسنے لگے اور یہ فرماتے ہوئے مسجد کے اندر تشریف لیگئے" یہ آپ کی محبت ہے ثواب ملیگا۔ ثواب ملیگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ اھ

حضرت والا اب تک اس واقعہ محبت کو بھولے نہیں اپنی مجلس شریف میں احقر کے اس محبت آمیز قول کو بہ لطف نقل فرما فرما کر مزاحاً فرمایا کرتے ہیں کہ غنیمت ہے اسکے عکس کی خواہش نہیں کی۔ احقر کو اُس زمانہ میں حضرت والا کی محبّت کا اسقدر جوش تھا کہ بس یہ جی چاہتا تھا کہ بغل میں حضرت والا کی کتابیں ہوں اور ہر کس وناکس اہل و نااہل بلکہ در و دیوار شجر و حجر کفار و بہائم سب سے دیوانہ وار حضرت والا کا تذکرہ کرتا پھروں اور سب کو حضرت والا کی کتابیں سناتا پھروں۔ چنانچہ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک بار عید الضحیٰ کے موقع پر قربانی کا بکرا مکان کے خالی حصہ میں بندھا ہوا تھا۔ اُسکے پاس جو تنہائی میں پہونچا تو بے اختیار جی چاہنے لگا کہ اسکے سامنے بیٹھ کر حضرت والا کا تذکرہ کروں۔

ایک بار میں ذکر اللہ میں مشغول تھا کہ دفعتہً قلب کو بے اختیار حضرت والا کی جانب ایک پُر زور کشش

Marfat.com

ہوئی جو مثل برق اکثر محسوس ہوتی رہتی تھی اور ایک دم حضرت والا کا تصوّر نہایت شدومد کے ساتھ بندھا اور قلب میں حضرت والا کی محبت نہایت جوش و خروش کے ساتھ موجزن ہونے لگی۔ میں جس کرہ میں اُس وقت ذکر کر رہا تھا وہ بالاخانہ پر تھا۔ اور اسکے کیواڑ بند تھے۔ سامنے چھت تھی۔ چھت پر آہٹ سنکر میں نے کیواڑ کھولے تو دیکھا کہ بندر اُدھم مچا رہے ہیں۔ وہ کیواڑ کھلتے ہی بھاگے چونکہ میں اُسوقت حضرت والا کے جوش محبت میں مغلوب الحال ہو رہا تھا میں نے بے اختیار بندروں کی طرف خطاب کر کے کہا کہ ارے کہاں جاتے ہو حضرت کا ذکر تو سنتے جاؤ۔

حضرت والا کے دنیادار رشتہ داروں سے بھی نہایت عقیدت کا برتاؤ کرتا تھا چنانچہ حضرت والا کے چھوٹے بھائی جناب منشی اکبر علی صاحب مرحوم و مغفور کے میں نے ہاتھ چومے حالانکہ اُسوقت انکی وضع قطع بھی خلاف ثقاہت تھی اور میرے اس فعل سے انھیں شرمندگی بھی ہوئی لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے پہلے حضرت والا سے اپنے اس اقتضاء طبعی کو ظاہر کر کے اجازت چاہی لیکن چونکہ حضرت والا کو دوسرے کے جذبات کی بہت ہی رعایت مدنظر رہتی ہے اسلئے فرمایا کہ انھیں خجلت ہوگی لہذا مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اُنھیں سے اجازت لے لیجائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور چونکہ مرحوم و مغفور بہت ہی بے تکلف طبیعت کے تھے اسلئے اُنھوں نے میرا اشتیاق دیکھ کر دست بوسی کی اجازت دیدی اور فرمایا کہ اس میں میرا کیا بگڑتا ہے۔

انکے چھوٹے صاحبزادہ میاں محمد علی سلمہ جو اُسوقت بالکل بچے تھے میرے ساتھ اکثر کھانے میں شریک تھے۔ حضرت والا کے بھتیجے ہونے کی وجہ سے بنہایت عقیدت میں اُنکے بدست ... انگلیوں کے فضلہ کو چوسنے لگا جسپر وہ اپنی توتلی زبان میں بجائے ارے ارے کے اَنے اَنے کہنے لگے۔

اُس زمانہ میں احقر حضرت والا کی خدمت میں جو عریضے لکھتا تھا وہ بھی عجیب عاشقانہ اور والہانہ شان کے ہوتے تھے اور حضرت والا کے جوابات بھی بڑے رنگین اور محبوبانہ انداز کے ہوتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک عریضہ کے اندر بجائے القاب و آداب کے میں نے فرط محبت میں حضرت والا کو صرف اس شعر سے خطاب کیا تھا ؎

جان من جانان من سلطان من		اے تو ئی اسلام ...	

(یہ شعر مثنوی زیر و بم کا ہے جو حضرت والا کی طالب علمی کے زمانہ کی تصنیف ہے)

اس زمانہ میں احقر کے عریضے بہت ہی طول طویل ہوتے تھے جسکی میں نے حضرت والا سے ایک عریضہ میں معذرت طلب کی تو اسکے جواب میں سُبحان اللہ کس درجہ شفقت اور کیسے پیارے اور رنگین

عنوان سے تحریر فرمایا کہ کہیں طول زلف محبوب بھی کسی کو ناگوار ہوتا ہوا دیکھا گیا ہے ۔ احقر کے بعض خطوط میں تو سوائے اشعار عارفین وعشاق کے اور کچھ نہ ہوتا لیکن اُن اشعار ہی سے حضرت والا میری حالت کو سمجھ جاتے اور جواب میں اُس حالت کے مناسب خود بھی کوئی شعر ہی تحریر فرما دیتے جس سے میری پوری تسلی ہو جاتی۔

احقر کے ایک عریضہ میں زیادہ تر غزلیات ہی تھیں جو احقر نے بحالت شدت ذوق وشوق تصنیف کی تھیں۔ جن سے پابندی معمولات میں باوجود عزم بالجزم کے تحت خلل واقع ہوگیا تھا جسکی شکایت بھی عریضہ میں عرض کیگئی تھی اسکا جواب حسن العزیز جلد اول ملفوظ نمبر ۳۳ سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے

غزلنامہ جو کہ کشف استعداد فطری کے اعتبار سے ازلنامہ ہے پہونچکر وجد وطرب میں لایا۔ خدا تعالےٰ آپ کے سب مقاصد پورے فرمادے۔ خیر اضاعتِ وقت میں بھی اطاعتِ بخت کا مسئلہ حل ہوا کہ انسان تقدیر حق کے سامنے عاجز ہے کہ ارادہ تو کیا تھا ضبطِ اوقات کا اور ہوگیا خبطِ اوقات انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کا منکشف ہونا بھی ترقی کا زینہ ہوگا۔ علی سجاد صاحب کا بھی ماشاء اللہ تعالیٰ سجادہ رنگین ہونے لگا۔ آشفتہ وآشفتہ کن اشرف علی۔

الہ آباد کی زیارت اور حصول شرف بیعت کے کچھ عرصہ کے بعد احقر کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت والا کا اٹاوہ میں وعظ ہے۔ وہاں کوئی جلسہ تھا میں شوق زیارت میں اٹاوہ پہونچا وہاں میرے بھانجے ڈپٹی کلکٹر تھے جو بہت سمجھ دار مشہور ہیں۔ حضرت والا سے انکی کچھ گفتگو بھی نہیں ہوئی بجز معمولی تعارف وغیرہ کے لیکن حضرت والا نے اُنکے سمجھ دار ہونے کا فوراً ادراک فرمالیا اور احقر سے اُنکے متعلق اپنی رائے ظاہر فرمائی کہ سمجھ دار معلوم ہوتے ہیں۔ احقر کو تعجب ہوا کہ حضرت والا نے صرف تھوڑی ہی دیر کی سرسری ملاقات میں انکی وہی مخصوص صفت معلوم فرمالی جسکا علم دوسروں کو بہت عرصہ کے تجربوں کے بعد ہوا تھا اور یہ ملکہ ادراک ملکات وخصائل طبعیہ کا تو حضرت والا میں اس درجہ ہے کہ شاید و باید۔ جسکا اظہار تربیت سالکین کے دوران میں ہزارہا مواقع پر آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ اور یہی فراست خداداد دلیل ہے حضرت والا کے کامل العقل ہونے کی جو موروث ہے حضرت والا کے جدِ اعلیٰ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اور جو ظاہری سبب ہے حضرت والا کے اعلیٰ درجہ کے حکیم الامت، قطب الارشاد اور امام الطریق ہونے کا۔ اور اصل سبب تو اللہ تعالےٰ کی عطا اور انکا فضل ہے بفحوائے ؎

داد او را قابلیت شرط نیست	بلکہ شرطِ قابلیت داد اوست

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ۔

Marfat.com

یہ بارہا کا اور نہ صرف میرا بلکہ ہزارہا کا مشاہدہ ہے کہ حضرت والا کو دیکھتے ہی خالی الذہن کے قلب کے اندر حُسن عقیدت پیدا ہو جاتی ہے اور بے اختیار کشش ہونے لگتی ہے جو علامت ہے محبوبیت عند اللہ کی۔ چنانچہ ایک موقع پر خود حضرت والا نے فرمایا کہ جس کسی سے میں ملتفت ہو کر دو باتیں کر لیتا ہوں وہ ایسا مسخر ہو جاتا ہے گویا اسکا دل مٹھی میں آ گیا۔ اھ

میرے بھانجے بھی جنکا ذکر اوپر کیا گیا حضرت والا کی زیارت اور گفتگو سے نیز حضرت والا کو بخشوع وخضوع نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر بہت متاثر ہوئے تھے اور مجھے خوب یاد ہے کہ اُنھوں نے اس اثر کی یہ توجیہ بھی کی تھی کہ چونکہ مجکو مولانا کے زبردست عالم ہونے کا پہلے سے علم ہے۔ اسلئے ممکن ہے کہ مجھ پر اسی وجہ سے اثر ہوتا ہو۔ اھ

وہیں اٹاوہ میں ایک میرے اور عزیز بھی موجود تھے۔ وہ بھی بالکل آزاد اور انگریزی رنگ میں سر سے پاؤں تک رنگے ہوئے تھے اُنپر بھی اتنا اثر ہوا کہ اُنھوں نے میرے ذریعہ سے اپنے نمازی ہو جانے کیلئے کوئی تعویذ حضرت والا سے طلب کیا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے تعویذ تو کوئی ایسا آتا نہیں کہ میں اسکے اندر ایک سپاہی مع ڈنڈے کے لپیٹ کر رکھدوں اور جب نماز کا وقت آیا کرے وہ فوراً ڈنڈا لیکر تعویذ کے اندر سے نکل کر زبردستی نماز پڑھوا دیا کرے۔ ہاں ترکیب ایسی بتا سکتا ہوں جس سے دو تین ہی دن میں پورے نمازی ہو جائیں۔ لیکن وہ ترکیب محض پوچھنے ہی کی نہیں ہے بلکہ عمل کرنیکی ہے۔ وہ یہ کہ اگر ایک وقت کی نماز قضا ہو جائے تو ایک وقت کا فاقہ کریں اگر دو وقت کی قضا ہو تو دو وقت کا اور اگر تین وقت کی قضا ہو تو تین وقت کا۔ بس دو تین ہی فاقوں میں نفس ٹھیک ہو جائے گا اور نماز کی پوری پابندی نصیب ہو جائیگی لیکن یہ صرف پوچھنے کی ترکیب نہیں بلکہ اسپر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر کسی نے ہمت کر کے اس ترکیب پر عمل کر لیا اور برابر جاری رہا تو ممکن نہیں کہ دو تین روز ہی میں پکا نمازی نہ ہو جائے۔ اھ

پہلی بار کی الہ آباد والی زیارت کے اثر کو اس دوسری بار کی اٹاوہ والی زیارت نے پھر تازہ کر دیا اور شوق استفاضہ کو بہت زیادہ بڑھا دیا۔ حضرت والا کی بھی شفقت اتنی بڑھی کہ جب اٹاوہ سے وطن تشریف لیجانے لگے تو باوجود اپنی فطری اور مشہور زمانہ شان استغناء کے احقر کا شوق استفاضہ دیکھ کر [illegible] وقت بے تکلفی احقر سے فرمایا کہ کیا آپ تھانہ بھون نہ چلیں گے لیکن چونکہ [illegible] تیار ہو کر حاضر ہوا تھا اسلئے ہمرکاب نہ ہو سکا۔ پھر غالبًا قریب ہی [illegible] دستاربندی ہوا جسمیں حضرت والا بھی تشریف لائے اور اتفاق سے [illegible] ہزارہا آدمیوں کا مجمع تھا اور سب زیادہ ہجوم حضرت والا ہی کے ساتھ ساتھ رہتا تھا اور حضرت والا کی [illegible] محبوبیت اور شان [illegible]

اسقدر نمایاں ہے کہ محتاج بیان نہیں ۔گو حضرت والا لوگوں کے بے ڈھنگے پن پر بہت اظہار خفگی فرماتے رہتے تھے ۔ یہاں تک کہ ایک بار راستہ کے ہجوم اور بے موقع مصافحوں کی بھرمار سے تنگ آ کر یہی فرمایا کہ اگر تم لوگ سیدھی طرح نہ مانوگے تو بس میں اب مارنا شروع کردونگا لیکن جو محبوبیت منجانب اللہ ہوتی ہے وہ کہیں ان ظاہری اسباب نفرت و وحشت سے زائل ہوتی ہے ۔ لوگ تھے کہ پھر بھی پروانہ وار حضرت والا پر ٹوٹے ہی پڑتے تھے اور جدھر حضرت والا تشریف لیجاتے ایک جم غفیر ساتھ ساتھ ہوتا چونکہ حضرت والا شدید بیماری سے اُٹھے تھے اسلئے اور بھی بوجہ غایت ضعف ہجوم اور بے ڈھنگے پن کا تحمل نہ تھا ۔ بیماری کی وجہ سے تو شرکت جلسہ کی بھی توقع نہ رہی تھی لیکن حضرت والا نے بیماری ہی میں یہ خواب دیکھا کہ میں جلسہ میں اس حدیث پر وعظ کہہ رہا ہوں حب الدنیا راس کل خطیئۃ اس سے حضرت والا کو امید ہوگئی کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں اچھا ہوجاؤنگا اور شریک جلسہ ہوسکوں گا ۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا کہ عین وقت پر حضرت والا کو خلاف توقع صحت ہوگئی ۔ اور گو نقاہت بہت زیادہ تھی لیکن وعظ فرمایا اور حدیث مذکور ہی پر وعظ فرمایا جسکا مفصل حال باب مواعظ حسنہ میں گذر چکا ہے ۔

احقر نے حضرت والا کی شان جلال کا اول بار اسی جلسہ میں مشاہدہ کیا تھا ورنہ اس سے پہلے تو مجکو حضرت والا کی صرف صفت جمال ہی کے مشاہدہ کا اتفاق ہوا تھا ۔ اور میں نے معمولی حالات میں ہمیشہ حضرت والا کو سراپا رافت و رحمت اور مجسم خلق و مروت ہی دیکھا تھا اور معمولی حالات میں تو بحمد اللہ تعالےٰ حضرت والا اب بھی سراپا جمال ہی جمال ہیں لیکن جسکو اللہ تعالیٰ نے مصلح بنا کر دنیا میں بھیجا ہو اسمیں اگر صفت جمال کے ساتھ بقدر ضرورت شان جلال بھی نہو تو وہ اپنا فرض منصبی کما حقہ ادا نہیں کرسکتا ۔ چنانچہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "الامر المحکم المربوط فیما یلزم اہل طریق اللہ من الشروط" میں فرماتے ہیں ۔

فلابد ان یکون عند الشیخ دین الانبیاء وتدبیر الاطباء وسیاسۃ الملوک وحینئذٍ یقال لہ الاستاذ یعنی ضروری ہے کہ شیخ کو انبیاء علیہم السلام کا دین اور اطباء کی تدبیر اور بادشاہوں کی سیاست حاصل ہو اسوقت اسکو استاد کہا جاسکتا ہے ۔ اھ

اللہ تعالےٰ نے ہمارے حضرت والا کو بھی بفضلہ ان تینوں اوصاف کا نمایاں طور پر جامع بنایا ہے فالحمد للہ علےٰ ذالک حمداً کثیرًا وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء غرض مصلح کیلئے سیاست یا بالفاظ دیگر شان جلال ہونا بھی ضروری ہے ۔ لیکن اسکا ظہور جبھی ہوتا ہے جب اسکی ضرورت ہوتی ہے اور وہیں ہوتا ہے جہاں اسکی حاجت ہوتی ہے اور بقول ے ایخہ بر ماست از ماست

Marfat.com

اسکا سبب جو طالب اصلاح کی اصلاح طلب حالت ہوتی ہے نہ کہ مصلح کی شدت جیسا ارشاد حضرت حافظ شیرازی ؒ بتغیر یسیر ؎

بر من جفا ز نفس بد آمد دگر نہ یار	حاشا کہ رسم جور و طریق ستم نداشت

اور چونکہ مصلح کی یہ شان جلال طالبین کے لئے موجب اصلاح حال ہوتی ہے اسلئے محمودیت اور کمال ہونے میں کسی طرح صفت جمال سے کم نہیں بلکہ بعض حالات میں باعتبار مآل اس سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اسکے ذریعہ سے طالب کا نفس پامال اور فنا کی دولت لازوال سے مالامال ہو جاتا ہے اسی کو حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اسطرح فرماتے ہیں ؎

جمالت معجز حسن است لیکن	حدیث غمزہ ات سحر مبین ست
بر آں چشم سیہ صد آفریں باد	کہ در عاشق کشی سحر آفریں است

اور حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں ؎

جفائے تو کہ بسا خوشتر از وفائے من ست	ہمہ عنایت و لطف و نوازش ... ست

چنانچہ حضرت والا کے اس سحر حلال کی افسوں کاریاں بیشمار ہیں اور حضرت والا کی اس شان جلال نے ایسے ایسے کارنمایاں کئے ہیں کہ سبحان اللہ ۔ ہزاروں سرکشوں کے سر سے تکبر کا خناس نکالکر دماغ صحیح کر دیا اور فنا و عبدیت سے جو کہ حاصل تصوف ہے مشرف فرما دیا ۔ ایک ایک ڈانٹ میں بڑے بڑے سخت امراض روحانی کا عمر بھر کے لئے استیصال کر دیا ۔ جھڑک جھڑک کر بڑے بڑے غافلوں کو بیدار اور ہمیشہ کے لئے مکائد نفس سے ہوشیار کر دیا ۔ اور بڑے بڑے بے فکروں میں فکر دین پیدا کر دی جسکی صدہا نظائر ہیں اور رات دن مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں کہاں تک بیان کی جائیں ۔ بخوف تطویل اس جگہ صرف دو چار واقعات لکھے جاتے ہیں ممکن ہے کہ بعض بعد کو بھی کسی موقع پر معرض تحریر میں آ جائیں

ایک شخص کو کفریہ وساوس نے عرصہ دراز سے سخت پریشان کر رکھا تھا وہ حضرت والا سے بار بار یہی شکایت کیا کرتا ۔ ایک بار حضرت والا سے تنہائی میں اپنا حال عرض کرتے کرتے کہنے لگا کہ ابھی اب تو یہاں تک جی میں آتا ہے کہ عیسائی ہو جاؤں ۔ یہ سنتے ہی حضرت والا نے فوراً زور سے ایک تھپڑ رسید کیا اور دھکے دیکر پاس سے اٹھا دیا اور فرمایا کہ جا کمبخت جا اگر عیسائی ہونا ہے ... کون ہے جا اور ابھی جا کر عیسائی ہو جا منہ کالا کر ۔ اسلام کو ایسے منحوس ... نہیں بلکہ اچھا ہے اسلام ایسے نا اہلوں سے پاک ہو جائے ۔ اگر عیسائی ہو جائیگا ...

بس جناب اس تھپڑ کا لگنا تھا کہ سارے وساوس ... کافور ہو گئے ۔ اور ایسے دفع ہوئے کہ اس واقعہ کو پندرہ برس سے کم نہ ہونگے لیکن پھر کبھی آجتک خواب میں بھی

نہیں آئے۔ اس تھپڑ نے گویا مسہل کا کام کیا۔ سارا مادہ فاسدہ ایک دم نکل گیا۔

تھانہ بھون کے قریب ہی کے قصبہ کا ایک پابند صوم وصلوٰۃ شخص کسی برہمنی بیوہ پر مفتون ہوگیا جسکے پاس وہ دودھ کی خرید وفروخت کے بہانہ سے قصداً جایا کرتا اور بدنظری کیا کرتا۔ اس نے اپنے ایک دوست سے یہ راز ظاہر کیا اور کہا کہ میں اس بلا میں گرفتار ہوگیا ہوں کیسے چھٹکارا ہو۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ تم تھانہ بھون جاکر حضرت والا کی خدمت میں عرض حال کرو۔ چنانچہ وہ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک پرچہ پر اپنا حال لکھکر خود ہی پیش کیا جسمیں یہ بھی لکھا تھا کہ مجھے اس سے اسقدر محبت ہوگئی ہے کہ اگر وہ مجھے اپنا پیشاب بھی پلائے تو بلا کراہت پی لوں۔ حضرت والا نے اول حسب معمول نرمی کے ساتھ فرمایا کہ اس سے بعد اختیار کیا جائے اور اسکے پاس آنا جانا قطعاً چھوڑ دیا جائے۔ اسپر اُسنے کہا کہ میں تو اسکے یہاں قصداً جایا کرتا ہوں اسپر حضرت والا کو غصہ آگیا اور بے تحاشا ایک تھپڑ رسید کیا اور بہت زور سے ڈانٹ کر فرمایا کہ نالائق جب تو قصداً بدپرہیزی کرتا ہے تو مجھ سے علاج ہی پوچھنے کیوں آیا ہے۔ چولھے میں جا اپنے ہاتھوں کلہاڑی مارنے کا میں کیا علاج بتاؤں۔

وہ تھپڑ اسکے حق میں اکسیر ثابت ہوا۔ اسکو بے حد ندامت ہوئی اور نفس پر ایسا تازیانہ لگا کہ اس کی ساری شرارت جاتی رہی اور سیدھا ہوگیا اس عورت سے قلب میں نفرت پیدا ہوگئی اور آنا جانا بالکل بند ہوگیا بس ایک ہی تھپڑ میں ہوش درست ہوگئے اور خناس دماغ سے نکل گیا۔ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ بعد کو مجھے ندامت بھی ہوئی کہ خواہ مخواہ ایک اجنبی شخص کے تھپڑ ماردیا لیکن کیا کروں اُسوقت غایت غیرت دینیہ سے اضطراری طور پر ہاتھ اُٹھ ہی گیا۔ اور اسی میں اسکا بھلا ہوگیا۔ اھ

اس واقعہ کے ساتھ ہی حضرت والا ایک ایسا ہی دوسرا واقعہ بھی نقل فرمایا کرتے ہیں جسمیں بجائے سختی کرنے کے غیر معمولی طور پر نرمی کا معاملہ فرمایا گیا تھا اور وہاں نرمی ہی نافع ہوئی تھی۔ فرمایا کہ ایک نوجوان لڑکے کو اُسکے باپ اور چچا وغیرہ چند اشخاص میرے پاس لیکر آئے اور اُسکی شکایت کی کہ اس نے ایک بازاری عورت سے تعلق پیدا کرلیا ہے اور ساری جائداد کو تباہ کئے ڈالتا ہے۔ اسکو سمجھا دیجئے میں نے بجائے اسکے کہ اُسکے باپ اور چچا وغیرہ کے سامنے اسکو کچھ نصیحت کروں یہ کیا کہ اسکا ہاتھ پکڑکر مسجد کے اندر لیگیا اور تنہائی میں بٹھکر اور اسکا ہمدرد و ہمراز بنکر اس سے کہا کہ میاں یہ لوگ کیا جانیں کہ کسی کے دل کو کیا لگی ہوئی ہے بس اب تم مجھے صاف صاف بتادو کہ تم کو ایسی کیا مجبوری ہے کہ نہ تو تم کو اپنی عزت آبرو کا خیال ہے نہ اپنی جائداد کی تباہی کی پرواہ ہے اھ

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اسکے باپ اور چچا وغیرہ بھی بڑھ کر سننے لگے کہ دیکھیں کیا باتیں ہو رہی

Marfat.com

ہیں۔ میں نے انھیں ڈانٹا کہ یہ کیا واہیات حرکت ہے۔ تم اپنا کام کرو۔ اب میں جانوں اور یہ جانیں تمھیں بیچ میں دخل دینے سے کیا مطلب۔ چنانچہ وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ اس سے اُس لڑکے کے دل میں میری اور بھی جگہ ہوگئی۔ اور میری طرف سے اسکو پورا اطمینان ہوگیا کہ یہ تو میرا واقعی خیرخواہ اور ہمدرد ہے جب اسکے باپ اور چچا وغیرہ میرے ڈانٹنے پر مسجد سے اٹھکر چلے گئے تو میں نے اُس لڑکے سے پھر وہی سوال کیا کہ آخر تمھیں اُس سے ایسی شدید محبت کیوں ہے مجھے اب تم صاف صاف بتادو اسنے کہا کہ اجی سچی بات یہ ہے کہ پہلے تو مجھے اُس سے واقعی محبت تھی لیکن اب تو بس محض نباہنا ہی نباہنا رہ گیا ہے کیونکہ ایک بار پیران کلیر شریف میں اُسنے حضرت مخدوم صاحب رح کے مزار پر مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ میں ہمیشہ اسکے ساتھ تعلقات قائم رکھونگا اور اسکو کبھی نہ چھوڑونگا۔ ہم دونوں کو دیکھکر وہاں کا ایک مجاور بھی آگیا اور اسنے خاص طریقہ سے ہم دونوں سے عہد لیا کہ کبھی ایک دوسرے سے منہ نہ موڑیں گے اب مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر میں نے اُس سے قطع تعلق کیا تو میرے اوپر ضرور کوئی وبال آئے گا کیونکہ میں ایک بزرگ کے مزار پر عہد کرچکا ہوں کہ ہمیشہ اسکے ساتھ تعلقات قائم رکھونگا۔ اھ

حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرماکر حاضرین سے فرمایا کہ لوگ بھی عجیب ہیں شرم نہیں آتی بزرگوں کے مزارات پر اس قسم کی خرافات حرکتیں کرتے ہیں اور بزرگوں کو ایسے ایسے حرام عہد وپیمان کا گواہ بناتے ہیں اور مجاورین کی اُن سے بدتر حالت ہے کہ معاصی کی تلقین کرتے ہیں استغفر اللہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ اور عجب نہیں کہ اس تلقین کا معاوضہ بھی لے لیا ہو بلکہ ضرور لیا ہوگا کیونکہ اُنکا تو پیشہ ہی ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے اس لڑکے کی یہ تقریر سنکر اُس سے کہا کہ بھایہ تو بتاؤ کہ تم مجھے اپنا خیرخواہ بھی سمجھتے ہو یا نہیں اُسنے کہا بیشک۔ پھر میں نے کہا کہ اچھا اب یہ بتاؤ کہ تم مجھے سچا بھی سمجھتے ہو یا نہیں اس نے اسکا بھی اقرار کیا اور کہا کہ آپ ہی سچے نہ ہونگے تو اور کون سچا ہوگا۔ پھر میں نے کہا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اس عہد کو نہ توڑوگے تب تو وبال آئے گا اور اگر توڑدوگے تو اسکی وجہ سے ہرگز کسی قسم کا وبال نہ آئے گا۔ ایسے عہد کا تو توڑنا ہی واجب ہے۔ البتہ چونکہ عہد کرلینے سے قسم ہوگئی ہے اسلئے قسم کے توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا سو وہ کوئی ایسی بات نہیں آسانی کے ساتھ دیا جا سکتا ہے اسنے کہا کہ اجی مجھے تو بس یہی ڈر تھا کہ کہیں کوئی میرے اوپر وبال نہ آجائے [illegible] رہا تھا ورنہ اب محبت تو مجکو اُس سے بالکل رہی نہیں۔ جب آپ [illegible] اسکو چھوڑدینے سے مجھ پر کوئی وبال نہ آئے گا تو میں بس اب اسکو چھوڑ ہی دونگا لیکن آپ [illegible] ایک بار اس کے پاس جانے کی اجازت دیدیجئے تاکہ میں اسکو اطلاع تو کر آؤں کہ بس اب مجھ کو تجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے

اجازت اسلئے چاہتا ہوں کہ اسکو میرا انتظار تو نہ رہے کیونکہ اُسکو انتظار میں رکھنا ایک قسم کی بے مروتی ہے نہ معلوم بیچاری کب تک میرے انتظار ہی انتظار میں رہے۔ اھ

حضرت والا نے خیر اتنی بات کی اسکو مصلحت اجازت دیدی لیکن یہ کہدیا کہ دیکھو صرف اطلاع ہی کر کے چلے آنا خبردار جو کچھ اور گڑبڑ کی اسکا اُسنے وعدہ کرلیا اور اطمینان دلادیا۔ جب باپ اور چچا کے سامنے گفتگو ہوئی اور ان کو علم ہوا کہ اسنے ایک مرتبہ اور جانے کی اجازت لے لی ہے تو وہ کہنے لگے کہ اجی یہ اسکی بدمعاشی ہے یہ وہاں کا آنا جانا نہ چھوڑے گا۔ حضرت والا نے اُنھیں ڈانٹ دیا کہ چپ رہو تم کیا جانو ہمیں اسپر اطمینان ہے۔ پھر حضرت والا نے اُس سے فرمایا کہ میاں جو زیور وغیرہ تمنے اسکو دیا ہے وہ بھی تو لیتے آنا لیکن اُسنے کہا کہ اجی اب تو جو دیدیا سو دیدیا اب دی ہوئی چیز کا کیا لینا مجھے تو یہ بے مُروّتی معلوم ہوتی ہے۔ اھ

اسپر حضرت والا نے اصرار نہیں فرمایا۔ پھر وہ لوگ رخصت ہوگئے پھر کچھ دن بعد اسکا باپ حضرت والا کی خدمت میں پانچ روپیہ لے کر آیا اور کہا کہ مدرسہ میں ان روپیوں کی مٹھائی بانٹ دیجئے۔ الحمدللہ آپ کی برکت سے میرے لڑکے نے اُس بازاری عورت سے بالکل قطع تعلق کردیا اور جیسا کہ اسنے آپ سے وعدہ کیا تھا بس ایک بار تو اسکے پاس قطع تعلق کی اطلاع کرنے گیا پھر نہیں گیا۔

حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرماکر فرمایا کہ اس موقع پر غیبی طور پر یہی جی میں آیا کہ اسکے ساتھ نرمی ہی مناسب ہے چنانچہ بفضلہ تعالیٰ نرمی ہی نافع ثابت ہوئی۔

ایک بار حضرت والا بسبیل سفر کرانہ میں تشریف رکھتے تھے ایک صاحب بیعت ہونے کے لئے حاضر ہوئے اور کچھ مٹھائی بھی ہمراہ لائے لیکن بجائے خود لانے کے ایک اور شخص کے ہاتھ پر رکھوا کر لائے حضرت والا نے فوراً اُن کے اس فعل سے نیز ان کے مجموعہ طرز و انداز سے محسوس فرمالیا کہ اُن میں کبر کا مادہ ہے اور ایک طرح کی شان رکھتے ہیں۔ حضرت والا نے انکی اس شان اور کبر کا علاج کرنا چاہا۔ چنانچہ بجائے وہیں بیعت کرلینے کے اُن سے فرمایا کہ مجھے یہاں فرصت نہیں ملی۔ مجھے فلاں صاحب کے یہاں جانا ہے وہاں شاید بیعت کرسکوں۔ وہاں چلئے۔ چنانچہ بیچاروں کو ہاتھ میں مٹھائی کا طباق لئے ہوئے حضرت والا کے ساتھ جانا پڑا کیونکہ مٹھائی تو بیعت ہی کے واسطے لائے تھے اسے کیسے چھوڑ دیتے۔ حضرت والا نے وہاں پہونچکر بھی یہی فرمایا کہ کیا کہوں یہاں بھی مجھے فرصت نہ ملی۔ وہاں چلئے پھر تیسری جگہ بھی یہی کیا۔ غرض اسی طرح حضرت والا ان کو تقریباً دو گھنٹہ تک مع مٹھائی کے طباق کے گھر گھر لئے پھرے اور قصداً بازار میں سے ہو ہو کر گذرتے تھے تاکہ انکے نفس کی خوب ذلت ہو اور شان کا خیال دل سے نکل جائے۔

Marfat.com

جب حضرت والا نے اُن کو خوب پریشان کر لیا اور معلوم کر لیا کہ اپنے مرض پر متنبہ ہو گئے ہیں تب مرید کر لیا۔

حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ تکبر کا اتنا بڑا مرض جو برسوں کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بھی نہ جاتا اس تدبیر سے بفضلہ تعالیٰ دو ہی گھنٹے میں جاتا رہا۔ پھر فرمایا کہ الحمد للہ میرے یہاں تو ایسے ہی چٹکلوں میں علاج ہوتے ہیں اور اللہ میاں وقت پر ایسی ہی سہل سہل تدبیریں سُوجھا دیتے ہیں۔ بزرگانِ سلف نے بھی ایسی ہی تدبیریں کی ہیں اھ

حضرت والا اپنے حقیقی بھانجے یعنی جناب مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی سلمہم اللہ تعالیٰ کے حقیقی بڑے بھائی جناب مولانا سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ مجھکو انکے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی جسکو عشق کہہ سکتے ہیں لیکن میں نے اُنہیں کے ساتھ سب سے زیادہ سختی کا برتاؤ کیا۔ پھر اسی برتاؤ کی یہ برکت ہوئی کہ یا تو انکی یہ حالت تھی کہ نہایت شاندار لباس پہنتے تھے اور دماغ اتنا بڑھا ہوا تھا کہ یوں کہا کرتے تھے کہ اگر نوکری ہو تو کم از کم ایک ہزار روپیہ ماہوار کی تو ہو یا پھر ایسے مٹے ایسے مٹے کہ فنائی محض ہو گئے اور اپنے آپ کو چماروں اور بھنگیوں سے بھی زیادہ ذلیل و خوار سمجھنے لگے اور نہایت سادہ وضع رہنے لگے یہاں تک کہ انتقال کے بعد جو انکے کپڑے بغرض تقسیم وغیرہ نکالے گئے تو ان کی سادگی دیکھ کر سب کو حیرت اور حسرت ہوتی تھی بلکہ حضرت والا نے فرمایا کہ خود مجھکو بھی ان کپڑوں کی حالت دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں رونا آتا تھا۔

احقر مؤلف نے بھی خود سفر و حضر میں حضرت والا کو مولانا مرحوم و مغفور کے ساتھ نہایت سختی کا برتاؤ برسرِ مجمع سخت زجر و توبیخ کرتے دیکھا ہے۔ ایک بار مقام الہ آباد ریل گاڑی میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے [illegible] مانگنے والے کے برابر بیٹھنے لگے تو حضرت والا نے مولانا کو اندر سے کھینچ کر وہاں بٹھایا اور [illegible] فرمایا کہ اس میں دونوں کی مصلحت ہے۔ ان کی تو یہ مصلحت ہے کہ ان میں تواضع پیدا ہو اور آپ کی یہ مصلحت ہے کہ آپ میں [illegible] زیادہ تواضع پیدا ہو کر ترقی معکوس نہ ہونے لگے یعنی آپ کو عجب نہ ہونے لگے کہ میں بھی کس قدر متواضع ہوں اھ

اسی طرح احقر نے سنا ہے کہ ایک بار جلسہ سہارنپور میں [illegible] سامعین بے حد متاثر ہوئے اور سب حاضرین جلسہ مولانا کو بڑی [illegible] حضرت والا نے بعد وعظ مولانا کو کسی ذرا سی بات پر برسرِ مجمع نہایت سختی کے ساتھ زجر و توبیخ فرمائی تا کہ ان میں کہیں عجب و پندار کا نہ پیدا ہونے پائے اور بعد کو حضرت والا نے بھی اپنے اس برتاؤ کی یہی مصلحت بیان فرمائی

Marfat.com

جب حضرت والا امر تربیت میں خاص اپنے جگر گوشوں کی بھی رعایت نہیں فرماتے تو بھلا اور کسی کا تو کیا منہ ہے کہ اپنے لئے رعایت کا مطالبہ کرے بالخصوص جبکہ حسب ارشاد حضرت والا ایسی رعایت خیانت بھی ہو۔

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کسی سے اتنا دل کھلا ہوا نہ ہو یا کسی پر اتنا زور نہ ہو کہ بوقت ضرورت بغرض اصلاح اگر یہ نہ کہہ سکے کہ تم بڑے نالائق ہو تو کم از کم یہ تو کہہ سکے کہ تمہاری یہ حرکت بڑی نالائق ہے تو اسکو مرید بھی کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت والا نے اسی بنا پر بعض نوابوں اور فرمانرواؤں سے باوجود انکے اصرار شدید کے خصوصی تعلقات قائم کرنے سے عذر فرما دیا نیز اپنے اعزہ کو بھی عموماً مرید نہیں فرماتے۔ سوائے ایسی خاص صورتوں کے جن میں دل بالکل کھلا ہوا ہو۔ پہلے حضرت والا اس میں توسع فرماتے تھے لیکن جب بعض صورتوں میں تنگیاں اور کلفتیں پیش آئیں یہاں تک کہ تربیت کو باقاعدہ شروع کر دینے کے بعد بھی چھوڑ دینا پڑا جو زیادہ موجب بے لطفی و بے برکتی ہوتا ہے تو اب حضرت والا نے اپنے اعزّہ کو اپنی تربیت میں لینا ہی قریب قریب بالکل موقوف فرما دیا ہے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ اکثر حالات میں اعزہ کو بیعت کرنا بے نتیجہ ہے کیونکہ ان کو تو ہوتا ہے ناز اور اس تعلق میں سراسر ضرورت ہے نیاز کی میں غیر اعزہ کو تو نہایت آزادی کے ساتھ روک ٹوک کرتا ہوں اور خوب اچھی طرح ڈانٹ ڈپٹ بتاتا ہوں یہاں تک کہ اگر کبھی کسی کے بارہ میں مصلحت اسی کو مقتضی ہوتی ہے کہ اسکو اپنے یہاں سے نکال دیا جائے تو میں اسکو بلا پس و پیش نکال باہر کرتا ہوں اور اگر اعزہ کے ساتھ اس قسم کے برتاؤ کی ضرورت پڑے تو اول تو تعلقات کی بنا پر اسکی ہمت ہی پڑنا مشکل ہے کیونکہ ادھر انکو بھی خصوصیت کی توقع ہوتی ہے اور ادھر خود مجھکو بھی خصوصیت برتنے کا طبعی تقاضا ہوتا ہے اور اگر طبعی اقتضا پر نیز مصلحت کو ترجیح دی جائے اور سختی ہی کا برتاؤ کیا جائے تو پھر ناگواری کا اثر واسطہ در واسطہ دور تک پہونچتا چلا جاتا ہے۔ اسلئے بعد تجربہ اسلم صورت یہی سمجھ میں آئی کہ اعزہ کی تربیت باطنی سے عذر ہی کر دیا جائے چنانچہ میں اب اکثر صورتوں میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ اھ

غرض جیسا کہ اوپر بحوالہ قول حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز عرض کیا گیا شیخ کامل کے اندر ملوک کی سی سیاست ہونا ضروری ہے کیونکہ عام طبائع کے اعتبار سے عادت اکثریہ یہی ہے کہ بدون سختی کے اصلاح نہیں ہوتی۔ اسی لئے اسکی ضرورت سب عقلاء کے نزدیک مسلم ہے اور ہر متمدن جماعت نے حسب ضرورت اپنے اپنے اصول سیاست مقرر کر رکھے ہیں بلکہ نظام عالم ہی اصول سیاست پر قائم ہے۔ جب امن ظاہری کے لئے سیاست ضروری ہے تو امن باطنی کے لئے تو بدرجۂ اولیٰ ضروری ہوگی کیونکہ فساد ظاہری کی اصلاح آنی دشوار نہیں جتنی فساد باطنی کی۔ پھر تعجب ہے کہ رذائل نفس کے ازالہ کے لئے سیاست کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی

اور اگر کوئی مصلح بزرگان سلف کے طریق اصلاح کو زندہ کرے اور فطری اصول پر طالبین اصلاح کی اصلاح کرے تو اُس پر ہر کس و ناکس اعتراض کرنے کے لئے تیار رہے ۔ حالانکہ معترضین خود بھی تو اپنے ماتحتوں کے ساتھ سیاست ہی کا برتاؤ کرتے ہیں وہاں بھی مصلحتیں تراش لیجاتی ہیں بات یہ ہے کہ ع ہر کسے ناصح برائے دیگراں ۔ عرب میں بھی قول مشہور ہے کہ ہر شخص بس دوسرے ہی کے غصہ کے وقت حلیم ہوتا ہے ۔ ہم تو جب جانیں جب معترض صاحب نہ کبھی اپنے نوکروں کی کسی بے عنوانی پر خفا ہوں نہ کبھی اپنی اولاد کو کسی بے ڈھنگی بات پر تنبیہ کریں اور کوئی کتنا ہی ستائے جائے نہ اسکو روکیں نہ ٹوکیں نہ اظہار شکایت کریں بس چپکے حلیم بنے بیٹھے رہیں ۔ اگر خود ایسا کرتے ہوتے تب تو خیر کچھ منہ بھی تھا اعتراض کرنے کا ورنہ شرمانا چاہیئے ۔ اور اگر کوئی ایسا ہی بے حس ہو کہ اسکو غصہ کی بات پر بھی غصہ نہ آتا ہو تو اسکے متعلق حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ سُنئے جو حضرت والا طبقات کبریٰ مصنفہ حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا کرتے ہیں ۔ من استغضب فلم یغضب فھو حمار و من استرضی فلم یرض فھو شیطان یعنی جسکو غصہ دلایا جائے (مراد یہ کہ اسکے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے جو فطرت سلیمہ کے اقتضاء سے غصہ کا موجب ہو) اور پھر بھی اسکو غصہ نہ آئے تو وہ حمار ہے اور جسکو راضی کیا جائے (یعنی اپنی کوتاہی کا تدارک کر کے اس سے معافی چاہی جائے) اور وہ پھر بھی راضی نہ ہو تو (چونکہ یہ علامت ہے غایت تکبر کی اسلئے) وہ شیطان ہے ۔

یہ تو سیاست کی عام ضرورت اور عام مصلحت پر گفتگو تھی ۔ باقی حسب ارشاد حضرت والا بعض خاص بزرگوں کے طبائع میں فطری طور پر حلم اتنا ہوتا ہے کہ وہ مصلحت پر غالب رہتا ہے اور غصہ کی بات پر بھی اُن کو باوجود ناگواری کے ہیجان نہیں ہوتا یہ فطری اختلاف طبائع سنت الہیۂ قدیمہ ہے جسمیں ہزاروں مصالح تکوینیہ و تشریعیہ مضمر ہیں ۔ اور جو نہ صرف عام طبائع سے بلکہ اخص الخواص طبائع سے بھی متعلق ہے چنانچہ حدیث ذیل اسپر صراحۃً دال ہے جو التشرف جلد چہارم (حرف الفاء) سے مع حضرت والا کی توضیحات و توجیہات کے لفظ بہ لفظ نقل کی جاتی ہے ۔

الحدیث فی السماء ملکان احدھما یامر بالشدۃ والآخر باللین وکلاھما مصیب احدھما جبرئیل والآخر میکائیل ونبیان احدھما یامر باللین والآخر بالشدۃ وکل مصیب ابراھیم ونوح ولی صاحبان احدھما یامر باللین والآخر بالشدۃ ابوبکر و عمر (طب) وابن عساکر عن ام سلمۃ رض لکن قال العزیزی باسناد ضعیف اھ واللہ اعلم

ترجمہ : آسمان میں دو فرشتے ہیں ان میں سے ایک نرمی کی فرمائش کرتے ہیں اور دوسرے نرمی کی (یہ فرمائش دونوں جگہ یا حقیقت ہے کہ منجانب اللہ بس ندرت پر مامور کئے جاتے ہیں اسمیں اپنے اعوان کو

شدت یا نرمی کا امر فرماتے ہیں کیونکہ وہ خود وحی سے ایسی ہی خدمات پر مامور کئے جاتے ہیں جسمیں شدت یا نرمی بمقتضائے حکمت ہوتی ہے اور یا یہ کنایہ ہے انکی طبائع کی فطری شدت ولین سے جسمیں انفعال ہوتا ہے معنی حقیقی ملزوم سے لازم کی طرف گو معنی حقیقی یعنی امر کا تحقق نہو جیسے طویل النجاد سے انتقال ہوتا ہے طول قامت کی طرف گو نجاد کا تحقق بھی نہ ہو) اور دونوں صواب پر ہیں (کیونکہ وہ مواقع اسی کے مناسب ہوتے ہیں) ان میں ایک جبرئیل علیہ السلام ہیں (جو اکثر نزول عذاب وغیرہ کے انتظام کے لئے مامور ہوتے ہیں) اور دوسرے میکائیل علیہ السلام ہیں (جو اکثر بارش وغیرہ کے اہتمام کے لئے مامور ہوتے ہیں) اور جیسے ان دو شانوں کے دو فرشتے ہیں اسی طرح ان ہی دو شان کے) دو نبی ہیں ایک نرمی کا امر فرماتے ہیں۔ دوسرے شدت کا (اسمیں بھی وہی دونوں احتمال ہیں) اور دونوں صواب پر ہیں (اسلئے کہ اگر وحی سے ایسا کرتے ہیں تو وحی کا صواب قطعی ہونا ظاہر ہے اور اگر اجتہاد سے ایسا کرتے ہیں تو جب تک اجتہاد سے وحی مانع نہو تو وہ اجتہاد بھی واجب العمل ہے) اور وہ (دو نبی) ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام ہیں (کہ اول آمر باللین ہیں اور دوسرے آمر بالشدت) اور (ان ہی دو شان کے میرے دو صحابی ہیں ایک نرمی کا امر کرتے ہیں اور دوسرے شدت کا (اور) وہ (دونوں) ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ (جنکی نرمی و شدت معلوم و مشہور ہے **ف** حنفی نے فرمایا ہے یہ مقصود اس حدیث سے اس طرف اشارہ فرمانا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ دونوں انبیاء علیہم السلام و ملائکہ علیہم السلام کے اوصاف میں سے ایک ایک وصف کے ساتھ موصوف ہیں اور دونوں مصیب ہیں کیونکہ شدت اس موقع پر ہے جہاں لین مناسب نہیں اور لین ایسے موقع پر ہے کہ وہاں شدت مناسب نہیں۔ انتہی قول الحنفی۔

میں کہتا ہوں کہ ابھی مدلول حدیث کا صاف نہیں ہوا کیونکہ اصابت کی جو علت انہوں نے بیان کی ہے اس پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ اس تقریر پر پھر اختلاف شان کی کیا وجہ کیونکہ شدت کے موقع پر سب ہی کو شدت کی ضرورت ہے نرمی کے موقع پر سب ہی کو نرمی کی ضرورت ہے اسلئے میرے نزدیک تقریر مقام کی یہ ہے کہ اسمیں تو سب متفق ہیں کہ نرمی کے موقع پر نرمی کیجاوے اور شدت کے موقع پر شدت۔ مگر اختلاف اسمیں ہے کہ ایک ہی موقع میں اختلاف طبائع سے اسمیں اختلاف رائے ہوجاتا ہے کہ یہ موقع نرمی کا ہے یا شدت کا جیسے اساریٰ بدر کا واقعہ ایک ہی واقعہ ہے مگر حضرت صدیقؓ و حضرت عمرؓ کی رائے فدیہ و قتل میں مختلف ہوگئی اور ایسا اختلاف محل اجتہاد میں ہوسکتا ہے تو شیخین کا اختلاف یقیناً اسی قسم کا ہوسکتا ہے باقی نبیین یا ملکین کا اختلاف اگر وہ بھی اجتہاد فرماتے ہوں تب تو یہ تقریر وہاں بھی جاری ہوسکتی ہے اور اگر وہ اجتہاد نہ فرماتے ہوں بلکہ انکا یہ اختلاف وحی سے سبب ہو تو تشبیہ کا مقصود مطلق اختلاف ہوگا خاص اختلاف نہوگا اور تقریر یہ ہوگی کہ شیخین کے ان دو شانت

Marfat.com

پر اعتراض و شبہہ نہ کیا جاوے کیونکہ سنت الٰہیہ جاری ہے کہ مقبولین کا رنگ مختلف بنایا ہے سو اصحاب وحی کے رنگ کا اختلاف تو وحی کے اختلاف سے ظاہر ہوتا ہے اور غیر اصحاب وحی کے رنگ کا اختلاف اجتہاد کے اختلاف سے ظاہر ہوتا ہے۔ اب وہ سوال باقی نہیں رہا اور یہاں سے اختلاف مذاق اولیاء کے متعلق بڑا مسئلہ طے ہوا کہ اسی طرح اولیاء کے مزاج مختلف ہوتے ہیں اور اس اختلاف پر بعض نادان اعتراض کیا کرتے ہیں مثلاً یہ کہ کیسے بزرگ ہیں کہ فلاں امر ثقیل پر سختی نہیں کی یا کیسے بزرگ ہیں کہ فلاں امر خفیف پر سختی کرنے لگے اس حدیث سے اُن معترضین کی غلطی واضح ہوگئی جسکا حاصل یہ ہے کہ نیت سب کی اصلاح ہی ہے۔ آگے مزاج کے اختلاف سے رائے کا اختلاف ہوجاتا ہے ایک کے نزدیک نرمی طریقہ ہے اصلاح کا دوسرے کے نزدیک سختی طریقہ ہے اصلاح کا۔

مجکو اس مقام پر مولانا محمد علی مونگیری خلیفۂ مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہما کا مقولہ یاد آگیا فرماتے تھے کہ بعضے لوگ مولانا پر تیز مزاجی کا اعتراض کرتے تھے۔ یوں نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے اپنے بندوں کو مختلف المزاج پیدا کیا ہے پھر اسکے بعد بعض کو مقبول بنا دیا تو مقبولیت کے بعد مزاج فطری تو نہیں بدلتا اسلئے بعض مقبولین نرم ہوتے ہیں بعض تیز ہوتے ہیں انتہیٰ ما فی التشرف

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شدت علی الاطلاق مذموم نہیں بلکہ جو شدت بلا ضرورت و بلا مصلحت ہو وہ مذموم ہے۔ کیونکہ وہ تو بقول حضرت والا شدت نہیں قساوت ہے اور جو شدت بضرورت سیاست اور مصلحت اصلاح ہو جسکا ذکر حدیث مذکور میں ہے وہ سراسر محمود ہے کیونکہ وہ تو بقول حضرت والا شدت نہیں حدت ہے تشدد نہیں تسدد ہے درشتی نہیں درستی ہے۔ اھ

سبحان اللہ کیسے کیسے لطیف شاعرانہ عنوانات سے حقیقت کا اظہار فرمایا ہے جس سے حضرت والا کی شان ادبیت اور شان تحقیق دونوں علی وجہ الکمال ظاہر و باہر ہیں چونکہ حضرت والا بامر اللہ تعالیٰ فاروقی النسب ہیں اسلئے شدت محمودہ یعنی صفت سیاست میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماشاء اللہ تعالیٰ خلف الصدق ہیں اور ایک یہی صفت کیا حضرت والا میں تو دیگر اوصاف فاروقی بھی بفضلہ تعالیٰ بہت نمایاں طور پر موجود و مشہود ہیں مثلاً فراست تیقظ۔ تدبر یعنی انجام اندیشی۔ دقت نظر۔ اصابت رائے۔ تفقہ۔ حق گوئی۔ حق پسندی۔ نگرانی نفس خشیت۔ عبدیت۔ استقامت۔ جفاکشی۔ رعایت۔ [illegible] محبت۔ سخاوت۔ شجاعت۔ ترحم۔ وغیرہ وغیرہ جنکا کچھ کچھ ذکر بطور نمونہ انشاء اللہ تعالیٰ باب نوافضل میں آیگا غرض حضرت والا میں جو شدت ہے وہ محمود ہے مذموم ہرگز نہیں جیسا کہ بعض نادان سمجھتے ہیں کیونکہ مذموم تو جب ہو جب حضرت والا خدانخواستہ امر تربیت میں طالبین پر کوئی ایسا بار ڈالتے ہوں جس میں

انکی کوئی مصلحت نہ ہوا کوئی ایسے اصول مقرر فرما رکھے ہوں جو اپنی ذات میں سخت ہوں حضرت والا کے تو جتنے اصول ہیں وہ سب نہایت معقول اور فطرت سلیمہ کے مقتضا کے بالکل موافق ہیں جن پر عمل کرنا نہایت ہی سہل ہے۔ البتہ اُن اصول کے حضرت والا خود بھی نہایت سختی کے ساتھ پابند ہیں اور دوسروں سے بھی انکی پابندی بہت سختی سے کراتے ہیں کیونکہ وہ سب اصول اصول صحیحہ ہیں اور عرصۂ دراز کے تجربوں کے بعد قائم کئے گئے ہیں اور ان میں جانبین کی بیشمار مصالح دنیویہ و دنیویہ مضمر ہیں۔

غرض اصول صحیحہ کی پابندی کو سختی کہنا سراسر زیادتی ہے کیونکہ حسب ارشاد حضرت والا جو قانون اپنی ذات میں تو سہل ہو مگر اسکی پابندی سختی سے کرائی جاتی ہو اسکو سخت نہیں کہا جا سکتا پھر تمثیلاً فرمایا کہ دیکھئے نماز کے سارے ارکان بہت ہی سہل سہل ہیں اور بحالت عذر تو اسمیں اور بھی سہولتیں اور گنجائشیں رکھدی گئی ہیں لیکن اسکی پابندی البتہ بہت سختی کے ساتھ کرائی جاتی ہے تو اس صورت میں حکم شریعت کو سخت نہیں کہا جائیگا بلکہ حکم عدولی کرنے والے ہی کو ملامت کی جائے گی۔ کہ ارے نالائق ادائے نماز میں اتنی تو سہولتیں رکھدی گئی ہیں اور پھر بھی تو کوتاہی کرتا ہے۔ اسی لئے ترک نماز پر آخرت کی بھی سخت سخت وعیدیں ہیں اور دنیا میں بھی سخت سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ یہاں تک کہ بعض ائمہ کے نزدیک تو تارک صلوٰۃ واجب القتل ہے اھ

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر اصول تو ہوں نرم لیکن انکی پابندی کرائی جائے سختی کے ساتھ تو یہ سختی نہیں بلکہ مضبوطی ہے جیسے ریشم کا رسا نرم تو ایسا کہ چاہے اُسمیں گرہ لگا لو لیکن ساتھ ہی مضبوط بھی اتنا کہ اگر اس سے ہاتھی کو بھی باندھ دیا جائے تو وہ بھی اسکو نہیں توڑ سکتا لہٰذا ریشم کے رسے کو سخت نہ کہا جائیگا بلکہ مضبوط کہا جائیگا۔ البتہ لوہے کی زنجیر کو سخت کہا جائیگا کیونکہ لوہا اپنی ذات ہی میں سخت ہے۔ اگر زنجیر کسی کے پیروں میں ڈال دی جائے تو وہ تو پیروں ہی کو زخمی کردے بخلاف ریشم کے رسے کے کہ پابند رکھنے کی صفت میں تو وہ لوہے کی زنجیر سے بھی بڑھکر ہے لیکن اس سے پاؤں زخمی نہیں ہوتے بلکہ بہت آرام میں رہتے ہیں اور اگر کوئی اپنے آپ کو بلا رد وکد اسکا پابند رکھے اور خواہ مخواہ اسکی پابندی سے اپنے آپ کو نکالنے کی فضول جدوجہد نہ کرے تو کشاکشی کی کھٹک تک بھی نہ ہو۔

اسیطرح اگر کوئی میرے یہاں آکر اصول صحیحہ کا پابند رہے تو اسکو کبھی کسی ناگواری کا موقع عمر بھر بھی میری طرف سے پیش نہ آئے۔ لوگ خود اصول صحیحہ کو توڑ کر اور بے اصول باتیں کرکر کے اپنے ہاتھوں مصیبت میں پڑتے ہیں جسکے وہ خود ذمہ دار ہیں نہ کہ میں یا میرے یہاں کے اصول کوئی یہاں رہ کر واقعات کو بنظر غور وانصاف دیکھے تو اسکو حقیقت منکشف ہو جائے۔ معترضین کا زیادہ حصہ اہل سماع میں اہل مشاہدہ نہیں مشاہدہ میں تو ہر واقعہ کی ترتیب سامنے ہوتی ہے اس سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ اور میں فقط دوسرے دن

تو اصول صحیحہ کا پابند نہیں بناتا بلکہ اپنے آپ کو بھی تو پابند کرتا ہوں اور بہ تکلف یا بہ تصنع نہیں بلکہ اللہ کا شکر ہے کہ اصول صحیحہ کی پابندی میرا مقتضائے طبعی ہو گیا ہے۔ گو اسمیں کسی قدر مشقت بھی ہو اور گو اسکا تعلق میرے مخادیمن اور تابعین ہی سے ہو۔ کیونکہ اصول صحیحہ بہر حال قابل احترام ہیں۔ یہاں تک کہ اکثر اہل معاملہ کو میری رعایت اصول کا علم بھی نہیں ہوتا لیکن میرے قلب کو تو تسلی رہتی ہے کہ میں نے اصول صحیحہ کی رعایت کی کسی کو جتلانا تھوڑا ہی مقصود ہے۔

حکیم محمد ہاشم صاحب مرحوم کو مجھ سے بہت ہی تعلق تھا یہاں تک کہ آخر میں مجھ سے بیعت بھی ہو گئے تھے لیکن جب کبھی مجکو اپنا کوئی حال کہنا ہوتا تو گو بعض اوقات بوجہ ضعف تکلف بھی ہوتا لیکن خود انکے گھر جاکر اپنا حال کہتا۔ وہ بہت شرمندہ ہوتے لیکن میں کہدیتا کہ اسمیں شرمندگی کی کوئی بات نہیں جو محتاج ہو اسکو محتاج الیہ کے پاس آنا چاہیئے نہ کہ برعکس۔ البتہ جب گھر میں کی نبض دکھانی ہوتی تو پھر بے تکلف انکو بلا لیتا کیونکہ وہ موقع مجبوری کا تھا۔ وہاں اصول صحیحہ کا یہی مقتضا تھا۔

مولوی شبیر علی سے بڑھکر میرا کس پر زور ہو گا، میری اولاد ہیں بھتیجے ہیں اور بچپن سے میرے ہی پاس رہے ہیں لیکن میں انکی بھی اتنی رعایت کرتا ہوں کہ جب کبھی مجکو انسے کچھ کہنا ہوتا ہے تو ان کو اپنے پاس نہیں بلاتا کہ نہ معلوم کس ضروری کام میں مشغول ہوں بلکہ میں خود ہی اٹھکر انکے پاس جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ اگر وہ خود کسی کام سے میرے پاس آئے ہوئے ہوتے ہیں اور مجھے بھی ان سے کچھ کہنا ہوتا ہے تو میں اسوقت ان سے کچھ نہیں کہتا بلکہ جب وہ اپنی جگہ واپس پہونچ جاتے ہیں تب انکے پاس جاکر جو بات کہنی ہوتی ہے کہتا ہوں تاکہ جب وہ میرے پاس کسی ضرورت سے آیا کریں تو آزادی سے آیا کریں۔ اسکا خطرہ بھی نہو کہ اگر میں وہاں جاؤنگا تو میرے ذمہ کوئی نہ کوئی کام لگا دیا جائے گا۔

اسی طرح سہواً چاہے کبھی خلاف ہو گیا ہو تو ہو گیا ہو لیکن مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی گھر میں کھانا کھاکر یہ کہا ہو کہ برتن اٹھالو بلکہ یہ کہتا ہوں کہ برتن اٹھوالو گو وہ نکامر ہیں لیکن ان کی حاکمیت کا جو انکو گھر میں اپنے نکومین پر حاصل ہے لحاظ رکھتا ہوں کیونکہ نکومین کا بھی احترام چاہیئے۔ پھر چاہے وہ خود اٹھالیں یا کسی اور سے اٹھوالیں۔ میں نوکرنی سے بھی خود کسی کام کے لئے نہیں کہتا بلکہ میں تو گھر میں کہتا ہوں اور وہ نوکرنی سے کہتی ہیں کیونکہ نوکرنی براہ راست انہیں کی نکوم ہے۔ اسمیں بھی انکی حاکمیت کی رعایت ہے نیز غیر عورت سے بلا ضرورت خطاب بھی ایک درجہ میں خلاف حیا ہے۔

نوکروں کو دو کام ایک ساتھ نہیں بتاتا۔ پہلے ایک بتاتا ہوں جب اس سے فراغت ہو جاتی ہے پھر دوسرا تاکہ ایک دم بار نہ پڑے اور یاد رکھنے کی زحمت نہ ہو یاد رکھنے کی زحمت کو خود برداشت کرتا ہوں انپر

بوجھ نہیں ڈالتا۔ اگر کوئی کام الجھن کا ہوتا ہے تو اُسمیں خود بھی شریک ہو جاتا ہوں تاکہ اُنھیں کچھ سہولت ہو جائے۔

اور اگر کوئی کام ابتدا ہی سے الجھن کا ہوتا ہے تو اول اپنے ہاتھ سے اُسکا اِسکال رفع کرکے اور اسکو خود ترتیب دیکر مرتب صورت میں نوکروں کے سپرد کرتا ہوں تاکہ اسکا کرنا ان کو سہل ہو جائے۔ اسی طرح جس کسی سے کوئی کام لیتا ہوں مثلاً کوئی مضمون نقل کرانا ہوا تو اُس مضمون کو اس طرح واضح صورت میں حوالہ کرتا ہوں کہ ناقل کو کسی طرح کی الجھن نہو۔ پارسلوں کے ذریعہ سے جو میں نے ہدایا بھیجنے کی ممانعت کر رکھی ہے اسکی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نوکروں کو پارسل لانے کی زحمت نہو۔

ملازموں کو بھی تنخواہ توقیر کے ساتھ دیتا ہوں۔ اُنکے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ پھینک کر نہیں دیتا جیسا کہ متکبرین کا شعار ہے۔

جب گھر کے لوگ نہیں ہوتے اور صبح کو ملازم کے ساتھ گھر سے باہر جانا ضروری ہوتا ہے تو ملازم کے بیدار ہونے کے بعد میں قصداً کسی کام میں مشغول ہو جاتا ہوں تاکہ وہ باطمینان اپنی ضروریات سے فارغ ہولے اور میرا تہیہ اور انتظار دیکھ کر اسکو عجلت نہو۔

ساتھ چلنے والے کے لئے اچھا راستہ چھوڑ دیتا ہوں۔ پہلے میں ہمیشہ سڑک کے کنارہ چلا کرتا تھا تاکہ دوسرے چلنے والوں کو تکلیف نہو لیکن جب سے حال ہی میں ایک بار پاؤں نالی میں چلا گیا تب سے احتیاطاً بیچ سڑک پر چلنے لگا ہوں۔

اگر اہل خصوصیت کو بھی اپنے کسی کام کے لئے کچھ لکھتا ہوں تو جوابی خط بھیجتا ہوں۔

کوئی کیسا ہی محبوب مہمان ہو اور اُسکے ٹھہرانے کو کتنا ہی جی چاہتا ہو کبھی اسکی مرضی کے خلاف اصرار نہیں کرتا اور جب جانے کو کہتا ہے تو نہایت فراخ دلی سے کہہ دیتا ہوں کہ جیسی مرضی ہو اور جسمیں راحت ہو۔

میرے چھوٹے گھر میں کے والد پیرجی ظفر احمد صاحب میرے ساتھ اپنے پیر کا سا برتاؤ کرتے ہیں لیکن میرے قلب میں انکی ویسی ہی عظمت ہے جیسی خسر کی ہونی چاہیئے اور جیسی اپنے بڑے خسر صاحب کی تھی۔ لیکن پیرجی صاحب کو اسکا علم بھی نہیں۔ نہ مجکو یہ اہتمام ہے کہ ان کو اسکا علم ہو۔ مجھے تو اپنی تسلی کرنی ہے کہ میں انکا حق عظمت ادا کر رہا ہوں۔ اُنپر کوئی احسان تھوڑا ہی رکھنا ہے۔

گھر کی جو چیز اُٹھاتا ہوں بعد فراغت اسکو وہیں جا کر رکھتا ہوں جہاں وہ رکھی تھی تاکہ جسنے رکھی ہے وہ پریشان نہو اور اسکو ڈھونڈھنا نہ پڑے۔

Marfat.com

گھر میں رات کو سوتے وقت احتیاطاً لوٹہ میں پانی بھرکر رکھ لیتی ہیں۔ اگر کبھی مجھے پانی کے استعمال کرنے کی ضرورت پڑجاتی ہے تو میں پھر لوٹہ کو بھر کر اسی جگہ رکھدیتا ہوں تاکہ اگر ان کو ضرورت ہو تو لوٹہ بھرا ہوا ہی ملے دوبارہ اُنکو نہ بھرنا پڑے۔

غرض بہت سی جزئیات ہیں کہاں تک بیان کی جائیں۔

ایک غیر مقلد یہاں آئے تھے۔ اُنھوں نے یہاں سے جاکر ایک صاحب سے کہا کہ ہم لوگوں میں تو اتباع سنت کا نقط دعویٰ ہی دعویٰ ہے اتباع سنت تو ہمنے وہاں دیکھا۔ ایک کتاب کی ضرورت ہوئی تو خود اُٹھ کر کتب خانہ سے لائے کسی سے کہا نہیں کہ لے آؤ۔ اپنا کام خود کیا دوسرے کو تکلیف نہ دی سُبحان اللہ کیا اتباع سنت ہے۔ اور کتنی تواضع ہے کہ بلا تکلف خود اُٹھ کر لے آئے اھ

اُنھیں اس معمولی سی بات پر بھی بڑا تعجب ہوا۔ غرض میں اصول صحیحہ کا صرف دوسروں ہی کو نہیں اپنے آپ کو بھی تو پابند کرتا ہوں۔ اسوجہ سے مجکو لوگوں کی بے ضابطگی پر اور بھی زیادہ ناگواری ہوتی ہے کہ میں تو اُن کی اتنی رعایتیں کروں اور وہ میرے ساتھ ایسی بفکری کا معاملہ کریں اھ

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حسن اتفاق سے حسن العزیز جلد اول جسمیں احقر ہی کے ضبط کردہ ملفوظات ہیں اسوقت ملفوظ نمبر ۱۴۴ نظر پڑا جو مناسب مقام ہذا ہے اُسکو بھی یہاں نقل کیا جاتا ہے اس سے ناظرین باتمکین کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ حضرت والا صرف غیروں ہی سے نہیں بلکہ اپنے عزیزوں سے بھی نہایت سختی کے ساتھ اُصول صحیحہ کی پابندی کراتے ہیں۔

(نقل ملفوظ نمبر ۱۴۴۔ از حسن العزیز جلد اول) ایک بار احقر کے یہاں حضرت کی دعوت تھی حضرت کے ایک عزیز نے نوکر سے پانی اسطرح مانگا کہ پانی لاؤ۔ حضرت نے فوراً تنبیہ فرمائی کہ میزبان کے نوکروں سے ایسے حاکمانہ لہجہ میں پانی نہیں مانگنا چاہیئے بلکہ اخلاق کے ساتھ کہنا چاہئے۔ ذرا پانی دیجیے گا۔ تھوڑا پانی عنایت کیجیے گا۔

ایک بار حضرت کے مردانہ کمرہ میں چند مہمان حضرت کے ساتھ کھانا کھانے کو پہونچے۔ وہاں حضرت کے ایک عزیز اپنے بچہ کو لئے چارپائی پر لیٹے تھے۔ حضرت نے ترش رو ہو کر فرمایا کہ کیا تہذیب ہے کہ چند بھلے آدمی تو نیچے بیٹھے ہوں اور تم چارپائی پر لیٹے رہو۔ پھر فرمایا کہ میں اپنے ... ساتھ تو بہت بے تکلف رکھتا ہوں کیونکہ اُن کو میرے ساتھ بے تکلفی کا برتاؤ کرنے کا حق ہے لیکن مجھے یہ ہرگز گوارا نہیں ہوتا کہ میرے مہمانوں کے ساتھ بے تہذیبی کا برتاؤ کیا جاوے۔ اھ

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کی رعایتوں کے صدہا واقعات ہیں لیکن بخوف تطویل بیان

انھیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

غرض یہ ایک حقیقت واقعیہ ہے کہ اگر حضرت والا کے یہاں کوئی اُصول صحیحہ کی پابندی کے ساتھ رہے تو وہ دیکھ لے جیسا کہ بہت سے حضرات نے دیکھ لیا ہے اور دیکھ رہے ہیں کہ ایسی راحت اور آزادی کی زندگی کہیں میسّر نہیں اور حضرت والا کی خانقاہ کو بالکل ان اشعار کا مصداق پائیے۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد	کسے را با کسے کارے نباشد
اگر فردوس بر روئے زمین است	ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

اور تجربہ طویلہ کی بنا پر بہانگ دہل کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی صاحب فہم سلیم حالات و واقعات کا بنظر غور و انصاف تتبع کریگا تو وہ انشاء اللہ تعالیٰ برسوں کے طویل مشاہدہ کے بعد بھی ایک واقعہ ایسا نہ پیش کر سکیگا جسمیں حضرت والا نے ابتداءً کوئی ناگوار برتاؤ فرمایا ہو۔ اذیت کی ابتداء ہمیشہ دوسرے ہی کی جانب سے ہوتی ہے۔ جسپر البادی اظلم صادق آتا ہے۔ اور چونکہ حضرت والا کی طبع مبارک فطری طور پر غایت درجہ لطیف اور بااصول ہے اسلئے بے ڈھنگی باتوں سے بیحد تاثر ہوتا ہے یہاں تک کہ اکثر فوراً تغیر ہو کر درد سر عارض ہو جاتا ہے۔ حضرت والا بس اُس وقت اپنی اس اذیت کا اظہار فرما دیتے ہیں اور بوجہ فطری تیز مزاجی کے بلند آواز سے اظہار فرماتے ہیں جسکی مع شیٔ زائد مظلوم کو اجازت بھی ہے بقولہ تعالیٰ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ اور یہ کوئی سختی نہیں۔ خود فرمایا کرتے ہیں کہ دوسرا تو چپکے سے سوئی چبھوتا ہے تو کوئی دیکھتا نہیں اور میں جو زور سے آہ کرتا ہوں تو اُسکو سب سُنتے ہیں لہذا ظالم تو مظلوم سمجھا جاتا ہے اور مظلوم ظالم۔ میں تو بدنام ہو جاتا ہوں اور ستانے والے صاحب سُرخرو بنے بیٹھے رہتے ہیں اھ

حضرت والا اسکے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میرے اندر حدت تو ہے مگر الحمد للہ شدت نہیں ہے بلکہ دوسروں کے جذبات کی تو میں اتنی رعایت رکھتا ہوں کہ دوسروں کی نظر بھی اُن دقائق رعایت تک نہ پہونچتی ہوگی۔ بفضلہ تعالیٰ دُور دُور تک کے احتمالاتِ اذیت پر بھی فوراً میری نظر پہونچ جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اُنسے احتراز کی توفیق بھی عطا فرما دیتے ہیں۔ اور اسی لئے مجھے دہری غصہ آتا ہے کہ میں تو انکی اتنی رعایت کروں اور یہ میرے ساتھ ایسی بیفکری برتیں۔ اھ

ناظرین بنظر غور و انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ جو دوسروں کو ادنیٰ اذیت سے بھی بچانے کا اسقدر اہتمام بلیغ رکھتا ہو اسمیں شدت بمعنی سختی بھی کہیں ہو سکتی ہے۔ اور جہاں حضرت والا کے اندر صفت سیاست موجود ہے۔ وہیں حضرت والا کا انتہا درجہ کا ترحم اور غایت درجہ کی شفقت و رقتِ قلب اور حد درجہ کا سوز و گداز طبیعت بھی تو معلوم و مشہور ہے جسکے چند واقعات حصہ اول میں استطراداً ذکر بھی کئے جا چکے ہیں۔ اور بعض باب فوضل

Marfat.com

میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ ملاحظہ سے گذریں گے۔ تو ایسے قلب میں جسکے اندر اسقدر رقت اور لین ہو اس میں خدانخواستہ شدت بمعنی قساوت کیونکر ہو سکتی ہے کیونکہ یہ اجتماع اجتماعِ ضدین ہوگا جو محال ہے۔

اسپر ایک عاقل کا قول یاد آتا ہے۔ ایک صاحب نے جو دہلی میں رہتے ہیں۔ جب حضرت والا کی سیاست مربیانہ کے حالات بعنوان شکایت سُنے تو اُنھوں نے ایک صاحب سے ایک بڑا گہرا، پرمغز اور عاقلانہ سوال کیا کہ مولانا کا بچّوں کے ساتھ کیسا برتاؤ ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ بچوں کے ساتھ تو بہت ہی بےتکلف ہیں اور نہایت شفقت سے پیش آتے ہیں اور وہ بھی مولانا سے بہت ہی مانوس ہیں۔ اسپر اُن صاحب نے کہا کہ بس تو پھر وہ سخت نہیں ہیں کیونکہ جو سخت ہوتا ہے وہ بچوں کو بھی منہ نہیں لگاتا۔ اھ

اسپر احقر کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ یاد آیا جو ایک صاحب احیاء العلوم سے نقل کرتے تھے کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صاحب کو کسی مقام کا عامل مقرر کر کے بھیجا اور ضروری ہدایات دیتے ہوئے کچھ دور تک اُنکے ہمراہ بھی تشریف لے گئے جیسا کہ آپ کا معمول تھا۔ راستہ میں حضرت عمرؓ کو بہت سے بچے آکر محبت سے لپٹ گئے اور آپ بھی بہت شفقت سے ان کو پیار کرنے لگے۔ اسپر ان عامل نے حیرت سے کہا کہ میں تو خاص اپنے بچوں کو بھی کبھی مُنہ نہیں لگاتا اور آپ نے غیروں کے بچوں کو بھی اتنا منہ لگا رکھا ہے۔ یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُنسے فرمایا کہ بس تم واپس چلو تم عامل مقرر کئے جانے کے قابل نہیں کیونکہ جب تم کو اپنے خاص لڑکوں ہی کے اوپر شفقت نہیں تو تم رعایا کے اوپر کیا خاک شفقت کرو گے اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کے اندر جو یہ شفقت علی الصغار کی صفت ہے یہ بھی اپنے جدِ اعلیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی سے موروث ہے۔

غرض حضرت والا میں بفضلہ تعالیٰ شائبہ بھی شدتِ مذمومہ کا نہیں البتہ حدت یعنی فطری تیز مزاجی ضرور ہے جسکی فضیلت ذیل کی حدیث سے ثابت ہے جو التشرف حصہ دوم سے مع ترجمہ نقل کی جاتی ہے۔

الحدیث - الحدة تعترى خيار امتى هو فى مسند الحسن بن سفيان من جهة الليث عن رويد بن نافع قلت لابى منصور الفارسى يا ابا منصور لولا حدة فيك فقال ما يسرنى بحدتى كذا وكذا وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الحدة

حدیث - تیز مزاجی میری امت کے نیک لوگوں کو پیش آتی ہے۔ یہ حدیث حسن بن سفیان کی [illegible] میں لیث کی جہت سے نقل [illegible] روایت کرتے ہیں [illegible] کہا اگر [illegible] اُنھوں نے [illegible] تب بھی [illegible] رسول اللہ

تعتري خيار امتي (و سماه بعضهم يزيد بن ابي منصور و حكم عليه بالصحبة) وفي بعض الروايات بلفظ ليس احد اولى بالحدة من صاحب القرآن لعز القرآن في جوفه ف ويوجد مثل هذه الحدة في اهل الله حقيقتها الغيرة على الحق وحقيقة اظهارها ترك التكلف ۔ اھ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تیزی میری امت کے نیک لوگوں کو پیش آتی ہے (اور بعض نے انکا نام یزید بن منصور کہا ہے اور اُن کو صحابی کہا ہے) اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں کوئی شخص تیزی کا مستحق قرآن والے سے زیادہ نہیں بوجہ عزت قرآن کے ف بعض اہل اللہ میں ایسی تیزی پائی جاتی ہے اور اسکی حقیقت حق پر غیرت ہے اور اسکے ظاہر کرنیکی حقیقت ترک تکلف ہے ۔ اھ

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جسکو لوگ سختی سمجھتے ہیں جب میں اُسکے صریح صریح منافع رات دن دیکھ رہا ہوں اور جب بغیر اُسکے کام ہی نہیں چلتا تو پھر اسکو کیوں نہ اختیار کروں میں کیا کروں جب بلا سختی کے بُری بات کی بُرائی ذہن میں جمتی ہی نہیں۔ اور میری سختی تو جب سمجھی جاتی جب میں کسی سے زبردستی کہتا کہ تم مجھ سے اپنی اصلاح کراؤ۔ اور وہ مجھ سے اصلاح کرانے پر مجبور ہوتا میرے یہاں تو ہر شخص بالکل آزاد ہے ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو ۔۔۔ دار و گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

ہر شخص کو ہر وقت اختیار ہے کہ مجھ سے قطع تعلق کر کے جس سے مناسبت ہو اُس سے اصلاح کا تعلق پیدا کرے۔ بلکہ بفضلہ تعالیٰ مصلحت طالب کی یہ خاص رعایت صرف میرے ہی یہاں ہے کہ جسکے ساتھ مناسبت پیدا ہونیکی مجکو توقع نہیں رہتی میں اُس سے صاف کہہ دیتا ہوں کہ کسی دوسرے سے رجوع کرو اور یہ بھی کہدیتا ہوں کہ اگر کسی مصلح کا پتہ مجھ سے پوچھا جائیگا تو میں بتلا دونگا اور اگر اسپر وہ نام پوچھتا ہے تو میں بتا بھی دیتا ہوں اس عین قطع تعلق کے وقت بھی اسکی اتنی رعایت کرتا ہوں کہ سارا بوجھ اُسپر نہیں ڈالتا اور میں جو عدم مناسبت کی صورت میں قطع تعلق کر دیتا ہوں اُسکی وجہ یہ ہے کہ بدون مناسبت کے شیخ سے کچھ نفع نہیں ہوتا۔ ہے تو فحش مثال لیکن مثال تو محض توضیح کے لئے ہوتی ہے اسلئے نقل کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں وہ یہ کہ طبیبوں کا اسپر اتفاق ہے کہ جبتک توافق انزالین نہو حمل نہیں قرار پاتا اگرچہ زوجین دونوں تندرست اور قوی ہوں۔ اسیطرح اگرچہ شیخ اور طالب دونوں صالح ہوں لیکن باہم توافق طبائع نہ ہو تو پھر تعلق ہی عبث ہے اور اسکا قطع کر دینا ہی مناسب ہے کیونکہ اجتماع بلا مناسبت صرف غیر مفید بلکہ موجب تشویش جانبین ہوتا ہے۔

اور یہ ضروری نہیں کہ کسی خاص شیخ سے عدم مناسبت طالب کے نقص ہی کی دلیل ہو کیونکہ طبائع فطرۃً مختلف ہوتی ہیں بعض کو کسی سے مناسبت ہوتی ہے بعض کو کسی سے لیکن ہر حال میں مدار نفع مناسبت ہی پر ہے۔ اسلئے یہ ہوسکتا ہے کہ مختلف الطبائع پیر اور مرید دونوں کی استعدادیں اپنی اپنی جگہ کامل ہوں اور

Marfat.com

دونوں متقی ہوں لیکن پھر بھی بوجہ عدم تناسب طبائع اُنکا اجتماع موجب تشویش جانبین ہو جائے جیسے سوڈا اور ٹاٹری (ٹارٹرک ایسڈ) جب تک الگ الگ ہیں دونوں نہایت سکون کی حالت میں ہیں اور جہاں دونوں کو ملایا گیا بس ایک گڑبڑ مچگئی اور بجائے سکوت وسکون کے جوش واضطراب کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ اسمیں نہ ٹاٹری کا قصور نہ سوڈے کا۔ عدم مناسبت اِسکا سبب ہے۔ لہٰذا دونوں کا الگ الگ رہنا ہی مناسب ہے۔

اسیطرح میں جو کسی طالب سے قطع تعلق کرتا ہوں تو اُسکے نقص کی وجہ سے نہیں بلکہ باہم مناسبت نہ ہونے کی بنا پر۔ ورنہ درحقیقت تو میں اسکو اپنے سے ہزار درجہ افضل سمجھتا ہوں کیونکہ اپنی حالت تو معلوم ہے جیسی ہے اور اسکے بارہ میں خبر نہیں۔ ممکن ہے کہ وہ عند اللہ مقبول ہو اور اسی بنا پر میں ہر مسلمان کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔ اور قطع تعلق اسلئے کرتا ہوں کہ وہ دوسرے سے رجوع کرسکے کیونکہ عدم مناسبت کی وجہ سے اسکو مجھ سے تو نفع ہو نہیں سکتا پھر اور جگہ کے استفاضہ سے بھی اسکو کیوں محروم رکھا جائے اور افادہ واستفاضہ کے تعلق کو عدم مناسبت کی بنا پر ختم کردینے کی تائید نص قطعی صریح سے ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمادینا مصرح ہے هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ جسکی بنا محض عدم مناسبت ہی تھی نہ کہ کوئی معصیت۔ اسی بنا پر حضرت مولانا رومی رحمہ فرماتے ہیں ؎

چوں گرفتی پیر ہین تسلیم شو	ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو
صبر کن در کار خضر اے بے نفاق	تا نگوید خضر رو هٰذا فراق
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن	گرچہ طفلے را کُشد تو مو مکَن

بعضوں نے مجھ سے سوال کیا کہ شیخ کے ساتھ مناسبت ہونے نہ ہونے کی علامت کیا ہے تو میں نے اُنسے کہا کہ گو یہ ایک امر ذوقی ہے لیکن میں الفاظ میں اسکی تعبیر کئے دیتا ہوں۔ مناسبت کی علامت یہ ہے کہ شیخ کے کسی قول یا فعل پر اسکے یعنی شیخ کے خلاف طالب کے قلب میں کوئی اعتراض یا شبہ جزم یا تردد یعنی احتمال صحت جانبین کے ساتھ پیدا نہ ہو اور خطرہ کا جسمیں جانب مخالف کا [illegible] یقین ہوتا ہے اعتبار نہیں۔ یہاں تک کہ اگر اسکے کسی قول یا فعل کی تاویل بھی [illegible] تاویل ہی کرنا چاہئے اتب بھی دل میں اسکی طرف سے انکار پیدا [illegible] سب یوں سمجھے کہ آخر یہ بھی تو بشر ہی ہے۔ اگر اسکا کوئی قول یا فعل گناہ بھی ہو تب بھی کیا ہوا تو بہ سے یا محض فضل سے اسکی معافی ہوسکتی ہے۔ **ف**۔ سبحان اللہ تردد اور خطرہ میں کیا دقیق فرق بیان فرمایا ہے۔ اور تحدیث بالنعمۃ کے طور پر

اس تحقیق کی خود بھی تحسین فرمائی اور فرمایا کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وجدانیات کی تعبیر پر بھی قدرت عطا فرما دیتے ہیں ورنہ بڑے بڑے اہل علم اور صاحب فضل و کمال آج کل موجود ہیں ان سے تو کوئی تردد اور خطرہ کا نزق دریافت کر کے دیکھے جو کبھی بھی تسلی بخش جواب دے سکیں اھ

مضمون بالا کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ اگر شیخ کے خلاف اعتراضات اور شبہات پیدا ہوتے ہوں تو سمجھ لے کہ مجھ کو اس سے مناسبت نہیں اور اسکو بلا اسکی دل آزاری کئے چھوڑ دے کیونکہ نفع کا مدار یکسوئی اور شیخ کے ساتھ حسن اعتقاد پر ہے اور یہ اعتراضات و شبہات کی صورت میں کہاں لہذا اسکو چھوڑ دینا ہی مناسب ہے۔ لیکن گستاخی عمر بھر نہ کرے کیونکہ اول اول راہ پر تو اسی نے ڈالا ہے اور اس معنی کر وہ محسن ہے یہاں تک کہ اگر وہ ایسے امور کا بھی مرتکب ہو جو بظاہر خلاف سنت ہوں لیکن انہیں اجتہاد کی گنجائش ہو خواہ بعید ہی سہی پھر بھی گستاخی نہ کرے۔

غرض عدم مناسبت کی صورت میں بھی طالب کو اپنے ہی ساتھ الجھائے رکھنا کر اپنی جماعت میں کمی نہ ہونے پائے میں اسکو خیانت سمجھتا ہوں۔ یہاں تک کہ بعضوں کو میں نے دیکھا کہ کسی بزرگ سے بھی انکو مناسبت نہیں ہوئی اور نہ کسی سے مناسبت ہونے کی توقع رہی تو انکے لئے بھی میں نے ایک راہ نکالدی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔ اسمیں کوئی طالب محروم نہیں رہ سکتا۔ میں نے کہا کہ بس تم ضروری احکام کا علم حاصل کرتے رہو خواہ مطالعہ سے خواہ اہل علم سے پوچھ پوچھ کر اور سیدھا سادہ نماز روزہ کرتے رہو اور جو امراض نفس تم کو اپنے اندر محسوس ہوں انکا علاج جہاں تک ہو سکے اپنی سمجھ کے موافق بطور خود کرتے رہو اور جو موٹے موٹے گناہ ہیں انسے بچتے رہو اور بقیہ سے استغفار کرتے رہو اور دعا بھی کرتے رہو کہ اے اللہ انکا بھی مجھے احساس ہونے لگے اور انکے معالجات بھی میری سمجھ میں آنے لگیں اور اگر مجھ میں سمجھنے کی استعداد نہ ہو تو بلا اسباب ہی محض اپنے فضل سے ان عیوب کی اصلاح کر دے۔ بس یہ بھی نجات کے لئے بالکل کافی ہے اور نجات ہی مقصود ہے۔ اس سے زیادہ کے تم مکلف ہی نہیں۔ جب میرے یہاں اتنی آزادی ہے اور میرا طرق سختی کا یا نرمی کا جیسا کچھ بھی ہے وہ سب کو معلوم ہے تو پھر بھی جو شخص میرے پاس آکر اپنی اصلاح کرتا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں سختی میں پڑتا ہے۔ جسکو یہ سختی گراں ہو وہ میرے پاس آوے ہی کیوں ؎

ہاں وہ نہیں وفا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جسکو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

آج ۴۔ جمادی الاخری ۱۳۵۰ھ ہی کی مجلس بعد الظہر کا اس مقام پر ایک واقعہ لکھا جاتا ہے جس سے ناظرین اندازہ فرمالیں گے کہ حضرت والا کے یہاں کس قسم کی سختی ہوتی ہے۔ ایک ادھیڑ عمر کے دیہاتی سفر

Marfat.com

کر کے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ عرض کیا۔ دیہاتی ہونے کی وجہ سے انکی زبان ایسی تھی کہ سمجھ ہی میں نہ آتی تھی۔ نیز وہ اردو بھی اچھی طرح نہیں جانتے تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تمھاری بولی میری سمجھ میں نہیں آتی۔ کسی اور کو راضی کر کے بلا لاؤ اور جو کچھ کہنا ہو اسکے ذریعہ سے کہو۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹ آئے اور پھر عرض حال کرنے لگے حضرت والا نے فرمایا کہ کیا تم وہی ہو جن سے میں نے کہا تھا کہ کسی کے واسطہ سے گفتگو کرو۔ انھوں نے کہا جی ہاں لیکن مجھ کو کوئی شخص ہی ایسا نہیں ملا جسکو میں اپنا واسطہ بناتا۔ فرمایا کہ پھر آکر مجھ سے یہی کہا ہوتا کہ مجھکو کوئی واسطہ بننے والا نہیں ملتا۔ نہ کہ باوجود ممانعت کے پھر آکر اپنا حال خود ہی کہنے بیٹھ گئے۔ کیا میری یہ تجویز کہ کسی کے واسطہ سے گفتگو کرو لغو تھی۔ کہا غلطی ہوئی۔ اسپر حضرت والا نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ دیکھئے اتنی موٹی بات میں بھی لوگ غلطی کرتے ہیں۔ جب گفتگو کے لئے واسطہ کی شرط تھی اور واسطہ ملا نہ تھا تو پہلے آکر یہی کہتے کہ کوئی واسطہ نہیں ملتا اُسکا تو کچھ ذکر نہیں اور اپنا حال کہنا شروع کر دیا۔ بات یہ ہے کہ لوگ قوت فکریہ سے کام ہی نہیں لیتے ورنہ گنوار سے گنوار کے ذہن میں بھی یہی ترتیب آتی۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ قوت فکریہ ہی سے تو انسان انسان ہے۔ انسان اور حیوان میں بس یہی تو فرق ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے قوت فکریہ عطا فرمائی ہے اور حیوان کو نہیں انسان کو احتمالات سوجھتے ہیں اور حیوان کو نہیں۔ حکماء نے تو انسان کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک حیوان ناطق ہے لیکن میرے نزدیک انسان کی یہ تعریف ہونی چاہیئے کہ وہ ایک حیوان متفکر ہے۔

غرض جو انسان اپنی قوت فکریہ سے کام نہ لے اور احتمالات نہ سوچے وہ انسان نہیں حیوان بصورت انسان ہے جیسے بن مانس اور جل مانس ہوتے ہیں۔ ایسے ہی انسانوں کے متعلق حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر بصورت آدمی انسان بدے ۔ احمد و بوجہل ہم یکساں شدے
این کہ می بینی خلاف آدم اند ۔ نیستند آدم غلاف آدم اند

پھر انھیں دیہاتی کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تو جب تم مجھ سے پہلے یہ کہو گے کہ کوئی واسطہ نہیں ملتا تب میں کچھ جواب دونگا۔ چنانچہ انھوں نے یہی عرض کیا۔ حضرت والا نے خلیفہ اعجاز [illegible] جو مدرسہ خانقاہ میں معلم قرآن ہیں ایک صاحب کے ذریعہ سے بلوا کر فرمایا کہ ان سے پوچھو [illegible] نے بواسطہ خلیفہ اعجاز صاحب عرض کیا کہ میں حضرت والا کی خدمت میں [illegible] باتیں سننے کے لئے آیا ہوں۔ فرمایا کہ پوری بات کہو کہ کون ہو کیا کام کرتے ہو۔ کہا پانی پت کے مدرسہ اشرفیہ میں قرآن شریف پڑھتا تھا۔ فرمایا قرآن شریف چھوڑ کر کیوں آئے وہ تو زیادہ ضروری ہے۔ کہا کہ میں وہاں قرآن شریف

Marfat.com

بھی پڑھتا رہوں گا۔ فرمایا کس سے کہا فلاں صاحب سے جو یانی پت ہی کے پڑھے ہوئے ہیں فرمایا کہ ان سے پوچھ بھی لیا ہے یا ان پر جبر کر کے اور دباؤ ڈال کر چڑھ ہوگئے کہا پوچھ لیا ہے۔ فرمایا ہمارے سامنے ان سے کہلواؤ چونکہ وہ صاحب بھی اسوقت مجلس ہی میں حاضر تھے اسلئے انھوں نے حضرت والا کے سامنے وعدہ کرلیا پھر دریافت فرمایا کہ اچھا کتنے دن رہوگے کہا دو مہینہ فرمایا کھانے کے لئے خرچ بھی پاس ہے۔ کہا جی ہاں۔ فرمایا کہ اپنے استاد سے بھی اجازت لیکر آئے ہو ان کو ناراض کر کے تو نہیں آئے کہا کہ ان سے اجازت لیکر آیا ہوں۔ فرمایا کہ ان کی اجازت کا خط اُن سے منگوا سکتے ہو کہا جی ہاں منگوا سکتا ہوں۔ فرمایا کہ کتنے دنین جواب آجائے گا کہا چار دن میں فرمایا کہ اچھا چار دن کے بجائے میں تمھیں احتیاطاً آٹھ دن کی مہلت دیتا ہوں تاکہ تمھیں سہولت رہے۔ آج بدھ ہے آئندہ بدھ تک ایک خط اس مضمون کا کہ ہاں یہ میری اجازت سے گئے ہیں منگوادو۔ اگر بدھ تک خط منگا کر نہ دکھایا تو بس پھر یہاں سے رخصت۔

جب یہ سب گفتگو ختم ہوگئی تو فرمایا کہ تم نے کچھ میری کتابیں بھی پڑھی ہیں کہا نہیں میں نے اردو بالکل نہیں پڑھی نہ اردو اچھی طرح سمجھتا ہوں صرف قرآن شریف پڑھ رہا ہوں فرمایا کہ جب تم اچھی طرح اردو نہیں سمجھتے تو میری باتیں ہی کیا سمجھوگے۔ ابھی اس میں میرا تو کچھ حرج نہیں مجلس میں جہاں اور لوگ بیٹھتے ہیں تم بھی بیٹھے رہنا لیکن یہ خیال ہے کہ کہیں تم کوئی بات الٹی نہ سمجھ جاؤ کہا الٹی نہ سمجھونگا فرمایا کہ خیر مگر یہ وعدہ کرو کہ مجھ سے سنی ہوئی کوئی بات تم کسی شخص سے عمر بھر نہ کہوگے کہا بہت اچھا اھ

یہ سب گفتگو بواسطہ ہوئی۔ اثناء گفتگو میں حضرت والا حاضرین سے فرماتے جاتے تھے کہ یہ سوالات اسلئے کر رہا ہوں کہ اصلاح اور تربیت کا کوئی پہلو باقی نہ رہے۔ ہر طرح کی اصلاح ہو جائے اور ہر قسم کا جہل رفع ہو جائے یہ سوالات نہیں ہیں تعلیمات ہیں اور استاد کی اجازت اسلئے منگوائی ہے کہ اپنے افعال و اعمال میں آزاد نہوں جو کام کریں اپنے بڑوں سے پوچھ پوچھ کر کیا کریں نیز اساتذہ کی عظمت بھی قلب میں پیدا ہو اھ

پھر آخر میں فرمایا کہ لیجئے بس یہ میری سختی ہے۔ انتظام کو لوگ سختی سمجھتے ہیں اب یہ بتایئے کہ ان سوالات میں بھلا میرا کونسا نفع تھا انھیں کا دین تو سنوارا ہے البتہ ان کے ساتھ میرا دین بھی سنور گیا کیونکہ مجھے بھی اصلاح کا ثواب ملا۔ اھ

اسی ہفتہ کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ ایک صاحب نے جو مستورات کا کام کرتے ہیں اور جو بہت نیک ہیں اور جن کو حضرت والا سے پرانا تعلق ہے۔ حاضر خانقاہ ہوکر بذریعہ عریضہ عرض کیا کہ میں نے مواعظ کا بھی مطالعہ کیا رسالہ تبلیغ دین بھی دیکھا لیکن مجھے تو اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے۔ میں اس غرض سے کہ مجھے اپنے عیوب نظر آئیں حضرت کی خدمت میں رہنا بھی چاہتا ہوں لیکن یہاں آ کر تو کام نقشہ میرے ذمہ واجب ہے اور میں

مزدوری پیشہ آدمی ہوں اسلئے قیام کی بھی صورت مشکل معلوم ہوتی ہے ۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ میرے پاس رہنے سے تو کوئی زائد بات پیدا نہ ہو گی کیونکہ مجکو تو کسی کے عیوب کی تلاش نہیں اور تم کو اپنے عیوب نظر آتے نہیں تو ایسی حالت میں یہاں رہنا نہ رہنا برابر ہے ۔ یہ بھی تحریر فرمایا کہ جب تمھیں اپنے عیوب نظر ہی نہیں آتے تو تم معذور ہو ۔ بس دعا کیا کرو ۔ اس تحریری جواب کے بعد جب صبح کی مجلس منعقد ہوئی تو حضرت والا نے سب کے سامنے ان کو اس کہنے پر کہ مجھے اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے جسکا منشا قرائن تو یہ سے قلت فکر و اعجاب نفس معلوم ہوا ۔ زبانی سخت زجر و توبیخ فرمائی اور ایسی ڈانٹ بتائی کہ ہوش درست ہو گئے ۔ اور دماغ صحیح ہو گیا ۔ پھر اسی سلسلہ میں حضرت والا بہت دیر تک اتنی موثر نافع اور پر جوش تقریر فرماتے رہے کہ صرف وہی صاحب نہیں بلکہ سارے حاضرین بیحد متاثر و مستفیض ہوئے ۔ چونکہ وہ صاحب بہت نیک ہیں اسلئے اس سے قبل ان پر کبھی کسی قسم کی ڈانٹ نہ پڑی تھی اور حضرت والا ہمیشہ اُن سے نرمی ہی کا برتاؤ فرماتے رہتے تھے

افسوس ہے کہ اُس تقریر کے وقت احقر موجود تھا نہ جناب حافظ جلیل احمد صاحب جو عرصہ سے مقیم خانقاہ ہیں اور بعض خاص خاص ملفوظات کو ضبط فرمالیا کرتے ہیں جب جناب حافظ صاحب ممدوح اور احقر نے اکثر حاضرین خانقاہ سے اُس تقریر کی تعریف سنی تو ہم دونوں نے مختلف حضرات سے پوچھ پاچھ کر چند خاص خاص باتیں معلوم کر لیں جنکا خلاصہ احقر عرض کرتا ہے ۔

فرمایا کہ حیرت ہے تمھیں اپنے عیوب ہی نظر نہیں آتے حالانکہ واللہ اگر آدمی کی حس صحیح ہو تو گناہ تو گناہ اسکو اپنی طاعات بھی معاصی نظر آنے لگیں ۔ پھر نہایت جوش کے ساتھ تین بار قسم کھا کر فرمایا کہ مجکو تو اپنی نماز اپنے روزے اور اپنے ہر عمل بلکہ اپنے ایمان تک میں شبہ عدم خلوص کا رہتا ہے اور ہم لوگ تو کیا چیز ہیں حضرات صحابہ سے بڑھکر کون مخلص ہو گا ۔ حدیث میں وارد ہے کہ اصحاب بدر میں سے ستر [illegible] ایسے تھے جن کو اپنے اوپر نفاق کا شبہ تھا کہ کہیں ہم منافق تو نہیں ۔

حضرات صحابہ کی تو یہ حالت اور ان حضرت کو اپنے اندر کوئی عیب ہی نظر نہیں آتا کیا ٹھکانا ہے اس بے حسی کا ۔ اس پر انھوں نے عرض کیا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ میرے اندر عیب ہیں لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کیا ہیں ۔

فرمایا سبحان اللہ اسکی تو ایسی مثال ہوئی کہ یہ تو معلوم ہے کہ میرے [illegible] کہ کہاں ہو رہا ہے اور کس قسم کا درد ہے آیا پیٹ کا درد ہے یا سر کا یا [illegible] ہی جسکو درد کا احساس ہو رہا ہو گا کیا اسکو یہ پتہ نہ چلیگا کہ کہاں ہو رہا ہے [illegible] بھی بڑھکر یہ بھی فرمایا کہ میں نے جو تمہارے رقعہ کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ جب تمھیں اپنے عیب ہی نظر نہیں آتے تو [illegible]

معذور ہو یہ تو علی سبیل التسلیم محض ضابطہ کا جواب ہے۔ اھ

پھر اسکے متعلق بعد کو جامع اوراق سے فرمایا کہ اس ضابطہ کے جواب کی حقیقت قضیہ شرطیہ ہے جس کے صدق کے لئے مقدم و تالی کے درمیان علاقۂ لزوم کافی ہے مقدم کے وقوع پر موقوف نہیں حتیٰ کہ ایک محال کو دوسرے محال کے لئے مستلزم کہنا صحیح ہے۔ اس ضابطہ کے جواب سے معذوری کا یا اسکی بنار کا تسلیم کرنا لازم نہیں آتا۔ اہل علم کے نزدیک یہ بالکل ظاہر مسئلہ ہے اھ

یہ بھی فرمایا کہ تم نے جو مجکو یہ لکھا ہے کہ میں نے مواعظ کا بھی مطالعہ کیا رسالہ تبلیغ دین بھی دیکھا لیکن پھر بھی اپنے عیب نظر نہیں آتے تو عیب کہیں محض مطالعہ سے نظر آیا کرتے ہیں نری کتابوں کے دیکھنے سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ ان کتابوں کا اثر نہ لیا جائے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے پریس میں قرآن شریف بھی چھپتا ہے حدیث شریف بھی چھپتی ہے لیکن اسپر سوائے اسکے کہ محض نقوش مرتسم ہوجائیں معانی کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ اھ

مخاطب کے سوال پر بلا ازخود یہ بھی فرمایا کہ اگر کسی کو اپنے اوپر مسلط کرلیا جائے کہ جو عیب دیکھے متنبہ کردیا کرے تو یہ بھی کلیتہً کافی نہیں کیونکہ اکثر تو یہی ہے کہ اگر وہ محب ہوا تو اسکو عیب بھی ہنر نظر آئیں گے اور اگر معاند ہوا تو اسکو ہنر بھی عیب نظر آئینگے۔ آخر میں یہ بھی فرمایا کہ اگر کسیکو اپنے افعال و احوال پر ناز ہو۔ اور ان میں کوئی نقص ہی نظر نہ آتا ہو تو ذرا یہ مراقبہ کرکے تو دیکھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں اور وہ میرے سارے افعال و احوال کو دیکھ رہے ہیں اور پھر یہ غور کرے کہ آیا میرے سارے افعال و احوال ایسے ہیں کہ ان کو بلا تردد اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا جاسکتا ہے اسوقت اسکو اپنے اعمال کی حقیقت نظر آجائے۔ واللہ جو پھر ایک عمل بھی ایسا نکل سکے جو دربار خداوندی میں پیش کئے جانے کے قابل ہو ایک نماز ہی کو دیکھ لیجئے کہ ہم لوگ اسکا کیا حق ادا کررہے ہیں۔ اُس خشوع و خضوع کو تو جانے دیجئے جسمیں کچھ دشواری ہے۔ نہیں حسن استحضار میں کوئی دشواری نہیں اسمیں بھی تو ہم لوگ کوتاہی کرتے ہیں۔ اھ

غرض بہت دیر تک نہایت جوش و خروش کے ساتھ اسی بحث پر تقریر فرماتے رہے اور مخاطب کو خوب ڈانٹتے رہے۔ آخر میں ان سے فرمادیا کہ اب تمھیں نہ کبھی حالات کا خط لکھنے کی اجازت ہے نہ یہاں آنے کی۔ جب تک کہ تمھیں اپنے عیب نظر نہ آنے لگیں اور عیب بھی ایک دو نہیں بہت زیادہ تعداد میں۔ گو سب معالجہ چاہو گے تو میں ایک ہی ایک عیب کا علاج بتاؤنگا لیکن علاج شروع جب کرونگا جب اپنے بہت سے عیوب کی فہرست اور تفصیں لکھو گے۔ اس درمیان میں بس صرف دریافت

Marfat.com

خیریت اور طلب دعا کے لئے خط لکھنے کی اجازت ہے۔ اور کسی تعلق کی اجازت نہیں اھ

یہ تقریر پرتاثیر قبل دوپہر ہوئی بعد دوپہر وہ صاحب رخصت ہو گئے۔ پھر وطن پہونچکر حضرت والا کی خدمت میں انھوں نے جو عریضہ لکھا وہ مع حضرت والا کے جواب باصواب کے ذیل میں تربیت السالک سے بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے۔ ناظرین اندازہ فرمائیں کہ حضرت والا کی ایک ہی ڈانٹ میں کیا سے کیا حالت ہوگئی اور کیسا مہلک مرض باطنی جسکو تپ دق کہنا چاہیئے کیونکہ دق کا مریض بھی اپنے آپ کو مریض نہیں سمجھتا ایک ہی نسخۂ تلخ میں جڑ سے جاتا رہا۔ یا تو اپنے اندر کوئی عیب بھی نظر نہ آتا تھا یا پھر ایسی آنکھیں کھلیں کہ عیب ہی عیب نظر آنے لگے۔ اور اپنے عیبوں کا ایسا یقین ہوا کہ بڑی سی بڑی قسم کھانے کے لئے طیار ہیں۔ یا تو اپنے قلب کو اشیاء نفیسہ سے لبریز ایک وارنش دار صندوقچی گمان کر رہے تھے یا پھر ایسی بصیرت حاصل ہوگئی کہ وہی قلب سربسر گندگی سے لبریز نظر آنے لگا۔ آنکھوں پر جو سالہا سال سے چربی چھائی ہوئی تھی وہ ایک ہی آنچ میں گھل گئی۔ اب انکا خط اور حضرت والا کا جواب ملاحظہ ہو۔

نقل خط مذکور مع جواب

حال۔ گذارش یہ ہے کہ جس روز سے میں تھانہ بھون سے آیا ہوں اس روز سے برابر غور و فکر کے ساتھ ہر کام میں اپنے نفس کے ساتھ محاسبہ کر رہا ہوں اور جس مراقبہ کو جناب نے مجلس مبارک میں ذکر فرمایا تھا کہ یوں سوچے کہ یہ کام یا یہ بات حق تعالیٰ کے سامنے ہوں تو کر سکتا ہوں یا نہیں تو اس مراقبہ سے معلوم ہوا کہ میری جتنی باتیں اور کام ہیں سب بیکار ہیں۔ میری کوئی بات اور میرا کوئی کام اس قابل نہیں کہ اللہ کے سامنے پیش کیا جاوے۔ پہلے سے جو یہ غلطیاں نظر نہیں آتی تھیں تو اسکی وجہ محض [illegible] بے توجہی تھی۔ اس تنبیہ کے قبل میں اپنے قلب کو مثل [illegible] صندوقچی کے سمجھتا تھا [illegible] کیا ہوا ہو اور جسکے اندر عجیب عجیب اشیاء رکھی ہوں مگر جناب کی تنبیہ کے بعد جواب اس [illegible] کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسکے اندر تو گندگی ہی گندگی بھر رہی ہے۔ [illegible] اپنے [illegible] اپنا کوئی عیب نظر ہی نہیں آتا تھا۔ تو بہ کی [illegible] حضور کی تنبیہ کا یہ اثر ہوا کہ اب [illegible] نظر آنے لگے ہیں [illegible] اپنے عیوب پر بڑی سے بڑی قسم کھا سکتا ہوں [illegible] اپنے عیوب پیش کر کے [illegible] علاج دریافت کروں۔

تحقیق۔ مبارک ہو یہ وہ ناگساری کی [illegible] اور [illegible] کہ روحانی غذا بہ جا [illegible] مبارک ہوں [illegible] عیوب پیش کر [illegible] اجازت دیتا ہوں [illegible]

سے زیادہ نہ ہو۔ اھ

سُبحان اللہ کیا خوب جواب ارقام فرمایا ہے اور کس لطیف پیرایہ میں کثافت کو بھی مبدّل بہ لطافت فرمادیا ہے اور محض مجازًا نہیں بلکہ حقیقتًا شاعری کو حقیقت بنادینا اور حقیقت کو بلا تبدیل حقیقت بلکہ بمزید توضیح حقیقت شاعری کے دلکش جامۂ زرنگار میں جلوہ گر فرما دینا یہ کمال حضرت والا ہی میں دیکھا جسکی صدہا نظائر ہیں جن سے حضرت والا کی تحریرات و تقریرات بھری پڑی ہیں ان کو بخوف تطویل نظرانداز کیا جاتا ہے ورنہ مضمون کہیں سے کہیں پہونچ جائیگا ۔ البتہ صرف چند مختصر جملے جو وقتاً فوقتاً بطور لطائف فرمائے گئے ہیں نقل کئے دیتا ہوں کیونکہ پھر انکا موقع کہیں آسکے یا نہ آسکے ۔

ایک طالب نے عبادت میں کسل اور سُستی ہونے کا علاج پوچھا تحریر فرمایا کہ سُستی کا علاج چستی ۔

ایک طالب نے غلبۂ خشیت میں لکھا کہ مجھے سخت خطرہ ہے تحریر فرمایا کہ یہ خطرہ تو بحر معرفت کا قطرہ ہے اللہ تعالےٰ اسکو بڑھا کر دریا کردے ۔ احقر نے ایک عریضہ میں کسی باطنی پریشانی کے سلسلہ میں لکھا تھا کہ سخت الجھن ہوتی ہے ۔ تحریر فرمایا کہ یہ الجھن مقدمہ ہے سلجھن کا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اھ ع چونکہ قبض آمد تو در دے بسط بیں ۔

فرمایا کہ یہ امر بسہولت یاد رکھنے کے لئے کہ شیخ کے ساتھ طالب کو کیا معاملہ رکھنا چاہیئے بس ان ہم قافیہ الفاظ کو یاد رکھے ۔ اطلاع اور اتباع ۔ اعتقاد اور انقیاد ۔

یہ بھی اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ اس طریق میں دو چیزوں کی سخت ضرورت ہے دُھن اور دھیان ۔

ایک طالب نے شکایت کی کہ میں تو بالکل کورا رہ گیا فرمایا کورا ہونا بُرا نہیں کور ہونا بُرا ہے ۔ بلا سے کورا ہو۔ مگر کور نہو۔

ایک بار فرمایا کہ اس طریق میں خود رائی نہ کرے بلکہ خود کو رائی کرے یعنی اپنے کو حقیر و ذلیل سمجھے ۔

ایک صاحب کو خیال ہو گیا تھا کہ وہ ابدال ہو گئے فرمایا کہ ہاں پہلے گوشت تھے اب دال ہو گئے ۔

فرمایا کہ نئی تہذیب تہذیب نہیں تعذیب ہے ۔ اور آجکل کی قومی ہمدردی ہمدردی نہیں ہمہ دردی ہے شملہ کے سفر کے بعد وہاں کی بُرائیاں جو غالب ہیں بیان فرما کر فرمایا کہ ہم تو سنا کرتے تھے کہ شملہ بمقدار علم ہوگا لیکن وہاں پہونچکر معلوم ہوا کہ شملہ بمقدار جہل ہے ۔

ایک طالب کا خط فضول فضول مضامین اور استفسارات سے لبریز تھا ۔ اور آخر میں لکھا تھا کہ مضمون طویل ہونے سے تکلیف ضرور ہوئی ہوگی معاف فرمائیں ۔ حضرت والا نے اس اخیر بات کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ طویل ہونے سے تو تکلیف نہیں ہوئی مگر لا حاصل ہونے سے ہوئی ۔

ایک صاحب سے تحریک خلافت کے متعلق گفتگو ہوئی حضرت والا نے فرمایا کہ بلا امیر المومنین کے کچھ نہیں ہو سکتا انھوں نے کہا کہ ہم آپ کو امیر المومنین بناتے ہیں فرمایا کہ جب تک امیر المومنین میں قوت قاہرہ نہ ہو وہ امیر المومنین ہی نہیں۔ میں ایسا امیر المومنین نہیں ہونا چاہتا کہ آج تو امیر المومنین بنوں اور کل کو اسیر الکافرین ہو جاؤں۔

فرمایا کہ آجکل لوگوں کی دال پر تو نظر ہے مآل پر نظر نہیں۔

فرمایا کہ لوگ بعض اہل صنعت کافر کو بڑا عاقل سمجھتے ہیں۔ کوئی کافر بھی کہیں عاقل ہو سکتا ہے عاقل تو کیا ہوتے ہاں آکل شرب ہیں۔

فرمایا کہ درستی تو درشتی ہی سے ہوتی ہے۔

ایک بار کسی سے اظہار خفگی کے وقت فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں اور بشر بھی وہ جس میں ناجائزیت کا کلمہ نہیں۔

فرمایا کہ آجکل کے اکثر مدعیان توکل اہل توکل کیا اہل اکل ہیں۔

ایک صاحب نے کسی بات کے نہ سمجھنے پر بطور معذرت عرض کیا کہ یہ میری جہالت ہے حضرت والا نے انکی تسلی کے لئے فوراً فرمایا کہ جی نہیں جہالت کیوں ہوتی یہ حالت ہے یعنی کیسی اچھی حالت ہے

ایک خلاف شرع تحریک میں بڑے بڑے ذی وجاہت لوگ حضرت والا کی خدمت میں گفتگو کرنے کے لئے حاضر ہوئے جن کو ہر قسم کی دنیوی جاہ حاصل تھی۔ وہ لوگ حضرت والا کی ملاقات و گفتگو سے بہت متاثر اور محظوظ ہوئے۔ جب وہ واپس جانے کے لئے اسٹیشن پر پہونچ گئے اسوقت حضرت والا بھی ٹہلتے ہوئے اسٹیشن پہونچے کیونکہ صرف دس منٹ کا راستہ ہے وہ لوگ بہت ہی شرمندہ ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ میں آپ صاحبان کے تشریف لانے کے وقت تو استقبال کے واسطے حاضر نہیں ہوا [illegible] حاضری کا منشا رنج ہوتا اور اسوقت [illegible] حاضر ہونے کا منشا [illegible] آپ حضرات کی محبت اور اخلاق نے میرے قلب کے اندر بھی آپ صاحبان کی محبت پیدا کر دی [illegible] اور ساتھ اسلئے نہیں آیا کہ آپ صاحبان مجھکو آنے ہی نہ دیتے۔

فرمایا کہ آجکل بعض طلباء کی وضع [illegible] عقل کہ نہیں ہوتا۔ ایک بار [illegible] حضرت والا [illegible] کہ اس زمانہ میں [illegible] کی تحریر و تقریر [illegible] تحریر و تقریر سب اسیر اوہام [illegible] فرمایا کہ محبت [illegible] ہو گیا

Marfat.com

بھی بڑی نظر آنے لگتی ہیں۔ اسی کے حوالہ سے ایک بار زبانی ارشاد فرمایا کہ جسطرح ایک محبت کی خوردبین تی ہے جس سے چھوٹا ہنر بھی بڑا نظر آتا ہے اسی طرح ایک نظر خوردہ بین بھی ہوتی ہے جس سے چھوٹا عیب بھی بڑا دکھائی دیتا ہے۔

منصب افتاء کی ذمہ داریوں کا تذکرہ تھا۔ فرمایا کہ مفتی ہونا بھی قیمتی کا کام ہے مفتی کا نہیں۔ احقر

اس قسم کے لطیفے جو سراسر آئینہ حقیقت ہیں حضرت والا کی زبان فیض ترجمان اور قلم ہدایت رقم سے بکثرت صادر ہوتے رہتے ہیں جن کے بارہ میں ایک دیندار فلسفی فاضل نے جو ایک مشہور ادیب بھی ہیں یہ رائے ظاہر کی کہ اگر ایسے ایسے لطائف ہی کو یکجا جمع کر لیا جائے تو وہ بھی بجائے خود ایک بڑا پر لطف اور نہایت نافع ذخیرہ حقائق ہو جائے۔

چنانچہ ایک صاحب نے کچھ لطائف جمع بھی کئے تھے جنکا حضرت والا نے یہ نام بھی تجویز فرما دیا تھا الصناعات فی العبارات لیکن افسوس اسکی تکمیل ہی نہ ہوئی بلکہ جتنے جمع کئے گئے تھے انکا مسودہ بھی نہ معلوم محفوظ ہے یا نہیں

جسوقت حضرت والا کی خدمت میں مستری صاحب مذکور کا خط بالا پہونچا حضرت والا نے احقر کو حوالہ فرما کر فرمایا کہ دیکھئے مستری جی کے ہوش درست ہو گئے۔ چونکہ نیک آدمی ہیں ان پر کبھی ڈانٹ ہی نہ پڑی تھی بس اسی وجہ سے اپنے آپ کو عیبوں سے بالکل بری ہی سمجھ لیا تھا۔

پھر فرمایا کہ ہر شخص اچھے برتاؤ کا متحمل نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ سختی نہ کرو بھلا کیسے سختی نہ کروں جب بلا سختی کے اصلاح ہی نہ ہو۔ اب دیکھ لیجئے۔ دس بارہ سال کی خوش اخلاقی نے تو ان کی کچھ بھی اصلاح نہ کی بلکہ اور دماغ سڑا دیا اور دس بارہ منٹ کی ڈانٹ نے پوری اصلاح کر دی۔ دماغ صحیح ہو گیا خناس نکلگیا۔ بھلا بلا ڈانٹ کے انکی اصلاح ممکن تھی ہرگز نہیں۔ اب لوگ اپنی آنکھیں پھوڑ کر دیکھیں کہ کیا یہ موقع نرمی اور رعایت سے پیش آنے کا تھا۔ اصلاح ہر جگہ کہیں نرمی سے ہوتی ہے۔ جس مرض میں مسہل کی ضرورت ہو کہیں اسکا علاج مفرحات سے ہو سکتا ہے۔ طالبین اصلاح کے ساتھ نرمی سے پیش آنیکا مشورہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ مسہل طلب مرض کا مفرحات سے علاج کر دو۔ یا جس دنبل کے اندر مادۂ فاسد بھرا ہوا اور آپریشن کی ضرورت ہو وہاں یہ کہا جائے کہ نہیں صرف اوپر ہی اوپر مرہم لگا دو چاہے پھر وہ مادۂ فاسد اندر ہی اندر پھیل کر سارے جسم کو سڑا دے۔ یہ تو گوارا لیکن یہ گوارا نہیں کہ ایک ہی نشتر میں سارا مادۂ فاسد نکال باہر کیا جائے۔

اسی مضمون کو ایک بار اس عنوان سے فرمایا تھا کہ طبیب کے پاس دو قسم کے لوگ آتے ہیں۔

Marfat.com

ایک تو وہ جو محض ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ اُن کو تو معزز جگہ بٹھایا جاتا ہے۔ دل خوش کن باتیں کیجاتی ہیں۔ شربت پلایا جاتا ہے۔ پان کھلایا جاتا ہے الائچی دیجاتی ہے عطر پیش کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اپنا علاج کرانے آتے ہیں۔ ان کو مریضوں کی صف میں بٹھایا جاتا ہے ضرورت سے زیادہ بولنے نہیں دیا جاتا۔ کڑوی کڑوی دوائیں تجویز کی جاتی ہیں۔ اگر کوئی چون وچرا کرے تو مطب سے نکالدیا جاتا ہے۔ تو اگر کوئی مریض یہ ہوس کرے کہ میرے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کیا جاوے جیسا ملاقاتی کیساتھ کیا جاتا ہے تو یہ اسکی حماقت ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اسکی وہ غرض تو نہ حاصل ہوگی جس غرض سے وہ طبیب کے پاس آیا ہے یعنی صحت، بلکہ اگر اسکو مرض تو ہو تپ کا اور پلایا جاوے روزانہ شربت تو تپ اور بھی بڑھ کر ہلاکت تک نوبت پہونچ جائے۔ اھ

اسی سلسلہ میں حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ سیاست کی اس طریق ہی میں کیا ہر جگہ ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ میاں جیون کا اپنے شاگردوں کو اور ماں باپ کا اپنی اولاد کو تادیب کے لئے مارنا پیٹنا اور حاکموں کا اپنے محکومین مجرمین کو سزائیں دینا اور محض فہمایش کو کافی نہ سمجھنا عام طور پر بلا نکیر معمول ہے۔ اھ

بعض واقعات سیاست کے مفید نتائج دکھا کر حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ دیکھئے اس سختی سے جہل دور ہوگیا اگر عفو فی اخلاق کو مصلحت پر غالب رکھا جائے تو اسکے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو بس ساری عمر جہل ہی میں مبتلا رہنے دیا جائے۔ اھ

اس قسم کے واقعات جیسے کہ بعضے اوپر عرض کئے گئے رات دن مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں کہاں تک لکھے جائیں۔ احقر کے ذاتی علم میں بھی ایسے ایسے بہت سے واقعات ہیں جن میں حضرت والا کی سیاست نے طالبین کے بڑے بڑے مہلک امراض باطنہ فرمنہ کا آن کی آن میں استیصال کلی کردیا چنانچہ ایک طالب کو جو حضرت والا سے خصوصیت رکھتے تھے بدنظری کا مرض لگ گیا اور وہ اسقدر مغلوب ہوئے کہ اس سے چھٹکارا ناممکن معلوم ہونے لگا جب بطور خود کسی طرح اُس سے نجات نہ ہوسکی تو عین حالت یاس میں بذریعۂ عانیہ حضرت والا سے رجوع کیا حضرت والا نے تحریر فرمایا [illegible] معالجات میں وہ تو آپ کو معلوم ہی تھے سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اور کون دوسری تدبیر لکھی [illegible] کہ اللہ تعالیٰ کوئی نئی تدبیر قلب میں ڈالدیں گے جواب نہ لکھ [illegible] جب [illegible] تدبیر قلب میں وارد ہوئی ہو نکہ وہ آپ کو معلوم نہیں اسلئے لکھتا ہوں امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہوگی وہ یہ کہ جب ایسی کوتاہی ہو دو مہینہ تک شرابیں [illegible] کی اجازت نہیں اور ہر بار کی [illegible]

Marfat.com

شروع ہوگی مثلاً اگر ایک ہی دن میں تیرہ ایسی کوتاہی ہوگئی تو سال بھر تک خط وکتابت بند۔ غرض جب ایک کوتاہی کی میعاد سزا ختم ہولے گی اسکے بعد دوسری کوتاہی کی میعاد سزا شروع ہوگی اھ

بس اس ہدایت نامہ کا پہونچنا تھا کہ پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ اور نظر بد سے بچنے کا اسدرجہ اہتمام پیدا ہوگیا کہ وہ صاحب ابروؤں کے اوپر اسطرح ہاتھ رکھ کر چلتے کہ صرف زمین نظر آئے اور ہر وقت نگاہیں نیچی کئے رہتے اور اگر کبھی نظر اٹھانے کی ضرورت پڑتی تو صرف اتنی ہی آنکھیں کھولکر چلتے کہ پلکوں کے بیچ میں سے بس اتنا نظر آجائے کہ کوئی آرہا ہے۔ یہ پتہ نہ چل سکے کہ آنے والا مرد ہے یا عورت تاکہ نظر بد کی نوبت ہی نہ آنے پائے۔ چونکہ خط وکتابت کی ممانعت بوجہ خصوصیت تعلق نہایت ہی شاق تھی اسلئے یہ تہیہ کرلیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کبھی ایک مرتبہ بھی اس سزا کی نوبت نہ آنے دیجائیگی۔ اور یہی حضرت والا کو بھی تحریر کردیا۔ جسپر حضرت والا نے بہت اظہار مسرت فرمایا اور تحریر فرمایا کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ سے یہی توقع تھی کہ اب اس کوتاہی کے ارتکاب کی ایک بار بھی نوبت نہ آئیگی اھ

چنانچہ بفضلہ تعالیٰ و ببرکت تجویز حضرت والا پہلے جس امر کا ترک محال نظر آرہا تھا بعد کو اسکا ارتکاب محال نظر آنے لگا اور اتنے بُرے اور بڑے مرض کا ایسا آسانی کے ساتھ استیصال کلی ہوگیا۔ حضرت والا نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ حد سے زیادہ اہتمام کی حاجت نہیں بس قصداً نظر نہ کرنا کافی ہے اھ

ایک طالب اصلاح نے جو کسی فعل شنیع میں مبتلا تھے اور جن پر تنبیہ کی گئی تھی حضرت والا کے طرز تربیت بطریق سیاست کے نافع ہونے کو بہت بے ساختہ اور پرلطف عنوان سے ظاہر کیا تھا۔ لکھا تھا کہ اب دل میں اس فعل کے کرنے کا خیال بھی نہیں گذرتا اور امید قوی ہے کہ آیندہ بھی "ببرکت جوتۂ حضرت والا" یہ فعل موذی کبھی صادر نہ ہوگا۔ اھ

اس قسم کے صدہا واقعات ومشاہدات ہیں اور اس نوع کی تصدیقات کے خطوط حضرت والا کی خدمت میں بکثرت آتے رہتے ہیں جن کے مضامین کو حضرت والا بلا اظہار نام حاضرین مجلس کو بھی سناتے رہتے ہیں اور ان خطوط سے اپنے طرز تربیت بطریق سیاست کی نافعیت پر استدلال فرماتے رہتے ہیں اور معترضین کے منہ بند کرتے رہتے ہیں۔

ان سب حالات وواقعات سے باصطلاح طالب مذکور حضرت والا کے جوتے کی برکات بخوبی ظاہر ہیں جسکو روشن دماغ کہنا زیبا ہے کیونکہ اسکی بدولت آن کی آن میں سر سے خناس نکلکر دماغ فوراً روشن ہوجاتا ہے اور سب شیطانی خیالات کافور ہوجاتے ہیں۔

حضرت والا کا یہ وصف بھی مثل دیگر اوصاف فاروقی کے حضرت والا کے جد اعلیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

ہی سیر مورث ہے جن کی آہٹ سے بھی شیطان بھاگتا تھا جیسا کہ منقولۂ ذیل ارشادات حضور سرور کائنات علیہ الوف الصلوات والتحیات میں مصرح ہے۔

نمبر۱۔ عن انس رضؓ الشیطان یفر من حس عمر رضؓ (کنز العمال بحوالۂ دیلمی)

نمبر۲۔ عن عائیشۃ رضؓ اِنّ الشیطانَ یفر من عمر ابن الخطاب رضؓ (کنز العمال بحوالۂ تاریخ حاکم)

نمبر۳۔ انی لانظر الی شیاطینِ الجنّ والانسِ قد فروا من عمر رضؓ۔ (مشکوٰۃ باب مناقب عمر رضؓ)

نمبر۴۔ ان الشیطان لیخاف منك یا عمر رضؓ (ایضًا)

نمبر۵۔ یاابن الخطاب والذی نفسی بیدہٖ مالقیك الشیطان سالکًا فجا قطّ الاسلك فجا غیر فجك۔ (ایضًا)

لیکن ظاہر ہے کہ بفحوائے عربی مثل الحق مرٌّ اور بمصداق اردو مثل سچی بات سعد اللہ کہیں سب کے من سے اترے رہیں۔ ایسا حق گو مصلح باوجود جامع جمیع اسباب محبوبیت ہونے کے بھی سب کا بھلا بنا نہیں رہ سکتا اور ایسے مصلحین امت کی یہی سنت قدیمہ ہے چنانچہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے باوثوق متہ لائم علماء اور مشائخ سبھی کی غلطیاں ظاہر فرمائیں خصوص کتاب الغرور میں جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن پر کفر تک کے فتوے لگائے گئے اور انکی کتاب احیاء العلوم کو جلایا گیا۔ گو وضوح حق کے بعد اس بے ادبی کا یہ تدارک کیا گیا کہ جس کتاب کو جلایا گیا تھا اُسی کو پھر آب زر سے لکھوایا گیا اھ

اس واقعہ کو نقل فرما کر حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ابھی تو سوء ہے کہ المعاصرۃ اصل المنافرۃ لوگوں کو میرے اس طرز تربیت سے وحشت ہے اور اسپر اعتراض ہے لیکن انشاء اللہ تعالیٰ بعد کو اسکی قدر کریں گے اور سند میں پیش کیا کریں گے میں نے اپنے اوپر بدنامی لیکر اوروں کے لئے راستہ صاف کر دیا ہے۔ اھ

صفت سیاست کے اس خاصہ مذکورہ کی تائید بھی ایک حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت عمرؓ ہی کے متعلق ہے اسکو بھی اس جگہ مع ترجمہ و شرح حضرت والا کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے

عن علی رضؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ عمر رضؓ یقول الحق وان کان مرا ترکہ الحق ومالہ من صدیق۔ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ باب مناقب العشرۃ رضؓ)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے عمر رضؓ پر وہ حق بات کہہ دیتے ہیں اگرچہ کسی کو تلخ لگے یا کیسا ہی نا گوار معلوم ہو (یعنی ان میں یہ صفت ایک خاص درجہ میں غالب ہے اس درجہ کی

حق گوئی نے انکی یہ حالت کردی کہ انکا کوئی (اس درجہ کا) دوست نہیں رہا (جیسا تسامح و رعایت کی حالت میں ہوتا) ف ترجمہ کے درمیان درمیان توضیحات سے تین شبہے رفع ہوگئے ایک یہ کہ کیا دوسرے حضرات صحابہ رضؓ میں یہ صفت حق گوئی کی نہ تھی دوسرا شبہہ یہ کہ کیا حضرت عمر رضؓ کا کوئی دوست نہ تھا تیسرا شبہہ یہ کہ کیا اس مجمع خیر میں بھی حق بات سے تلخ سمجھنے والے موجود تھے اول کا جواب یہ ہے کہ اصل صفت سب صحابہ میں مشترک تھی لیکن یہ اختصاص غلبہ کے ایک خاص درجہ کے اعتبار سے ہے اور یہی توجیہہ ہے خاص خاص حضرات کے لئے خاص خاص فضائل کا حکم فرمانے کی اور اُس غلبہ کا مصداق یہ ہے کہ حق کے درجات متفاوت ہوتے ہیں۔ ایک درجہ یہ ہے کہ اسکا اظہار واجب ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ اولیٰ یا مباح ہوتا ہے سو پہلا درجہ تو سب صحابہ میں بلکہ سب اہل حق میں مشترک ہے اور دوسرے درجہ کے اعتبار سے بزرگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں بعض مروت یا تسامح کو مصلحت پر ترجیح دیکر سکوت فرماتے ہیں۔ بعض مصلحت کو مروت پر ترجیح دیکر کہہ ڈالتے ہیں پہلا درجہ غلبہ کا ہے دوسرا درجہ نفس اتصاف کا۔ دوسرے کا جواب یہ ہے کہ دوستی کے ایک خاص درجہ کی نفی مقصود ہے یعنی اگر حضرت عمر رضؓ مروت کو مصلحت پر غالب رکھکر طرح دیجاتے اُس حالت میں ان کے جیسے دوست ہوتے ویسے اب نہیں رہے تیسرے کا جواب یہ ہے کہ طبعی تلخی وناگواری اور اُسکے مقتضا پر عمل نہونا یہ خیریت کے منافی نہیں۔ باقی ایسے لوگ بھی ہر زمانہ میں ہوتے ہیں جنکو عقلی تلخی بھی ہوتی ہے اگرچہ اُسوقت ایسے اقل قلیل تھے۔ میری ضمنی توضیحات میں ان سب کی طرف قریب بصراحت اشارات ہیں۔ انتہی بلفظہ الشریف۔

حضرت والا کے طرز سیاست کی ایک اور لطیف تائید یاد آئی جو شفقی مولوی حمید حسن صاحب دیوبندی مدرس مدرسہ سعیدیہ جلال آباد نے ایک نادان معترض کے اس اعتراض کے جواب میں پیش کی تھی کہ خاکم بدہن خدانخواستہ حضرت والا میں اخلاق محمدی (علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) نہیں ہیں۔ مولوی صاحب ممدوح نے کیا خوب بات فرمائی کہ جناب آپ کو اخلاق محمدی (علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی فہرست بھی معلوم ہے یا آپ صرف خاص خاص اخلاق ہی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سمجھتے ہیں کوئی حدیث کی کتاب تو ذرا اُٹھاکر دیکھئے اُسمیں جہاں اور ابواب ہیں وہاں کتاب الحدود۔ کتاب القصاص کتاب التعزیرات بھی تو ہیں یہ بھی تو سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اخلاق ہیں۔ ضرورت کے مواقع پر سیاست کا استعمال اور جرائم کے ارتکاب پر سزاؤں کی تنفیذ یہ بھی تو اخلاق محمدی ہی میں داخل ہے (صلی اللہ علیہ ما بینہما)

ان سب تقریرات مذکورہ بالا سے ناظرین تائکین نے اچھی طرح معلوم فرمالیا ہوگا کہ حضرت والا کا طریق اصلاح

Marfat.com

بالکل فطرت سلیمہ اور سلف صالحین کی سنت قدیمہ کے موافق اور قرآن و حدیث کے مطابق ہے جسکی صریح صریح تائیدات اوپر بتفصیل گذر چکیں لیکن پھر بھی حضرت والا نے ہمیشہ اپنے نفس کے ساتھ سوء ظن ہی رکھا اور گو مواقع ضرورت و مصلحت میں سیاست کا استعمال فرماتے رہے لیکن ہر واقعہ کے بعد بار بار اظہار افسوس و ندامت بھی حالاً و قالاً و عملاً فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ بعض مرتبہ تو اسی رنج و افسوس میں رات رات بھر نیند نہیں آئی۔ اور بعض مواقع پر احقر نے حضرت والا کو معافی مانگتے ہوئے اور بعض صورتوں میں مالی تدارک فرماتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ اور یہ تو ہمیشہ دیکھا بلکہ اسکا خود بھی ذاتی تجربہ کیا کہ حضرت والا کی خفگی مفتاح عنایات و توجہات و دعوات خاصہ زائدہ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ خود مورد عتاب بھی حضرت والا کے بعد کے برتاؤ اور اپنی باطنی ترقیات و تاثرات سے بیّن طور پر محسوس کرنے لگتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ حضرت والا کا عتاب بھی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ الوف الصلوات والتحیات کی اس دعا کا مصداق ہو جاتا ہے اللّٰھمّ انی اتخذ عندک عھداً لن تخلفنیہ فانما انا بشر فایما مومن آذیتہ او شتمتہ او جلدتہ او لعنتہ فاجعلھا لہ صلوٰۃً و زکوٰۃ و قربۃً تقربہ بھا الیک۔ اس موقع پر احقر کو اپنا ایک شعر یاد آتا ہے ؎

منبع صد کرم ترا لطف بھرا عتاب تھا	سارے تعلقات کا وہی تو فتح باب تھا

حضرت والا نے اپنے طرز تربیت کے متعلق بارہا فرمایا کہ یہ طرز میری طبیعت کے بالکل خلاف ہے اور مجھے بعد کو بڑی کلفت اور ندامت بھی ہوتی ہے اور رہ رہ کر سوچا کرتا ہوں کہ بجائے اسطرح کہنے کے اسطرح بھی کہہ سکتا تھا بجائے یوں سمجھانے کے یوں بھی سمجھا سکتا تھا بجائے اس تجویز کے یہ تجویز بھی کر سکتا تھا۔ لیکن عین وقت پر مصلحت اصلاح کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ اور کوئی مصلحت پیش نظر رہتی ہی نہیں اور یہ جبھی تک ہے جب تک میں نے اپنے ذمہ اصلاح کی خدمت سمجھ رکھی ہے اور اگر کبھی اس سے قطع نظر کر لی تو پھر میں انشاء اللہ تعالیٰ خوش اخلاق بھی بنکر دکھلا دونگا۔ میرا اصلی مذاق تو یہی ہے کہ کسی سے کچھ تعرض ہی نہ کروں اور اپنے آپ کو سب سے یکسو رکھوں بقول احمد جام رح ؎

احمد تو عاشقی بمشیخت ترا چہ کار	دیوانہ باش سلسلہ شد شد نشد نشد

اور بقول عارف شیرازی رح ؎

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار	کار ملک [illegible] بایدش

اسی سوء ظن بنفسہ کی وجہ سے حضرت والا نے معترضین کے مقابلہ میں بھی کبھی رد کی کوشش نہیں فرمائی بلکہ انکے اعتراضوں پر بھی بالخصوص جہاں ظن نیک نیتی کا تھا اس نیت سے نظر فرمائی کہ

اگر ان اعتراضات میں کوئی امر واقعی قابل قبول ہو تو اسکو قبول کرکے اسپر عمل کیا جائے۔

چنانچہ حضرت والا اسی لحاظ سے وقتاً فوقتاً اپنے طریق اصلاح پر نظرِ ثانی بھی فرماتے رہے ہیں جیسا کہ رسالہ "التبدیل من التشقیل الی التعدیل" سے واضح ہے جسکو حضرت والا نے ایک ناصح نادان کے معترضانہ خط سے متاثر ہوکر حال ہی میں تصنیف فرمایا ہے اور جسمیں اس ترمیم کی تفصیل ہے جو حضرت والا نے اپنے طرزِ تربیت اور طریقِ اصلاح میں بلحاظ ناگواری طبائع تجویز فرمائی ہے اور جسکا ایک بہت مختصر مگر جامع مانع خلاصہ حضرت والا نے ایک دفتی پر خوشخط لکھوا کر اپنے سامنے رکھ لیا ہے تاکہ وہ پیش نظر رہے اور وقت پر ذہول نہ ہونے پائے اور اپنے تجویز کردہ دستور العمل پر عملدرآمد آسان ہو۔ اس سے اندازہ فرمالیا جائے کہ حضرت والا کو قوانین ضروریہ پر عمل کرنے کا خود بھی کسقدر اہتمام ہے۔ رسالہ مذکورہ کو مع ضمیمہ کے اور ناصح صاحب کے بعد کے توبہ نامہ کو مع حضرت والا کے جواب باصواب ولاجواب کے انشاء اللہ تعالیٰ حسن العزیز سے قریب ہی کی سطروں میں اپنے موقع پر نقل کیا جائیگا۔

پہلے تو معترض صاحب نے جوشِ انتقام میں مغلوب النفس ہوکر جو جی چاہا لکھ مارا اور ساتھ ہی اپنی نفسانیت پر پردہ ڈالنے کی غرض سے خط میں اپنی خیر خواہی و محبت و خلوص نیت کا یقین دلا دیا لیکن پھر جلد ہی حضرت والا کی کتاب التکشف کے مطالعہ کی برکت سے منجانب اللہ انکی خود بخود آنکھیں کھلیں اور ایسے ہوش درست ہوئے کہ انھوں نے فوراً حضرت والا کی خدمت میں ایک توبہ نامہ ارسال کیا جو قریب ہی کی سطروں میں بالفاظہ نقل کیا جائے گا جسمیں انھوں نے صاف اور صریح لفظوں میں اپنے ان مفصلۂ ذیل رذائل اور تاثرات کا اظہار و اقرار کیا ہے۔ اپنی بدبختی، روسیاہی۔ گستاخی۔ بیباکی۔ جراءت لو نمک حرامی۔ اپنا تشدد۔ عناد۔ حرمان اور خسران دارین۔ اپنا مستحق زجر ہونا اور حضرت والا کا حق بجانب ہونا اپنا خواہ مخواہ کا مصلح بننا اور اپنے اس جرم کا ناقابل تلافی ہونا۔ پھر آخر میں اپنی ندامت و شرمساری کا اظہار اور عفو کی درخواست۔

اور ایک انھیں صاحب نے کیا بہت سے معترضین نے اسی طرح اپنے اعتراضات سے بعد کو رجوع کیا ہے اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے جس سے الحق یعلو ولا یعلیٰ کا ظہور ہوا ہے

ان معترضین میں سے بعض نے تو حقیقت سمجھکر رجوع کیا اور بعض جب اپنی گستاخی اور بداعتقادی کی پاداش میں بمصداق ع باشیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش۔ منجانب اللہ مبتلائے آلام و مصائب ہوئے اور انکے قلب سے قرار و سکون ذوق و شوق انشراح و انبساط سارے آثار جمعیت غائب ہوگئے اور اسطرح وہ ظاہری و باطنی دونوں لحاظ سے بمصداق ارشاد مولانا رومی رح

گرچہ ابنی زحق ایں خواجہ را	گم کنی ہم تن و ہم دیباجہ را

خاسر و خائب ہوئے تب مجبور ہو کر نادم و تائب ہوئے۔

ہر چند حضرت والا نے بغایت تواضع اپنے کو اس درجہ کا نہ سمجھ کر اور اس بنا پر بھی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کوئی عادت مستمرہ تو ہے نہیں ہمیشہ ایسی صورتوں میں اپنے ستانے والوں کے ابتلا کو اتفاق ہی پر محمول فرمایا اور انکے اس گمان کی کہ حضرت والا کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے ان پر مصیبت آئی تغلیط ہی فرمائی۔ لیکن بفحوائے حدیث من عادیٰ لِی ولیًا فقد آذنتہٗ للحرب اور بفحوائے ارشاد عارفین ؎

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات	با دُرد کشاں ہر کہ در اُفتاد برافتاد
ہیچ قومے را خدا رُسوا نہ کرد	تا دلِ صاحب دلے نامد بدرد

اہل اللہ کے دل دُکھانے اور اُن کو ستانے والوں کا اکثر یہی انجام ہوتا ہے کہ وہ مبتلائے آلام و مصائب ظاہری و باطنی کر دیئے جاتے ہیں جبکا بعض اوقات خود ان کو بھی احساس ہونے لگتا ہے اور پھر ان میں سے بعض متنبہ ہو کر تائب بھی ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص تعلق ارادت قائم کر لینے کے بعد پھر گستاخی اور بے ادبی کرنا تو خاص طور سے زیادہ موجب وبال ہوتا ہے۔ چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس تعلق میں بعض اعتبارات سے معصیت اتنی مضر نہیں ہوتی جتنی بے ادبی مضر ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ معصیت کا تعلق تو اللہ تعالیٰ سے ہے اور چونکہ وہ تاثر و انفعال سے پاک ہیں اسلئے توبہ سے فوراً معافی ہو جاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ویسا کا ویسا ہی تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ بخلاف اسکے بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے اور وہ چونکہ بشر ہے اسلئے طالب کی بے ادبی سے اُسکے قلب میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے جو مانع ہو جاتی ہے تعدیہ فیض سے اھ

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے اسکی خوب مثال دی تھی۔ فرمایا کہ اگر کسی چھت کی میزاب کے مخرج میں مٹی ٹھونس دی جائے تو جب آسمان سے پانی برسے گا تو گو وہ چھت پر تو نہایت صاف و شفاف حالت میں آئے گا لیکن جب میزاب میں ہو کر نیچے پہونچے گا تو بالکل گدلا اور میلا ہو کر اسی طرح شیخ کے قلب پر جو ملاء اعلیٰ سے فیوض و انوار نازل ہوتے رہتے ہیں انکا تعدیہ ایسے طالب کے قلب پر جسنے شیخ کے قلب کو مکدر کر رکھا ہے مکدر صورت ہی میں ہوتا ہے جس سے اس طالب کا قلب منور و مصفا ہونے کے تیرہ و مکدر ہوتا چلا جاتا ہے اھ

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے شیخ کے قلب کو مکدر کرنے اور مکدر رکھنے کا وبال یہ وبال ہوتا ہے کہ اسکو دنیا میں جمعیت قلب کبھی میسر نہیں ہوتی اور وہ عمر بھر پریشان ہی رہتا ہے لیکن چونکہ یہ

ضروری نہیں کہ ہر نقل موجب تکدر شیخ معصیت ہی ہو اسلئے ایسی صورت میں اس فعل سے براہ راست تو کوئی دینی ضرر نہیں پہونچتا لیکن وہ بواسطہ اکثر سبب ہو ہی جاتا ہے دینی ضرر کا بھی جسکی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ اول شیخ کے قلب کا تکدر سبب ہوتا ہے طالب کے انشراح قلبی کے زوال کا اور پھر یہ عدم انشراح اکثر سبب ہو جاتا ہے کوتاہی اعمال کا اور پھر یہ کوتاہی اعمال سبب ہو جاتی ہے دینی ضرر اور اخروی وبال کا۔ گو عدم انشراح کی حالت میں بھی اگر وہ اپنے اختیار اور ہمت سے برابر کام لیتا رہے اور اعمال صالحہ کو بہ تکلف جاری رکھے تو پھر کوئی بھی دینی ضرر نہ پہونچے لیکن اکثر یہی ہوتا ہے کہ انشراح کے فوت ہو جانے سے اعمال میں بھی کوتاہیاں ہونے لگتی ہیں۔ اور اسطرح بواسطہ دینی ضرر کا بھی اکثر تحقق ہو ہی جاتا ہے کیونکہ جو داعیہ عادیہ تھا یعنی انشراح وہ تو جاتا رہا اور بلا داعیہ اکثر کو عمل بہت دشوار ہوتا ہے۔ اھ

اسی سلسلہ میں حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ گو میں خود کوئی چیز نہیں لیکن جب کسی نے کسی شخص کو اپنا معتقد فیہ بنا لیا اور پھر بلا وجہ اسکے ساتھ خلاف اعتقاد معاملہ کر کے اسکو مکدر کر دیا تو اس صورت میں بھی ویسی ہی مضرتیں پہونچیں گیں جیسی کاملین ومقبولین کو مکدر کرنے سے پہونچتی ہیں۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ یہ حضرت والا کی غایت تواضع ہے ورنہ آج حضرت والا کا مرکز رشد و ہدایت اور سرگروہ مشائخ وقت اور اشرف کاملین ومقبولین زمانہ ہونا روز روشن کی طرح ظاہر د باہر ہے کیونکہ اس زمانہ میں اور کسی سے ایسا عام اور تام بلکہ اسکے لگ بھگ بھی فیض دینی ظاہری و باطنی مخلوق خدا کو نہیں پہونچ رہا جو ایک امر مشاہد اور ایک صریح اور ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اور کیوں نہو حسب ارشاد محققین (جسکی تصدیق مشاہدہ سے بھی ہوتی ہے) یہ عادت الٰہیہ قدیمہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ایسا امام دنیا میں ضرور موجود رکھا جاتا ہے جس سے امتیاز حق و باطل ہوتا رہے اور چونکہ وہ بمصلحت ہدایت عباد مؤید من اللہ ہوتا ہے اسلئے اسکے منہ سے ہمیشہ حق بات ہی نکلتی ہے۔ نیز وہ ایسی مخصوص مقبولیت و محبوبیت عند اللہ سے مشرف فرمایا جاتا ہے کہ اہل عصر میں سے جو شخص اسکا معتقد نہیں ہوتا وہ گو عاصی تو نہیں ہوتا مگر برکات خاصہ سے محروم رہتا ہے۔

چونکہ اس زمانہ میں ظاہرًا سوائے حضرت والا سلمہم اللہ تعالیٰ کے اور کوئی بزرگ اس شان کا نہ دیکھا گیا نہ سنا گیا لہٰذا بگمان غالب قریب بہ یقین حضرت والا ہی اس مذکورہ بالا سنت الٰہیہ قدیمہ کے فی زمانہ مصداق معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم باسرارہ واسرار اولیائہٖ۔

مذکورہ بالا ضمنی بیانات کے بعد اب حسب وعدہ حضرت والا کے رسالہ "التبدیل من التثقیل الی التعدیل" کو مع ضمیمہ کے اور معترض صاحب کے بعد کے توبہ نامہ کو مع حضرت والا کے جواب باصواب

مکتوبات حسن العزیز سے اصل الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے اور صاحبان ذوق تو اس تبدیل پر بصد حسرت یہ شعر پڑھیں گے ؎

بچہ امید تواں زیستن اکنوں احسن	فکر بیداد ہم از خاطر جاناں برخاست

رسالۂ التبدیل من التثقیل الی التعدیل

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۵۴ھ کو ایک مقام سے ایک خط آیا جسمیں دل کھولکر میرے طریق اصلاح و تربیت پر مجکو سب وشتم کیا گیا اور طریق مروج کے اتباع کی فرمایش کیگئی ہرچند کہ اسکے قبل بھی ایسے خطوط متعدد بار آچکے ہیں مگر اس میں خیرخواہی کا دعویٰ نہیں کیا گیا تھا اسلئے ان کے معاندانہ لہجہ پر غلبۂ نظر کے سبب زیادہ قابل التفات نہیں سمجھا گیا۔ گو کسیقدر ان سے بھی متاثر ہوکر طرز عمل میں تغیر کیا گیا۔ نیز اپنی حالت پر ہمیشہ نظر تنقیدی کی عادت کو بھی اس تغیر میں خاص دخل ہے چنانچہ حسن العزیز کے حصہ ملفوظات میں دورجدید کی سرخی کا مضمون جو کہ غرہ رمضان ۱۳۴۴ھ کا لکھا ہوا ہے اور ضمیمہ تتمۂ خامسہ میں طورجدید کی سرخی کا مضمون جو کہ الامداد بابتہ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ میں شایع ہوا ہے اس دعویٰ پر کافی دلیل ہے مگر اس اخیر خط میں باوجودیکہ وہ اپنے کاتب کے اصول و فروع طریق سے محض بیخبر ہونے پر قطعی شہادت دے رہا ہے لیکن اسمیں خیرخواہی ومحبت وخلوص نیت کا یقین بھی دلایا گیا ہے، جسکی تکذیب کا مجکو کوئی حق نہیں اسلئے اسکی ناواقفی پر نظر نہ کرکے اور اسکے دشنامی لہجہ کو حافظ رحؒ کے اس مصرعہ (ع بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی) کے تحت میں داخل کرکے اور اسی کے ساتھ اپنے نفس کو بھی غوائل سے بری نہ پاکر خاص طور سے اسمیں نظر کی گئی اور نظر کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ میرے طرز موجود کی مثال اس علاج کی سی ہے جسمیں معالج صحت کے درجہ کاملہ کی تحصیل کے لئے اسباب مرض کے استیصال کا اہتمام کرتا ہے اور اسلئے ادویہ کی تلخی اور مریض کی ناگواری کی پروا نہ کرکے کامل النفع دوا تجویز کرتا ہے اور پرہیز میں بھی خفیف سے خفیف مضار سے بچانے کی سعی کرتا ہے۔ اور مریض کی ادنیٰ کوتاہی اور بے پروائی پر اپنی ناراضی ظاہر کرتا ہے اور اگر لطف۔ فیہ نہیں ہوتا تو غنف کا ہے۔ اور کاتب خط کی مثال اس علاج کی سی ہے جسمیں معالج مریض کی ... دوا وہ تجویز کرے جسکو مریض خوشی سے گوارا کرلے اگرچہ مرض کا استیصال ... کمی ہوجائے اگرچہ بعد چندے وہ پھر زور پکڑے یا اگر صحت بھی کبھی ہوگئی تھی لیکن استیصال نہ ہوا تھا اسلئے بعد چندے پھر عود کر آوے۔ اسی ... زیادہ تسامح کرے کہ مہلک اشیا سے تو روک ٹوک

Marfat.com

کرتا رہے لیکن مرض و مضعف اشیاء کی اجازت دیدے۔
یہ تو فرق کی تحقیق تھی طرز موجود اور اس کا تب ناصح کی تجویز میں۔ باقی ان دونوں کے نتیجہ میں جو فرق ہے وہ خود فرق مذکور سے ظاہر ہے کہ ایک میں نفع تام ہے گو مریضوں کی ناقدری و بے خبری سے عام نہ ہو اور دوسری تجویز میں نفع تام نہیں گو کم ہمت اور نادان مریضوں کے ہجوم سے صورۃً نفع عام متوہم ہو۔ پھر ان دونوں فرقوں کے بعد اسمیں غور کیا گیا کہ اب تک تو طرز اول ہی کو اسلئے راجح سمجھ کر اختیار کیا جا رہا تھا کہ یہ طرز جس طرح اپنی غایت کے اعتبار سے راجح ہے اسی طرح اصول طریق کی موافقت کے سبب بھی راجح ہے۔ چنانچہ ائمہ طریق کے واقعات معالجات سے تو (جو کتب فن میں ہزاروں کی تعداد میں منقول ہیں) صراحتہً بلا تامل اور کتاب وسنّت سے بعض میں قدرے تامل کے ساتھ اور اکثر میں بلا تامل یہ موافقت ثابت ہے جو جا بجا میری تقریرات و تحریرات میں متفرقاً اور مسائل السلوک و تکشف و تشرفہ میں مجتمعاً مذکور ہے۔
بہرحال اسی رجحان علمی و عملی کی بنا پر اب تک یہ معمول تھا لیکن پھر بھی احتیاطاً اس خط کی بنا پر ایک دوسرے پہلو پر بھی نظر کیگئی وہ یہ کہ جن مریضوں کے نفع کیلئے یہ در دسر اختیار کیا جا رہا ہے جب وہی اسکو ثقیل سمجھتے ہیں تو ایسی حالت میں طبیب کا یہ اہتمام بلیغ بالکل انلزمکموھا وانتم لھا کارھون اور مدعی سست گواہ چست کا مصداق ہے۔ جو کہ غیر ضروری ہے تو جانبین کی سہولت کے لئے عملاً اس قدر پر اکتفا مناسب ہے جسکو مریض گوارا کر سکے اور جسقدر اسمیں نقص ہے تعلیماً اسپر تنبیہ کر دیجائے تاکہ ایک درجہ تک اسمیں تلبیس و خیانت سے بھی صیانت رہے عادتِ عامہ کی بھی رعایت ہو جاوے آگے اپنے نفع نقصان کو وہ خود دیکھ لے۔ اس صورت میں اس طرز تربیت کی شان تبلیغ عام کی سی رہ جاویگی جسمیں مبلّغ کے متعلق ارشاد ہے۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ۔ جیسا طرز سابق کی شان تادیب خاص کی سی تھی جسکے متعلق ارشاد ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ الحدیث۔ اور چونکہ عدم التزام کی حالت میں جسکی علامت گرانی ہے احقر کو طالبین کے ساتھ راعی و رعیت کا سا تعلق نہیں اسلئے مجکو یہ دوسرا طرز اختیار کرنا بھی جائز ہے اور چونکہ اسوقت طالبین کا غالب مذاق یہی ہے اسلئے اب اس جائز کو اختیار کرلینے کا ارادہ کر لیا ہے۔ لوگ کڑوی دواؤں سے بچیں گے۔ میں مشقت اور شفقت کے صلہ میں گالیوں سے بچونگا۔ اگر کسی کو نفع کامل حاصل کرنا مطلوب ہوگا اسکے لئے اس نفع ناقص کے ساتھ میری کتابوں کا انضمام انشاءاللہ تعالیٰ کافی ہو جاویگا۔ میں بلا ضرورت کیوں غم میں پڑ

بقول مشہور قاضی جی تم کیوں دُبلے کہنے لگے شہر کے اندیشہ سے۔
باقی اس طرز جدید کی جزئیات وخصوصیات کا انضباط جامع مانع عبارت میں متعسر ومتعذر ہے البتہ اجمالی اشارہ ان عنوانات سے ہو سکتا ہے۔ تحمل۔ تاثل۔ تجمل تعمل تحلی تمہل تسہل یہ تحریر اسی تبدیل کی اطلاع کے لئے ناظرین کے سامنے لائی گئی ہے۔ اور دو اعتبار سے اسکے دو لقب ہو سکتے ہیں۔ ایک اعتبار تو یہ ہے کہ میرے نزدیک طرز سابق تعدیل تھا اب اُس سے تنزل کر کے زیادہ تخفیف وتسہیل کی گئی۔ اس اعتبار سے تو اسکا لقب "التنزیل من التعدیل الی التسهیل" ہے اور ایک اعتبار یہ ہے کہ معترضین کے نزدیک وہ طرز سابق تشدد اور تثقیل تھا اور دوسرا طرز تعدیل ہے اس اعتبار سے اسکا لقب التبدیل من التثقیل الی التعدیل ہے اور چونکہ اس تبدیل میں مذاق عامہ کی رعایت کی گئی ہے اسلئے تسمیہ میں بھی اُسی کی رعایت سے دوسرے لقب کو تجویز کرتا ہوں چنانچہ سرنامہ پر آپ کو یہی ملیگا۔ واللہ هو الهادی فی المقاصد والمبادی۔

اور ہر چند میں یہ بھی جانتا ہوں کہ بعض معترضین یا نادان محبین اسپر بھی قناعت نہ کریں گے اس سے بھی تنزل کی رائے دیں گے۔ مگر میں اس سے اسلئے معذور ہوں کہ میرے نزدیک اس سے تنزل تربیت ہی کا کوئی درجہ نہیں بلکہ صاف ترک تربیت ہے۔ البتہ اگر کسی وقت حالات خاصہ مقتضیۂ ترک تربیت رونما ہونگے جیسے خدا کرے فاعلین تربیت کا وجدان یا خدا نہ کرے قابلین تربیت کا نقدان اُسوقت اس ترک کو بھی جائز سمجھ کر اختیار کرلونگا اور یہ ترک عام ہے۔ باقی ترک خاص وہ عدم مناسبت کی صورت میں اب بھی کسی خاص شخص کے لئے تجویز کیا جاسکتا ہے۔
فی الاول للآیۃ ولتکُن منکم اُمّۃٌ یدعُونَ الی الخیرِ الخ۔ وفی الثانی للحدیث اذا رأیت شحًا مطاعًا وھوی متبعا ودنیا موثرۃ واعجاب کل ذی رای برأیہ فعلیک بخاصۃ نفسک ودع امر العامۃ۔

ولیکن ھذا اٰخر الکلام واللہ المستعان۔ وعلیہ التکلان فی کل مرام۔
ثالث جمادی الاول ۱۳۵۲ھ

ضمیمہ عملیہ

اس تبدیل کی حقیقت تو مشاہدہ پر موقوف ہے مگر رفع انتظار غائبین کے لئے مختصر تفتیح احوال ماضی وحال کے تقابل کے طور پر بطور نمونہ کے پیش کیا جاتی ہے۔

ماضی	حال
۱۔ اس احتمال سے کہ متوسط نقل مضمون میں تغیر وتبدل نہ کردے (گو بلا قصد ہی ہو) صاحب معاملہ سے خود خطاب کیا جاتا تھا جس سے بعض اوقات مخاطب مغلوب ہو جاتا تھا۔	۱۔ کسی متوسط کے ذریعہ سے اسکی غلطی پر تنبیہ کیا جاتا ہے اور حتی الامکان واسطۂ خطاب ایسے شخص کو تجویز کیا جاتا ہے جسمیں احتمال تغیر مضمون کا نہو۔
۲۔ غلطی کے وجوہ خود بیان کئے جاتے تھے جو بصورت دعاوی ہوتے تھے اگرچہ بدلیل بیان کئے جاتے تھے مگر طبعًا دعویٰ کا اثر اباء عن القبول ہوتا ہے۔	۲۔ مقصود کے مبادی ومقدمات بدیہیہ مخاطب سے قبول کراکے مقصود کو خود مخاطب سے تسلیم کرالیا جاتا ہے جسکا حاصل اقرار ہے طبعًا اسکا اثر قبول ہوتا ہے۔
۳۔ خطاب بلا واسطہ میں جب مخاطب بے اصول جواب دے تغیر میں زیادت ہو کر لہجہ تیز ہو جاتا تھا کم فہم مخاطب اسکو ناراضی سمجھ کر رنجیدہ ہو جاتا تھا۔	۳۔ اب توسط میں اسکی نوبت ہی نہیں آسکتی اسلئے بجائے رنجیدہ ہونے کے شرمندہ ہوتا ہے۔
۴۔ مکالمت کے ختم پر فیصلہ تجویز کرکے اس کو اطلاع کردی جاتی تھی جس کی صورت حکومت جیسی ہوتی تھی جو بعض اوقات اسکو ناگوار ہوتا تھا۔	۴۔ اب غلطی تسلیم کراکر خود اس سے فیصلہ تجویز کرایا جاتا ہے اگر اسکا فیصلہ ناکافی ہوتا ہے اسکا غلط ہونا ظاہر کرکے دوسرے فیصلہ کیلئے کہا جاتا ہے اور اخیر فیصلہ کے بعد اکثر اپنی طرف سے اُسمیں تخفیف کردی جاتی ہے جسکو وہ غنیمت سمجھتا ہے اور خوشی سے قبول کرتا ہے۔
۵۔ چونکہ طبعًا بھی اور بضرورت ہجوم مشاغل بھی اور مخاطب کو کلفت انتظار سے بچانے کے لئے بھی فیصلہ فورًا نافذ کردیا جاتا تھا	۵۔ نظر ثانی کی مصلحت کو مصالح مذکورہ پر ترجیح دیکر نفاذ میں کسی قدر توقف کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

		اور اسکے بعد بعض اوقات اسمیں نظر ثانی کی گنجائش محسوس ہوتی تھی ۔

اور باوجود اسکے اب بھی اپنی رائے پر نہ وثوق ہے نہ اپنے طرز عمل ماضی یا حال پر ناز ہے بشریت ہے جسکے باب میں خُلِقَ الانسان ضَعِيفًا اور خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ارشاد ہے جسکا حاصل علم وعمل کا نقص ہے اسلئے ہر حال میں گو نیت یہی ہے کہ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ مگر پھر بھی اس نیت کے متعلق یہی التجا ہے وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ اور صیغۂ استغفار کے ساتھ یہ دعا ہے جو صالح علیہ السلام کے ارشاد سے ماخوذ ہے اَسْتَغْفِرُ رَبِّيْ ثُمَّ اَتُوْبُ اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ط

تنبیہ۔ یہ التزامات اکثری ہیں وللاکثر حکم الکل جسمیں کسی معارض قوی مصلحت سے یا ذہول سے استثنا ربھی ممکن الوقوع ہے۔ اسیطرح یہ سب مراتب توقع مناسبت تک ہیں ورنہ سنت خضریہ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ معمول بہا ہے ۔

نوٹ:۔ اسکے بعد ۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ کو ان ہی معترض صاحب کا تو بہ نامہ آیا جسکو مع جواب نقل کیا جاتا ہے ۔

نقل خط مکرم ومحترم حضرت مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ورضوانہ ۔ یکھ غصہ ہوا یہ بدبخت روسیاہ خدمت والا میں بے اجازت چلا گیا۔ آپ نے اس مستحق کو خوب سزا دی سو آپ حق بجانب تھے میں نے یہاں آکر مصلح بنکر آپ کو خط لکھا کہ اتنا غصہ اور ہتک نہ چاہیے رسول اللہ کا ایسا سلوک نہ تھا اور بہت بے باکانہ الفاظ لکھے ۔سو اب سن کر ام نے آپ کی تصنیف کشف سے متشددین اور معاندین کا بیان پڑھا ہے اور بہت نادم ہے اور شرمسار نحر دم ۔ میں نے خسران دارین لینے میں بڑی جرات کی ۔کیا آپ مجھے للہ گستاخی معاف فرماتے ہیں یا میرا جرم ناقابل تلافی ہے فقط خفتے

نقل جواب السلام علیکم ۔ اگر معافی کے یہ معنے ہیں کہ قیامت میں مواخذہ نہ کروں دنیا میں بددعا نہ کروں غیبت نہ کروں تو معاف ہے ۔چنانچہ میں نے کسی کو نام بھی نہیں بتلایا بلکہ بستی کا نام بھی نہیں بتلایا کہ کسی کے دل میں بغض نہ ہو جائے اور اگر یہ معنے ہیں ۔۔۔ یا خط وکتابت یا ملاقات کی اجازت ۔ دوں تو معاف نہیں ۔۔۔

۱۲ ۔ ج ۲ ۔ ۴۵ھ

قابلِ غور

یہاں ایک امر اور قابلِ غور عرض ہے کہ باوجود ناگواری کے جو معترض کے گستاخانہ لہجہ اور بیہودہ اعتراضات سے پیدا ہوئی تھی حضرت والا نے اتنی رعایت فرمائی کہ نہ معترض کا خط کسی کو سنایا۔ بلکہ اسی وقت اُسے چاک فرما دیا جیسا کہ حضرت والا کا معمول ہے اور نہ معترض کا نام اور پتہ کسی کو بتایا بلکہ اس درجہ اہتمام کے ساتھ چھپایا کہ ڈاک خانہ کی مُہر کو بھی قلمزد فرما دیا اور اس طرح کہ کوئی پڑھ نہ سکے۔ اور احقر نے صوبہ کا نام دریافت کیا تو وہ بھی نہ بتایا اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اُس صوبہ سے بھی کسی کو بغض نہ ہو اور وہاں کے رہنے والے محبین کو شرمندگی بھی نہ ہو۔

علاوہ بریں حضرت والا نے معترض کے توبہ نامہ کے جواب میں ایک مسئلہ دقیق کی تعلیم بھی فرمائی کہ معافی اور چیز ہے دل ملنا اور چیز ہے کیونکہ بشاشت قلب امر غیر اختیاری ہے جو بعض حالتوں میں فوت ہونے کے بعد پھر عمر بھر بھی پیدا نہیں ہوتی۔ چنانچہ حضرت والا اسکی تائید میں حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو نقل فرمایا کرتے ہیں جو اس باب میں نص صریح ہے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ حضور سے زیادہ کسکا قلب منور و مطہر اور وسیع و عالی ہو سکتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں بھی حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اُنکے اسلام لانے کے بعد بھی بشاشت پیدا نہ ہوئی تو ہم لوگ تو چیز ہی کیا ہیں حالانکہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کے جُرم کی معافی اسلام لانے کے بعد یقیناً ہو چکی تھی۔ کیونکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الاسلام یھدم ماکان قبلہ لیکن اُس جرم کی نوعیت ہی ایسی تھی کہ باوجود معافی ہو جانے کے بھی اُسکا اثر بشکل رنج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں موجود رہا کیونکہ قبل اسلام لانے کے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو نہایت بیدردی کے ساتھ غزوۂ اُحد میں شہید کیا تھا جسکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت وحشی رضی اللہ عنہ پر نظر پڑتے ہی استحضار ہو جاتا تھا اور اُنکی طرف سے قلب مُبارک میں انقباض پیدا ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے صاف فرما دیا کہ ھل تستطیع ان تغیب وجھک عنی اور وہ شام تشریف لے گئے اور پھر جیسی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی مُبارک تھی کبھی اپنا چہرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دکھایا۔ بمصداق ؎

اُرِیدُ وِصَالَہٗ وَ یُرِیدُ ھَجْرِی	فَاَتْرُکُ مَا اُرِیدُ لِمَا یُرِیدُ

جسکا ترجمہ حضرت حافظ رحمہ نے یوں فرمایا ہے ؎

Marfat.com

ترک کام خود گرفتم تا بر آید کام دوست	میل من سوئے وصال و قصد او سوئے فراق

اس واقعہ کو بخاری شریف جلد ثانی غزوۂ احد باب قتل حمزہؓ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ قال وحشی فی حدیث طویل حتیٰ قدمت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما رانی قال انت وحشی قلت نعم قال انت قتلت حمزۃ قلت قد کان من الامر ما بلغک قال فهل تستطیع ان تغیب وجهک عنی قال فخرجت الخ ف اس واقعہ کے چند ضروری اجزاء فتح الباری سے بھی نقل کئے جاتے ہیں۔ فی فتح الباری فی روایۃ ابن اسحق فلما فتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ هربت الی الطائف وایضاً فی روایۃ فلما خرج وفد الطائف لیسلموا تغمیت علی المذاهب فقلت الحق بالیمن او الشام او غیرها وفی روایۃ الطیالسی فاردت الهرب الی الشام فقال لی رجل ویحک واللہ ما یاتی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) احد بشهادۃ الحق الا خلی عنہ قال فانطلقت فما شعر بی الا وانا قائم علی راسہ اشهد بشهادۃ الحق وایضاً فی الفتح وعند یونس بن بکیر فی المغازی عند ابن اسحق قال فقیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم هذا وحشی فقال دعوہ فلرجل واحد للاسلام احب الی من قتل الف کافر وعند الطبرانی فقال یا وحشی اخرج فقاتل فی سبیل اللہ کما کنت تصد عن سبیل اللہ (ج ۷)

اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معافی کے لئے بشاشت لازم نہیں۔

تنبیہ

حضرت والا کے اس طریق اصلاح بطرز سیاست کے متعلق ایک ضروری تنبیہ بھی قابل عرض اور قابل غور ہے وہ یہ کہ اس طریق خاص کے اختیار کرنے کا ہر شخص ہرگز اہل نہیں لہٰذا عام مصلحین اسکے اختیار کرنے کی ہرگز جرأت نہ کریں ورنہ وہ کورانہ تقلید کر کے اپنا بھی اور طالبین اصلاح کا بھی ناس کرینگے۔ یہ تو صرف اُن خاص الخاص حضرات ہی کا منصب ہے جو نفسانیت سے بالکل نکل چکے ہیں اور جو حدود کی حفاظت پر پورے قادر ہیں محض تقلید سے اس منصب خاص کی اہلیت نہیں پیدا ہو سکتی۔

کورانہ تقلید کرنے والوں کے لئے تو حضرت شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ کا یہ ارشاد

گر صاحب دل اگر بخورد آں اہلیں باشد	تو صاحب نفسی اے غافل میان خاک خوں میخور

جسکی تفسیر میں حضرت مولانا رومی رحمہ ارشاد فرماتے ہیں ؎

گر خورد او زہر قاتل را عیاں	صاحب دل را ندارد آں زیاں

آنکہ صحت یافت از پرہیز رست	طالب مسکین میان تپ درست
در تو نمرودی ست در آتش مرو	رفت خواہی اول ابراہیم شو
چوں نہ ای سبّاح نے دریائی	در میفگن خویش از خود رائی
او ز قعر بحر گوہر آورد	از زیاں ہا سود بر سر آورد
کاملے گر خاک گیرد زر شود	ناقص ار زر برد خاکستر شود
جہل آید پیش او دانش شود	جہل شد علمے کہ در ناقص رود
ہر چہ گیرد علتے علت شود	کفر گیرد کاملے ملت شود

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر	گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
ہر دو گوں زنبور خوردند از محل	لیک شد زاں نیش و زیں دیگر عسل
ہر چہ مردم می کند بوزینہ ہم	آں کند کز مرد بیند دمبدم
او گماں بردہ کہ من کردم چو او	فرق را کے بیند آں استیزہ جو

اسی مضمون کو حضرت عارف شیرازی رحمہ اللہ اسطرح فرماتے ہیں ؎

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند	نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
نہ ہر کہ طرف کلہ کج نہاد و تند نشست	کلاہ داری و آئین سروری داند
ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست	نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

غرض جو حضرت والا کی تقلید کرے وہ پہلے اپنے اندر حضرت والا کا سا سوء ظن بنفسہ بھی تو پیدا کرلے جسکی وجہ سے حضرت والا باوجود ہر طرح اہل ہونے کے اپنے اس طرز پر برابر نظر ثانی فرماتے رہتے ہیں پھر حضرت والا کی سی شفقت و رعایت اور حضرت والا کا سا ترحم و رفق بھی تو اپنے اندر دیکھ لے۔ جسکی وجہ سے حضرت والا کی ہر سیاست اہل کے لئے نافع اور موجب برکت ہی ثابت ہوتی ہے اور بجائے وحشت و نفرت کے حضرت والا کی جانب قلوب کو اور بھی زیادہ کشش ہوتی ہے اور طالبین کا ہجوم بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اسکے متعلق خود حضرت والا کا ایک ارشاد یاد آیا۔ ایک مولوی صاحب نے حضرت والا کی سیاست کے متعلق یہ آیت پڑھی وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ اور اس سے استدلال کیا کہ یہ سختی قابل ترک ہے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اس آیت سے تو میری ہی تائید ہوتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ میں فظ اور غلیظ القلب نہیں ہوں، ورنہ انفضاض اسکے لئے لازم ہے اور یہاں یہ لازم یعنی انفضاض متحقق ہے

Marfat.com

پس ملزوم یعنی لفاظت اور غلظت بھی منتفی ہوئی پس اسمیں تو میری ہی تائید ہوگئی ۔ نیز حضرت والا کے اس طرز سیاست میں اور بھی بہت سی مصلحتیں ہیں ۔ خود فرمایا کرتے ہیں کہ اگر میرے یہاں عرفی اخلاق ہوتے تو اسقدر ہجوم ہوتا کہ جو کچھ میں نے دینی خدمت کی ہے اور کررہا ہوں وہ ہرگز ممکن نہ ہوتی ۔ نیز اس ہر بونگ میں آنے والوں کو کوئی موقع ہی خاص نفع حاصل کرنے کا نہ مل سکتا ۔ نیز مخلصین وغیر مخلصین میں بالکل امتیاز نہ رہتا ۔ خلط مبحث ہو جاتا ۔ اب جتنے ہیں بفضلہ تعالیٰ وہ قابل اطمینان تو ہیں کیونکہ ایسا ویسا تو میرے یہاں ٹھہر ہی نہیں سکتا ۔

حضرت والا کی عین سیاست کے وقت بھی انتہا درجہ کی رعایت اور حفظ حدود کے صدہا واقعات ہیں جن میں سے اس جگہ صرف دو واقعے عرض کرکے اس مضمون کو جو طویل ہوتا چلا جارہا ہے ختم کردونگا ایک واقعہ تو احقر کا دیکھا ہوا ہے اور ایک خود احقر پر گذرا ہوا ہے دیکھا ہوا واقعہ تو یہ ہے کہ ایک بار حضرت والا نے ایک نو وارد دیہاتی طالب کو اسکی کسی بے عنوانی پر بہت زور سے ڈانٹ کر اپنے پاس سے اٹھا دیا وہ بیچارہ سمجھا کہ میں نکالدیا گیا اسلئے خانقاہ سے باہر جانے کے لئے پھاٹک کی طرف جانے لگا ۔ حضرت والا نے پھر ڈانٹ کر فرمایا کہ اُدھر کہاں جاتا ہے مسجد کی طرف کیوں نہیں جاتا ۔ احقر یہ شفقت دیکھ کر عش عش کرنے لگا کہ سبحان اللہ غصہ کے وقت بھی کسقدر رعایت ہے کہ ڈانٹ بھی رہے ہیں اور اپنے پاس سے اٹھا بھی دیا ہے لیکن قطع تعلق نہیں کرتے اور خانقاہ سے نہیں جانے دیتے خود روک رہے ہیں لیکن اس شان کے ساتھ کہ سیاست میں بھی فرق نہ آنے پائے ۔

اور دوسرا معاملہ جو خود احقر کے ساتھ ہوا وہ یہ ہے کہ ایک بار احقر کو کسی بے عنوانی پر ظہر کے بعد کی مجلس میں ڈانٹا تھا ۔ عصر کی جماعت کے بعد لیکن مصلیوں کے منتشر ہونیکے قبل بہ غایت شفقت خاص طور سے احقر سے فرمایا کہ خواجہ صاحب میں نہانے کے لئے جنگل جارہا ہوں کیا آپ بھی ساتھ چلیں گے ۔ میں نے عرض کیا جی ہاں اس گفتگو کے بعد حضرت والا نے کچھ دیر توقف فرمایا اور خاموش بیٹھے رہے ۔ اور مقتدی بھی صف باندھے بدستور بیٹھے رہے ۔ پھر حضرت والا اٹھے اور احقر کو ساتھ لیکر نہانے تشریف لے گئے ۔ اثنائے [illegible] احقر سے اس اظہار خصوصیت کا یہ منشا ظاہر فرمایا کہ جن لوگوں کے سامنے ڈانٹا گیا تھا ان کے قلب [illegible] بے وقعتی پیدا ہوئی ہو اس کا تدارک ہو جائے ۔ اور کچھ دیر توقف فرمانے کا یہ راز [illegible] خصوصیت کا حاضرین پر اچھی طرح اثر ہو جائے تب اٹھوں ورنہ اگر میں [illegible] نہ کیا سوچنے کا موقع ملتا نہ اسکا [illegible] [illegible]

سبحان اللہ اس واقعہ سے یہ بات کتنی [illegible] رعایت [illegible] سیاست [illegible] حضرت والا کی کسقدر بصارت

Marfat.com

ثابت ہوتی ہے۔

عود الی السابق

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ میں مدرسہ عالیہ دیوبند کے پچھلے بڑے جلسہ میں حضرت والا کی تشریف آوری اور اپنی حاضری کا حال عرض کر رہا تھا جس کے ضمن میں حضرت والا کی شان جلال کا ذکر استطراداً چھڑ گیا جس کا احقر کو اول بار مشاہدہ اسی جلسہ میں ہوا تھا۔ پھر اس ذکر کے سلسلہ میں بعض بزرگوں کے اندر جو فطری طور پر شان جلال ہوتی ہے استطراداً ہی اسکی تحقیق بھی شروع ہوگئی جس کی بابت کلام بہت طویل ہوگیا کیونکہ یہ مسئلہ بہت مہتم بالشان تھا اور چونکہ اسکے متعلق لوگ بہت غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں اسلئے اسکی ضرورت محسوس ہوئی کہ اسکے سارے پہلوؤں پر مفصل گفتگو کیجائے۔ لہذا اس موضوع کے متعلق حضرت والا کی جو جو تقریرات بے تکلف یاد آسکیں اور جو جو تحریرات وقت پر بسہولت مہیا کی جاسکیں انکو احقر لکھتا چلا گیا یہاں تک کہ بعون اللہ تعالیٰ شدہ شدہ ایک بڑا ذخیرہ مجتمع ہوگیا جسکا پہلے سے نہ قصد تھا نہ گمان فالحمد للہ

چونکہ حضرت والا کی شان تحقیق و تدقیق بفضلہ تعالیٰ مسلّم طور پر اسدرجہ بڑھی ہوئی ہے کہ جس مسئلہ پر بھی بحث فرماتے ہیں بالخصوص جو باطنی امور کے متعلق ہو اُسپر ایسی جامع مانع تقریر فرماتے ہیں کہ اسکا کوئی پہلو نظر انداز نہیں ہونے پاتا اور پھر اُسکے متعلق کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہتی لہذا یہ ذخیرہ بفضلہ تعالےٰ بہت ہی نادر حقایق و دقائق سے مملو اور اس موضوع پر بالکل کافی ووافی و شافی ہے اور اسکے متعلق ہر اشکال کا رافع ہر اعتراض کا قاطع ہر غلط فہمی کا دافع اور ہر اشتباہ کا نافی ہے۔

گو اس استطرادی مضمون سے بیان سابق مؤخر ہوگیا لیکن الحمد للہ ایک دوسرا اہم مقصود حاصل ہوگیا جو اس باب ارشاد و افاضہ باطنی سے بہ نسبت اُس مضمون کے جو بیان کیا جا رہا تھا تعلق بھی زیادہ رکھتا ہے۔

اب میں پھر بیان سابق یعنی تذکرہ شرکت جلسہ دیوبند کیطرف عود کرتا ہوں جلسہ ختم ہونیکے بعد احقر حضرت والا کے ہمراہ دیوبند سے تھانہ بھون حاضر ہوا اور یہ احقر کی تھانہ بھون میں سب سے پہلی حاضری تھی اور خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی زیارت کا سب سے پہلا موقع تھا۔ جسکا نظارہ ایک انگریزی پڑھے ہوئے اور کالجوں میں زندگی بسر کئے ہوئے اور تصویر کا صرف ایک ہی رُخ دیکھے ہوئے شخص کیلئے ایک بہت ہی عجیب و غریب اور پُر لطف و پُر کیف نظارہ تھا۔ جسکو دیکھئے ثقہ صورت متشرع لباس کوئی تلاوت کر رہا ہے کوئی نماز پڑھ رہا ہے کوئی ذکر میں مشغول ہے کوئی مراقبہ میں محو ہے۔ کوئی درس دے رہا ہے

Marfat.com

کوئی تصنیف کر رہا ہے۔ کوئی مطالعہ کتب میں لگا ہوا ہے۔ بالخصوص پچھلی رات کو تو عجیب ہی سماں ہوتا تھا۔ دوران ذکر میں کوئی آہیں کھینچ رہا ہے کسی پر گریہ طاری ہے۔ کوئی بیتاب ہو ہو کر تڑپ رہا ہے۔ کوئی غایت ذوق و شوق میں ہاتھ پاؤں ٹپک رہا ہے۔ کوئی چیخ رہا ہے۔ کوئی کیف میں اشعار پڑھ رہا ہے کوئی رو رو کر دعائیں مانگ رہا ہے۔ اور لطف یہ کہ اندھیرے میں ایک کو دوسرے کی خبر نہیں کہ کس پر کون سی کیفیت طاری ہے۔ غرض ہر ذاکر ریا سے مطمئن ہو کر اور خوب جی کھول کھول کر اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا۔ اور احقر بھی ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا مجلس ذکر کی اس مجموعی کیفیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور تمنائیں کر رہا تھا کہ کاش حضرت والا کی نظر توجہ مجھ بے کیف پر بھی ہو جائے اور میرے اندر بھی یہی کیفیات پیدا ہو جائیں۔ گویا بزبان حال یہ کہہ رہا تھا ؎

آنکہ جہاں را بہ نگہ زندہ کرد	کاش بما ہم نظرے داشتے

چنانچہ حضرت والا کا تصور کر کر کے گویا اپنے دولت خانہ ہی میں بیٹھے ہوئے سب خانقاہ والوں کو تڑپا رہے ہیں۔ اور اس منظر سے متاثر ہو ہو کر مجمع ذاکرین میں بیٹھا ہوا میں حسب حال اور مناسب موقع اشعار تصنیف کرتا رہا۔ اور حضرت والا کو خیال میں مخاطب بنا بنا کر نہایت کیف کے ساتھ ان اشعار کو پڑھتا رہا۔ ان اشعار میں سے دو شعر اب تک یاد ہیں جنکو اُسوقت کی کیفیت ظاہر کرنے کے لئے نقل کرتا ہوں ؎

اک وار ادھر بھی تو قاتل کردے ہمیں بھی شامل	مقتل میں تیرے ہر سو بسمل تڑپ رہے ہیں
کبھی آکے تم بھی دیکھو سر قتل گہ تماشا	کہیں سر کٹے پڑے ہیں کہیں دل تڑپ رہے ہیں

غرض خانقاہ میں پہونچکر مجکو ایسا معلوم ہوا کہ میں ایک اور ہی دنیا میں پہونچ گیا جسکو روحانی دنیا کہنا بجا ہے۔ ذکر اللہ کی دلکش صدائیں قلب غافل کو بھی ذاکر بنا دیتی تھیں بقول احقر ؎

دل اینجا میکند اللہ اللہ	کہ ہر دم بشنود اللہ اللہ

اسی پر اپنے ایک اہل حدیث عزیز کا جو اہل دل بھی تھے اور جو ایک بار احقر کے ہمراہ خانقاہ میں حاضر ہوئے تھے مقولہ یاد آیا کہ یہاں تو بڑا لطف ہے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے ہر وقت اور ہر حال میں ذکر اور تلاوت ہی کی آوازیں کانوں میں پڑتی رہتی ہیں۔ میں تو یہاں پڑا رہتا ہوں اور پڑا ہوا سنا کرتا ہوں اور مزے لیا کرتا ہوں اور اسی کیفیت میں سو جاتا ہوں پھر وہی دلکش صدائیں کانوں میں پڑنے لگتی ہیں یہاں تو بڑا مزا ہے

جلسہ دیوبند کے بعد جب سے شرکاء جلسہ حضرت والا کے ہمراہ تھانہ بھون بھی حاضر ہوئے تھے حاضرین مجلس کی کثیر تعداد کو دیکھ کر حضرت والا نے فرمایا کہ یہاں بھی گویا ایک چھوٹی سی جلسہ ہو گئی۔ مہمانوں کی

Marfat.com

کثرت اور جگہ کی قلت کی وجہ سے حضرت والا کی نشست گاہ کی پشت پر جو سمت جنوب یعنی شمال رویہ حجرہ ہے وہ احقر کو ایک اور صاحب کی شرکت میں قیام کے لئے مرحمت فرمایا گیا تھا۔

احقر اسی حجرہ میں تھا اور مناجات مقبول کی منزل پڑھ رہا تھا کہ حضرت والا تشریف لاکر بیٹھ گئے اور مہمانوں کو حسب معمول مطلع فرمادیا کہ جسکا جی چاہے وہ آکر پاس بیٹھ سکتا ہے چنانچہ سب حاضر ہو گئے اور دونوں سہ دری بھر گئیں۔ چونکہ اس زمانہ میں حضرت والا کی نشستگاہ حجرۂ مذکور کے دروازہ سے بالکل ملی ہوئی تھی اسلئے بوجہ حضرت والا کے اپنی نشست گاہ پر تشریف لاکر بیٹھ جانے کے احقر حجرہ سے نکلکر شریک مجلس نہ ہو سکا اور اندر ہی بیٹھا ہوا مناجات مقبول پڑھتا رہا۔ حضرت والا نہایت جوش وخروش کے ساتھ حاضرین مجلس کو ملفوظات سے بہرہ اندوز فرمارہے تھے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ افادات میں اس درجہ منہمک ہیں کہ کسی اور طرف مطلق توجہ ہی نہیں لیکن سینۂ مبارک میں جو عشق حقیقی کی آگ بھری ہوئی تھی اور قلب مطہر کو جو ہر وقت محبوب حقیقی کی لو لگی ہوئی تھی اسکا مجکو کسی قدر اندازہ اس حالت سے ہوا جو اسوقت بے اختیار احقر پر طاری ہوئی اور یہ میرا وجدان ہی۔ جو دوسرے پر حجت نہیں ۔ نگہ ناز کی تاثیر مرا دل سمجھا + شمع کے سوز کو پروانۂ محفل سمجھا

تفصیل اس حالت کی یہ ہے کہ جب حضرت والا حاضرین مجلس سے نہایت شغف کے ساتھ باتیں فرمارہے تھے تو دوران گفتگو میں بار بار اس طرح سانس لے رہے تھے جیسے کوئی کسی کیفیت غریبہ کے غلبہ کے وقت سانس لیا کرتا ہے یعنی سانس کو کسیقدر جھٹکا دے دیکر نتھنوں سے بار بار باہر کو نکال رہے تھے احقر کو جب حجرہ کے اندر مناجات مقبول پڑھتے پڑھتے اسطرف التفات ہوا تو معاً محسوس ہوا کہ حضرت والا کے اسطرح سانس نکلنے کیوقت فوراً ایک آگ سی میرے سینہ کے اندر بھر جاتی ہے اور دل میں ایک سوزش سی پیدا ہونے لگتی ہے۔ چونکہ احقر فطرۃً بہت وہمی اور تنگی مزاج کا واقع ہوا ہے اسلئے کچھ دیر تک تو اس اثر کو محض خیالی سمجھتا رہا لیکن جب ہر بار یہی کیفیت پیدا ہوتے دیکھی تو یقین ہو گیا کہ جب حضرت والا کے قلب پرسوز میں آتش عشقی زیادہ مشتعل ہونے لگتی ہے تو اسکی ظاہری سوزش کو سانس کے ذریعہ سے فرو کرنے لگتے ہیں بالخصوص جب بعض اوقات بیک وقت دو تین بار اسی طرح سانس کو نتھنوں سے باہر نکالتے تب تو احقر کے قلب میں بہت ہی جلن پیدا ہو جاتی اور ایسا معلوم ہونے لگتا کہ گویا قلب سے اسم ذات جہر وضرب کے ساتھ دمادم نکل رہا ہے۔

جب مجکو یہ کیفیت محسوس ہوئی تو میں سمجھا کہ یہ کوئی وقت خاص ہے جسمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے قلب پر بواسطہ حضرت والا کوئی فیضان خاص ہو رہا ہے۔ لہذا میں ہمہ تن اسی کیفیت کی جانب متوجہ ہو گیا اور مناجات مقبول کا پڑھنا بھی منقطع کر دیا پھر تو یہاں تک اثر رہا کہ نہایت تاثر کی وجہ سے میں نے

بیٹھے بیٹھے اپنی کہنیاں زمین پر ٹیک دیں اور بے اختیار کراہنے کی سی آواز بھی نکلنے لگی لیکن میں ضبط سے کام لیتا رہا کیونکہ حضرت والا حجرہ کے دروازہ سے بالکل ملے ہوئے ہی تشریف فرما تھے۔ پھر بھی حضرت والا تک تھوڑی بہت آواز پہونچ ہی گئی۔ چنانچہ بعد کو فرماتے تھے کہ مجھے حیرت تھی کہ اسوقت حجرہ کے اندر کون ہے کوئی جن تو نہیں آگیا۔ اھ

احقر تو اُسوقت قابو سے بھی باہر ہو جاتا لیکن خیریت یہ ہوئی کہ حسن اتفاق سے حضرت والا نے بوجہ جگہ تنگ ہونے کے دستی پنکھا جھلنے والے صاحب کو حجرہ کے دروازہ کے اندر بٹھا دیا انکی وجہ سے بغرض اخفائے حال میں سنبھل کر بیٹھ گیا لیکن پھر بھی قلب میں وہی کیفیت پیدا ہوتی رہی۔ بہت دیر کے بعد جب مجلس ختم ہوئی تو احقر بھی باہر نکلا۔ اسوقت حضرت والا نے متعجب ہو کر فرمایا کہ اچھا آپ اندر ہی بیٹھے رہے مجھے اندر سے کچھ آواز سی تو سنائی دی تھی لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ آپ بیٹھے ہوئے ہیں مجھے حیرت تھی کہ حجرہ تو خالی ہے پھر یہ آواز کیسی۔ کوئی جن تو نہیں آگیا۔ اھ

اُس زمانہ میں حضرت والا پر اسقدر سوز و گداز کا غلبہ تھا کہ اسکا ظاہر پر بھی اثر پڑتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار میں حضرت والا کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میں کسی تنور کے پاس بیٹھا ہوا ہوں۔ باوجود اسکے کہ اسوقت ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی لیکن پیشانی پر پسینہ آ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ احقر نے حضرت والا سے بھی اشارۃً عرض کر دیا کہ ہوا تو چل رہی ہے پھر یہ گرمی کیوں محسوس ہو رہی ہے۔ حضرت والا موقع بموقع لمبا سانس لے لے کر صمیم قلب سے لفظ اللہ بھی کہتے رہتے تھے جس سے اندرونی سوز و گداز کا پتہ چلتا تھا اور اُٹھتے بیٹھتے عجیب عجز و نیاز کے لہجہ میں "اے میرے مالک" بھی کہتے اور یہ دونوں معمول کم و بیش اب بھی جاری ہیں۔

اسی پہلی حاضری خانقاہ میں ایک اور عجیب کیفیت بھی احقر پر طاری ہوئی وہ یہ کہ حضرت والا جس قسم کی بھی گفتگو کسی سے فرماتے یا جو بھی واقعہ بیان فرماتے خواہ کسی موضوع کے متعلق ہو دینی یا دنیوی اسکو میں من و عن خود اپنے ہی کسی نہ کسی حال باطنی پر منطبق پاتا اور ساتھ کے ساتھ اُسکے ہر ہر جزو کی توجیہ قریب اور وجہ انطباق بھی ذہن میں خود بخود بلا تکلف آتی چلی جاتی اور میں سمجھتا کہ ان سب کلمات میں حضرت والا کا روئے سخن میری ہی طرف ہے گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت والا [illegible] میرا ہادی ہی ہدایت بنا دیا تھا۔ مثلاً ایک بار حضرت والا تلاوت فرماتے ہوئے [illegible] پر تسبیح کی مشق کیلئے تشریف لئے جا رہے تھے اور احقر کو بھی غایت عنایت سے وشی کے ساتھ ہمراہ چلنے کی اجازت مرحمت فرما دی تھی۔ راستہ میں چند کالی بھنبناتی مکھیاں ریلوے لین کو عبور کرتی ہوئی ملیں۔ تو دیکھکر

Marfat.com

حضرت والا نے احقر سے فرمایا کہ بھینسیں ایسی کریہ صورت ہوتی ہیں کہ اگر ان سے دودھ کی توقع نہ ہوتی تو انکو کبھی کوئی پالنا گوارا نہ کرتا۔ اھ

احقر کو ہجوم وساوس کی ہمیشہ شکایت رہتی ہے احقر یہ سمجھا کہ حضرت والا وساوس کے متعلق میری تسلی فرما رہے ہیں کہ اس طریق میں بھی ان بھینسوں کی طرح وساوس خطور کرتے ہیں جو بہت ناگوار اور کریہ معلوم ہوتے ہیں لیکن چونکہ ان سے نفع باطنی حاصل ہوتا ہے اسلئے ان کو گوارا کیا جاتا ہے۔ غرض اسطرح حضرت والا کے ہر قول کو میں اپنے کسی نہ کسی حال پر منطبق پاتا تھا اور خواہ کوئی مخاطب ہو میں سمجھتا تھا کہ حضرت والا در پردہ مجھی سے خطاب فرما رہے ہیں بفحوائے ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں	گفتہ آید در حدیث دیگراں

بلکہ اسکا اتنا یقین ہوگیا تھا کہ اس قسم کی بعض باتوں کا جواب احقر بھی انھیں اشارات میں عرض کر دیتا تھا اور ظن خود سمجھ لیتا تھا کہ حضرت والا بھی میرے اس اشارہ کو سمجھ گئے ہیں۔

جب احقر نے اپنا یہ سب حال حضرت والا کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا کہ میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم اعتبار عطا فرمایا ہے۔ پھر علم اعتبار کی حقیقت بیان فرمائی کہ ایک شے سے دوسری شے کی طرف بر بنائے مناسبت ذہن کے منتقل ہو جانے کو علم اعتبار کہتے ہیں اور اسی کو علم تعبیر بھی کہتے ہیں جسکو اس علم سے مناسبت ہوتی ہے وہ معبّر خواب ہوتا ہے کیونکہ خواب میں حقائق اکثر صور مثالیہ میں متمثل ہوتی ہیں۔ پھر ایک بزرگ کی حکایت بیان فرمائی کہ انھوں نے ایک لکڑیاں بیچنے والے کو جو یہ صدا لگاتے سُنا کہ الخیار العشرۃ بدانق تو لفظ خیار سُنکر انکا ذہن بجائے لکڑیوں کے خیار کے دوسرے معنی یعنی اچھے لوگوں کی طرف منتقل ہوگیا اور یہ کہہ کر جب خیار کی اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ قدر و قیمت ہے کہ ایک دانق میں دس دس تو ہم جیسے اشرار کا کیا حال ہوگا ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر گئے پھر فرمایا کہ بعض صوفیہ نے جو تفسیرات قرآنیہ لکھی ہیں وہ اسی قسم کی تعبیرات سے مملو ہیں۔ مثلاً سورۂ بقر میں بقر سے مراد نفس لیا ہے۔ اور غضب یہ ہوا کہ بعض جاہل صوفی اس قسم کی تفسیرات کو اصل تفسیر سمجھنے لگے جو انکی سخت غلطی ہے۔

غرض حضرت والا کی اس بشارت سے کہ احقر کو علم اعتبار عطا ہوا ہے مجکو بڑی مسرت ہوئی اور جب کچھ عرصے کے بعد یہ حالت فرو ہوگئی اور احقر نے اس فقدان پر اظہار حسرت کیا تو فرمایا کہ کچھ غم نہ کیجئے دیکھئے درخت پر پہلے چھوٹے پھول آتے ہیں جو جھڑ جاتے ہیں پھر پیچھے پھول آتے ہیں جن سے پھل پیدا ہوتے ہیں افسوس کی کوئی بات نہیں اس قسم کی تغیرات تو اس طریق میں لازم عادی ہیں۔ علم اعتبار کیا چیز ہے آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ اس سے بھی بڑھ کر دولتیں عطا ہونگی کچھ فکر نہ کیجئے۔ اھ

Marfat.com

جب کچھ دن حضرت والا کی خدمت بابرکت سے بہرہ یاب و لطف اندوز ہو کر احقر رخصت ہونے لگا تو کچھ نقد ہدیہ پیش کرنے کیلئے اپنی اچکن کی اوپر والی جیب سے روپیہ نکالنے لگا لیکن چونکہ جیب تنگ تھی اسلئے روپیہ نکالنے میں تکلف ہوا اور کچھ دیر لگی۔ حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ روپیہ نہیں نکلتا تو اچکن ہی اتار کر مجھے دیے جایئے میں خود نکال لوں گا۔ اس پرلطف فقرہ نے احقر کے قلب سے اس کیفیت ہیبت و بستگی کو بالکل زایل کر دیا جو حضرت والا کی شان جلال کے مشاہدہ سے جسکا اتفاق احقر کو پہلی ہی بار ہوا تھا مرعوب ہو کر پیدا ہوگئی تھی۔ اور غالباً اسی کیفیت کو محسوس فرما کر حضرت والا نے یہ معاملہ بھی فرمایا تھا تاکہ چلتے وقت احقر کی طبیعت منشرح ہو جائے کیونکہ جذبات پر حضرت والا کی بہت نظر رہتی ہے۔ چنانچہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ رخصت کرتے وقت بہت بشاشت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ بجز ان مواقع کے جن میں سیاست کا مقتضا اسکے خلاف ہو۔ ایسے مواقع پر تو رخصت کے وقت بالقصد یاد دلا دیتے ہیں کہ دیکھو تم مجکو اپنی حرکتوں سے اذیت دیکر جا رہے ہو اسکو یاد رکھنا تاکہ آیندہ کسیکو نہ ستاؤ۔ اھ

احقر غایت محبت سے وقت بیوقت حضرت والا کے ساتھ ہی لگا رہتا چنانچہ جب مکان تشریف لے جاتے اسوقت بھی ہمراہ ہولیتا ایک مرتبہ اس پر تنبیہ فرمائی کہ آپ میں غلو بہت ہے اس تنبیہ سے بھی میں مرعوب رہنے لگا تھا۔

مشاہدۂ شان جلال کو میں نے اپنے عریضہ میں جسکا کچھ حصہ اب تک پرانے خطوط میں محفوظ ہے واپسی پر عجب عاشقانہ رنگ سے لکھا تھا۔ اقتباس ملاحظہ ہو۔

"ابکی بار حضور کی صفتِ جمال اور شانِ جلال جو محض تربیت خدام کے لئے تھی دونوں سے مستفید ہوا ورنہ ابھی تک لاڈ ہی لاڈ میں پلا تھا۔ ؎

	صفتِ جمال بھی ہے شانِ جلال بھی ہے		تری سادگی کے قرباں ترے بانکپن کے صدقے

اگر احقر کی کوئی گستاخی ناگوارِ خاطرِ اقدس ہوئی ہو یا ہو تو للہ معاف فرمایئے گا کیونکہ بلطن خود میں حضور کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ سادگی و محبت ناواقفیت و جہالت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

رخصت کے وقت حضور کے شفقت بھرے الفاظ نے تمام گرانی جو حضور کی شانِ جلال نے کردی تھی قطعاً زائل کر دی اور اب تک اسکا مزا لیتا ہوں اسوقت بیحد انبساط ہوا تھا اور اب ... لیتا ہوں تو عجیب حظ حاصل ہوتا ہے۔" انتہی بلفظہ

احقر پر جو کیفیت حجرہ میں بیٹھے بیٹھے طاری ہوئی تھی جسکی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے احقر نے اسکا بھی مفصل حال تھانہ بھون سے واپس آجانے پر بذریعہ عریضہ عرض کیا تھا کیونکہ بزمانہ حاضری

Marfat.com

تھانہ بھون زبانی عرض کرنے کی جرأت ہی نہ ہوئی تھی۔ اُس کیفیت کا حال لکھنے کے علاوہ احقر نے یہ بھی لکھا کہ افسوس مجکو اپنے امراض باطنی کے اظہار کی بھی قابلیت نہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود حضور پُر نور پر میرے امراض روشن فرمادیا کرے تاکہ حضور خود ہی ان کی اصلاح فرماتے رہیں۔ حضرت والا نے اس عریضہ کا جو جواب ارسال فرمایا تھا وہ ایسا پرکیف اور پُراثر اور رنگین تھا کہ اُسنے مجکو بیخود کردیا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جسوقت وہ جواب مجکو ملا ہے میں اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ اسکو دیکھتے ہی وہی کیفیت میرے قلب میں پھر عود کر آئی جو تھانہ بھون میں طاری ہوئی تھی۔ اور جس کے متعلق یہ جواب تھا اور جو مفقود ہو چکی تھی اور جسکے فقدان پر احقر نے اپنے عریضہ میں بہت اظہار حسرت کیا تھا اور استدعائے توجہ کے ساتھ آخر میں یہ شعر بھی غایت شوق میں خود تصنیف کرکے لکھا تھا۔

پھر تو پھر اک توجہ کی نظر کر دیجئے	عشق حق کی آگ سے سینہ مرا بھر دیجئے

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت والا کا کرامت نامہ دیکھتے ہی پھر ویسی ہی سوزش سینہ میں پیدا ہوگئی اور جب پڑھنا شروع کیا تب تو وہ عود شدہ کیفیت یہاں تک بڑھی کہ میں کھانا چھوڑ کر مکان کے بالاخانہ پر چلا گیا اور بھائی سے کہہ گیا کہ اوپر نہ آئیں۔ پھر اوپر پہونچکر تنہائی میں چارپائی پر پڑا ہوا خوب لوٹتا اور تڑپتا رہا۔ اس فرمان جواب کو فرسے لے لے کر اتنی مرتبہ پڑھا اور اتنے لوگوں کو سُنایا کہ اُسکا اکثر حصہ بلفظہ یاد ہوگیا اور اب تک یاد ہے حالانکہ اسکو پچیس سال سے بھی زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔ اور جواب کا پرچہ گم بھی ہوگیا ہے گو خود احقر کے عریضہ کا کچھ حصہ اب تک محفوظ ہے جو ذوق و شوق کے مضامین سے لبریز ہے۔ جسنے بھی وہ جواب سُنا وہی تڑپ گیا اور اب بھی جسکو سُناتا ہوں عش عش کرنے لگتا ہے بالخصوص حضرت والا کے جوابات کے موجودہ طرز سے موازنہ کرنے کے بعد تو بہت ہی تعجب ہوتا ہے۔

بات یہ ہے کہ اُس زمانہ میں حضرت والا پر عاشقانہ رنگ کا بہت غلبہ تھا اور اب حکیمانہ رنگ غالب ہے جو انفع و اکمل ہے۔ چنانچہ خود حضرت والا نے بھی اس جواب کو ایک بار احقر سے سنکر فرمایا کہ اُس زمانہ میں میں خود بھی تو بہت بے چین تھا اور اب تو بالکل روکھا پھیکا ہوگیا ہوں اور پھر یہ مثال دی کہ بعض موسموں میں تو کھچڑی کم کھائی جاتی ہے چٹنی زیادہ مثلاً گرمیوں اور لُو دھوپ کے زمانہ میں برخلاف اسکے سردیوں میں کھچڑی زیادہ کھائی جاتی ہے اور چٹنی صرف کبھی کبھی بس ایک دو انگلی چاٹ لی۔ گو کھچڑی چٹنی کے مقابلہ میں بالکل رُوکھی پھیکی ہوتی ہے لیکن جزو بدن وہی زیادہ ہوتی ہے۔ چٹنی تو محض ایک چاٹ کی چیز ہے اھ اسی مضمون کو ایک بار اور طرح بیان فرمایا تھا۔ صبح کی مشی کے لئے تلاوت فرماتے ہوئے تشریف لئے جارہے تھے احقر بھی ہمراہ تھا راستہ میں دو کھیت پڑے ایک تو پک چکا تھا اور ایک میں ابھی

Marfat.com

پھول ہی آرہا تھا جو پک چکا تھا وہ تو بالکل خشک تھا اور دوسرا نہایت خوش منظر اور ہرا بھرا۔ فوراً فرمایا کہ متوسط اور منتہی میں بس ایسا ہی فرق ہوتا ہے جیسا اِن دو کھیتوں میں۔ گو دیکھنے میں تو یہ ہرا بھرا کھیت نہایت خوش منظر ہے لیکن ابھی وہ سوائے اسکے اور کسی کام کا نہیں کہ کاٹ کر بیلوں کو کھلا دیا جائے۔ بس جانوروں کا چارہ ہے اور کچھ بھی نہیں۔ اور دوسرا گو دیکھنے میں تو بالکل سوکھا ساکھا روکھا پھیکا ہے لیکن اسمیں دانہ پڑگیا ہے اور پک سُوکھ کر بالکل تیار ہوگیا ہے جب چاہیں کاٹ کر اُس سے غلہ حاصل کرلیں جو انسان کا مدارِ حیات ہے اور جو کھیت کا اصل مقصود ہے۔ اھ

اسکی چند مثالیں باب شرف بیعت و استفاضۂ باطنی میں بھی گذر چکی ہیں جن کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

غرض حضرت والا کا وہ زمانہ بہت ہی جوش و خروش کا زمانہ تھا اسلئے اُس زمانہ کے جوابات خطوط بھی بہت رنگین اور پُرجوش ہوتے تھے۔ چنانچہ احقر کے عریضۂ مذکورہ کا حسب ذیل جواب ارقام فرمایا۔

آپ کا خط آیا حرفاً حرفاً پڑھا۔ بہت لذت آئی بس لکھنے والے کو لکھتے وقت کیا کچھ لذت آئی ہوگی۔

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا   جب تونے یہ مے ظالم شیشہ میں بھری ہوگی

یہ سب نیرنگیاں حضرت عشق طال بقاوٗہ کی ہیں جن پر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں نوشید و خورشید بسبال نیک ہے انشاء اللہ تعالیٰ اسیطرح ؎

تا دمِ آخر دمے آخر بود   کہ عنایت با تو صاحب ربود

آپ بیکار فکروں میں نہ پڑیئے ؎

من غمِ تو میخورم تو غم مخور   بر تو من مشفق ترم از صد پدر

کبھی طالب کی توجہ سے اُسکے قلب کو شیخ کے قلب سے اتصال ہوکر شیخ کے قلب کی کیفیات متعدی ہونے لگتی ہیں یہ جو حکایت آپ نے لکھی ہے وہ اسی قبیل سے ہے۔ اھ

حضرت والا کی اس تحقیق سے احقر کے اس گمان کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ [illegible] حضرت والا ہی کی کیفیات قلبیہ کا انعکاس تھا۔

حضرت والا نے جو اپنے جواب میں مذکورہ بالا شعر تحریر فرمایا تھا [illegible] تک مست رکھا یہاں تک کہ اسی بحر و قافیہ میں خود [illegible] نے بھی سب حال [illegible] جنمیں سے یہ دو شعر اب تک یاد ہیں ؎

Marfat.com

جس قلب کی آہوں نے دل پھونک دیئے لاکھوں جنت میں یلیگا سب جسمیں بجسے راحت ہو	اُس قلب میں یا اللہ کیا آگ بھری ہوگی ہمکو تو پسند اپنی شوریدہ سری ہوگی

واقعی اُس زمانہ میں شورش و سوزش اسدرجہ محبوب تھی کہ جب بعض اوقات کچھ سکون سا محسوس ہونے لگتا تو یہ خیال ہوتا کہ کہیں مطلوب تک جلد رسائی نہ ہو جائے ورنہ پھر یہ شورشِ طلب کا لطف کہاں رہیگا۔ اُسوقت یہ خبر نہ تھی کہ ؎

اے برادر بے نہایت در گہیست نگردد قطع ہرگز جادۂ عشق از دویدنہا	ہرچہ بروے می رسی بروے مایست کہ می بالد بخود ایں راہ چوں تاک از بریدنہا

چونکہ احقر ہمیشہ بغرضِ اصلاح اپنا کچا چٹھا اور خطرات و وساوس تک حضرت والا کے حضور میں عرض کرتا رہتا تھا جیسا کہ حضرت والا کا بھی حضرت حاجی صاحب رح کے ساتھ یہی طریق عمل خود حضرت والا ہی سے سُنا تھا۔ اسلئے میں نے اپنے اس بے تکے خیال کو بھی حضرت والا کی خدمت میں عرض کر دیا اسپر حضرت والا نے ہنسکر فرمایا کہ آپ کا بھی عجیب مذاق ہے۔ چونکہ یہ خیال ناشی تھا لذت اشتیاق سے نہ کہ نعوذ باللہ اعراض سے بقول کسی مغلوب الحال کے ؎ من لذتِ دردِ تو بہ درمان نفروشم" نیز محض خطرہ کے درجہ میں تھا اسلئے حضرت والا نے اسپر بجائے اظہار نفرت کے محض اظہار تعجب فرمایا۔

پہلی بار کی حاضری تھانہ بھون کے بعد تو پھر حاضری کا ایسا چسکا لگا کہ تھانہ بھون بقول شخصے گھر آنگن ہوگیا۔ چنانچہ میری واپسی کے بعد کے پہلے عریضہ میں جسکا آخری حصہ اب تک محفوظ ہے یہ جملہ بھی موجود ہے "حضور کی زیارت اور وہ بھی تھانہ بھون کی زیارت کو بے حد جی ترستا ہے طبیعت سیر ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر اللہ تعالیٰ جلد نصیب کرے آمین"۔ جب کوئی چھٹی پڑتی خواہ دو ہی دن کی ہوتی نہایت اشتیاق کیساتھ بتیابانہ بلکہ اکثر آخری شنبہ اور اتوار کی چھٹی میں فتحپور جیسے دور دراز مقام سے حاضر ہوتا۔ حالانکہ مشکل سے صرف بارہ گھنٹے ہی خدمت بابرکت میں قیام کے لئے ملتے اور بہت سے روپیہ کرایہ میں صرف ہو جاتے۔

ایک بار تو سہارنپور کے جلسہ میں جہاں حضرت والا بھی تشریف لیگئے تھے اور کچھ بیمار تھے صرف پانچ گھنٹے ہی قیام کے لئے ملے تھے کیونکہ صرف ایک دن یعنی اتوار ہی کی چھٹی تھی لیکن بفضلہ تعالےٰ اس قلیل قیام میں کثیر فیض لیکر آیا کیونکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ احقر کو سب سے پہلے اُسی حاضری میں خاص قوت کے ساتھ حضور مع اللہ کی کیفیت قلب میں محسوس ہوئی تھی جو حضرت والا کی خاص توجہ کی برکت تھی کیونکہ احقر کے اتنے لمبے سفر اور اتنے مختصر قیام سے حضرت والا بہت متاثر ہوئے تھے۔

ہر حاضری میں مجھے حضرت والا کی توجہ کا اسقدر اثر محسوس ہوتا تھا کہ میں لوگوں سے یہ کہا کرتا تھا کہ

Marfat.com

اگر پچاس روپیہ بھی خرچ ہو جائیں اور صرف اتنا موقع مل سکے کہ ایک نظر حضرت والا مجھے دیکھ لیں اور ایک نظر حضرت والا کو میں دیکھ لوں تب بھی میں اُس ایک نظر کے مقابلہ میں پچاس روپیہ کی کچھ بھی پروا نکروں بلکہ اسکو نہایت ارزاں اور بسا غنیمت سمجھوں بفحوائے ؎

اے نثارِ دید تو دینار ہا		ایکہ یک دیدار تو دیدار ہا	
بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم		جمالے چند دادم جاں خریدم	

چونکہ حضرت والا سے بارہا نہایت شدومد کے ساتھ صحبت شیخ کے منافع سنتا رہتا تھا اسلئے اگر کبھی نفس مزاحمت بھی کرتا تب بھی حسب ارشاد حضرت والا کہ نیک کاموں میں دل کے چاہنے نہ چاہنے پر مدار کار نہ رکھنا چاہیئے ہمت اور اختیار سے کام لینا چاہیئے ٹکٹ لیکر یہ کہتا ہوا اپنے آپ کو ریل گاڑی کے اندر داخل کر دیتا۔

ع "دل پہ قابو نہیں تن پر تو ہے قابو اپنا" جب عقلاً اسکا استحسان معلوم ہے پھر پس وپیش کی کوئی وجہ نہیں ٹکٹ خریدنا اختیار میں ہے ریل میں بیٹھ جانا اختیار میں ہے پھر جا ہے نفس کچھ ہی کہتا رہے۔

نیز بارہا لمبی لمبی رخصتیں بلا تنخواہ اور نصف تنخواہ پر لے لے کر حاضر خانقاہ رہا اور اگر کبھی بوجہ فطری تلون اور امور دنیا سے طبعی دلچسپی کے دل اُچاٹ ہونے لگتا تو امیر مینائی مرحوم کا یہ شعر پڑھ دیتا ؎

میں نہ صحرا کی طرف جاؤں نہ گلشن کی طرف		لاکھ اُبھارے وحشتِ دل کوئے جاناں سے امیر

نیز حضرت والا کی معیت میں لمبے لمبے سفر بھی کئے۔ کیونکہ علاوہ قلبی اشتیاق کے حضرت والا سے یہ بھی سن چکا تھا کہ اگر موقع ملے تو طالب کو کبھی کبھی شیخ کے ساتھ سفر بھی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ سفر میں زیادہ معیت رہتی ہے اور مختلف قسم کے سابقے پڑتے ہیں جس سے دل کھل جاتا ہے اور مل جاتا ہے اور باہم منا سبت پیدا ہو جاتی ہے اور مناسبت ہی پر فیض کا دارو مدار ہے۔ نیز ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ معیت سفر اصلاح میں بھی بہت معین ہوتی ہے کیونکہ سفر میں شیخ کو طالب کے مختلف قسم کے حالات و معاملات کے مشاہدہ کا موقع ملتا ہے جن پر وہ روک ٹوک کر سکتا ہے۔ یہ موقع حضر میں مستبعد ہے اسیطرح طالب کو بھی شیخ کے بعض ایسے معاملات سے سبق حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے جنکا اتفاق حضر میں نہیں ہوتا۔ا ھ

حضرت والا کی معیتِ سفر تو بالخصوص علاوہ نہایت پر لطف ہونے کے [illegible] ہوتی تھی کیونکہ اول تو حضرت والا کا ہر معاملہ سبق آموز ہوتا تھا اور خود بھی [illegible] میں کثرت روک ٹوک فرماتے رہتے تھے جسکی کچھ تفصیل باب سفر میں عرض کیا جا چکی ہے۔ غرض احقر کو حضرت والا کے اس ۲۸ سال کے تعلق میں الحمد للہ حضرت والا کے سفر و حضر کے ہزارہا قسم کے نہایت سبق آموز اور دلچسپ

Marfat.com

حالات و واقعات و معاملات دیکھنے اور ملفوظات و ارشادات و نصائح سُننے کا موقع نصیب ہوا ہے۔ جو احاطۂ بیان سے باہر ہیں۔ بالخصوص اُنکے تاثرات جو قلب میں موجود ہیں وہ تو کسی طرح بیان میں آ ہی نہیں سکتے بقول احقر ؎

زباں بے دل ہے اور دل بے زباں ہر ہائے مجبوری	بیاں میں کس طرح وہ آئے جو دل پر گذرتی ہے

تاہم بطور نمونہ چند مسلسل واقعات کو تو اوپر بیان کیا جا چکا ہے اور چند متفرق واقعات و ملفوظات و مکتوبات کو جو بے تکلف یاد آتے چلے جائینگے بلا لحاظ اسکے کہ وہ دوسرے رسالوں میں قلمبند کیے جا چکے ہیں یا نہیں ذیل میں بعنوان واقعہ بیان کیے دیتا ہوں بفحوائے ؎

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را	تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

واقعہ نمبر ۱

ایکبار کی حاضری میں یہ واقعہ ہوا کہ ایک اہل علم ذاکر شاغل نے جو مقیم خانقاہ تھے اپنے کسی دوست کو اپنے حالات باطنی لکھ کر بذریعۂ ڈاک بھیجدیے اور لکھا کہ یہاں ایسے ایسے برکات حاصل ہو رہے ہیں تم بھی آکر حاصل کرو۔ اسکی حضرت والا کو اتفاق سے خبر ہو گئی۔ چونکہ حضرت والا کو طالبین کے اندر سے رذائل نفس کے ازالہ کا بیحد اہتمام رہتا ہے اور اصلاح نفس کو بمقابلۂ اذکار و اشغال واجب التقدیم سمجھتے ہیں اسلئے ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے بعد ظہر وہ اتفاقاً حضرت والا کے پاس ہوکر گذرے تو اُسوقت سرسری طور پر چپکے سے تنبیہ فرمائی کہ تمھیں اپنے حالات باطنی جو اسرار ہیں دوسرے پر ظاہر کرتے ہوئے شرم نہ آئی جسمیں ایک گونہ دعویٰ بھی ہے۔ پھر بعد عصر اُنھوں نے بغرض عرض حال پرچہ دینا چاہا تو نہایت غصہ کے لہجہ میں جھڑک دیا اور لینے سے انکار فرما دیا۔ اور فرمایا کہ جناب اب تو آپ ماشاء اللہ کامل ہو گئے ہیں۔ میں کاملین کی اصلاح کرنے کا اہل نہیں ہوں۔ اب آپ کسی اور جگہ تشریف لیجائیے میں آپ کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ پھر حضرت والا نے انکا اسباب نکلوا کر باہر رکھوا دیا اور خانقاہ سے نکلجانے کا حکم صادر فرما دیا۔ بیچارے صاحب دھاڑیں مار مار کر رونے لگے لیکن چونکہ حضرت والا باوجود انتہا درجہ رقیق القلب ہونے کے کبھی حسب ارشاد خود اپنی طبیعت کو عقل پر غالب نہیں آنے دیتے۔ لہذا باوجود ان کے رونے اور عرض معروض کرنے کے اپنے حکم اخراج کو جو سراسر مصلحت پر مبنی تھا نہیں بدلا۔ چونکہ نماز عصر کے بعد ہی یہ قصہ چھڑ گیا تھا اسلئے سب مقتدی ابھی صف باندھے ہی بیٹھے تھے جسمیں احقر بھی شامل تھا۔ حضرت والا [illegible] بیٹھے ہوئے [illegible] مقصود اصلی ہونے پر نہایت ہی موثر اور پُرجوش تقریر فرماتے رہے سب مقتدیوں پر [illegible] عالم طاری تھا اور احقر کو تو اپنی ناکارگی و نااہلی کا اسدرجہ استحضار ہوا کہ

Marfat.com

مارے شرم کے صف سے کسی قدر پیچھے کو ہٹ گیا کیونکہ اپنی گندی حالت پر نظر کر کے اپنے آپ کو اس قابل نہ پایا کہ دینداروں کی صف میں بھی بیٹھ سکوں۔

اسی تقریر میں حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ لوگ کشف کو بڑا کمال سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کوئی چیز نہیں کیونکہ اسکو قرب میں کچھ بھی دخل نہیں۔ بعضوں کو کشف سے نظری مناسبت ہوتی ہے بعضوں کو نہیں جیسے بعضوں کی نظر پیدائشی طور پر دور میں ہوتی ہے بعضوں کی نزدیک میں۔ پھر مسجد کے سقادہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ فرض کیجئے ایک شخص کی نظر تو صرف سقادہ ہی تک پہونچتی ہے اور ایک کی باہر سڑک تک تو کیا جسکی نظر سڑک تک پہونچتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ مقرب ہو گیا۔ یہ تو محض نظر کی ایک قسم ہے اسکو قرب سے کیا علاقہ۔ اسیطرح طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ بعضوں کو کشف سے فطرۃً ہی مناسبت نہیں ہوتی وہ لاکھ ریاضت و مجاہدہ کریں انھیں عمر بھر بھی کشف نہیں ہوتا بھلا کشف کو بزرگی سے کیا تعلق۔ [illegible] تو عبدیت ہے۔ واللہ اگر کسی کو لاکھ کشف ہوں اور وہ پھر اپنے وجدان کی طرف رجوع کرے تو [illegible] کریگا کہ میرے قرب میں ذرہ برابر بھی ترقی نہیں ہوئی برخلاف اسکے اگر دو چار مرتبہ بھی سبحان اللہ [illegible] پڑھکر اپنے وجدان کو دیکھے تو اسکو صاف محسوس ہوگا کہ کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب بڑھ گیا۔ اہل [illegible] جب چاہیں اسکا تجربہ کریں۔ اھ

غرض دیر تک مضمون عبدیت ہی پر تقریر فرماتے رہے۔ احقر پر اس تقریر کا یہ [illegible] تھا کہ تمام وساوس جن کے ہجوم سے میں ہمیشہ نہایت سخت پریشان رہا کرتا تھا بالکل [illegible] کہ پھر سوچنے سے بھی نہیں آتے تھے۔ مجھے اس مرض [illegible] سے شفایاب ہو جانے کی [illegible] جیسے عین حالت یاس میں دوبارہ زندگی حاصل ہو گئی ہو۔ [illegible] سر نو ایمان کی دولت نصیب ہوئی ہو [illegible] سلطنت بھی قبضہ میں ہوتی تو نثار کر دینے کو جی چاہتا تھا [illegible] نہایت ذوق و شوق [illegible] ورد زبان تھا ؎ بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را۔۔

وساوس کے لئے مرض کا لفظ میں نے مجازاً استعمال کیا ورنہ حضرت والا تو ہجوم وساوس کو [illegible] ہی نہیں قرار دیتے کیونکہ مرض باطنی تو وہی ہوتا ہے جس کی ضرورت [illegible] وساوس [illegible] لا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا بنص قرآن متعلق نہیں بلکہ اگر کوئی ہجوم وساوس [illegible] بلا عمل و عزم عمل کی شکایت کرتا ہے تو سب سے پہلے یہی [illegible] [illegible] ضرر کیا ہے۔

الغرض احقر کو وساوس کی دیرینہ شکایت رفع ہو جانے سے بیحد مسرت ہوئی اور جسوقت حضرت والا [illegible] مذکور [illegible]

Marfat.com

تقریر فرما کر تشریف لیجانے لگے تو احقر نے مجملاً اس اثر کا حال عرض کیا جسپر مسرت کے لہجہ میں فرمایا کہ جی ہاں نافع تقریر تھی۔ حضرت والا تو تشریف لے گئے لیکن احقر پر برابر وہی کیفیت طاری رہی جو حضرت والا کی تقریر دلپذیر سے پیدا ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ میں بعد مغرب حضرت والا کی سہ دری میں تنہا بیٹھا ہوا اُسی کیفیت میں سرشار حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی ایک مناجات کا یہ شعر نہایت مزے لے لے کر پڑھنے لگا ؎

تو کر بیخبر ساری خبروں سے مجکو	الٰہی رہوں اک خبردار تیرا

پھر تو حضوری حق کا اسقدر غلبہ ہوا کہ اُسکے سرور و کیف نے مجکو بیخود کر دیا یہاں تک کہ میرے ہاتھ پاؤں بھی بے قابو ہو گئے۔ جب یہ کیفیت زیادہ بڑھی تو بے اختیار جی چاہا کہ حضرت والا کی خدمت میں پہونچکر قدموں پر لوٹنے لگوں۔ چنانچہ فوراً اٹھ کر حضرت والا کے دولت خانہ کی طرف چلا۔ چونکہ ہاتھ پاؤں بالکل بے قابو ہو رہے تھے اسلئے لڑکھڑاتا کانپتا اور دیواروں کا سہارا لے کر اپنے آپ کو گرنے سے سنبھالتا ہوا دولت پر پہونچا۔ وہاں حضرت والا کے خادم دیرینہ بھائی نیاز خاں ملے۔ وہ میری حالت کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ پوچھا خیریت تو ہے۔ میں نے کراہتے ہوئے کہا کہ بھائی ذرا حضرت کو بلا دو۔ حضرت والا اندر تشریف فرما تھے۔ اُنھوں نے فوراً میری اس حالت کی اطلاع کی۔ حضرت والا اُسوقت اتفاق سے ڈھیلہ لئے ہوئے ٹہل ٹہل کر چھوٹا استنجا خشک فرما رہے تھے۔ میری حالت غیر سنکر گھبرائے ہوئے اُسی حال میں باہر تشریف لے آئے۔ اور پوچھا کہ خیریت تو ہے کیا حال ہے۔ احقر دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑا اور عرض کیا کہ حضرت نے تو آج مجکو بڑی دولت عطا فرما دی۔ میں تو پڑا لوٹ رہا تھا اور جوش مسرت میں خوشی کے آنسو بہا رہا تھا اور بار بار دیوانہ وار یہی عرض کر رہا تھا کہ حضرت نے تو میرے اوپر آج بڑا ہی احسان کیا۔ بڑے سخت مرض سے نجات بخشی۔ بڑی دولت عطا فرمائی۔ اسوقت مجکو نہ پورا ہوش تھا نہ بالکل بیہوشی۔ کچھ بین بین سی حالت تھی۔

حضرت والا کا ایک ہاتھ تو گھرا ہوا تھا صرف ایک ہاتھ خالی تھا اُس سے مجکو اُٹھایا اور بھائی نیاز خاں کی مدد سے مجکو لا کر ایک چارپائی پر جو قریب ہی بچھی ہوئی تھی لٹا دیا اور میرے قلب پر اپنا دست مبارک رکھ رکھ کر بار بار فرمانے لگے کہ ذرا دل کو سنبھالئے ذرا دل کو سنبھالئے چونکہ میرے ہوش ابھی طرح بجا نہ تھے میں چارپائی پر پڑا ہوا حضرت والا ہی کے ہاتھوں سے اپنے مسرت کے آنسوؤں کو پونچھنے لگا۔ اور بے تکلف ہو ہو کر عرض کرنے لگا کہ آج تو حضرت کو بھی میری اس حالت پر بڑی خوشی ہو رہی ہو گی۔ حضرت والا نے نہایت مسرت کے ساتھ فرمایا کہ جی ہاں کیوں نہیں مجکو تو اپنے سب احباب کی خوشحالی سے مسرت ہوتی ہے پھر فرمایا کہ اس حالت کو اصطلاح صوفیہ میں بسط و انس کہتے ہیں جو قبض و ہیبت کے مقابل ہے۔ الحمد للہ جو حالات اور جگہ برسوں کے مجاہدوں میں بھی نہیں پیدا ہوتے ہمارے حضرت حاجی صاحب رح کے یہاں بفضلہ تعالیٰ

Marfat.com

ہفتوں میں حاصل ہو جاتے ہیں۔ اھ

ف یہ حضرت والا کا غایت ادب وعقیدت اور انتہائی منّت شناسی واداءِ حق محبت ہے کہ اپنے سارے کمالات کو حضرت حاجی صاحبؒ ہی کیطرف منسوب فرماتے ہیں اور نہایت وثوق کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے تو اپنی حالت اچھی طرح معلوم ہے آخر حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے قبل بھی تو میں تحصیل علوم اور مدرسی کئے ہوئے تھا لیکن وہ باتیں جو حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے بعد ذہن میں آنے لگیں وہ اُس سے پہلے کبھی خواب وخیال میں بھی نہ آتی تھیں لہذا یہ حضرت حاجی صاحبؒ کا فیض نہیں تو اور کیا ہے۔ اھ

اسی مضمون کے متعلق حضرت والا کا ایک اور نہایت کارآمد ملفوظ یاد آیا کسی سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ تکمیل کے بعد بھی بقاءِ فیض کی شرط یہ ہے کہ اپنے شیخ کے ساتھ عمر بھر اعتقاد اور امتنان کا تعلق قائم رکھا جائے۔ ہاں تکمیل کے بعد تعلیم کی حاجت البتہ نہیں رہتی۔ اھ

اس استطرادی فائدہ کے بعد میں پھر بیان واقعہ کی طرف عود کرتا ہوں حضرت والا کی توجہ کی برکت سے جب کچھ دیر بعد اُس کیفیت میں جسکا میں ذکر کر رہا ہوں کچھ افاقہ ہوا اور مجھے قدرے سکون ہو گیا تو میں اُٹھ کر ادب سے بیٹھ گیا پھر حضرت والا اندر تشریف لیگئے۔

احقر حضرت والا ہی کا مہمان تھا اور ایک صاحب اور بھی مہمان تھے ہم دونوں کے لئے اندر سے کھانا آیا جسمیں پلاؤ بھی تھا۔ گو احقر کو قدرے سکون ہو گیا تھا لیکن ابھی کیفیت بالکل فرو نہ ہوئی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں پلاؤ کو لقموں سے نہ کھا رہا تھا بلکہ مٹھی میں بھر بھر کر کھیل سا کرتا جاتا اور کھاتا جاتا تھا اور جوش مسرت میں دیوانہ وار قہقہے لگا رہا تھا۔ دوسرے مہمان صاحب کو میری اس حالت کی کچھ خبر بھی نہیں وہ میری اس حرکت پر اعتراض کرنے لگے۔ لیکن بھائی نیاز نے اُن سے کہدیا کہ یہ اسوقت معذور ہیں انسے کچھ نہ کہئے اُنکی اسوقت حالت اور ہے اسپر مجکو یہ شعر یاد آتے ہیں ؎

ما اگر قلاش و گر دیوانہ ایم
مستِ آں ساقی و آں پیمانہ ایم

کمن عیب درویش حیران و مست
کہ غرق است ازاں مینزند پا و دست

یہ تو احقر کی حالت کا بیان ہوا۔ اب اُن مولوی صاحب کا بھی حال سنئے جن کی تقریر پر تاثیر سننے میں آئی تھی جسنے مجکو از خود رفتہ کر دیا تھا۔

حضرت والا نے اُنکو تنبیہًا و تہدیدًا خانقاہ سے نکال ہی دیا۔ پھر وہ جا کر کسی اور مسجد میں رہے تین چار دن تک سخت پریشانی اُٹھاتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ واستغفار اور گریہ وزاری کرنے کے بعد انھوں نے

Marfat.com

حضرت والا کی خدمت میں دوسرے کی معرفت طلب معافی کا پرچہ بھیجا ۔ چونکہ اُن کو کافی تنبیہ ہو چکی تھی اور قلب سے عجب و پندار بالکل نکل چکا تھا جس کا احساس حضرت والا کے قلب مطہر کو ہو گیا اس لئے حضرت والا نے معافی عطا فرما دی اور تحریر فرما دیا کہ اب میں آپ کی طرف سے اپنے قلب میں مطلق کدورت نہیں پاتا ۔ جو وجداناً علامت ہے آپ کے قبول توبہ کی لہذا اب آپ کو پھر خانقاہ میں آجانے کی اجازت ہے چنانچہ وہ پھر حاضر خانقاہ ہو کر مشغول ذکر و شغل ہو گئے ۔ وہ صاحب حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز سے بیعت تھے اور بعد وفات مولانا رح حضرت والا سے اصلاح کے طالب ہوئے تھے وہ صاحب خود احقر سے فرماتے تھے کہ مجکو ان تین چار دنوں میں بے انتہا منافع حاصل ہوئے پھر تو وہ بفضلہ تعالیٰ صاحب اجازت ہو کر تشریف لے گئے اور ملک بنگال میں اُنسے مخلوق کثیر کو فیض پہونچا پھر انتقال فرما گئے جس عرصہ دراز ہو گیا اللہ تعالیٰ بخشتے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے ۔

صدہا بار کا تجربہ اور مشاہدہ ہے جسکی بعض نظائر اپنے موقع پر عرض بھی کیجا چکی ہیں کہ حضرت والا کی سیاست بس تنقیہ کا خاصہ رکھتی ہے جس سے آن کی آن میں کامل تصفیہ ہو جاتا ہے اور وہ سیاست بس اس آیت کی مصداق ہوتی ہے عسیٰ ان تکرھوا شیئًا و ھو خیر لکم جسکی تصدیق طالب کو بعد میں ہوتی ہے جب وہ اسکے نتائج نافعہ مشاہدہ کرتا ہے ۔ ف ۔ اس کل واقعہ سے حضرت والا کی شان ارشاد اور قوت افاضہ ظاہر و باہر ہے ۔

واقعہ نمبر ۲

ایک بار حضرت والا بہ عزم سفر ریلوے اسٹیشن تھانہ بھون پر ریل کے انتظار میں تشریف فرما تھے احقر بھی حاضر تھا کیونکہ حضرت والا کے ہمراہ سفر میں رہنے کا قصد تھا ۔

چونکہ حضرت والا حسب معمول احتیاطاً ریل کے وقت سے پہلے اسٹیشن پہونچ لئے تھے اسلئے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا ۔ اور چونکہ حسب عادت بہت سے حضرات حضرت والا کو رخصت کرنے اسٹیشن تک آئے تھے اسلئے حضرت والا سب کو اپنے ملفوظات سے مستفیض اور لطف اندوز فرما رہے تھے ۔ چنانچہ ایک صاحب کا تذکرہ فرمایا جو قاری تھے اور حضرت والا کے مدرسہ میں مدرس تھے کہ وہ اکثر لٹھ کندھے پر رکھے ہوئے اور ایک پائینچہ پنڈلیوں تک چڑھائے ہوئے مدرسہ میں ٹہلا کرتے ۔ میں نے جو انھیں ایک بار اس حال میں دیکھا میں نے کہا کہ ہاں قاری صاحب ذرا یہ مصرعہ بھی گنگناتے جائیے ع ۔ ان دنوں جوش جنوں ہے ترے دیوانہ کو اُسوقت حضرت والا نے نہ معلوم کس کیفیت سے متاثر ہو کر یہ مصرعہ پڑھا تھا کہ اسکو سنتے ہی بس میرے اندر

ایک جوش جنوں ہی کی سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ مجھے اسوقت پانی کی ضرورت تھی پانی لینے کے واسطے لوٹا ہاتھ میں لئے چلا جارہا تھا اور اسی مصرعہ کو نہایت کیف کے ساتھ مزے لے لے کر گنگناتا جاتا تھا۔ واپسی تک یہی مصرعہ ورد زبان رہا۔

جب حضرت والا سے آنکھیں دوچار ہوئیں تو حالت کا ایسا غلبہ ہوا کہ میرے ہاتھ پاؤں قابو سے باہر ہونے لگے۔ اور میں گرنے کے قریب ہوگیا۔ اسوقت مجکو بڑی پریشانی لاحق ہوئی کہ اگر مجمع عام کے سامنے زمین پر گر گیا تو بڑی ہنسائی ہوگی۔ لہذا خاص اہتمام کے ساتھ بمشکل اپنے آپ کو سنبھالے رہا یہاں تک کہ ریل آگئی اور حضرت والا مع اپنے رفقاء کے ایک ڈبہ میں بیٹھ گئے۔ جناب حافظ عبداللطیف صاحب مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اور جناب حافظ عبدالمجید صاحب تھانوی بھی رفیق سفر تھے۔ احقر مہتمم صاحب سے ملا ہوا بیٹھا تھا۔ ریل میں بیٹھکر بھی حالت کا غلبہ بدستور باقی رہا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں بیٹھا ہوا بے قابو ہو ہو کر مہتمم صاحب کی طرف جھک جھک پڑتا تھا اور انکے اوپر گر گر پڑتا تھا۔ اور ڈرڈر کر اپنے دل میں بلکہ چپکے چپکے زبان سے بھی کہہ رہا تھا کہ اگر یہ حالت بڑھی تو لوگ کیا کہیں گے۔ جب کسیطرح یہ حالت فرو نہ ہوئی تو اپنی جیب میں سے ایک مستعمل لفافہ نکالکر اسکو پھاڑ کر پشت کی طرف جہاں کچھ لکھا ہوا نہ تھا یہ شعر لکھ کر حضرت والا کیخدمت میں پیش کر دیا ؎

دل میرود ز دستم صاحبدلاں خدارا	دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

چونکہ یہ شعر اسوقت بالکل احقر کے حسب حال تھا حضرت والا نے اس پرچہ کو پڑھکر عجب انداز کے ساتھ فرمایا کہ لاؤ میں اسکو اپنے پاس تعویذ بناکر رکھ لوں۔ اس پر لطف ارشاد سے اس کیفیت میں بجائے سکون ہونے کے اور ترقی ہوگئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد حافظ عبدالمجید صاحب سے فرمایا کہ اچھا حافظ جی ذرا پنسل تو دیجئے لاؤ خواجہ صاحب کو اس پرچہ کا جواب ہی لکھدوں پھر حافظ جی سے پنسل لیکر میرے شعر کے نیچے یہ شعر تحریر فرما دیا ؎

گرچہ بدنامیست نزد عاقلاں	مانمی خواہیم ننگ و نام را

اور پھر میرا پرچہ مجکو واپس فرما دیا مجھے حیرت ہوگئی کہ ہنسائی اور بدنامی ہی کا تو میں اندیشہ کر رہا تھا اور اسی کے متعلق حضرت والا نے جواب میں شعر تحریر فرما دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت والا کو میری اس کل حالت کا اچھی طرح احساس اور انکشاف ہوگیا ہے۔ پھر کچھ دیر بعد حضرت والا کی توجہات کی کثرت جانب بار بار نظر فرمانے کے اثر سے مجکو الحمد للہ سکون ہوگیا بمصداق قول [illegible]

جادو سا کیا یہ اسے نگہ یار کر دیا	مجذوب ست بھی مست کو ہشیار کر دیا

ف۔ اس واقعہ سے بھی حضرت والا کی قوت اتفاف۔ اور اس زمانہ کا غلبہ ذوق شوق اور جوش و خروش

Marfat.com

ظاہر ہورہا ہے۔

واقعہ نمبر ۳

حضرت والا طالب کی تسلی ایسے موثر اور دل پذیر عنوان سے فرماتے ہیں کہ عین یاس کی حالت میں بھی فوراً ڈھارس بندھ جاتی ہے اور تسلی محض الفاظ ہی کی نہیں ہوتی بلکہ تسلی کا جو مضمون یا بشارت تقریراً یا تحریراً ارشاد فرماتے ہیں اسکو سنتے ہی اور دیکھتے ہی مخاطب اپنے اندر حالاً بھی محسوس کرنے لگتا ہے اور حضرت مولانا رومی رح کے ارشاد ع وعدہا باشد حقیقی دلپذیر کا فوراً ہی ظہور اور مشاہدہ ہو جاتا ہے اس امر کا کہ حضرت والا کے یہاں طالبین کی بڑی تسلی ہوتی ہے موافقین اور مخالفین منتسبین اور غیر منتسبین سب کو اقرار ہے چنانچہ حال میں ایک اپنے ہی حضرات کے سلسلہ کے ایک شیخ نے اپنے کچھ اُلجھے ہوئے حالات ایک دوسرے ہم سلسلہ شیخ کے پاس استعلاجاً پہونچائے تو مؤخر الذکر شیخ نے باوجود حضرت والا سے بعض امور میں سخت اختلاف ہونے کے فرمایا کہ ایسے اُلجھے ہوئے حالات کا حل تو بس تھانہ بھون ہی میں ہو سکتا ہے۔ اھ سچ ہے الفضل ما شهدت به الاعداء

دیگر

ایک اور شیخ کے مرید نے حال ہی میں حضرت والا کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ مجکو اپنے حالات عرض کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے کیونکہ مجکو حضرت کے مواعظ پڑھکر بہت تسلی ہوتی ہے بالخصوص وساوس تو محض حضور کے تصور ہی سے دفع ہو جاتے ہیں یہ بھی لکھا کہ گو مجھکو اپنے شیخ سے عقیدت ہے لیکن حضور کی عقیدت غالب ہے اور یہ بھی لکھا کہ میری پریشانی کا سبب یہ ہے کہ میں نے بیعت میں عجلت کی۔ اھ۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا دیکھئے بیعت میں عجلت کرنے کے یہ نتائج ہیں اور میں جو بیعت میں عجلت سے منع کیا کرتا ہوں اور دیر کیا کرتا ہوں اسکی یہی وجہ ہے۔

حضرت والا کی خدمت میں دوسرے شیوخ کے مریدین کے اکثر اسی قسم کے خطوط آتے رہتے ہیں اور حضرت والا بضرورت اس شرط پر کہ اپنے پیر سے سوءظن نہ رکھیں محض تعلیم حاصل کرنے کی اجازت مرحمت فرما دیتے ہیں۔

ایک انگریزی کے طالب علم کو دفعۃً منجانب اللہ مطلوب حقیقی کی ایسی طلب دامنگیر ہوئی کہ وہ انگریزی چھوڑ چھاڑ کر پیر کی تلاش میں نکلے۔ اتفاق سے اُنکے قریب ایک بدعتی پیر تھے جو بہت مشہور تھے اُنسے جاکر

Marfat.com

مشورہ لیا تو خدا کی شان کہ باوجود اختلاف مشرب اُنھوں نے بھی انکو حضرت والا ہی سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا لیکن حضرت والا نے اُن صاحب کو دیوبند میں تحصیل علوم کرنے اور بغرض سہولت وہیں حضرت مولانا دیوبندیؒ سے بیعت ہوجانیکا مشورہ دیدیا چنانچہ اُنھوں نے ایسا ہی کیا ف واقعات مذکورہ میں اہل واقعات کے نام قصداً نہیں ظاہر کیئے گئے تاکہ کسی کو ناگواری نہو اور صرف انھیں واقعات میں نہیں بلکہ اس رسالہ اشرف السوانح کے اکثر واقعات میں ایسا ہی کیا گیا ہے۔

اب اس مضمون تسلی کے متعلق احقر اپنے بھی چند خاص واقعات عرض کرتا ہے اور چونکہ وہ سب ایک ہی باب کے واقعات ہیں اسلئے اُن سب کو ایک واقعہ قرار دیکر واقعہ نمبر ۲ ہی کے ذیل میں مجتمعاً تحریر کیئے دیتا ہے

ایک بار احقر نے نہایت حسرت کے ساتھ عرض کیا کہ حضرت جو کچھ صفائی باطن حضور کی صحبت بابرکت سے حاصل ہوتی ہے وہ حضرت سے جُدا ہونے کے بعد کدورات دنیا میں پھنسکر رفتہ رفتہ سب غت ربود ہوجاتی ہے۔ یہ سنکر فوراً نہایت تسلی بخش لہجہ میں فرمایا کہ جی پھر مضائقہ ہی کیا ہے آپ اپنے کپڑے میلے کر ڈالتے ہیں دھوبی انکو دھو دیتا ہے۔ آپ پھر میلے کر ڈالتے ہیں دُھوبی پھر دھو دیتا ہے۔

دیگر

ایک بار میں نے عرض کیا کہ حضرت ایک تو معمولی مریض ہوتا ہے۔ کھانسی زکام یا جاڑہ بخار کا اور ایک مریض ہوتا ہے تپ دق کا۔ میں تپ دق کا مریض ہوں لہٰذا بہت زیادہ محتاج توجّہ ہوں۔ فرمایا کہ مبارک ہو یہ تو علامت ہے نسبت باطنی کی کیونکہ نسبت باطنی بھی تپ دق کی طرح رگ رگ میں سرایت کر جاتی ہے اور کبھی الگ نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ جس کیفیت کو آپ مرض سمجھ رہے ہیں وہ مرض ہی ہے بعضے آثار مشترک ہوتے ہیں مرض میں اور حال محمود میں جیسے سرایت۔

دیگر

ایک بار عرض کیا کہ حضرت میرے قلب کی بھی عجیب ڈانواڈول حالت ہے۔ فرمایا کہ اصلی قلب تو آپ ہی کا ہے کیونکہ قلب کے معنی ہی یہ ہیں کہ جو ایک حالت پر نہ رہے منقلب ہوتا رہے۔

دیگر

ایک بار احقر نے اپنی کسی باطنی پریشانی کے متعلق لکھا کہ [illegible] ہے سلجھن کا ان مع العسر یسرا [illegible] چونکہ قبض آمد تو در وے [illegible]

یہ جواب [illegible] لطائف [illegible]

دیگر

اسیطرح ایک عریضہ کے جواب میں جسمیں ظاہری و باطنی پریشانیوں کا حال عرض کیا گیا تھا تحریر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ فلاح دارین حاصل ہوگی دل یہی گواہی دیتا ہے - یہ جواب بھی اوپر بسلسلہ واقعہ ترک ڈپٹی کلکٹری نقل کیا جاچکا ہے -

دیگر

ایک مرتبہ احقر نے اپنے حالات کا عریضہ لکھا جسمیں یہ بھی عرض کیا تھا کہ حضور کے تذکرہ کا شوق اسقدر غالب ہے کہ جوش میں آکر بعض اوقات اوروں کے سامنے اپنے مخفی حالات کا بھی ضمناً ذکر کر ڈالتا ہوں حالانکہ بتدی کے لئے اظہار اسرار بوجہ مضر ہونے کے ممنوع ہے - جواب تحریر فرمایا کہ سب حالات محمود ہیں صرف تلوین کا تمکین سے مبتدل ہونا باقی ہے سو انشاء اللہ تعالیٰ اسیطرح ہو رہیگا - ہانڈی میں کیسے کیسے جوش اُٹھتے ہیں اور یہ سب علامات ہیں اُسکے قطع منازل کی تکمیل کی طرف پھر آخر میں خود کیسا سکون ہو جاتا ہے یہ اس کی تمکینی حالت ہے -

ع - کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور - خالی گانا بطور خود تنہائی میں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کچھ مضائقہ نہیں ع کہ نوشید و جوشید و مستی کنید کسی ناکارہ کے تذکرہ میں اگر اپنا اظہار حال ہو جاوے تو چونکہ بقصد نہیں اسلئے مذموم نہیں ع کہ عشق و مشک را نتواں نہفتن -

دیگر

ایک عریضہ میں احقر نے عدم انضباط اوقات کی شکایت لکھی - تحریر فرمایا کہ میں حالت موجودہ ہی میں آپ کو کامیابی کی بشارت دیتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ آپ ہرگز محروم نہ رہیں گے میرے اس قول کی دلیل ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش	تا دمے آخر دمے فارغ مباش
تا دم آخر دم آخر بود	کہ عنایت با تو صاحب سر بود
کوئے نومیدی مرو کامیدہاست	سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

دیگر

اسیطرح ایک عریضہ میں احقر نے یہ شکایت لکھی تھی کہ انضباط اوقات کا پختہ عزم کر لیا تھا لیکن پھر ٹوٹ گیا اس مضمون کے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ خیر اضاعت وقت میں بھی اطاعت بخت کا مسئلہ حل ہوا کہ انسان تقدیر حق کے سامنے عاجز ہے کہ ارادہ تو کیا تھا ضبط اوقات کا اور ہو گیا خبط اوقات انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کا منکشف ہونا بھی ترقی کا زینہ ہوگا ف اس عریضہ کا پورا جواب اپنی بیعت کے واقعات میں ضمناً نقل کیا جاچکا ہے

Marfat.com

دیگر

ایک بار احقر نے عریضہ لکھا کہ اب کی بار کی حاضری میں حضرت والا کے فیض صحبت سے بفضلہ تعالیٰ قلب میں ایک ایسی اچھی کیفیت پیدا ہوگئی تھی کہ اس قسم کی کیفیت اس سے پہلے کبھی پیدا نہ ہوئی تھی لیکن افسوس کہ واپسی کے بعد کچھ دن باقی رہ کر رفتہ رفتہ بالکل زائل ہوگئی۔ اسپر ایک ایسی لطیف تحقیق تحریر فرمائی کہ جو ہمیشہ کے لئے گویا مشعل راہ ہوگئی اور اگر طالبین ہمیشہ اسکو اپنے پیش نظر رکھیں تو تقلبات طرق سے کبھی پریشان نہوں۔ تحریر فرمایا کہ کسی کیفیت کا طاری ہونا اور چندے جاری رہنا یہ بھی بسا غنیمت ہے ہمیشہ رہنے کی چیز تو صرف عقل اور ایمان ہے۔ باقی سب میں آمد و رفت رہتی ہے اھ۔ اس جواب سے احقر کو بیحد نفع ہوا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا باب حقیقت مفتوح ہوگیا۔

دیگر

احقر ہجوم وساوس سے بہت پریشان رہا کرتا تھا جن سے اپنے ایمان کے متعلق بھی تردد پیدا ہوگیا تھا بالآخر گھبرا کر ایک عریضہ میں اپنے سب وساوس تحریر کر دئے اور عرض کیا کہ اب حضرت والا ہی ایسے حالات میں تحریر فرمائیں کہ مجھ میں ایمان ہے یا نعوذ باللہ خدانخواستہ میں اس دولت سے محروم ہی ہوں لیکن یہ ملحوظ خاطر رہے کہ یہ فیصلہ ایک مجدد اور قطب الارشاد کے یہاں سے ہوگا اگر وہاں سے بھی مایوسی ہوئی تو پھر میرا کہیں ٹھکانا نہیں بڑی جرأت کرکے توکلاً علی اللہ یہ سوال کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہی خیر رکھے۔ اھ

اسپر حضرت والا نے ایمان کی بشارت دیکر یہ شعر تحریر فرمایا ؎

کوئے نومیدی مرو کامیدہاست	سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

احقر نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر میرے یہ ناگفتہ بہ حالات معلوم فرما کر حضور نے مجکو چھوڑ دیا اور از راہ توجہ نہ فرمائی تو پھر یہ سمجھ لیجئے کہ سوائے جہنم کے میرا کہیں ٹھکانا نہ ہوگا۔ اسپر تحریر فرمایا کہ خدا نہ کرے توجہ کیوں ہٹانے لگا پھر یہ شعر تحریر فرمایا ؎

بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دائم است	زانکہ لطف شیخ و زاہد گاہ ہست گاہ نیست

دیگر

ایک بار احقر خدمت فیضدرجت سے رخصت ہوتے وقت بہت دلگیر [illegible] نہایت شفقت کے لہجہ میں فرمایا کہ دلگیر ہونے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ الحمد للہ سرمایۂ تسلی [illegible] پاس ہے یعنی تعلق مع اللہ

دیگر

ایک بار احقر معتد بہ زحمت لیکر لغرض [illegible] حاضر خانقاہ ہوا تو آتے ہی ایک پرچہ پر اپنا تصنیف کردہ

Marfat.com

یہ شعر لکھ کر پیش کیا ؎

نہیں کچھ اور خواہش آپ کے در پر میں لایا ہوں	مٹا دیجئے مٹا دیجئے یہاں مٹنے کو آیا ہوں

فوراً نہایت وثوق کے لہجہ میں فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ اھ

دیگر

ایک بار احقر نے اپنے بہت سے امراض باطنی لکھ کر پیش کئے اور اپنی اصلاح سے مایوسی ظاہر کی کہ ع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔ اور لکھا کہ اتنے سارے امراض سے کیونکر نجات ممکن ہے۔ تحریر فرمایا کہ کچھ بھی مشکل نہیں صرف دو چیزوں کا التزام کر لیجئے استحضار اور ہمت اھ

سبحان اللہ سبحان اللہ کیا مختصر اور جامع مانع گر تعلیم فرما دیا جو تمام اصطلاحات کو حاوی ہے اور یہ وہ کلی ہے جسکے اندر اصلاح کی ہر چھوٹی سے چھوٹی جزئی داخل ہے جسکو تمام اصطلاحات کی گویا میزان الکل کہنا چاہیئے۔ احقر تو اس جواب کو پڑھ کر حال طاری ہوگیا تھا اور ان دو لفظوں کے متعلق اس کثرت سے مضامین کا ورود ہوا تھا کہ اگر اسوقت لکھنے بیٹھ جاتا تو ایک رسالہ کا رسالہ تصنیف ہو جاتا اسکا ارادہ بھی ہوا لیکن افسوس تساہل نے پورا نہ ہونے دیا پھر وہ سب مضامین ہی ذہن سے نکل گئے۔ البتہ اس گر کو بسہولت استحضار کے لئے ایک شعر میں محفوظ کر لیا تھا جواب تک یاد ہے۔ وہ یہ ہے ؎

بتایا ہے جو گر حضرت نے استحضار و ہمت کا	عجب یہ نسخۂ اکسیر ہے اصلاح امت کا

واقعی اگر اپنے عیوب کا استحضار رکھا جائے اور وقت پر ہمت سے کام لیا جائے تو کسی گناہ کا صدور ہی نہو۔ اور ہمت کے متعلق حضرت والا نے فرمایا ہے کہ جس ہمت کے بعد کامیابی نہو وہ ہمت ہی نہیں بلکہ ہمت کی محض نیت ہے ف۔ سبحان اللہ ہمت کی کیا نفیس اور قابل استحضار حقیقت ظاہر فرمائی ہے

دیگر

چونکہ احقر بہت ہی بے تکا اور بدانتظام واقع ہوا ہے اور ادھر حضرت والا نہایت درجہ منتظم بقول احقر

انکو ملی فرزانگی ہمکو ملی دیوانگی	مجذوب ہم وہ ہوشیار ایک اسطرف ایک اسطرف

اسلئے اس ناکارہ سے حضرت والا کو اکثر اذیت پہونچتی رہتی تھی اور اب بھی بکثرت پہونچتی رہتی ہے لہذا ایک بار احقر نے معذرت چاہی فوراً نہایت شفقت سے فرمایا کہ اگلی پچھلی سب کوتاہیاں معاف ہیں بےفکر رہیے پھر یہ آیت پڑھی لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تأخر۔ اللہ تعالیٰ مجھے فہم سلیم اور توفیق ادب عطا فرمائے تاکہ مجھ سے کبھی حضرت والا کو کسی قسم کی ایذا نہ پہونچے۔ آمین ثم آمین۔

مضمون تسلی کے متعلق استطراداً دیگر طالبین کے بھی بعض واقعات اس مقام پر عرض کئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

ایک صاحب نے لکھا کہ معمولات تو بفضلہ تعالیٰ جاری ہیں لیکن قلب میں فرحت نہیں پیدا ہوتی تحریر فرمایا کہ خدا کا شکر کیجئے رحمت تو ہے فرحت نہیں ہے نہ سہی۔ فرحت تو محض اسکی ایک لونڈی ہے انشاء اللہ وہ بھی اپنی باری میں حاضر ہو جاوے گی۔ اھ حضرت والا کی برکت سے اس لطیف اور دلپذیر جواب کو پڑھتے ہی ان کی طبیعت فوراً منشرح ہو گئی چنانچہ انھوں نے دوبارہ حضرت والا کو لکھا کہ حضرت والا کی دعا کی برکت سے الحمد للہ وہ لونڈی بھی حاضر ہو گئی ہے۔

اُن صاحب کے والد بزرگوار جو ریاست کدرہ کے دیوان رہ چکے تھے اور شاعر بھی تھے اور بہت اچھا ذوق ادب رکھتے تھے اس جواب پر عش عش کرنے لگے اور حیرت کرتے تھے کہ مولانا کو یہ محاورے اور یہ [illegible] اصطلاحیں کہاں سے معلوم ہو گئیں۔ فرحت عموماً لونڈیوں کا نام بھی ہوا کرتا ہے اور لونڈیوں کی باریاں بھی مقرر ہوتی ہیں۔ احقر انکو حضرت والا کے مطبوعہ مواعظ بہت سنایا کرتا تھا۔ ایک دن فرمانے لگے کہ مولانا تو نثر میں شاعری کرتے ہیں۔

دیگر

ایک بار احقر نے حضرت والا کے حسن تعلیم اور مضمون تسلی کے تذکرہ میں حضرت والا سے عرض کیا کہ ایک مرتبہ احقر کی والدہ صاحبہ نے بواسطہ احقر حضور سے شکایت کی تھی کہ دوران ذکر میں ادھر اُدھر کے فضول فضول خیالات بہت پریشان کرتے ہیں یہاں تک کہ بچپن تک کے واقعات بھی خواہ مخواہ یاد آنے لگتے ہیں تو حضور نے فرمایا تھا کہ ایسے خیالات کا کچھ غم نہ کریں بلکہ مباح خیالات کو غنیمت سمجھیں کیونکہ وہ وقایہ ہو جاتے ہیں معاصی کے خیالات سے۔ اگر اُنسے دل بالکل خالی ہو جائے تو پھر معاصی کے خیالات آنے لگیں البتہ جب اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کو غالب [illegible] فرما دیں گے تب یہ بھی جاتے رہیں گے۔

احقر سے اس واقعہ کا ذکر سنکر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ جو کچھ میں مباح خیالات یا وساوس کے متعلق کہا کرتا ہوں وہ سب اپنی ہی گذری کہا کرتا ہوں استدلالی طور پر نہیں بلکہ اپنا مشاہدہ بیان کیا کرتا ہوں کیونکہ یہ سب حالتیں خود مجھ پر بھی گذر چکی ہیں ورنہ محض تحقیق کے طور پر کہتا تو تنہا اس کو تسلی ہرگز نہیں ہو سکتی تھی [illegible] کا نفع نہ ہوتا لیکن اب تو میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ [illegible] ہمارے تجربات [illegible] سے ایک شخص نے باطن کے متعلق مشورہ دیا تو اسنے میرا نام لیا کہ [illegible] تسلی اگر [illegible] نہ تسلی دینے میں اس شخص کو خاص مہارت عطا فرمائی ہے [illegible]

حضرت والا نے فرمایا کہ یہ سب حضرت حاجی صاحب کی [illegible] واقعی اس سے [illegible] سلوک طے ہوتا ہے [illegible] نہیں [illegible] حق تعالیٰ [illegible]

Marfat.com

پیدا ہوجاتاہے اور محبت ہی اقرب طرق ہے۔ اسی لئے مجکو اسکا بڑا اہتمام رہتاہے کہ طالبین کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کی جائے اھ ف یہ واقعہ حسن العزیز جلد اول میں بھی مذکور ہے

دیگر

ایک صاحب سے جو وساوس سے سخت پریشان تھے مفصل مضامین تسلی بیان فرماکر آخر میں فرمایا کہ میاں بھلا جسکے سر پر اللہ ہو پھر اسکو کیا فکر شیطان اسکا کیا بگاڑ سکتا ہے ع دشمن اگرقوی ست نگہبان قوی تراست خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ اھ

دیگر

ایک مخلص دیندار نے جو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ العزیز سے بیعت ہیں مدرسہ دیوبند کے موجودہ فتنہ وفساد کے سلسلہ میں بعض علماء و ممبران مدرسہ کے خلاف بدظنی کے وساوس پیدا ہونے کی بہت طویل داستان لکھی اور لکھا کہ چونکہ ان سب حضرات سے بوجہ خاص دیوبندی خیال اور سلسلۂ امدادیہ میں داخل ہونے کے پختہ عقیدت مندی ہے اسلئے کسی صاحب کی طرف بھی بدگمانی کا خیال نہیں ہوسکتا اور گو یہ سیہ کار اس قابل کہاں جو بزرگان دین کی رائے اور مصلحت میں دخل دیسکے لیکن میرا ناقص خیال جسطرف یقین کے ساتھ جھکتا ہے اسطرف سے ہٹنا دشوار ہوجاتا ہے لہذا مجبوری ہے اور سخت خلجان میں ہوں احقر کا اطمینان فرمایا جائے الخ

حضرت والا نے اسکا حسب ذیل بہت مختصر مگر نہایت تسلی بخش اور جامع مانع جواب ارقام فرمایا جو یہ ہے۔
آپ نے اپنے دین کی درستی کے لئے بہت محنت کی انشاءاللہ تعالیٰ اسکا اجر ملیگا چونکہ ہر مریض کیلئے جدا نسخہ نافع ہوتاہے اسلئے جو نسخہ آپ کیلئے نافع ہے لکھتا ہوں وہ یہ کہ ع کار خود کن کار بیگانہ مکن۔ زبان و قلم و قلب سے سکوت رکھیں پریشانی پر صبر کریں نہ کسی کے معتقد رہیں نہ کسی سے بداعتقاد کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایذا دہ ہیں۔ قیامت میں اسکی پوچھ بھی آپ سے نہ ہوگی والسلام

دیگر

ایک صاحب نے غلبۂ خشیت میں لکھا کہ مجکو بڑا خطرہ ہے۔ تحریر فرمایا کہ یہ خطرہ تو بحر معرفت کا قطرہ ہے اللہ تعالیٰ اسکو بڑھاکر دریا کردے۔ اھ

دیگر

ایک صاحب نے لکھا کہ کبھی قبض ہے کبھی بسط کبھی غم ہے کبھی خوشی عجیب حالت ہے۔ اھ
خط بہت طویل تھا لیکن حضرت والا نے صرف اسکے ایک گوشہ پر بہت ہی مختصر سا جواب لکھکر بھیجدیا جسپر بلا مبالغہ دریا کو کوزہ میں بند کرنا صادق آتا ہے۔ تحریر فرمایا کہ مجموعی حالت قابل شکر ہے جسکے سب اجزاء ایک ہی

دریائے محبت کی موجیں جنکی حرکت بھی پُربہار اور سکون بھی موجب قرار. مبارک. اطمینان سے اپنے کام میں لگے رہئے میں بھی دعا میں مشغول ہوں۔ اھ

دیگر

ایک صاحب جائداد رئیس وساوس کفریہ میں مبتلا تھے! انھوں نے اپنا مفصل حال لکھ کر پیش کیا اور آخر میں عرض کیا کہ اگر حضور یہ اطمینان دلا دینگے کہ وجود باری تعالیٰ دلائل عقلیہ قطعیہ سے ثابت ہے تو مجھے بلا دلائل معلوم کئے ہی اطمینان ہو جائے گا۔ کیونکہ میں حضور کی عقل کا بیحد معتقد ہوں۔ اسپر حضرت والا نے غایت وثوق اور نہایت شد و مد کے ساتھ تحریر فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کا وجود ایسے دلائل عقلیہ قطعیہ سے ثابت ہے کہ بڑے سے بڑے فلسفی منکر کو بھی ساکت کیا جا سکتا ہے ذرا بھی گنجایش انکار نہیں! اھ

اس جواب کو پڑھتے ہی صاحب موصوف کی ساری پریشانی دفع ہوگئی اور یہاں تک مسرت کا جوش بڑھا کہ اس خوشی میں حضرت والا سے بیساختہ یہ اجازت طلب کی کہ میں اپنی سب جائداد حضور کے نام ہبہ کردوں لیکن حضرت والا بھلا اسکو کیوں قبول فرمانے لگے تھے۔

دیگر

کل ہی کی بات ہے یعنی ۲۵ رجب ۱۳۵۴ھ کو جمعہ کے بعد کی مجلس میں ایک بہت معتقد اور نہایت دیندار وکیل صاحب کے خط کے بعض فقرے اور اُن فقروں کے متعلق اپنے جوابات سنائے۔ وہ وکیل صاحب حضرت والا کی خدمت میں بیس بائیس روز قیام کر کے حال ہی میں واپس گئے ہیں۔ انھوں نے لکھا کہ حضرت یہاں کی تو دنیا ہی بدلی ہوئی ہے۔ حضرت نے اسکا جواب ارقام فرمایا۔ کہ خیر الحمد للہ دین تو بدلا ہوا نہیں پھر بھی اُن وکیل صاحب نے لکھا کہ وہاں ہر بات میں انوار معلوم ہوتے تھے یہاں نہیں معلوم ہوتے تحریر فرمایا کہ وہ یعنی عدم انوار بھی خیر ہے ع کہ آب چشمۂ حیواں درون تاریکیست۔ اھ پھر اس جز کے متعلق زبانی فرمایا کہ یہ محض شاعری نہیں بلکہ حقیقت ہے کیونکہ ایسی حالت میں اگر کوئی نیک عمل ہوتا ہے تو اسکو اجر زیادہ ملتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اخیر زمانہ میں دین کا سنبھالنا ایسا مشکل ہوگا جیسے چنگاری کو ہاتھ میں پکڑنا۔ اس زمانہ میں اگر کوئی ایک عمل نیک کریگا تو اسکو پچاس عاملوں کا ثواب ملیگا حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ منا او منھم یعنی ہم میں کے پچاس ارشاد فرمایا منکم یعنی تم میں کے پچاس۔ اھ

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر اس وقت کوئی ایک نیک کام کرے اسکو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے برابر ثواب ملتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ سب باتیں اس تاریکی میں ف سبحان اللہ حضرت والا کے بھی

کیا پر لطف الفاظ ہوتے ہیں اور کیسے اعلیٰ معانی ہوتے ہیں بس بالکل یہ شعر صادق آتا ہے ؎

بہار عالم حسنش دل وجان تازہ میدارد
برنگ اصحاب صورت را بہ بو ارباب معنی را

اُن وکیل صاحب نے یہ بھی لکھا کہ وہاں سے آنے کے بعد ابھی تک طبیعت متوحش ہے اسکا جواب حضرت والا نے یہ ارقام فرمایا کہ یہ تو رحمت ہے اگر مانوس ہو جاتی تو یہ علامت تھی عدم احساس کی۔ اھ غرض نہایت تسلی بخش جوابات تحریر فرمائے جو حقیقت کے بھی بالکل مطابق تھے۔

دیگر

ایک طالب اصلاح نے کشاکش نفس کی شکایت کی تو نہایت شفقت کے ساتھ فرمایا کہ بھائی جب دو پہلوانوں میں کشتی ہوتی ہے تو یہ نہیں ہوتا کہ ایک تو زور لگائے جائے اور دوسرا اپنے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہی ڈالدے اور اپنے مقابل کو خود موقع دیدے کہ وہ اُسکو آسانی سے پچھاڑ سکے۔ یہ تو نفس سے کشتی ہے اپنا سارا زور لگانا چاہیئے پھر اگر پورا غلبہ نہ حاصل ہو تو کم از کم یہ تو ہو کہ کبھی تم نے اسکو پچھاڑ دیا کبھی اُسنے تم کو پچھاڑ دیا لیکن ہمت کسی حال میں نہ ہارنا چاہیئے پھر جب اللہ تعالیٰ دیکھیں گے کہ یہ بیچارہ اپنا سا زور لگا رہا ہے تو غلبہ بھی عطا فرما دینگے۔ غرض ہمت نہ ہارنا چاہیئے اور مایوس نہ ہونا چاہیئے۔

دیگر

ایک صاحب اجازت نے گھر پہنچکر عریضہ لکھا کہ وہ حالت قلب کی جو خانقاہ میں تھی وہ رخصت ہوتی جاتی ہے اسکے بقا کی اگر کوئی صورت ہو تو بتلائی جاوے۔ حضرت والا نے اسکا جواب تحریر فرمایا کہ اگر ایسا ممکن ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے یوں نہ فرماتے ولکن یاحنظلة ساعة وساعة اھ اُنہیں صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ قلب کی حالت نہایت خراب ہے غفلت قلب میں گھر کر گئی دعا بھی اور علاج بھی فرمایا جاوے۔ اسکا جواب تحریر فرمایا کہ العلاج بالضد وھو فعل الاختیار والجد۔

دیگر

ایک صاحب نے لکھا کہ اپنا حال ابتر ہی پاتا ہوں سوائے اس کے ادعا کرنے کے اور کچھ نہیں۔ اسکا جواب ایسا جامع مانع تحریر فرمایا کہ جو عمر بھر کے لئے دستور العمل بنانے کے قابل ہے اور چونکہ وہ بہت مختصر اشاراتی مضمون تھا اسلئے ان کی درخواست پر حضرت والا نے اسکی تسہیل و تشریح نام بھی رکھ دیا ہے جسکو ترتیب رسالہ سے نقل کیا جاتا ہے۔

مکتوب ملقب بہ تسہیل الطّریق

خود مشقت میں پڑنے کا شوق ہی ہو تو اسکا تو علاج ہی نہیں باقی راستہ بالکل صاف ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں اختیاری میں ہمت سے کام لیں اگر کوتاہی ہو جاوے ماضی کا استغفار سے تدارک کر کے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لینے لگیں اور استعمال ہمت کے ساتھ دعا کا بھی التزام رکھیں اور بہت بجاجت کے ساتھ اھ

ف سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ سارا طریق اس مختصر سے جواب میں آگیا۔ دریا کو کوزہ میں بھر دیا ہے کوئی اس زریں دستور العمل کی قدر کام کرنے والوں سے پوچھے اور ان سے جنکا اسپر عملدرآمد ہے۔ اللہ تعالےٰ حضرت والا کے طفیل سے اس ناکارہ کو بھی اسپر سختی کے ساتھ کاربند ہونے کی توفیق بخشے اور حضرت والا کے درجات اور علوم و معارف کو روزافزوں ترقی بخشے اور ہمیشہ سلامت باکرامت رکھے آمین آمین آمین

دیگر

ایک صاحب نے جن کے شیخ حج کو گئے ہوئے تھے ہجوم وساوس سے پریشان ہو کر حضرت والا کی خدمت میں نہایت پر درد عریضہ لکھا حضرت والا نے جواب میں ایسا تسلی بخش مضمون تحریر فرمایا کہ اسکو پڑھتے ہی ان کے سارے وساوس دور ہو گئے اور ساری پریشانی کافور ہو گئی چنانچہ انھوں نے پھر دوسرا عریضہ ارسال خدمت کیا جو تبویب تربیت السالک باب مشترک پہلے صفحہ کے حاشیہ سے لفظاً لفظاً نقل کیا جاتا ہے۔

الحمد للہ اب نہ وساوس کا ہجوم ہے نہ اوہام نہ خواب [illegible] قطعی طور سے [illegible] زائل ہو گئے [illegible] کس زبان سے اور کیسے شکریہ ادا کیا جاوے جو اس آڑے وقت میں اس ناچیز اور سراپا تقصیر کی دستگیری فرمائی ہے۔ آقائے عالم ذات بابرکات کو بانی فیوض خیرات ہمیشہ ہمیشہ تا قیام قیامت قائم رکھیں و [illegible] کی جانب بیچارہ مبذول آمین

احقر جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ ایک نہیں صاحب کا کیا ہزاروں سرگشتگان طریق کا مشاہدہ ہے کہ حضرت والا سے رجوع کرتے ہی ساری حیرانی و پریشانی دور ہو جاتی ہے اور گویا منزل مقصود قریب تر [illegible] اور یہ محض [illegible] کا اثر نہیں بلکہ حضرت والا کی دعا و توجہ اور مقبولیت عند اللہ کی برکت ہے [illegible]

اسی [illegible] خوب [illegible] ارشاد حضرت والا [illegible]

گر [illegible] | [illegible]

خود حضرت والا [illegible]

[illegible]

Marfat.com

پر آمادہ ہو گئے تھے لیکن میرا خط پہونچتے ہی بفضلہ تعالیٰ اُنکی پوری تسلی ہو گئی اور وہ اپنے اس ارادہ سے باز آ گئے

دیگر

حُسن اتفاق سے اسی وقت اسکی نظر میں ایک طالب کا خط اور حضرت والا کا جواب تسلی مآب تبویب تربیت السالک حصۂ ہشتم میں نظر سے گذرا جسکو مناسب موقع خیال کر کے یہاں نقل کیا جاتا ہے گو ضعیف سا احتمال ہے کہ بعض حضرت والا کا جواب باب تشرف بعیت واستفاضۂ باطنی میں حضرت والا کی تحریرات متعلقۂ وساوس کے ضمن میں بھی نقل کیا جا چکا ہے لیکن ایسے مکررات سے اتنی طویل تصنیف میں بچنا مشکل ہے۔ بہرحال ایسے مفید مضامین کی تکرار بھی نفع سے خالی نہیں بلکہ زیادت نفع متصور ہے (اور تضاعف حظ میں گویا قند مکرر ہے) چنانچہ بلا قصد تشبیہ عرض ہے کہ قرآن مجید کے مکررات کا بھی یہی منشا ہے کہ تکرار موجب ازدیاد استحضار ہو۔ لہذا ناظرین کرام سے باادب عرض ہے کہ اس تصنیف میں اگر کہیں شاذ و نادر مکررات نظر سے گذریں احقر کو معذور تصور فرمائیں۔ اس مختصر مگر ضروری تمہید کے بعد وہ خط مع جواب ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے وھو ہذا۔

(حال) علاوہ ازیں ایک مرض صعب کا نہایت شاکی ہوں حتی الوسع اسکے دفعیہ کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ وہ مرض یہ ہے کہ بعض وقت وساوس و خطرات کا اپنے دل میں نشان بھی نہیں پاتا اور بعض وقت وساوس و خطرات کا اسقدر ہجوم ہوتا ہے اور وساوس و خطرات بھی وہ کہ شاید کسی دہریہ کو بھی نہ آتے ہوں اُسوقت دل چاہتا ہے کہ کسی ترکیب سے خودکشی کر لوں تاکہ خس کم جہاں پاک کا مصداق ہو جاوے۔ ایسے نالائق و ناہنجار کو دنیا میں رہنا ہی نہیں چاہیئے۔ اسلئے خدمت والا میں عرض پرداز ہوں کہ اسکے لئے خاص توجہ بذل فرماویں اور دعا سے امداد فرماویں۔

(تحقیق) دعا سے کیا عذر ہے مگر یہ حالت خود مذموم ہی نہیں جسکو ایسا مہتم بالشان سمجھا جاوے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اکمل و افضل تو کسی کی حالت نہ تھی۔ حدیثوں میں مصرح ہے کہ انکو ایسے وساوس آتے تھے کہ وہ جلکر کوئلہ ہو جانا زیادہ محبوب سمجھتے تھے ان کو زبان پر لانے سے اور طبیب کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ان کے صریح ایمان کی علامت قرار دیا۔ پس جو امر علامت ایمان ہو اس پر اگر مسرت نہ ہو تو غم کے بھی کوئی معنی نہیں والسلام

ف جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ حضرت والا جذبات انسانی کے ایسے ماہر اور امراض روحانی کے علاج میں ایسے حاذق ہیں کہ طالب مذکور کو جو اسدرجہ غم میں مبتلا تھے کہ خودکشی پر آمادہ تھے اسکا مشورہ نہیں دیا کہ اس حالت پر مسرور رہوں کیونکہ یہ تکلیف مالایطاق ہوتی اور مشورہ مفید نہ ہوتا۔ سبحان اللہ حکیم الامۃ کی یہی شان ہونی چاہیئے۔

اسیطرح حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جب کسی کے یہاں کوئی موت ہو جاتی ہے اور وہاں ضرورت وعظ کی

Marfat.com

سمجھتا ہوں تو معتدبہ زمانہ گذرنے کے بعد کہتا ہوں ورنہ تازہ تازہ غم میں اگر وعظ کہا جائے تو بالکل بیکار جاتا ہے۔

دیگر

مضمون تسلی کے متعلق اتفاقاً ایک اور واقعہ بھی یاد آ گیا گو وہ باطن کے متعلق نہیں لیکن اُسکا ذکر بھی اس جگہ بے موقع نہ ہوگا۔ احقر کی اہلیہ کا ایک ایسا آپریشن ہونے والا تھا جسمیں جان کا خطرہ تھا۔ اور ہم سب لوگ نہایت درجہ پریشان تھے۔ اُنھوں نے حضرت والا کو نہایت مایوسی کا عریضہ لکھوایا اور دعا کی درخواست کی عین آپریشن کے دن حضرت والا کا جواب پہونچا کر دل وجان سے دعا کرتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ آپریشن کامیاب ہوگا اور انشاء اللہ تعالیٰ تم اچھی ہوکر یہاں آؤگی۔ اھ۔

اس بشارت نے ہم مردہ دلوں کو زندہ کر دیا اور گویا ازسرنو حیات بخشی۔ اور پریشانی میں بہت کچھ کمی ہوگئی اور بجائے یاس کے امید غالب ہوگئی۔ مریضہ کو بھی بہت کچھ سکون ہوگیا اور ایک گونہ اطمینان کے ساتھ آپریشن کے کمرہ میں قدم رکھا۔ اس قسم کی پیشینگوئی کرنا حضرت والا کا معمول نہیں لیکن مریضہ کی تقویت ہمت کے لئے جسکی اُسوقت سخت ضرورت تھی احتمالاً اور توکلاً علی اللہ ایسا لکھ دیا چنانچہ مصداق اُس حدیث قولی کے کہ میرے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر وہ میرے اعتماد پر کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو میں ان کی قسم کو سچا کر دوں۔

آپریشن نہایت کامیاب ہوا اور مریضہ بالکل اچھی ہوگئی اور پھر حضرت والا کی خدمت میں حاضری کا اتفاق بھی ہوا چنانچہ دو برس سے احقر کے ساتھ تھانہ بھون میں مقیم ہے فالحمد للہ۔ سچ ہے

ع می دہد یزداں مراد متقین

دیگر

ایک طالب کچھ دن کے لئے آکر مقیم خانقاہ ہوئے تھے۔ انھوں نے کبھی حضرت والا کو کسی گفتگو کے سلسلہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ ارشاد نقل فرماتے سن لیا کہ ایسی ہجرت ہے کہ جسم تو مکہ میں ہو اور دل ہندوستان میں ایسا جسم تو ہندوستان میں اور دل مکہ میں اسکو اُنھوں نے اپنے قیام خانقاہ کی حالت پر منطبق کیا تو یہ سوچ کر پریشان ہونے کہ مجھکو تو بیوی بچے بہت یاد آتے ہیں اور خیال لگا رہتا ہے کہ آج سے گھر جانے کا اتنا خیال لگے رہنے کی اُنھوں نے حضرت والا کو بذریعہ عریضہ اطلاع کی اور انا للہ کے ساتھ بنا بر مفہوم ارشاد حضرت حاجی صاحبؒ میرا یہاں خانقاہ میں حاضر ہونا ... حضرت والا نے نہایت تشفی بخش اور تحقیقی جواب ارقام فرمایا جو تربیت السالک سے نقل کیا جاتا ہے۔

یہ یاد آنا اور خیال لگا رہنا امور طبعیہ اور خیال کے حقوق شرعیہ سے ہے اور محمود ہے بہ مرتبہ مذموم ہے

Marfat.com

وہ یہ ہے کہ ہجرت پر ایک گونہ تاسف ہوگیا کہ میں سب کو چھوڑ کر یہاں چلا آیا۔ غرض تمنا وہ چیز ہے جو مضر ہے اور شوق اور چیز ہے جو مضر نہیں۔ روزہ میں کھانے پینے کا شوق ہوتا ہے کہ کب وقت آویگا اور تمنا نہیں ہوتی کہ میں روزہ نہ رکھتا تو اچھا ہوتا۔

ف: سبحان اللہ کیا تحقیق و تدقیق ہے تمنا اور شوق میں کیا باریک فرق نکالا ہے جہاں فلاسفہ اور جنکو آجکل بڑا ماہر نفسیات سمجھا جاتا ہے ان کا ذہن بھی نہیں پہونچ سکتا یہ حقائق حضرات حکماء امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ ہی پر منکشف ہوتے ہیں۔

دیگر

ایک طالب نے شدید میلان الی الغنا کی شکایت لکھی اور لکھا کہ کبھی کبھی کسی بانسری بجانے والے کو بلوا کر بانسری بھی سنی ہے ہدایت فرمائی جاوے اسکا جواب بھی تربیت السالک سے نقل کیا جاتا ہے جو لاجواب ہے ملاحظہ ہو:۔

کشش اور میلان کا بالکلیہ زائل ہوجانا تو عادۃً ممتنع ہے البتہ تدبیر سے اسمیں ایسا ضعف اور اضمحلال ہوجاتا ہے کہ مقاومت صعب نہیں رہتی اور وہ تدبیر صرف واحد میں منحصر ہے کہ عملاً اس کشش کے تقاضا کی مخالفت کیجاوے گو کلفت ہو اسکو برداشت کیا جاوے اسی سے کسیکو جلدی کسیکو دیر میں علیٰ اختلاف الطبائع اس کشش میں ضعف و اضمحلال ہوجاتا ہے اور کف کے لئے قصد و ہمت کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے مگر اس ضعف کے سبب اس قصد میں سہولت کامیابی ہوجاتی ہے۔ اور اس سے زیادہ توقع رکھنا امنیہ محضہ ہے۔ الا ان یکون من الخوارق۔ اس اصل سے تمام نظریات میں کام لینے سے پریشانی ھباءً منثوراً ہوجاتی ہے فتبصّر و تشکر۔ ف: سبحان اللہ تمام نظریات کے متعلق جنسے ساری دنیا عاجز اور پریشان ہے اور لاکھ تدبیریں کرتے ہیں مگر کامیابی نہیں ہوتی کیسا جامع مانع بے نظیر اور سہل کلیہ ارشاد فرمایا ہے اور تعدیل کی کیسی نافع اور یگانہ تدبیر تعلیم فرمائی ہے۔

دیگر

احقر نے یہ بھی ہمیشہ تجربہ کیا جسکی تصدیق اپنے اور پیر بھائیوں سے بھی ہوئی کہ ادھر حضرت والا کو عریضہ لکھا نہیں اور ادھر پریشانیوں میں کمی واقع ہونا شروع ہوگئی اور کرامت نامہ پہونچنے کے بعد تو بالکل ہی دفع ہوگئیں۔ بلکہ احقر کو تو اپنے گمان میں اکثر یہ بھی احساس ہوجاتا تھا کہ فلاں وقت حضرت والا کی خدمت میں عریضہ پہونچا کیونکہ اسوقت حضرت والا کی توجہ کی برکت سے حضرت والا کی جانب ایک پرزور کشش محسوس ہونے لگتی تھی۔ اور اسکا تجربہ تو اب بھی بحالت قیام خانقاہ گاہ گاہ ہوتا رہتا ہے۔ کہ اگر احقر کی عدم موجودگی مجلس میں ا

Marfat.com

کبھی حضرت والا کو احقر سے کوئی کام ہوتا ہے تو حضرت والا کے یاد فرمانے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ احقر کے قلب میں دفعتہً اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے ایک خاص کیفیت توجہ الی اللہ کی محسوس ہونے لگتی ہے جس سے میں اپنے گمان میں سمجھ لیتا ہوں کہ غالباً اس وقت حضرت والا مجھے یاد فرما رہے ہیں اور میری طرف متوجہ ہیں لیکن چونکہ یہ گمان یقین کے درجہ کا تو ہوتا نہیں اسلئے محض اس انجذاب کی بنا پر اپنا کام چھوڑ کر حاضر خدمت نہیں ہوتا۔

ابھی دو تین دن ہی کا واقعہ ہے۔ احقر نے حضرت والا سے ایک شعر جو احقر کو بالکل ناتمام یاد تھا پوچھا تھا اُس وقت حضرت والا نے اسکا صرف ایک یہ مصرعہ فرمایا ع گر از چشم دوری بدل حاضری۔ اور فرمایا کہ صرف یہی مصرعہ یاد ہے۔ پھر ظہر کے بعد کی مجلس کے وقت جبکہ احقر اپنے حجرہ میں جو حضرت والا کی نشست گاہ سے بالکل متصل ہے بیٹھا اسی رسالہ اشرف السوانح کے کام میں مشغول تھا حضرت والا نے ایک پرچہ پر یہ پورا شعر لکھکر احقر کے پاس بھیجا وہ پورا شعر یہ ہے ؎

سلام علیکم چو در خاطری — گر از چشم دوری بدل حاضری

اُدھر تو حضرت والا اس شعر کو لکھکر احقر کے پاس بھیج رہے تھے اور اِدھر احقر کے قلب میں وہی کیفیت جسکا اوپر ذکر کیا گیا اسقدر شدت کے ساتھ محسوس ہوئی کہ واقعی میرا قصد ہوگیا کہ اسی وقت حاضر خدمت ہو جاؤں کیونکہ مجکو غالب گمان ہوگیا کہ حضرت والا اس وقت احقر کو ضرور یاد فرما رہے ہیں لیکن چونکہ کام میں بہت مشغول تھا اسلئے اپنے گمان پر اعتماد نہ کرکے بیٹھا لکھتا رہا۔ جب پرچہ پہونچا تب اپنے گمان کا قریب بہ یقین ہونا معلوم ہوا۔ اور لطف یہ ہے کہ شعر مذکور کا مضمون بھی اسی قسم کا تھا اور اس حالت پر بالکل صادق آرہا تھا اس سے اور بھی گمان ہوتا ہے کہ ممکن ہے حضرت والا کے قلب میں بھی لکھتے وقت اسکے مضمون کا استحضار ہو اور اسکا انعکاس احقر کے قلب پر بھی ہوگیا ہو۔ میں نے تو اس شعر کا یہ مطلب سمجھ کر لطف لیا کہ گویا حضرت والا نے [illegible] احقر ناکارہ ہی کو اس شعر سے خطاب فرمارہے ہیں کیونکہ میرے گمان میں اس وقت حضرت والا [illegible] یاد فرمارہے تھے

اسیطرح کچھ عرصہ ہوا ایک بار احقر اور ایک صاحب سکے بیٹھے تھے اس وقت بھی [illegible] محسوس ہوئی تو فوراً مجکو وہی گمان ہوا کہ غالباً حضرت والا احقر کو یاد فرما رہے ہیں اور چونکہ [illegible] تھا اسلئے حاضر خدمت ہونے کے لئے فوراً نیچے اتر آیا کہ واقعی حضرت والا ایک [illegible]

اس انتظار میں تھے کہ کوئی ملے تو احقر کو طلب فرمائیں [illegible]

آپ کا [illegible] والا تھا احقر نے اپنی اس تلاش کا حال [illegible]

ایسے امور قابل التفات نہیں [illegible]

کبھی اس قسم کی کشش احقر کو محسوس ہوتی ہے ہمیشہ حضور مع اللہ کی صورت میں ہوتی ہے یعنی فوراً حضور مع اللہ کی کیفیت قوت کے ساتھ محسوس ہونے لگتی ہے جسکو میں حضرت والا کی توجہ قلبی کا اثر سمجھ کر یہ گمان کرنے لگتا ہوں کہ اسوقت حضرت والا احقر کی طرف متوجہ ہیں اور یاد فرما رہے ہیں۔

اس کشش کے متعلق مجھے اپنے پرانے زمانہ کے اثرات بھی اچھی طرح یاد ہیں۔ جب کبھی حضرت والا کا کوئی کرامت نامہ پہونچتا محض حضرت والا کی تحریر کے نقوش ہی کو دیکھ کر قلب میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی خواہ اسوقت میں کسی شغل میں ہوتا چنانچہ ایک دفعہ عین سرکاری دربار کے موقع پر بھی اثر محسوس کرنا اب تک یاد ہے جب کبھی حاضری خدمت کے بعد رخصت ہو کر جاتا تو بفضلہ تعالیٰ و بتوجہات حضرت والا راستہ میں قلب کے اندر حضوری حق کی ایسی پر لطف اور پر زور کیفیت محسوس ہوتی کہ جس سے راستہ بھر سرشار رہتا۔ یہاں تک کہ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک بار حضوری حق کا اتنا غلبہ ہوا کہ میں دیوانہ وار اپنے دونوں ہاتھوں سے بار بار مشتاقانہ سطح ہوا پر ملنے لگا جیسے کوئی اپنے محبوب سے بغلگیر ہو رہا ہو۔

ایکبار راستہ ہی میں حضرت حافظ شیرازی کے اس شعر کو پڑھتے پڑھتے بے اختیار ہو گیا اور ہچکیاں لے لیکر رونے لگا ؎

تو دستگیر شو اے خضر پے خجستہ کہ من	پیادہ میسپرم و ہمرہاں سوار انند

ایک بار حضرت والا کی خدمت بابرکت میں ایک ماہ قیام کر کے رخصت ہوا تو قلب میں نہایت کیف لیکر رخصت ہوا اس سے متاثر ہو کر راستہ ہی میں بے اختیار کچھ اشعار بھی ہو گئے جنمیں سے بعض اب تک یاد ہیں جن کو اس غرض سے عرض کیا جاتا ہے کہ ناظرین کرام کو بھی اس کیفیت کا کسیقدر اندازہ ہو جائے وہ اشعار یہ ہیں ؎

مجھ پہ یہ لطف فراواں میں تو اس قابل نہ تھا	تیری اس رحمت کے قرباں میں تو اس قابل نہ تھا
یہ بھی دست ازل بھی تیرے در سے اے کریم	لے چلا ہے بھر کے داماں میں تو اس قابل نہ تھا
ہے خدا معبود اپنا اور نبی خیر الوریٰ	شیخ بھی ہے قطب دوراں میں تو اس قابل نہ تھا

جسطرح خدمت فیضدرجت سے رخصت ہونے کے بعد کی بعض کیفیات عرض کی گئیں اسی طرح جس ذوق و شوق کے ساتھ حاضری ہوتی تھی اسکا بھی تھوڑا بہت ذکر مناسب مقام ہوگا۔

یہ تو عرض ہی کیا جا چکا ہے کہ کثیر اخراجات برداشت کر کر کے چند گھنٹوں کے قیام کی مہلت ملنے پر بھی دور دراز مقامات سے حاضر ہوا کرتا تھا نیز لمبی لمبی رخصتیں نصف تنخواہ اور بلا تنخواہ تک کی لے لے کر مہینوں بلکہ بعض مرتبہ برسوں خدمت بابرکت میں مقیم رہتا تھا چنانچہ اب بھی بعون اللہ تعالیٰ دو برس چار ماہ کی رخصت لیکر حاضر خدمت ہوں اور جب کبھی حاضر ہوا نہایت ذوق و شوق اور جوش و خروش کے ساتھ حاضر ہوا اور اکثر فرط مسرت میں مناسب حال اشعار بھی بے اختیار کہنے لگتا تھا اور ہر حاضری گویا اس شعر کی مصداق ہوتی تھی ؎

Marfat.com

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ   سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

ایک بار بہت دن بعد حاضری کا اتفاق ہوا تھا اُس موقع پر بہت سے اشعار لکھے تھے جن میں سے چند اشعار بطور نمونہ حالت کے اندازہ کیلئے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں ؎

نہیں جانا ہوا ہے جانب میخانہ برسوں سے
بھرا ہے دلمیں شوق نعرۂ مستانہ برسوں سے

کبھی کعبہ تھا دل اب تو یہ ہے بتخانہ برسوں سے
ترستا ہوں تجھے لے جلوۂ جانانہ برسوں سے

ہے برگشتہ کیسکی نرگس مستانہ برسوں سے
لئے پھرتا ہوں میں اپنا تہی پیمانہ برسوں سے

دل پرشوق روز اس بزم میں اسطرح جاتا ہے
کہ دیکھی ہو نہ جیسے صورت جانانہ برسوں سے

ترک ڈپٹی کلکٹری سے قبل احقر نے لمبی رخصت بلا تنخواہ لیلی تھی اور قصد کر لیا تھا کہ جب تک منظوری نہ ملیگی جسکی درخواست پیش کر رکھی تھی اُسوقت تک ملازمت پر نہ جاؤں گا۔ اس موقع پر بہت سے اشعار لکھے تھے مثلاً ؎

جو ہم ترک علائق کر کے کوئے یار میں آئے
تو خارستاں سے گویا گلشن بے خار میں آئے

یکایک کھل گئیں آنکھیں جو بزم یار میں آئے
اُٹھے پردے نہیں تاریکیاں انوار میں آئے

غزلخواں شادماں رقصاں گہے گریاں گہے خنداں
عجب انداز سے ہم کوچۂ دلدار میں آئے

مقام وجد ہے ایدل مگر جائے ادب بھی ہے
بڑے دربار میں پہونچے بڑی سرکار میں آئے

چھڑا کر جان اپنی بے طرح مجذوب بھاگا ہے
خدا ہی ہے جو وہ اب لوٹ کر گھر بار میں آئے

اسی موقع پر حضرت والا سے یہ معلوم کر کے کہ احقر کے قیام کے لئے اُن دو حجروں میں سے ایک تجویز فرمایا گیا ہے جو خانقاہ کے پھاٹک کے اوپر ہیں اور جن میں سے دوسرا اس زمانہ میں خود حضرت والا کا قیام گاہ تھا تو غایت مسرت میں اسکے متعلق بھی کچھ اشعار لکھے جنمیں سے بعض عرض کئے جاتے ہیں ؎

قلب و جگر ہیں داغدار ایک اس طرف ایک اس طرف
پہلو میں ہیں دو گلعذار ایک اس طرف ایک اس طرف

وہ نشتر ہیں انوار کے ہم کسب میں انوار کے
ہیں ہر دمہ مشغول کار ایک اس طرف ایک اس طرف

سیدھی نظر بھی ہے غضب ترچھی نظر بھی ہے ستم
یہ تیغ دو رکھتی ہے دھار ایک اس طرف ایک اس طرف

وہ جا رہے ہیں دیکھئے گاہے ادھر گاہے ادھر
چلتے ہوئے کرتے ہیں وار ایک اس طرف ایک اس طرف

ہمکو ملی دیوانگی اُن کو ملی فرزانگی
مجذوب ہے [illegible]

غرض جب حاضر ہوتا نہایت ذوق و شوق کے ساتھ حاضر ہوتا اور راستہ بھر نہایت جوش و خروش کا عالم طاری رہتا چنانچہ ایک بار ریل میں چند ہم مذاق احباب کا ساتھ تھا جو پیر بھائی بھی تھے تو راستہ بھر

حضرت والا کے تصور میں نہایت کیف کے ساتھ اس شعر کو پڑھتا رہا ؎

بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

چونکہ رفیق سفر اپنے ہی پیر بھائی تھے اور پرانے بے تکلف دوست بھی تھے اور پھر پُرسوز و گداز شاعر بھی تھے اسلئے کیف بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہاں تک کہ ریل کے ڈبہ میں جسمیں سوائے ہم لوگوں کے اور فوجی نیپالیوں کے اور کوئی نہ تھا نیپالی لوگ ہم لوگوں کے اس کیف سے متاثر ہوکر خود بھی گانے بلکہ بعض ناچنے بھی لگے۔ انکی یہ حالت دیکھکر ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ دیکھئے یہ لوگ بھی آپ کے جوش و خروش سے متاثر ہو گئے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حاضر ہوتے ہوئے بھی اور رخصت ہوتے ہوئے بھی راستہ بھر نہایت کیف کا عالم طاری رہتا تھا لیکن حضرت والا کی خدمت اقدس میں پہونچکر سکون ہو جاتا تھا بمصداق شعر حضرت شیفتہ رہ

ز پیش تو فرزانہ دیوانہ خیزد بہ بزم تو دیوانہ عاقل نشیند

استفسار پر حضرت والا نے اسکی وجہ بھی ارشاد فرمائی کہ بُعد میں شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور قرب میں اُنس کا۔ شوق میں جوش و خروش ہوتا ہے اور انس میں سکون اھ

جامع عرض کرتا ہے کہ اس سکون کی وجہ سے بعض اوقات طالب غلطی سے یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میں بالکل کورا ہو گیا چنانچہ ایک صاحب اجازت نے اپنے دوران قیام خانقاہ میں اپنے آپ کو کورا سمجھکر اسکی شکایت لکھی اور حضرت حافظ رح کا یہ شعر بھی نہایت حسرت کے ساتھ لکھا ؎

شراب بے غش جامے از آن دیار مہرباں ساقی دلا کے بہ شود کارت اگر اکنوں نخواہد شد

حضرت والا نے انکی اس عنوان سے تسلی فرمائی کہ آفتاب کے سامنے چاند بے نور معلوم ہوتا ہے مگر در اصل وہ بے نور نہیں ہوتا بلکہ وہ آفتاب سے برابر کسب نور کرتا رہتا ہے البتہ آفتاب کے سامنے اسکو اپنا نور محسوس نہیں ہوتا۔ کورا ہو جانے پر حضرت والا کا ایک لطیفہ بھی یاد آ گیا جسکو لطائف میں بھی عرض کیا جا چکا ہے اور یہاں بھی مناسبت مقام تجدید نشاط کے لئے عرض کیا جاتا ہے۔ ایک صاحب نے شکایت کی کہ میں تو بالکل کورا ہو گیا۔ حضرت والا نے ازراہ تسلی ارشاد فرمایا کورا ہونا برا نہیں کُور ہونا برا ہے۔ بلا سے کورا ہو لیکن کور نہو۔

الغرض جس جوش و خروش کے عالم میں حاضر خدمت سراپا برکت ہوا کرتا تھا اور بفیض توجہات حضرت والا جس درجہ سکون و طمانینت اپنے قلب میں لیکر رخصت ہوتا تھا اسکا حال سطور بالا میں لکھتے وقت ان دونوں کیفیات کا گویا پھر علی التواتر ورود ہوا جس سے متاثر ہوکر ببرکت انفاس حضرت والا محض اتفاق سے ان ہر دو کیفیات کے متعلق کچھ فارسی اشعار ہو گئے جنکو مناسب مقام سمجھکر اور اس خیال سے کہ شاید طالبین کے لئے

نافع ہوں ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ اتفاق کا لفظ میں نے اسلئے عرض کیا کہ بیشتر صرف حاضری کے متعلق ایک صاحب کیف کی ایک پُرکیف غزل کی طرف ذہن منتقل ہوا جسکا صرف ایک مصرعہ اور ایک شعر یاد رہ گیا تھا اسکو جو پڑھنا شروع کیا بالخصوص اس قصد سے کہ جس شعر کا صرف ایک مصرعہ یاد تھا اسپر مصرعہ لگا دیا جائے تو پھر اسی بحر و قافیہ میں اشعار کی آمد شروع ہو گئی یہاں تک کہ دونوں کیفیات کے متعلق دو بڑی بڑی غزلیں ۳۳-۳۳ اشعار کی تیار ہو گئیں طبیعت تو بہت طرارے بھر رہی تھی لیکن میں نے بہ جبر ۳۳ کے مبارک عدد پر جو تسبیح فاطمی رضؓ کے اجزاء کا عدد ہے اپنے قلم کو روک دیا اور ہر دو قسم کے اشعار کو اسی عدد پر ختم کر دیا تاکہ اصل مقصود کے لکھنے میں زیادہ حرج واقع نہ ہو۔

حاضری کے متعلق جو اشعار ہیں انکا عنوان "سفر تھانہ بھون" ہے اور رخصت کے متعلق جو اشعار ہیں۔ ان کا عنوان "واپسی از تھانہ بھون" ہے چونکہ سفر تھانہ بھون کے اشعار تلوین پر دلالت کرتے ہیں اور واپسی از تھانہ بھون کے اشعار تمکین پر اسلئے حضرت والا نے اس مجموعہ کا نام "تمکین بعد التلوین" تجویز فرمایا ہے جو نہایت ہی موزوں ہے اب اشعار ملاحظہ ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تمکین بعد التلوین

سفر تھانہ بھون

بحالتِ تلوین

در ہوائے کوئے جاناں میروم	(۱)	ہمچو نفس افتان و خیزاں [illegible]
وہ چہ با شوق فراواں میروم	(۲)	مست و [illegible] میروم
گو دریدہ جیب و داماں میروم	(۳)	زیں مرا چوں گل چہ خنداں میروم
گو بایں حال پریشاں میروم	(۴)	سرخوش و شاداں و نازاں میروم

سوئے آں رشکِ گلستاں میروم (۵) سرِ بصحرا پا بہ جولاں میروم
گر بیاباں در بیاباں میروم (۶) شادماں در بر گلستاں میروم
ہست گو اندیشۂ جاں میروم (۷) می روم ہاں می روم ہاں میروم
سر بکف آتش بہ داماں میروم (۸) در تلاشِ آبِ حیواں میروم
مست چوں ابرِ بہاراں میروم (۹) گاہ خنداں گاہ گریاں میروم
در عجب انوارِ عرفاں میروم (۱۰) بیخود و مبہوت و حیراں میروم
سوئے کعبہ می رود ہر زاہدے (۱۱) من بسوئے کعبۂ جاں میروم
می روم چوں مہر نے مثلِ قمر (۱۲) بر سرِ اعدا نمایاں میروم
نزدِ آں کز وے شدہ تجدیدِ دیں (۱۳) از پئے تجدیدِ ایماں میروم
او حکیم الامت و من جاں بلب (۱۴) در حضورش بہر درماں میروم
آنکہ مے از ساقیٔ کوثر بیافت (۱۵) پیش او اے میفروشاں میروم
کام و لب خشک و خُم خالی بدوش (۱۶) بیں چہ پُر شوق و پُر ارماں میروم
کاسۂ در دست و زنبیلے بہ بر (۱۷) بے سر و ساماں بہ سلطاں میروم
گو منم یک بلبلِ بے بال و پر (۱۸) در ہوائے شوق پراں میروم
گو منم مورِ ضعیف و ناتواں (۱۹) بیں کہ بر تختِ سلیماں میروم
از وفورِ شوقِ او در دشتہا (۲۰) تیز تر ہم از غزالاں میروم
بیں چساں پروانہ وار آتش بجاں (۲۱) سوئے آں شمعِ فروزاں میروم
چنگ و عود و مطرب و ساقی و خم (۲۲) با چگونہ ساز و ساماں میروم
جام در دست و صراحی در بغل (۲۳) در گروہِ پاکبازاں میروم
ہست روحم در عجب وجد و طرب (۲۴) وہ چہ خوش است اینکہ رقصاں میروم
آتشِ عشق افگنم در سینہا (۲۵) الحذر با سوزِ پنہاں میروم
گریۂ شوق است ایں از درد نیست (۲۶) دُر فشاں چوں ابرِ نیساں میروم
محو و مستغرق بیادِ جانِ جاں (۲۷) غافل از احباب و خویشاں میروم
چیست مال و زر چہ باشد خانماں (۲۸) من ز جاں ہم دست افشاں میروم
دارم از فضلِ خدا اُمیدہا (۲۹) گو بزیرِ چرخِ گرداں میروم

باز سودا شد من مجذوب را	(۳۰)	باز سوئے کوئے جاناں میروم
برلبِ مجذوب ایں ورد است و بس	(۳۱)	باز سوئے کوئے جاناں میروم
ہستم آں مجذوب دیوانہ کہ من	(۳۲)	باخودی دست و گریباں میروم
جذب دلبر کار فرما در دل است	(۳۳)	زاں من مجذوب زنیساں میروم

واپسی از تھانہ بھون
(بحالت تمکین)

از در تو باچہ عنواں می روم	(۱)	خار در دل گل بداماں میروم
آمدہ بودم بتو چوں سائلے	(۲)	از درِ دولت چو سلطاں میروم
آمدہ بودم بتو بے برگ و بار	(۳)	سبز و شاداب و گل افشاں میروم
آمدہ بودم بتو بے مایہ ،	(۴)	از درت با گنج پنہاں میروم
آمدہ بودم بتو ناکام عشق	(۵)	کامراں در عین حرماں میروم
آمدہ بودم بتو جویان یار	(۶)	یار در پہلو و جویاں میروم
آمدہ بودم بتو من با ہمہ	(۷)	بے ہمہ از راہ پنہاں میروم
آمدہ بودم بتو با صد تعب	(۸)	از رہِ نزدیک آساں میروم
آمدہ بودم بتو با صد ہجوم	(۹)	یا ہم از سایہ گریزاں میروم
آمدہ بودم بتو بت دربغل	(۱۰)	از درِ فیضت مسلماں میروم
آمدہ بودم بتو با جام و خم	(۱۱)	یا باین تسبیح و قرآں میروم
آمدہ بودم بتو سوزاں چو برق	(۱۲)	یا خنک چوں ماہ تاباں میرو[illegible]
آمدہ بودم بتو پا در ہوا	(۱۳)	صد سکون در دل [illegible]
آمدہ بودم بتو سودا بسر	(۱۴)	یار در دل [illegible]
آمدہ بودم بتو نعرہ زناں	(۱۵)	دم بخود سر در گریباں میروم
آمدہ بودم بتو نالہ کناں	(۱۶)	مہر برلب دل بافغاں میروم

Marfat.com

آمدہ بودم بتو در شوق دید (۱۷) از وفور جلوہ حیراں میروم
آمدہ بودم بتو پروانہ وار (۱۸) سربسر شمع شبستاں میروم
آمدہ بودم بتو ظلمت فشاں (۱۹) ضو فگن چوں مہر رخشاں میروم
آمدہ بودم بتو سرشار و مست (۲۰) محترز از مے پرستاں میروم
آمدہ بودم بتو با چنگ و عود (۲۱) خود سراپا ساز و الحاں میروم
آمدہ بودم بتو تر دامنے (۲۲) پاک باز و پاک داماں میروم
آمدہ بودم بتو نالاں و زار (۲۳) خندہ زن بر نفس و شیطاں میروم
آمدہ بودم بتو سر بر فلک (۲۴) سر بسجدہ زیر فرماں میروم
آمدہ بودم بتو نازاں بہ علم (۲۵) با ہمہ دانی چو ناداں میروم
آمدہ بودم بتو در جہل غرق (۲۶) نکتہ چیں بر اہل یوناں میروم
آمدہ بودم بتو چوں وحشیاں (۲۷) یافتم تہذیب انساں میروم
آمدہ بودم بتو زاغاں شعار (۲۸) ہمنوائے عندلیباں میروم
آمدہ بودم بتو مثل زناں (۲۹) سر بکف مانند مرداں میروم
آمدہ بودم بتو من پا بہ گل (۳۰) العجب سرو خراماں میروم
آمدہ بودم بتو من بدتریں (۳۱) بہتریں از صد ہزاراں میروم
گو بدم مجذوب من ننگ زماں (۳۲) شکر اشرف فخر دوراں میروم
شاکرم اے مدعی نے لاف زن (۳۳) ہاں نہ پنداری کہ نازاں میروم

یہاں تک جو تسلی کے متعلق واقعات عرض کئے گئے وہ ایسے تھے جن میں حضرت والا نے طالبین کی تسلی فرمائی تھی اب ایک واقعہ ایسا بھی عرض کیا جاتا ہے جسمیں حضرت والا نے خود اپنے آپ کو تسلی دی ہے۔ ایک سخت ناگوار واقعہ کے موقع پر فرمایا کہ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حاکم اور حکیم ہونے کا مراقبہ قلب میں ایسا پختہ کر دیا ہے کہ بڑے سے بڑے حادثہ کے وقت بھی خواہ وہ ظاہر کے متعلق ہو یا باطن کے جسکو پریشانی کہتے ہیں وہ لاحق نہیں ہوتی۔ بس بفضلہ تعالےٰ یہ اچھی طرح ذہن نشین ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاکم بھی ہیں اور حکیم بھی حاکم ہونے کی حیثیت سے تو انہیں پورا اختیار حاصل ہے کہ اپنی مخلوق میں جسوقت چاہیں اور جس قسم کا چاہیں تصرف فرمائیں ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی ہر قسم کے تصرف کا ہر وقت پورا اختیار اور حق حاصل ہے

کسی کو ذرا بھی مجال چون و چرا نہیں۔ اور حکیم ہونے کی بنا پر یہ اطمینان [illegible] ہے کہ اُنکا جو کچھ بھی تصرف ہوگا وہ سراسر حکمت ہی ہوگا پھر پریشانی کی کوئی وجہ نہیں راہ ۔ **ف** تحقیقات [illegible] عالی درجہ کا مراقبہ ہے۔ اگر اس کو پختہ کرلیا جائے تو ظاہری یا باطنی کسی قسم کی بھی پریشانی لاحق نہ ہو۔

اب اسی تبرک واقعہ پر احقر اس مضمون اصلی کو جو بلا قصد بڑھ گیا ختم کرتا ہے اور اپنے چند اور متفرق اور دوسرے مضامین کے متعلق عرض کرکے اپنی اس کیاس کہانی ہی کو ختم کردیگا اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ بعض ارشادات عامہ نیز تربیت باطن کے متعلق حضرت والا کے بعض اور فوائد کے قلمبند کرنے کی کوشش کریگا اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے وماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

واقعہ نمبر

احقر ان گناہوں کے باب میں جو محض خیال کے متعلق ہیں نہایت [illegible] تھا [illegible] کو قریب قریب مردود ہی سمجھ لیا تھا۔ اور خیالات فاسدہ کے ہجوم سے زندگی تلخ [illegible] تھی۔ اور [illegible] سے قریب قریب مایوس ہی ہو چکا تھا کیونکہ خیال ایک ایسی چیز ہے کہ [illegible] آن کی آن میں کہیں کا کہیں پہونچ جاتا ہے اور وقت پر پریشانی میں یہ امتیاز کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے کہ اُسکے حدوث یا بقا کا کون سا درجہ تو اختیاری ہے اور کون سا غیر اختیاری نیز خیال کا دفعیہ [illegible] دشوار ہوتا ہے۔ غرض عملی گناہوں سے بچنا جتنا [illegible] ان گناہوں [illegible] سہل ہے جنکا تعلق خیال سے ہے اول الذکر کی تشخیص بھی [illegible] اور محل خطا ہونے کے تشخیص بھی [illegible]۔

حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کی خدمت میں [illegible] حضرت والا نے باوجود نہایت پیچیدہ حالت ہونے کے [illegible] بہادر سمجھ لیا گیا تھا۔ وسواس [illegible] اور جو زندگی بالکل [illegible] سے بفضلہ تعالیٰ [illegible] ہمیشہ کے لئے خوشگوار نظر آنے لگی۔ کیونکہ ایسا سہل جامع اور کلی علاج [illegible] ہمیشہ کے لئے بآسانی دستور العمل بنایا جاسکتا ہے اور تمام خیالی گناہوں [illegible]

[illegible] غیبت وغیرہ وغیرہ سب سے [illegible] نہایت [illegible]

ارشاد: موجودہ حالت میں [illegible] ملا [illegible] تشخیص بھی [illegible] حضرت والا کی دعا و توجہ و برکت سے [illegible] کے جواب کو میں [illegible] لیا تھا پڑھتے [illegible]

Marfat.com

کہ تخیلات ایسے زائل ہو گئے جیسے تھے ہی نہیں۔ امید قوی ہے کہ جسکو ذرا بھی طریق سے مناسبت ہو گی۔ وہ حضرت والا کے ارشاد فرمودہ کلیہ سے جو ذیل میں تربیت السالک سے نقل کیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ اپنے جملہ امراض باطنیہ خیالیہ کا بسہولت علاج کر سکے گا۔ اس جواب باصواب کی نافعیت اور جامعیت پر نظر فرما کر حضرت والا نے اسکا ایک مستقل نام بھی تجویز فرما دیا ہے جو اسم بامسمّٰی ہے یعنی علاج الخیال احقر سے سنکر بہت سے طالبین نے انکی نقلیں لیں جس سے ان کی نافعیت اور ضرورت عامّہ ظاہر ہوتی ہے وہ جواب یہ ہے۔

اسکا تو سہل علاج یہ ہے کہ جب ایسے تخیلات کا ہجوم ہوا اپنے قصد و اختیار سے کسی نیک خیال کیطرف فوراً متوجہ ہو جانا اور متوجہ رہنا چاہیئے۔ اسکے بعد بھی اگر تخیلات باقی رہیں یا نئے آویں انکا رہنا یا آنا یقیناً غیر اختیاری ہے کیونکہ مختلف قسم کے دو خیال ایک وقت میں اختیاراً جمع نہیں ہو سکتے۔ بس اشتباہ رفع ہو گیا اور اگر بالاختیار اچھے خیال کی طرف توجہ کرنے میں ذہول ہو جاوے تو جب تنبہ ہو ذہول کا تدارک تو استغفار سے اور پھر اسی تدبیر استحضار سے کام لیا جاوے۔

یہ طریق عمل اسقدر سہل ہے کہ اس سے سہل کوئی چیز ہی نہیں بس اسکو دستور العمل بنا کر بیفکر ہو جانا چاہیئے انتہی بلفظہ

واقعہ نمبر ۵

احقر ایک بار سفر دہلی میں حضرت والا کے ہمرکاب تھا۔ ایک روز حسب معمول صبح کی مشی کے لیے تلاوت فرماتے ہوئے تشریف لے گئے۔ جو صاحبان ساتھ ہو لئے تھے ان کو ساتھ چلنے سے ممانعت فرما دی کیونکہ جن لوگوں سے پوری طرح دل نہ کھلا ہوا ہو اُن کے ساتھ رہنے سے توجہ بٹتی ہے سب کے ہمراہ احقر بھی واپس جانے لگا تو مجکو بلا لیا۔ پھر راستہ میں فرمایا کہ ممانعت تو ان کے لئے تھی جن سے بے تکلفی نہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر ہر شخص یہ چاہنے لگے کہ میرے ساتھ بی بی کا سا تعلق رکھا جائے تو یہ اسکی حماقت ہے۔

حضرت والا اسکے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ پہلے مدتوں میں اس غلطی میں رہا کہ سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا چاہیے جس کی وجہ سے بہت تنگیاں اُٹھائیں لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ حقیقت منکشف فرما دی کہ اسکی ضرورت نہیں کیونکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معاملہ خصوصیت کا حضرات شیخین کیساتھ تھا وہ دوسرے حضرات صحابہ کے ساتھ نہ تھا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو اپنی مجلس شریف میں دیکھ دیکھ کر خوش ہوا کرتے تھے اور تبسم فرمایا کرتے تھے اور اسیطرح وہ دونوں حضرات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے اور تبسم فرماتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ واجبات میں یکساں برتاؤ ضروری ہے مستحبات میں نہیں۔ اھ

واقعہ نمبر ۶

احقر کو آج تک اپنا وہ زمانہ ذوق وشوق کا یاد ہے جبکہ احقر ایک بار نہایت کیف کے ساتھ حضرت والا کو دیکھ دیکھ کر یہ مصرعہ دیر تک پڑھتا رہا ع "او در من و من در وے چوں بو بہ گلاب اندر" اور نہایت قوت کے ساتھ ہر بار یہ تصوّر بندھ جاتا تھا کہ گویا حضرت والا سرتاسر میرے اندر سما گئے ہیں اور میں سرتاسر حضرت والا کے اندر سما گیا ہوں جس سے دیر تک بہت ہی لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر حضرت والا کا ملفوظ یاد آیا کہ اگر بے اختیار تصوّر شیخ بندھ جائے تو مضائقہ نہیں بلکہ نافع ہے ورنہ حق تعالیٰ ہی کا تصوّر رکھے کیونکہ وہی مطلوب و مقصود اصلی ہے حضرت حاجی صاحب کی یہی تعلیم تھی۔ اھ

واقعہ نمبر ۷

ایک بار حضرت والا کے ہمراہ احقر بھی صبح کی مشی میں موجود تھا۔ راستہ میں دائیں بائیں دو کھیت ایسے ملے جنمیں سے ایک تو پک کر بالکل خشک ہو گیا تھا اور دوسرے میں ابھی پھول ہی آ رہا تھا اور وہ نہایت ہرا بھرا خوش منظر اور پُر بہار تھا۔ حضرت والا کے تو دل میں بس ایک ہی چیز بسی ہوئی ہے اور وہی ہر وقت ہر حال میں پیش نظر رہتی ہے اور ادنیٰ مناسبت سے اُسی کی طرف ذہن فوراً منتقل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اُن دونوں کھیتوں کو ملاحظہ فرماتے ہی احقر سے فرمایا کہ دیکھئے بس یہی فرق متوسط اور منتہی کی حالتوں میں ہوتا ہے جو ان دو کھیتوں میں ہے۔ متوسط کی حالت تو اس ہرے بھرے کھیت کی سی ہے جو دیکھنے میں تو نہایت خوش منظر ہے لیکن حالت موجودہ میں وہ سوائے اسکے اور کسی کام کا نہیں کہ بس کاٹ کر بیلوں کو کھلا دیا جائے یعنی مویشیوں کا چارہ ہے اور بس برخلاف اسکے یہ گیہوں کا کھیت جو پک کر خشک ہو گیا ہے دیکھنے میں تو بالکل بے رونق روکھا پھیکا سوکھا ساکھا ہے لیکن اسمیں دانہ پڑا ہوا اور غلہ بھرا ہوا ہے جو کاشتکاری کا مقصود ہے جب چاہو اس سے غلہ حاصل کر لو اور غذا کے کام میں لے آؤ۔ غرض ایک تو محض مویشیوں کا چارہ ہے اور دوسرا انسان کی غذا۔ اسیطرح متوسط میں نفس کیفیات و کیفیات ہوتی ہیں جو ظاہر میں باوقعت ہوتی ہیں اور بزرگی کی علامات سمجھی جاتی ہیں۔ برخلاف اسکے منتہی گو [illegible] نمایاں نظر آتا ہے لیکن وہ اصلی دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔ اھ

ف سبحان اللہ کیسی منطبق مثال ہے۔ اس واقعہ کا اجمالی ذکر اوپر بھی ضمناً آچکا ہے۔

Marfat.com

دُرِّ منثور

ایک بار احقر کی موجودگی میں جانمازوں کے منقش ہونے کی مذمت فرمارہے تھے کہ نقش ونگار سے نماز میں دل بٹتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میں تو پھولدار کپڑے بھی پسند نہیں کرتا گو میں خود اسمیں مبتلا ہوں لیکن الحمدللہ میں اپنے اختیار کی وجہ سے اسکو اچھا نہیں سمجھتا۔ پھر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پھولدار چادر جو تحفہ آئی تھی۔ حضور نے اسکے پھول میں نظر پڑ گئی جس سے دوسری سادہ چادر منگوائی اور اسکو علیحدہ کر دیا اور فرمایا کہ ترتیب تھا کہ اتنے نقش ونگار سے کبھی قلب کو مشغول کر لیتے۔ جب ذرا سی مشغولی کا احتمال ہوا تو آج ہم میں ایسا کون ہے جو یہ دعوی کر سکے کہ ہمارا قلب نقش ونگار میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ کپڑوں پر تو نقش ونگار کیا پسند ہوتے جو محققین ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ قلب بھی بے نقش ونگار ہونا چاہیئے۔ اور قلب کے نقش ونگار وہ ہیں جنکا نام مواجید واحوال ہے۔ قلب ان سب تصوّں سے علی الاطلاق خالی ہونا چاہیئے۔ بس عبدیت محضہ خالصہ ہونا چاہیئے پھر فرمایا کہ مبتدیوں کو مواجید واحوال سے بہت رغبت ہوتی ہے اور محققین کو انسے نفرت ہوتی ہے۔ لیکن یہ خود ایک حال ہے بیان کرنے سے تھوڑا ہی سمجھ میں آسکتا ہے بلا خود پیش آئے یہ سمجھ میں نہیں آسکتا پھر فرمایا کہ مولانا رح مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

دل کہ او بستہ غم وخندیدن است	تو بگو کے لائق آں دیدن است
عاشقی زیں ہر دو حالت برتر است	ایں نہ آں عشق است کز خشک وتر است

ان اشعار پر فرمایا کہ مولانا رح کا ارشاد اپنی تائید میں یاد آگیا اس سے جی خوش ہوا کیونکہ ظاہر میں یہ ایک نئی سی بات معلوم ہوتی ہے جو میں کہہ رہا تھا لیکن اب ثابت ہو گیا کہ یہ نئی بات نہیں ہے بلکہ پرانے محققین کے ارشاد سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔

• ایک بار احقر کو بھی حضرت والا نے میرے ایک عریضہ حالات کے جواب میں یہی اشعار تحریر فرمائے تھے اور ان کے علاوہ یہ بھی شعر تھا ؎

باغ سبز عشق کو بے منتہا است	جز غم و شادی درو بس میوہ ہا است

احقر نے اس موقع پر حضرت والا کو یہ شعر بھی یاد دلا دیا اور عرض کیا کہ حضرت والا نے ان اشعار کو احقر کے عریضہ کے جواب میں بھی تحریر فرمایا تھا اس پر حضرت والا نے تبسم فرما کر فرمایا کہ آپ کے پاس یہ شعر ہیں پھر بھی آپ بھیجتے رہتے ہیں ... جواب کے ... فرمایا کہ احقر کثرت حضرت والا سے ہجوم وساوس کی شکایت کرتا رہتا تھا۔

؎ ... جو احقر ... ملفوظات کا مجموعہ ہے

واقعہ نمبر ۹

ایک بار احقر سے یا عام گفتگو کے سلسلہ میں فرمایا کہ ذکر کے وقت ثمرات کا منتظر نہ رہے نہ کوئی کیفیت یا حالت اپنے لئے ذہن میں تجویز کرے بلکہ اپنی تجویز کو مطلق دخل ہی نہ دے سارے احوال کو حق تعالیٰ کے سپرد کردے پھر جو اسکے حق میں بہتر اور اسکی استعداد کے مناسب ہوگا وہ خود عطا فرمادینگے ؎ "کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند" بس ذکر کے وقت معتدل توجہ ذکر کی طرف یا اگر آسانی سے ہوسکے تو مذکور کی طرف کافی ہے اور معتدل کی قید اسواسطے لگائی گئی کہ توجہ میں زیادہ مبالغہ کرنے سے قلب و دماغ ماؤف ہوجاتے ہیں جس سے پھر ضروری توجہ میں بھی خلل پڑنے لگتا ہے۔ اسکے متعلق ایک اور بات بھی بہت ضروری ہے وہ یہ کہ طبیعت میں ثمرات کا تقاضا نہ پیدا ہونے دے کیونکہ اس سے علاوہ تشویش کے جو مخل جمعیت ہے اور جمعیت ہی اس طریق میں مدار نفع ہے بعض اوقات یاس تک نوبت پہونچ جاتی ہے مجھے خود اسکا تجربہ ہوچکا ہے میری طبیعت میں فطری طور پر تقاضا اور جلدی بہت ہے اور یہ خدائے تعالیٰ کی رحمت ہے ورنہ مجھ سے اتنی خدمت دین کی نہ ہوسکتی۔ اسی تقاضا اور عجلت کی وجہ سے یہاں تک پریشانی کی نوبت پہونچی تھی کہ مجھ کو خودکشی تک کے وساوس آنے لگے تھے بس ہر وقت طبیعت میں یہی تقاضا رہتا تھا کہ جو کچھ حاصل ہونا ہے جلد حاصل ہوجائے دیر کیوں ہو رہی ہے اھ

واقعہ نمبر ۱۰

ایک بار بسلسلہ گفتگو احقر کی موجودگی میں فرمایا کہ میں تو بعض احوال میں رخصت پر عمل کرنے کو نسبت عزائم پر عمل کرنے کے اصلح سمجھتا ہوں کیونکہ جو شخص ہمیشہ عزائم پر عمل کرتا ہے اسکو ہمیشہ اپنے عمل پر نظر ہوتی ہے اور جو کچھ عطا ہوتا ہے اسکو بمقابلہ اپنے عمل کے کم سمجھتا ہے۔ اسکے دل میں شکایت پیدا ہوتی ہے کہ دیکھو میں اتنے دن سے ایسی مشقت زہد و تقویٰ کی اٹھا رہا ہوں اور اتنا عرصہ ذکر و شغل کرتے ہوگیا اور اب تک کچھ نصیب نہ ہوا یہ کسقدر گندہ خیال ہے۔ برخلاف اسکے جو بعض دفعہ رخصتوں پر بھی عمل کرتا ہے اسکی عمل پر نظر کبھی ہو ہی نہیں سکتی وہ اپنے ذکر و شغل کو بھی یوں ہی گڑبڑ سا سمجھتا ہے اسکو جو کچھ [illegible] بمقابلہ اپنے عمل کے ہمیشہ زیادہ سمجھتا ہے اور بصورت عدم ورود کیفیات خود [illegible] شکایت پیدا ہوسکتی کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میں عمل ہی کیا کر رہا ہوں جو ثمرات کا مستحق ہوں اور سابق [illegible] ہمیشہ اپنے عمل کا منتظر رہتا ہے اور بصورت عدم [illegible] شکایت پیدا ہوتی ہے بحال رخصت پر عمل کرنے والے کی [illegible]

Marfat.com

ہیں ہمیشہ حق تعالیٰ کی عطاؤں کا پلہ مقابلہ خود اُنکے اعمال کے بھاری رہتا ہے جس سے اسکو طبعاً حق تعالیٰ کیساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔

بات یہ ہے کہ ہمارے قلوب بالخصوص اس زمانہ میں ایسے ضعیف ہیں کہ بلا مشاہدہ رحمت کے حق تعالیٰ سے محبت کا تعلق پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ تقریر عام طور سے تو کہنے کے قابل بھی نہ تھی کیونکہ لوگ عمل میں سست ہو جائیں گے لیکن چونکہ اسکے عدم اظہار میں اُس سے زیادہ اندیشۂ ضرر تھا اسلئے کہدی گئی اور پھر جب یہ ظاہر کر دیا گیا کہ یہ تقریر عام طور سے کہنے کے قابل نہیں ہے تو اس سے معلوم بھی ہو گیا کہ اس مضمون میں غلط فہمی کا اندیشہ ہے گویا یہ تنبیہ ہے کہ اگر غلط فہمی ہونے لگے تو کسی محقق سے رجوع کرے از خود کوئی غلط معنی نہ سمجھ لے چنانچہ غلط فہمی ہی کے دفعیہ کے لئے میں نے شروع میں یہ قید لگائی تھی کہ میں صرف بعض احوال میں رخصت پر عمل کرنے کو اصلح سمجھتا ہوں باقی فی نفسہٖ عزائم پر عمل کرنا ہی افضل ہے جیسا کہ ظاہر ہے

اسی گفتگو کے سلسلہ میں ایک اہل علم نے سوال کیا کہ زہد کی تو بڑی فضیلت ہے۔ فرمایا کہ زہد ترک لذات کا نام نہیں بلکہ محض تقلیل لذات زہد کے لئے کافی ہے یعنی لذات میں انہماک نہو کہ رات دن اسی کی فکر رہے کہ یہ چیز پکنی چاہیئے وہ چیز منگانی چاہیئے کہیں کے چاول اچھے ہیں تو وہاں سے چاول آ رہے ہیں کہیں کی بالائی مشہور ہے تو کہہ رہے ہیں کہ بھائی وہاں سے بالائی لیتے آنا نفیس نفیس کپڑوں اور کھانے ہی کی فکر میں لگے رہنا البتہ یہ زہد کے منافی ہے۔ ورنہ اگر بلا تکلف اور بلا اہتمام خاص کے لذات میسر آجائیں تو یہ حق تعالیٰ کی نعمت ہے شکر کرنا چاہیئے۔ اسیطرح بہت کم کھانا بھی زہد نہیں ہے نہ یہ مقصود ہے۔ کیونکہ ہمارے کم کھانے سے نعوذ باللہ کوئی خدا تعالیٰ کے خزانہ میں توفیر تھوڑا ہی جمع ہو جائے گی یہ تھوڑا ہی سمجھا جائیگا کہ بڑے خیر خواہ سرکار ہیں۔ پوری تنخواہ بھی نہیں لیتے۔ وہاں ان باتوں کی کیا پرواہ ہے۔ لیکن ہاں اتنا بھی نہ کھاوے کہ پیٹ میں درد ہو جاوے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب کا تو یہ مذاق تھا کہ نفس کو خوب آرام سے رکھے لیکن اُس سے کام بھی خوب لے۔ میرا تو یہ خیال ہے ع کہ مزدور خوشدل کند کار بیش۔ جسدن معلوم ہوتا ہے کہ آج اچھی چیز پکی ہے اُس دن کام کرتے وقت یہ خوشی رہتی ہے کہ فارغ ہو کر اچھی چیز کھانیکو ملیگی نفس کیواسطے کوئی اُبھارنے والی چیز ضرور ہونی چاہیئے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے ایک روز فرمایا کہ میاں اشرف علی پانی ہمیشہ ٹھنڈا پینا چاہیئے کہ ہر بن مو سے الحمد للہ نکلے ورنہ گرم پانی پی کر زبان تو الحمد للہ کہیگی لیکن دل شریک نہو گا۔

واقعہ نمبر ۱۱

ایک بار حضرتِ والا مسجد کے سقاوہ سے گرم پانی پینے کے لئے خود تشریف لے گئے کیونکہ حضرت والا کسی

Marfat.com

ایسے شخص سے کوئی کام نہیں لیتے جس سے دل کھلا ہوا نہ ہو۔ اور اس وقت کوئی ایسا شخص موجود نہ تھا نہ جب ستاوہ کا ڈھکن کھولا تو اندر سے نہایت لطیف بھاپ نکلی جو بہت بھلی معلوم ہوئی۔ اور ساتھ ہی نیچے سے ایندھن کا دھواں بھی اُٹھا جس نے آنکھوں میں سوزش پیدا کر دی۔ بعد کو اس واقعہ کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہی فرق متوسط اور منتہی کی کیفیات میں ہوتا ہے۔ کیفیات سے خالی تو منتہی بھی نہیں ہوتا لیکن اُس کی کیفیات میں نہایت لطافت ہوتی ہے جیسے بھاپ میں اور لطافت اسلئے ہوتی ہے کہ وہ روحانیت سے ناشی ہوتی ہیں۔ برخلاف اس کے متوسط کی کیفیات میں شورش اور سوزش ہوتی ہے لطافت نہیں ہوتی جیسے دھوئیں میں کیونکہ وہ نفسانیت بمعنی طبیعت نہ بالمعنی العرفی سے ناشی ہوتی ہیں۔

واقعہ نمبر ۱۲

ایک بار ہوا بالکل بند تھی اور سخت حبس ہو رہا تھا پسینے چل رہے تھے بعد نماز فرض خدام چاروں طرف کھڑے ہو کر حضرت والا کو پنکھا جھلنے لگے اور چونکہ حضرت والا کو سنتیں پڑھنی تھیں حضرت والا بھی پسینہ خشک کرنے کے لئے تھوڑی دیر کھڑے رہے کیونکہ نماز پڑھنے کی حالت میں تو حضرت والا کسی کو پنکھا جھلنے ہی نہیں دیتے جس کی وجہ یہ ہے کہ نماز میں بھی مخدومیت کی شان بنانا حضرت والا کو غلبہ عبدیت کے اثر سے طبعاً سخت گراں ہوتا ہے غرض سب لوگ پنکھا جھل ہی رہے تھے کہ اتنے میں دفعتہً ہوا کا ایک ٹھنڈا جھونکا آیا اور روح کو تروتازہ کر گیا۔ حضرت والا نے فوراً پنکھے رکوا دئیے اور فرمایا کہ سبحان اللہ اس قدرتی ہوا کے ایک جھونکے نے جو فرحت بخشی وہ اتنے پنکھوں میں بھی حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ واقعی ہزار پنکھے ایک طرف اور قدرتی ہوا کا ایک ٹھنڈا جھونکا ایک طرف۔

پھر فرمایا کہ بس اسی طرح ہزار ریاضات و مجاہدات سے بھی وہ بات پیدا نہیں ہوتی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جذبہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ ہزار ریاضات و مجاہدات ایک طرف اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک جذبۂ غیبی ایک طرف۔ اھ

ف۔ بس احقر حضرت والا کے اسی جذب خداوندی کے مضمون پر اپنی اس طویل داستان ورنہ احقر کے سنے اور دیکھے ہوئے تو ہزارہا ملفوظات و واقعات ہیں کہاں تک ہو تو حسن العزیز جلد اوّل ملاحظہ فرمائی جائے جس میں احقر نے اپنے سنے ہوئے ملفوظات اور دیکھے ہوئے واقعات کی ایک معتد بہ مقدار قلم بند کر لی ہے۔

Marfat.com

تنبیہ ضروری

احقر نے جو اپنے واقعات و حالات باب ہذا میں عرض کئے ہیں اُلنسے صرف حضرت والا ہی کی قوت فیضان اور شان ارشاد کا ظاہر کرنا مقصود تھا کیونکہ اگر واقعات کے ضمن میں اور پھر وہ بھی خود کاتب سوانح کے واقعات کے ضمن میں حضرت صاحب سوانح کے حالات و ارشادات تعلیمیہ بیان کئے جائیں تو وہ زیادہ اوقع فی النفس اور مقنع ہوتے ہیں غرض یہ احقر کے واقعات محض حضرت مولانا رومی رح کے اس شعر کے مصداق تھے ؎

خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں	گفتہ آید در حدیث دیگراں

ورنہ اپنے ذاتی حالات کا لکھنا میرے لئے واقعی سخت موجب خجلت تھا بلکہ اب بھی ہے یہاں تک کہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ان سب حالات کو حذف کر دیا جائے لیکن اب جبکہ مسودہ ہمنیہ کی صورت میں لکھی جا چکا ہے ایسا کرنا نہایت دشوار ہے نیز اتنا وقت بھی نہیں کہ جو مضامین ان حالات کے ضمن میں حضرت والا کے متعلق معرض تحریر میں آچکے ہیں اُن کو از سر نو لکھا جائے لہذا ناظرین کرام سے استدعا ہے کہ مقصود اصلی یعنی حضرت والا کے حالات مبارکہ کو پیش نظر رکھیں اور اس ناکارہ کے ناگفتہ بہ حالات سے قطع نظر فرما دیں اور میری اصلاح حال اور حصول مقصود کے لئے حسبۃً للہ دعا فرمائیں۔

اب آخر میں احقر تائیداً حضرت والا کا وہ جملہ نقل کرتا ہے جو خود حضرت والا نے احقر کے ایک عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا تھا جسکی پوری نقل اوپر گذر چکی ہے۔ وہ جملہ یہ ہے کہ اگر کسی ناکارہ (یعنی خود حضرت والا) کے تذکرہ میں اپنا اظہار حال ہو جائے تو چونکہ مقصود نہیں اسلئے مذموم نہیں۔ اھ

غرض حضرت والا کے تذکرہ میں خود اپنے بھی حالات کے اظہار کی احقر کو بہت بڑی اجازت ملی ہوئی ہے۔

بعض ارشادات و افاضات حکمت آیات حضرت حکیم الامت دامت فیوضہم العالیہ

(از تربیۃ السالک قدر زدہ حضرت ممدوح بقلم فیض رقم خود)

اب حسب وعدہ حضرت حکیم الامت کے بعض ارشادات و افاضات حکمت آیات تربیت السالک مطبوعہ وغیر مطبوعہ سے نقل کئے جاتے ہیں اور وہ خاص حضرت والا کے قلم فیض رقم کے تحریر فرمائے ہوئے ہیں۔ تربیت السالک حضرت حکیم الامت کے مطب روحانی کے تیر بہدف معالجات امراض نفسانی کا مجموعہ ہے

Marfat.com

جسکو ایک مکمل قرآ(با) دین تصوف کہنا زیبا ہے۔ اسمیں صدہا طالبین اصلاح کے خطوط مع حضرت والا کے جوابات کے درج ہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ برابر جاری ہے اللھم زد فزد ثم زد فزد۔ اسمیں سے سوتخمینا حوال باطنی کے متعلق ارشادات کیفما اتفق طور پر منتخب کرکے ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں اور چونکہ یہ مجموعہ سراسر حکمت سے لبریز ہے اسلئے بمناسبت صد پند لقمان انکو صد پند اشرف سے ملقب کیا جاتا ہے۔ ہر چند ایک جدا گانہ موضوع کے متعلق ہے اور بعض نمبروں میں ایک ہی موضوع کے متعلق متعدد ارشادات بھی مناسبت کی بنا پر بمصلحت توضیح شامل کر دیئے گئے ہیں۔ بخوف تطویل طالبین کے خطوط کا تو محض خلاصہ بطور روایت بالمعنی کے درج کیا گیا ہے لیکن اس طور پر کہ انکا حاصل بجنسہ محفوظ رکھا گیا ہے اور حضرت والا کے ارشادات کو بالفاظہا نقل کیا گیا ہے کیونکہ یہاں پر زیادہ تر انھیں کا قلمبند کرنا مقصود تھا۔

تربیت السالک تمام تر عجیب و غریب حقائق باطنی سے لبریز ہے جسکو بلا مبالغہ ایک گنجینۂ جواہرات کہا جاسکتا ہے۔ احقر نے بخوف تطویل بہت قلم روک کر اور اپنے دل کو مار کر صرف سو کے عدد پر اکتفا کیا ورنہ جس ارشاد پر بھی نظر پڑتی تھی بس یہی جی چاہتا تھا کہ اسکو بھی اپنے انتخاب میں شامل کرلوں اور یہ شعر پورا صادق آرہا تھا ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم	کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

جن صاحبوں کو مزید ارشادات کے مطالعہ کا شوق ہو وہ اصل تربیت السالک کو ملاحظہ فرمائیں دوران [illegible] میں بغرض اصلاح جب احقر منتخب کردہ ارشادات کو حضرت والا کے سامنے پڑھتا تو [illegible] والا بھی متاثر ہو ہو جاتے اور بے اختیار فرماتے کہ بھلا یہ مضامین میرا تنی معلومات [illegible] محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ طالبین کی اصلاح کیلئے میرے قلم سے بوقت ضرورت ایسے مضامین نا [illegible] چنانچہ اسوقت جب میں سوالات کو سنتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ انکا جواب کیا ہونا چاہئے تو بالکل [illegible] سوال کو سنکر تحیر ہوتا ہے کہ ایسے مشکل سوال کا کیا جواب دیا ہوگا اور جب جواب سنتا ہوں تو تعجب ہوتا [illegible] میرا ہی لکھا ہوا جواب ہے کیونکہ ایسے جوابات واقعی میری معلومات سے کہیں زیادہ [illegible] میری معلومات کا نتیجہ ہوتے تو میری معلومات تو اسوقت بھی وہی ہیں [illegible] اسوقت کیوں [illegible] آتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی تائید تھی ورنہ میری کیا حقیقت [illegible] لکھ سکوں۔

یہ بھی تحدیثاً بالنعمۃ کہ فخراً ارشاد فرمایا کہ اگر انہیں سوالات کو [illegible] پیش کرکے جوابات حاصل کئے جائیں تب ان جوابات کی قدر ہو [illegible]

تمام ضروری مسائل کی تحقیق و تدوین کئی صدی تک کے لئے ہوگئی ہے اور ایسی تفہیم کے ساتھ کئی صدی سے نہ ہوئی تھی۔ یہ سب محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور بڑے میاں یعنی (حضرت حاجی صاحبؒ) کی برکت ہے اھ

اس ضروری تمہید کے بعد ارشادات منتخبہ کا مذکورۂ بالا مجموعہ ملقب بہ صد پند اشرف پیش کیا جاتا ہے۔

وباللہ التوفیق وھو خیر رفیق۔

صد پند اشرف

(یعنی بعض ارشادات وافاضات حکمت آیات حضرت حکیم الامت دامت فیوضہم العالیہ منتخب از تربیت السالک

(۱) ایک طالب نے لکھا کہ میری تمنا ہے کہ شبہے نہ آئیں تحریر فرمایا کہ کیا کوئی یہ تمنا کرتا ہے کہ بخار نہ آئے۔ اھ

اس سے پہلے یہ تحریر فرماچکے تھے کہ بلا اختیار شبہہ آنا خدا اور رسول کو سچا سمجھنے کے منافی نہیں اھ

(۲) ایک طالب نے لکھا کہ مجکو موت سے بہت وحشت ونفرت ہے حالانکہ وہی ذریعہ ہے خدا تعالےٰ سے ملاقات کا اور صوفیائے کرام کے نزدیک تو موت سے زیادہ محبوب کوئی چیز ہی نہیں تحریر فرمایا کہ یہ غلط ہے بعض مسلم بزرگوں کو میں نے موت سے ایسا ہی ڈرتا ہوا دیکھا ہے۔ منشاء اسکا ضعف قلب ہے جو بالکل مذموم نہیں اھ انھیں طالب نے یہ بھی پوچھا کہ صوفیائے کرام نے کیا ذرائع حاصل کئے جن کی وجہ سے اُن کو موت سے نفرت یعنی کراہت بالکل جاتی رہی۔ جواب تحریر فرمایا کہ ان کی قوت قلب ہے یا قوت وارد اور دونوں غیر مطلوب ہیں محض موہوب ہیں اھ۔

(۳) ایک طالب کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ بدعتی سے نفرت کبر نہیں البتہ اگر وہ توبہ کرلے اور پھر بھی اُس سے نفرت رہے یہ کبر ہے ورنہ بغض فی اللہ ہے اھ

(۴) ایک طالب نے کلام مجید کی تلاوت کے فضائل لکھ کر چاہا کہ سوائے تلاوت کے اور سب وظائف واوراد ترک کردوں۔ تحریر فرمایا کہ یہ بھی خبر ہے کہ کسی چیز کی طرف زیادہ کشش اسی وقت ہوتی ہے جب دوسری چیزیں بھی ہوں ورنہ اُس سے طبیعت اُکتا جاتی ہے ع گر نیست غیبتے نہ دہد لذتے حضور۔ اسکی بڑی دلیل یہ ہے کہ سلف نے ایسا نہیں کیا۔ اھ

(۵) ایک خلیفۂ خاص نے دریافت فرمایا کہ حصول نسبت کے آثار غیر متخلفہ کیا ہیں نیز زوال کے بھی آثار غیر متخلفہ پوچھے تھے۔ تحریر فرمایا کہ یہ سب امور ظنیہ ہیں جیسی صحت بدنیہ ظنی ہے مگر اتنا ظن ہی کہ اس باب میں مثل یقین کہا جاتا ہے سوامر اول میں آثار دوام اطاعت وتشابہت اعمال اختیاریہ بہ امور طبعیہ وشذوذ مخالفت اور بعد مخالفت اتفاقیہ قلق شدید وتدارک بلیغ اور غلبہ ذکر لسانی وقلبی یعنی استحضار۔ اور امر ثانی میں اصل وجدان ہے معالج کا اور آثار سے

اسکی تائید ہوجاتی ہے یعنی واقعات کبر کا عدم صدور وغلبہ آثار شکستگی وندامت شدید برصدور افعال موہمہ کبر اھ

(۶) ایک طالب نے لکھا کہ زبان پر ذکر اللہ ہے اور اندر خاک بھی اثر نہیں بفضلہ تعالیٰ اعمال میں تو فرق نہیں آتا اگر ظاہر ہوتا ہے کہ دل محبت سے خالی ہے اھ۔ جواب تحریر فرمایا کہ کونسی محبت سے دل خالی ہے اعتقادی یا عقلی یا انفعالی اور طبعی سے اگر شق ثانی ہے تو مضر نہیں اگر شق اول ہے تو اس میں خالی ہونے کا افسوس نہیں ہوا کرتا آپ کو افسوس کیوں ہے یہ افسوس خود دلیل ہے کہ آپ اُس سے خالی نہیں اھ۔ انھیں طالب نے یہ بھی لکھا تھا کہ یہ تو یقینی ہے کہ حالت جیسی چاہیئے ویسی بالکل نہیں ہے اھ۔ جواب تحریر فرمایا کہ وہ دن ماتم کا ہوگا جس دن یہ سمجھوگے کہ جیسی حالت چاہیئے تھی ویسی ہوگئی کیونکہ اس درگاہ میں تو حضرات انبیا علیہم السلام بھی اپنی حالت کے متعلق یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ جیسی حالت چاہتے ہیں ویسی نہیں ہے ما عبدناک حق عبادتک کا حال ہوتا ہے۔ اھ

(۷) ایک طالب نے لکھا کہ نظر بد کے تقاضہ کے وقت بندہ دل کو یہ بھی تسلی دیتا ہے کہ جس گناہ سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو اسکو کرنے سے کیا حاصل۔ تحریر فرمایا کہ نہایت نافع اور موثر مراقبہ ہے۔ اھ

(۸) ایک طالب نے لکھا کہ چلتے پھرتے اگر کسی لڑکے یا عورت پر نظر پڑ جاتی ہے تو بندہ فوراً نظر کو ہٹا لیتا ہے اب دریافت کرنا یہ ہے کہ نظر اول معصیت کا سبب ہے یا نہیں اھ حضرت والا نے ذیل کا جواب تحریر فرمایا۔ اُس نظر اول میں قصد ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر حدوث میں قصد نہو تو اُسکے ابقا میں قصد ہوتا ہے یا نہیں اگر ابقاء میں بھی قصد نہو تو اُس نظر سے جو صورت ذہن میں پیدا ہوتی ہے اسکے ابقا یا اُس سے التذاذ میں قصد ہوتا ہے یا نہیں۔ اھ

انھوں نے یہ بھی لکھا کہ نظر ہٹا لینے کے بعد اسکی صورت ذہن میں ایک قسم کی تصویر بن جاتی ہے مگر [illegible] وقت اُس صورت کو ذہن میں آتے ہی فوراً دفع کرنا یاد نہیں رہتا اھ۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا [illegible] کا اہتمام ضروری ہے اگر ویسے یاد نہ رہے تو ایک پرچہ پر اس کی وجہ لکھ کر [illegible] اپنے [illegible]

(۹) ایک طالب نے حضرت والا سے اپنا [illegible] کہ جھوٹ اختیار سے [illegible] کہ یہ جھوٹ بولنے سے تو اختیاری لیکن کثرت انہماک سے اضطراری جیسا [illegible] اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ سب ہمت واختیار سے چھوڑ دوگے اور [illegible] عدم صدور اضطراری جیسا ہو جائیگا یہی علاج ہے۔ اھ

(۱۰) ایک صاحب فضل ایک دوسرے شیخ سے مرید [illegible] اعتراضات کے جواب دینے کے لئے مخالفین کی کتابیں [illegible] حضرت والا کو لکھا کہ ایک معاملہ اپنے قلب [illegible] کرتا ہوں [illegible]

کلید مثنوی (یعنی شرح مثنوی مصنفہ حضرت والا) احیاء العلوم وغیرہ کا اس زمانہ میں قلب میں ایک خاص انشراح محسوس ہوتا ہے اور طبیعت میں لینت و رقت اور خواب بڑے بڑے پاکیزہ نظر آنے لگتے ہیں۔ اب جب سے انگریزی ترجمہ قرآن میں اور معاندین کے اعتراضات کے جواب میں مشغولی ہے اس حالت میں نمایاں کمی پاتا ہوں۔ اب کتب تصوف کا مطالعہ بالکل ترک ہے اور بجائے اسکے ہزارہا ہزار صفحات عقائد مشرکین و معاندین اسلام کے پڑھ رہا ہوں کہیں یہ ظلمت وقساوت اسیکا نتیجہ تو نہیں اھ

حضرت والا نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔

اس تفاوت کا یہی سبب ہے مگر اسکی حقیقت قساوت یا ظلمت نہیں کیونکہ حقیقی قساوت یا ظلمت ہمیشہ اعتقادی ہوتی ہے اور یہ کیفیت اور اثر طبعی ہے۔ جیسا ایک انقباض اور تکدر گوہ کھانے سے ہو یہ مشابہ ہے حقیقی قساوت وظلمت کے اور ایک انقباض ہاتھ یا پاؤں میں نجاست لگ جانے سے ہو یہ مشابہ ہے اس کیفیت واثر زیر بحث کے۔ اور ظاہر ہے کہ گوہ کھانا بوجہ معصیت ہونے کے مضر باطن ہوتا ہے اور نجاست بدن کو لگ جانا مضر باطن نہیں ہوتا بلکہ اگر بقصد تطہیر اپنے جسد کے یا غیر کے جسد کے ہاتھ لگانا پڑے تو بوجہ طاعت ہونیکے باطن کو زیادہ نافع ہوگا۔ اور اسمیں جو طبعی کدورت وکلفت ہوئی ہے وہ بوجہ مجاہدہ ہونے کے موجب اجر وقرب ہوگا اور اسکے بعد جو مٹی سے صابون سے رگڑ رگڑ کر ہاتھ دھویا جاویگا۔ پہلے سے زیادہ پاک صاف ہو جائیگا آپ ماشاء اللہ تطہیر میں مشغول ہیں آپ کی طہارت اور نورانیت میں اضافہ ہو رہا ہے البتہ ساتھ کے ساتھ صابون بھی استعمال میں رہے تو بہتر ہے یعنی کسیقدر مطالعہ تصوف وذکر اللہ۔

(۱۱) ایک طالب نے شکایت لکھی کہ ناظرہ قرآن شریف ایک پارہ بھی پڑھنا مشکل معلوم ہوتا ہے بلکہ اکثر ناغہ ہو جاتا ہے اور دیگر اذکار اور زبانی قرآن شریف دن بھر پڑھا کرے تو کوئی گرانی نہیں ہوتی اھ۔

اسپر حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔

اگر قرآن حفظ نہیں تو نفس پر جبر کرکے زیادہ پڑھنا چاہئے اور برابر اسکا تصور رکھنا چاہیئے کہ ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں نامۂ اعمال میں ساتھ ساتھ درج ہو رہی ہیں اور ایسی دولت اور کس چیز سے نصیب ہوسکتی ہے۔ اور یہ تصور ہے بھی امر واقعی کا کیونکہ حدیث میں یہ مضمون تصریحًا موجود ہے اسکے ساتھ ہی یہ مراقبہ بھی رکھنا چاہیئے کہ حروف قرآن کی زیارت پر ثواب ملتا ہے اس مجموعی تصور سے وہ گرانی کم ہو جائیگی اور شدہ شدہ ناظرہ زیادہ تلاوت کرنا آسان ہو جائیگا اور اگر قرآن آپ کو حفظ ہے اور زبانی بھی صحیح یاد ہے تو پھر حفظ پڑھنے سے بھی ثواب جو کہ اصل مقصود ہے حاصل ہے زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں۔ اھ

(۱۲) ایک طالب نے لکھا کہ انکو اول میری تعجب کی نسبت سے ہر وقت جی چاہتا ہے کہ بسم اللہ کرتا رہوں

سوائے ذکر اسم ذات کے کسی چیز میں جی نہیں لگتا۔ حد یہ ہے کہ درس حدیث و تلاوت قرآن میں بھی جیسے پہلے جی لگتا تھا اب ویسا نہیں لگتا اھ۔

حضرت والا نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا:۔

ابتدا میں ایسا ہی ہوتا ہے جیسا بچّہ کو ہر وقت دودھ ہی مرغوب ہوتا ہے پھر ہر وقت بر اس کے مناسب اشیاء مرغوب ہونے لگتی ہے اھ

ف از جامع اوراق۔ ایک اور طالب کو اسی قسم کی شکایت پر یہ تحریر فرمایا تھا کہ ابتداء میں ایسا ہوتا ہے بعض کو انتہا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور اکثر اسکا سبب یہ ہوتا ہے کہ ذکر میں ایک گونہ بساطت ہے اور قرآن و حدیث میں ایک گونہ ترکیب ہے اور بساطت یکسوئی سے اقرب ہے اور ترکیب بوجہ تضمن جزئیات تشویش سے قریب ہے۔

(۱۳) ایک طالب نے جو حاضر خانقاہ ہوئے تھے لکھا کہ فی الحال کبر نہیں معلوم ہوتا۔ دو چار باتیں حضرت بتلادیں تاکہ امتحان کروں کہ کبر باقی ہے یا جاتا رہا اھ

اسپر تحریر فرمایا کہ دو چار جزئیات امتحان کے لئے کافی نہیں بعض طبائع کی خاصیت یہ ہے کہ بعض معاملات میں کبر پیدا نہیں ہوتا بعض میں ہوتا ہے اسلئے اس امتحان کی فکر میں نہ پڑیئے اگر کسی خاص واقعہ میں شبہ پیش آوے تو اسکی اطلاع کر کے مشورہ مناسب ہوگا اھ

انھیں صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ حضرت کی محبت کا غلبہ بہت ہے نماز میں بھی کبھی خیال ہوتا ہے اور کبھی کبھی خشوع کے لئے خیال کر لیتا ہوں اھ۔ اسپر تحریر فرمایا کہ نماز میں قصداً نہ کیا جائے [illegible] یہ بھی لکھا تھا کہ جانے کو جی نہیں چاہتا مگر مدرسہ کی وجہ سے کل جانے کا ارادہ ہے [illegible] تحریر فرمایا [illegible] بُعد قرب سے زیادہ نافع ہوتا ہے اھ۔ انھیں صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ حضرت کا خوف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ روبرو بولنے کی ہمت نہیں ہوتی اھ۔ تحریر فرمایا کہ اسکا منشا محبت مشوب بہ عظمت ہے [illegible] نہایت نافع ہے اھ

(۱۴) ایک طالب نے لکھا کہ بدنظری سے نفرت اپنے اندر نہیں پاتا [illegible] تحریر فرمایا کہ نفرت مامور بہ ہے یا رغبت کے مقتضاء پر عمل نہ کرنا اھ

(۱۵) ایک صاحب اجازت نے لکھا کہ اگر کوئی میرے پاس بیعت [illegible] آتی ہے کہ یہ توجہت ہے خلاف اچھا ہے [illegible] سکو کیا بیعت کروں اھ۔ تحریر فرمایا [illegible] اور زیادہ بڑھے اھ۔

Marfat.com

(۱۶) ایک صاحب نے جو ایک دوسرے شیخ سے بیعت ہیں لکھا کہ دین اور دنیا دونوں قسم کے معاملات میں بعض دفعہ سخت مزاجی کا ظہور نہایت شدت سے ہوتا ہے اور طبیعت بے قابو ہو جاتی ہے اھ۔ تحریر فرمایا کہ استحضار وعمل تکلف کا تکرار یہی علاج ہے اس سے عادت ہو جائیگی۔ اھ

اُنھیں صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ نماز وغیرہ کے بارہ میں جب بار بار کہنے سے بھی لوگ نہیں مانتے اور غصہ آتا ہے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ غالبًا یہ غصہ اپنے نفس کے لئے ہے کہ میرا کہا ان لوگوں نے کیوں نہیں مانا۔ اھ اسپر تحریر فرمایا کہ اسکا امتحان سہل ہے ٹٹول کر دیکھا جاوے کہ اگر دوسرے واعظ کے ساتھ یہی معاملہ کریں تب بھی اتنی ہی یا اسکے قریب قریب ناگواری ہوتی ہے یا نہیں اھ

(۱۷) ایک طالب نے لکھا کہ مجھے اصلاح کا طریق نہیں معلوم۔ طریق اصلاح تجویز فرماویں۔ اھ۔ تحریر فرمایا کہ طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے نفس کا ایک ایک عیب ظاہر کرو اور مجھ سے اسکا علاج پوچھو اور میں جو بتلاؤں اسپر عمل کرو۔ اور عمل کرکے اطلاع دو۔ اھ

(۱۸) ایک طالب نے لکھا کہ نماز و تلاوت میں طبیعت پر جبر کرنا پڑتا ہے۔ کوئی شاہراہ عمل ایسا تجویز فرمائیے کہ یہ جبر مبدل بمسرت و آسانی ہو جاوے اھ۔ تحریر فرمایا کہ اسکی کوئی تدبیر نہیں یہ امر نہ شیخ کے اختیار میں ہے۔ نہ طالب کے اھ

اسی طرح ایک بی۔ اے۔ پاس طالب نے لکھا کہ نماز کو ضروری سمجھتا ہوں لیکن طبیعت ادھر نہیں آتی اور اگر آتی بھی ہے تو نماز میں کوئی لطف نہیں آتا اھ۔ پہلی بات کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ طبیعت کا آنا ضروری ہے یا لانا اھ اور دوسری بات کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ لطف ضروری ہے یا عمل اھ

اسیطرح ایک طالب نے لکھا کہ معمولات میں سرور نہیں پیدا ہوتا۔ تحریر فرمایا کہ سرور مقصود ہے یا حضور اور حضور بھی اختیاری یا غیر اختیاری اھ

(۱۹) ایک طالب نے عُجب کی چند مثالیں لکھ کر علاج پوچھا۔ تحریر فرمایا کہ اگر استحضار نعم کے ساتھ اس کا استحضار بھی کر لیا جاوے کہ یہ نعمتیں میرے استحقاق کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ موہبت الٰہیہ ہیں وہ اگر چاہیں ابھی سلب کر لیں اور یہ انکی رحمت ہے کہ بلا استحقاق عطا فرما رکھی ہیں اور دوسروں کے متعلق اسکا استحضار کر لیا جاوے کہ اگرچہ یہ لوگ ان خاص فضیلتوں سے خالی ہوں لیکن ممکن ہے کہ ان کو ایسی فضیلتیں دیگئی ہوں کہ ہکو انکی خبر نہو اور انکی وجہ سے انکا رتبہ حق تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ ہو تو ان دونوں استحضار کے بعد جو شر رہجائیگا وہ عُجب نہوگا یا تو فرحت طبعی ہوگی جو مذموم نہیں اور یا شکر ہوگا جب منعم کے احسان کا بھی استحضار ہو جس پر اجر ملے گا اھ۔

Marfat.com

(۲۰) ایک استفسار کے جواب میں حضرت والا نے رزائل کے علاج میں رسوخ پیدا ہو جانے کی علامت یہ تحریر فرمائی کہ جب غفلت و ذہول نہو اور ہمت میں تخلف نہو یہی رسوخ ہے۔ اھ

اور ایک استفسار کے جواب میں جو بزبان فارسی تھا حصول رسوخ کا طریقہ یہ تحریر فرمایا: تکرار و استحضار و اعتنا و دوام و تدارک وقت کوتاہی بمعاقبت نفس بنوعے عبادت خاصہ مالیہ یا بدنیہ مثل انفاق چہار آنہ کہ بر نفس قدرے شاق باشد یا ادائے نوافل بمقدار معتد بہ کہ بر نفس قدرے گراں باشد و علامت رسوخ آنست کہ ملکہ میسر شود کہ در صدور تکلف نباشد اھ

(۲۱) ایک طالب نے لکھا کہ قبل بیعت حضرت سے محبت تھی مگر رعب معلوم ہوتا تھا اور اب بعد بیعت محبت تو الحمد للہ بہت ہے مگر رعب مطلق نہیں معلوم ہوتا ہے اھ۔ جواب تحریر فرمایا کہ مبارک حالت ہے وہ پہلی حالت بھی مبارک تھی۔ اس طریق میں جو حالت غیر اختیاریہ بھی پیش آوے خیر محض ہے اور اسمیں بیحد مصالح و منافع ہوتے ہیں جو اسوقت تو سمجھ میں نہیں آتے مگر آگے چلکر ایک وقت میں سب خود بخود سمجھ میں آنے لگتے ہیں اھ

(۲۲) ایک مبتدی طالب نے نماز میں خطرات آنے کی شکایت لکھ کر اسکی تدبیر پوچھی۔ جواب تحریر فرمایا کہ اپنی طرف سے کلمات و اذکار کی طرف توجہ رکھنا چاہئے پھر اگر آویں مضر نہیں اگر وہ توجہ ہٹ جائے تجدید کرلیجاوے اور اس توجہ کے ہٹ جانے پر افسوس نہ کرنا چاہیئے اھ

(۲۳) ایک طالب نے لکھا کہ حضور کے ساتھ غلبہ محبت کا آج کل یہ حال ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ دل میں سوائے آپ کی محبت کے اور کوئی محبت نہیں ہے اور نہ کسی دیگر شخص کا خیال ہے آپ کو بحیثیت اپنے شیخ کے صاف لکھنا زیادہ بہتر ہوگا یعنی ان دنوں اللہ تعالیٰ کی محبت بھی کم محسوس کرتا ہوں اھ۔ جواب تحریر فرمایا کہ یہ شبہ صحیح نہیں حق تعالیٰ کی محبت میں شان عقلیت غالب ہوتی ہے اور اپنے مجانس کی محبت میں شان طبعی[illegible] ہے اور سرسری نظر میں محبت عقلی محبت طبعی کے سامنے ضعیف و مضمحل معلوم ہوتی ہے اس سے وہ شبہ ہو جا[illegible] حالانکہ امر بالعکس ہے چنانچہ اگر اسی محبوب طبعی سے نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی شان کے خلاف کوئی معاملہ قولی یا فعلی [illegible] وہی محبوب فوراً مبغوض ہو جاوے جس سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ ہی کی محبوبیت غالب ہے اھ

(۲۴) ایک نظر بد کے مریض کے استفسار پر تحریر فرمایا کہ بجز ہمت کے کوئی علاج نہیں اھ

(۲۵) ایک طالب کو اپنے ایک شاگرد سے نفسانی محبت ہوگئی انہوں نے لکھا کہ اگر سلسلہ تعلیم باقی رہے اور کیفیت نفسانیہ معدوم ہو جائے تو ارشاد فرمایا جاوے اھ [illegible] ترکیب نہیں آتی کہ ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ۔ باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

(۲۶) ایک طالب نے لکھا کہ میں لوگوں کے اصرار سے لمبی سورتیں پڑھتا ہوں۔ کبھی کبھی بعد نماز جی خوش ہوتا ہے کہ قرآن مجید بہت اچھا پڑھا دل میں یہ سوچ لیتا ہوں کہ یہ میرا کمال نہیں محض انعام الٰہی ہے کیا یہ اصلاح نفس کے لئے ٹھیک ہے اھ۔ تحریر فرمایا کہ مسنون سورتوں میں جو چھوٹی ہوں وہ پڑھا کرو اور بہت جوش سے مت پڑھا کرو یہ عملی اصلاح ہے اور لفظی اصلاح کافی نہیں اھ

(۲۷) ایک بیوہ نے لکھا کہ شوہر مرحوم کے غم کی وجہ سے باوجود ڈیڑھ سال گذر جانے کے اسقدر تڑپ ہے کہ ہر چند قلب [illegible] ہوں لیکن یک سوئی نہیں پیدا ہوتی۔ میری قلبی خواہش یہ ہے کہ حقیقی صبر و رضا کے [illegible] دلجمعی سے عبادت میں گزار دوں اھ۔ جواب تحریر فرمایا کہ برخورداری سکون مطلوب [illegible] ظاہری بھی باطنی بھی ظاہری تو جاتی ہو باطنی ہر وقت کے واسطے وہ عمل جو اختیار [illegible] مطلوب ہوگا سکون و دلجمعی اختیار میں نہیں وہ مطلوب نہوگا اھ

(۲۸) ایک طالب نے استفسار پر غیبت کا یہ علاج تحریر فرمایا (نمبر ۱) استحضار عقوبت وقت غیبت۔ [illegible] بعد صدور غیبت (نمبر ۳) کچھ جرمانہ اپنے اوپر نقد کا یا نوافل کا۔ اھ [illegible] نے لکھا کہ ابھی یہ علاج پوری طرح راسخ نہیں ہوا۔ تحریر فرمایا کہ بتدریج راسخ ہو جاوے گا [illegible] اھ

(۲۹) حضرت والا کے ایک صاحب اجازت کو لوگوں نے زبردستی میونسپلٹی کا ممبر تجویز کر دیا۔ انھیں سخت وحشت ہوئی۔ بالآخر [illegible] اپنے پیر و مرشد سے پوچھ لو۔ چنانچہ انھوں نے حضرت والا سے عرض کیا کہ حضرت اقدس [illegible] تحریر فرما [illegible] حضرت والا نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا جب تک نسبت مع الخالق راسخ [illegible] تعلق [illegible] مضرت ہے اور جو منفعت سوچی جاتی ہے کہ ادائے حق خلق ہے وہ حق خلق بھی جب [illegible] مع الخالق راسخ ہو جائے ورنہ نہ حق خالق ادا ہوتا ہے نہ حق خلق یہ تجربہ ہے اور ایک [illegible] آپ سے زیادہ اہل تمکین نے ایسے تعلقات کو چھوڑ دیا ہے حضرت ابراہیم بن [illegible] کے واقعات معلوم ہیں اور حضرات خلفائے راشدین رضی پر اپنے کو قیاس نکیا جائے [illegible]

(۳۰) ایک طالب نے اپنے تقلبات لکھے تھے۔ تحریر فرمایا کہ دل سے دعا ہے اور حالات کے انقلاب کے متعلق اکابر کی یہ تحقیق ہے۔

در بزم عیش یک دو قدح نوش کن برو		یعنی طمع مدار وصال دوام را	

(۳۱) ایک طالب نے [illegible] کے دیکھنے کا مرض لکھا تھا حسب معمول استفسار فرمایا کہ حسن کا دیکھنا اختیاری ہے

یا غیر اختیاری۔ انھوں نے جواب میں لکھا کہ بندہ کا دیکھنا اختیاری ہے مگر اس سے بچنے کے لئے استعمال اختیار دشوار معلوم ہوتا ہے۔ تنبیہاً تحریر فرمایا کہ کیا دشوار ہے کیا نفس کے روکنے سے کوئی بیماری ہوجاتی ہے یا سانس گھٹنے لگتا ہے یا اور کوئی تکلیف ناقابل برداشت ہوجاتی ہے اھ۔

(۳۲) ایک طالب نے لکھا کہ جی چاہتا ہے کہ گاؤں کو بیچکر کاشتکاری دوسروں کے سپرد کرکے اور قطع تعلق کرکے اپنی اوقات کو عمل کے لئے مقصور کروں۔ تحریر فرمایا کہ کیا گاؤں اور زمین اور کاشت وغیرہ عمل سے مانع ہیں اھ۔

انھوں نے یہ بھی لکھا کہ والدہ صاحبہ مخالف ہیں لیکن جناب شیخ سعدیؒ کے قول "تعلق حجاب ست" کو اختیار کروں اور والدہ صاحبہ کی رائے کے خلاف کروں۔ اسپر تحریر فرمایا کہ پھر اس آیت کے کیا معنی ہیں۔ ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک وجعلنا لھم ازواجاً وذریۃ۔ خلاصہ یہ ہے کہ کیا اس سے ہر تعلق اور ہر حالت میں مراد ہے جو کام کرو سمجھ کر کرو۔ اھ

(۳۳) ایک طالب نے لکھا کہ مروت مجکو بہت ہے جس سے بعض دفعہ خلاف شرع کام بھی سرزد ہوجاتے ہیں محض اس خیال سے کہ دوسرے کا دل نہ دُکھے انکار اسقدر دشوار معلوم ہوتا ہے کہ پسینہ آجاتا ہے اھ جواب تحریر فرمایا کہ دشوار ہونے سے غیر اختیاری ہونا لازم نہیں آتا۔ جہاں مروت کرنا خلاف شرع نہ ہو اس مروت پر عمل جائز ہے اور جہاں خلاف شرع ہو۔ وہاں جائز نہیں گو دشواری اور تکلیف ہو اس تکلیف کو برداشت کرو اس کے سوا کوئی علاج نہیں اھ۔

(۳۴) ایک طالب کے خط کے مختلف اجزا مع حضرت والا کے جوابات کے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں کیونکہ اُس سے بہت سے فوائد مستفاد ہوتے ہیں۔

(حال) تا بعد از معمولات ادا کئے جاتا ہے مگر قلب کی حالت بدستور رہتی ہے۔

(تحقیق) کیا یہ نعمت نہیں کہ دو وقت روٹی ملے اور صحت وقوت بحال رہے گو اس میں ترقی نہ ہو۔

(حال) کوئی خاص حالت ایسی نہیں ہے جس کو حضور میں عرض کروں۔

(تحقیق) یہ حالت بھی تو قابل اطلاع کے تھی چنانچہ اطلاع پر ایک مفید بات معلوم ہوگئی مگر اس کا یاد رکھنا ضروری ہے

(حال) نہ اپنے کو اس قابل پاتا ہوں کہ کچھ عرض مدعا کرسکوں۔

(تحقیق) ناقابلی کا اعتقاد اس طریق میں یہی قابلی ہے۔

(حال) اس راہ سلوک میں اپنے کو ہیچ محض سمجھتا ہوں۔

(تحقیق) مبارک سمجھنا ہے۔

(حال) جو کچھ معمولات ادا کرتا ہوں محض عادۃً ادا کرتا ہوں۔

Marfat.com

(تحقیق) کیا اچھے کام کی عادت نعمت نہیں۔
(حال) کچھ تو سونے والوں کی وجہ سے اور کچھ رفع تکان کے سبب سے چند روز سے بجائے جہر کے خفی کر لیا کرتا ہوں کوئی حرج تو نہیں۔
(تحقیق) بلکہ افضل وانفع ہے۔
(حال) اب میرا وقت اخیر آپہونچا اب تک اپنے کو رُحض کورا سمجھتا ہوں۔
(تحقیق) مگر کور تو نہیں۔
(حال) بغیر حاضری حضور کے اور کوئی صورت کامیابی کی نظر نہیں آتی۔
(تحقیق) اطلاع بھی صورت کامیابی کی ہے۔ اھ
(۳۵) ایک طالب نے لکھا کہ حضور والا کے ارشاد کے موافق بدنظر اور بدخیال کو اختیار سے چھوڑ دیا لیکن دل کی کمزوری کی وجہ سے ہمیشہ ثابت قدم رہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اسپر تحریر فرمایا کہ اپنی طرف سے ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کے استقامت کرتے رہو۔ اھ اسی خط میں خواہش نفسانی سے نجات پانے کا علاج بھی پوچھا تھا۔ تحریر فرمایا کہ اکل کو حرام غذا سے توبہ کرکے دعا کرانا کہ بھوک ہی سے نجات ہو جاوے۔ اھ
(۳۶) ایک طالب نے شکایت لکھی کہ بوجہ گرمی کی شدت کے نماز وغیرہ میں پہلا سا خشوع و خضوع نہیں ہوتا جواب تحریر فرمایا کہ معذوری ہے۔
(۳۷) ایک صاحب اجازت نے اپنے مفصل حالات لکھے جن میں یہ حال بھی تھا کہ اب اللہ میاں کا خیال بالکل بے کیف دل میں آتا ہے اور اس سے اسقدر انشراح قلب میں ہوتا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا لیکن دریافت طلب یہ امر ہے کہ میری اعمالی کوتاہیوں کے ہوتے ہوئے یہ انعامات الٰہی اور حضور کے فیوض نامتناہی میرے شامل حال ہو سکتے ہیں یا میرے نفس نے یہ خیالات تراشے ہیں۔ اس کا جواب تحریر فرمایا کہ قلب میں دونوں احتمالوں کا جمع ہونا یہی بڑی دولت ہے جس کا حاصل الایمان بین الخوف والرجاء ہے مبارک ہو۔ اھ
(۳۸) ایک طالب نے لکھا کہ میری والدہ ہر بات پر طعن و تشنیع کرتی ہیں جسپر میں غصہ کرنے لگتا ہوں اور جھگڑنے لگتا ہوں علاج مرحمت فرمادیں۔ تحریر فرمایا کہ علاج یہ ہے کہ جواب مت دیا کرو باہر چلے جایا کرو۔ اھ
(۳۹) ایک مبتدی طالب نے لکھا کہ حضور سے دور ہوں اذکار صحیح طریقہ سے کیونکر کروں۔ جواب تحریر فرمایا کہ یہ معلوم کرنا کیا مشکل ہے قلب اور زبان دونوں کو شریک رکھنا یہی طریق صحیح ہے۔ اھ
انہیں صاحب نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اپنے فلاں مجاز سے فرما دیں کہ مجھے دو ایک مرتبہ دوازدہ تسبیح کا ورد کرادیں اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ اس کی حاجت نہیں۔ یہ قیود غیر مقصود ہیں۔ مقصود صرف ذکر ہے۔ اگر کوئی نہایت موزوں

Marfat.com

رفتار سے چلتا ہو اور دوسرا غیر موزوں تو اصل مقصود منزل پر پہنچنا ہے جو دونوں رفتار سے حاصل ہو جاتا ہے آگے رہی موزونیت اُس میں اور مصالح زائدہ ہیں جن پر منزل کی رسائی موقوف نہیں - اھ۔

انھیں صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ صحیح طریقہ اذکار کا معلوم ہو جائے تاکہ اُن کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوں تحریر فرمایا کہ ثمرات کی روح اجر و قرب ہے اھ۔

اُنھوں نے لطائف ستہ کی کوشش کرنے کا بھی حال لکھا تھا - حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ حقائق مقصود ہیں لطائف مقصود نہیں اھ

(۴۰) ایک طالب نے لکھا کہ ضعف قلب کی وجہ سے تہجد اور ذکر میں عجیب عجیب واہیات خیالات کا ہجوم ہوتا ہے کہ کہیں شیطان کسی شکل میں میرے سامنے نہ آجائے کوئی جن آکر میرے ساتھ نماز نہ پڑھنے لگے - حضرت والا جواب تحریر فرمایا کہ ایسی حالت میں اپنے شیخ کا تصور ان پریشان خیالات کا دافع ہو جاتا ہے مگر شیخ کو حاضر ناظر نہ سمجھے اھ

(۴۱) ایک طالب نے کبر کے متعلق لکھا کہ فدوی ایک مرتبہ قرابت مندی میں گیا ہوا تھا اور وہاں مجکو خرید و فروخت کی ضرورت نہیں پڑا کرتی - وہاں گوشت کی دوکان پر جانے کی ضرورت ہوتی تھی مگر نہیں گیا تھا اور گرانی حجاب محسوس کیا تھا - جواب تحریر فرمایا کہ حجاب اور چیز ہے اور کبر اور چیز ہے - حجاب کی حقیقت خجالت ہے جس کا سبب مخالفت عادت ہے - حتیٰ کہ اگر اُس شخص کی تعظیم کا سامان عادت کے خلاف کیا جاوے اُس سے بھی شرماوے - مثلاً کوئی ہاتھی پر بٹھلا کر دس بیس سوار جلو میں کر کے جلوس نکالے اھ - اسپر اُن صاحب نے لکھا کہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضرور شرم آئے گی لیکن مجکو اپنے نفس پر ذرہ برابر اعتماد نہیں ہے اس لئے احتمال ہے کہ شرم نہ معلوم ہو اگرچہ احقر اسپر کوئی دلیل قائم نہیں کرسکتا اھ - اسپر جواب تحریر فرمایا کہ جب تک اس کے خلاف دلیل نہ ہو ظاہر اور غالب ہی معتبر ہے اور اگر علاج میں مبالغہ کو دل چاہے تو ایسے کام کرو جو شرع کے خلاف نہ ہوں [illegible] کے خلاف ہوں اور عرفاً موجب ذلت ہوں - اھ۔

(۴۲) ایک طالب علم نے جو زیر تربیت ہیں کچھ حوادث سے پریشانیاں [illegible] کی [illegible] دعا اور اصلاح کی آسان صورت کی درخواست کی تھی اور یہ بھی لکھا تھا کہ [illegible] میں اسقدر تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ باوجود نیچی نظر کر لینے کے پھر نظر اٹھ جاتی ہے حالانکہ [illegible] بموجب عذاب دوزخ وغیرہ کو سوچتا ہوں لیکن طبیعت کچھ ایسی مجبور [illegible] آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دل کے اندر سے کوئی پکڑ کر دل کو [illegible] مجبور ہو گیا ہوں اھ - اس کا حسب ذیل جواب [illegible] فرمایا۔

حرفاً حرفاً پڑھا غیر اختیاری مصائب پر اجر ملتا ہے انکے ازالہ کی دعا بھی کرتا ہوں لیکن [illegible] اختیاری

یعنی معاصی پر نہ اجر ملتا ہے اور نہ اُسکے ازالہ کی دعا ہو سکتی ہے کیونکہ اُس کا ازالہ تو خود عبد کا فعل ہے اُس دعا کی تو یہ مثال ہے کہ اے اللہ فلاں شخص فلاں کھانا کھانے لگے فلاں کھانا نہ کھاوے اس دعا کے کیا معنی۔ البتہ توفیق کی دعا ہو سکتی ہے وہ بھی جبکہ فاعل اسباب کو جمع کرے اور اعظم اسباب قصد و ہمت ہے اور اس کے متعلق جو عذر خط کشیدہ عبارت میں لکھا ہے بالکل غلط ہے سو چو کہ اگر ایسے موقع پر کہ نفس میں تقاضائے شدید ہو تمہارا کوئی بزرگ موجود ہو جو تمہاری اس نظر اٹھانے کو دیکھ رہا ہو تو کیا اُس وقت تم ایسی بیحیائی کر سکتے ہو اگر کر سکتے ہو تو تم لاعلاج ہو اور اگر نہیں کر سکتے تو معلوم ہوا کہ نظر از خود نہیں اٹھتی نہ مجبوری ہوتی ہے نہ رُکنا شاق ہوتا ہے نہ کوئی اُبھارتا ہے سب کچھ تمہیں کرتے ہو تو اس کے خلاف پر بھی تم قادر ہو سو تمہارا یہ عذر ویسا ہی بیہودہ عذر ہے جیسے ایک شاعر نے بکواس کی ہے ؎

بیخودی میں لے لیا بوسہ خطا کیجئے معاف	اس دلِ بیتاب کی صاحب خطا تھی میں نہ تھا

(۴۳) ایک طالب کو جو مدرس تھے اور جنھوں نے بوجہ کثرت کارِ تعلیم عدم مواظبت معمولات پر سخت افسوس کا اظہار کیا تھا یہ جواب تحریر فرمایا کہ افسوس بھی ایک درجہ میں مواظبت کا بدل ہے جب عدم مواظبت کسی عذر سے ہو۔

(۴۴) ایک طالب نے لکھا کہ احقر جب بھی کوئی اچھی چیز کسی کے پاس دیکھتا ہے تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ میرے پاس ہو تو بہت اچھا ہو پھر کوشش کرتا ہوں کہ وہ چیز مجھے کسی طرح سے حاصل ہو جائے۔ اُس شخص سے زائل کرنے کو نہیں چاہتا بلکہ صرف اپنے پاس رکھنا مقصود ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں حرص دُنیا ہے۔ اگر میرا یہ خیال صحیح ہو تو علاج ارشاد فرمایا جاوے۔ اھ اس کا حسب ذیل جواب ارقام فرمایا۔ مرض تو نہیں مگر مفضی الی المرض ہونے کا احتمال ہے علاج اس کا یہ ہے کہ بمجرد اس تمنا کے یہ عزم کیا جاوے کہ اگر چیز مجکو مل بھی گئی فوراً کسی کو ہبہ کر دوں گا خصوص اُس شخص کو جس کے پاس ایسی چیز پہلے سے موجود ہے یا اگر اُس سے ایسی بے تکلفی نہ ہوئی تو کسی دوسرے کو دیدوں گا اور اگر وہ چیز اتفاق سے اپنی ضرورت کی ہوئی تو اسکے دام مساکین کو دیدوں گا۔ جب تک ایسی تمنا زائل نہ ہوگی اُسوقت تک ایسا ہی کیا کروں گا۔ دعا بھی کرتا ہوں

بعد کو انھیں صاحب کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ اس علاج سے بے حد نفع ہوا اب یہ خیال ہی بالکل جاتا رہا اور اگر کبھی تھوڑا بہت ہوا بھی تو اس تصور سے کہ اسکی قیمت کسی مسکین کو دیدوں گا بالکل خواہش ہی جاتی رہی اھ اسپر حضرت والا نے مبارکباد تحریر فرمائی۔

(۴۵) ایک طالب نے لکھا کہ نماز اور ذکر کے قبل اور بعد اکثر یہ خیال آتا رہا کہ اتنی محنت بیکار ہے میں کوئی بزرگ تو ہو ہی نہیں سکتا صرف احکام امر کی پابندی کر لی جاوے تو اس کے لئے زیادہ ذکر کی کیا ضرورت ہے کیونکہ پابندی تو ہمت پر منحصر ہے الخ۔ جواب تحریر فرمایا کہ ایک علاج

Marfat.com

یہ سوچنا ہے کہ اعمال صرف مغفرت ہی کے لئے نہیں بلکہ مالک کا حق ہے مملوک پر اور مغفرت مستقل تبرع وعنایت ہے ۔ اھ

(۴۶) ایک طالب نے اپنا حال لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دین اور دنیا دونوں کے متعلق یہ ہوس ہوا کرتی ہے کہ جو چیز اور جو بات ہو وہ اعلیٰ درجہ کی ہو اور میں ہر فن میں سب سے بڑھکر ہوتا اھ اسکا یہ علاج تحریر فرمایا جس دنیوی چیز کی تمنا ہو اُس کے فنا کا استحضار تاکہ اُس کا ہیچ اور بے نتیجہ ہونا مستحضر ہو اور اگر وہ دین میں مضر ہے تو اُس کے نتیجۂ بد کا بھی استحضار ۔ اس مراقبہ کے بار بار استعمال کرنے سے یہ ہوس مضمحل ہو جاوے گی اور اگر وہ امر دینی ہے تو اُس کی تمنا محمود ہے ۔ اس کے علاج کی ضرورت نہیں ۔ البتہ شرط یہ ہے کہ جس کو وہ نعمت عطا ہوئی ہے اُس سے زائل ہونے کی تمنا نہ ہو ورنہ وہ حسد اور حرام ہے اگر خدا ناکردہ ایسا ہوتا ہو تو اسکے متعلق مستقل سوال کیا جاوے باقی اعتدال کی دعا بھی کرتا ہوں ۔ اھ

(۴۷) ایک صاحب اجازت نے لکھا کہ میرے مزاج میں شرم وحیا زیادہ ہے ۔ لوگوں کے ادب ولحاظ سے دل میں بہت اُلجھن پیدا ہوتی ہے ۔ ایک گاؤں میں دو چار آدمیوں کو حضرت والا کی برکت سے دین کا بہت فائدہ ہوا ہے وہ بار بار بلانے کا تقاضا کرتے ہیں نہایت شرمندگی ہوتی ہے اس لئے عذر کر دیتا ہوں گو وہ مانتے نہیں ۔ اس کے متعلق جو ارشاد عالی ہو اُس پر عمل کروں اھ

جواب تحریر فرمایا کہ جب تک شرم رہے ہو آیا کرو جب شرم اُتر جاوے مت جاؤ پھر شرم ہونے لگے چلے جاؤ وعلیٰ ہذا یہی دستور العمل رکھو ۔ اھ

(۴۸) ایک طالب نے لکھا کہ جب میں کسی سے حضرت کے مواعظ میں دیکھی ہوئی کوئی بات کہتا ہوں تو ریا محسوس ہوتی ہے کہ تو جو کچھ کہتا ہے وہ تیرے افعال کے خلاف ہے اور یہ وعظ گوئی خلاف منصب ہے سکا حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرمایا ۔ ریا ہر خیال کا نام نہیں بلکہ جس خیال کی بنا قصد رضائے خلق بذریعۂ دین ہو اور یہ اختیاری امر ہے ۔ جب اس کا قصد نہ ہو وہ ریا ہی نہیں اگرچہ وہم ریا ہو ۔ وہم ریا وسوسہ ریا ہے جس پر مواخذہ نہیں ایسے وہم سے عمل صالح کو ترک نہ کیا جاوے اسی طرح ریا کے متعلق ایک اور طالب نے لکھا کہ [illegible] مرتبہ کسی اچھے کام میں مصروف ہوتا ہوں اور اچانک کسی شخص پر نظر پڑ جاتی ہے تو اکثر و بیشتر یہ خیال [illegible] کہ اس کام کو اور اچھی طرح کریں مجھے اتنا تو یقیناً معلوم ہے کہ یہ ریا ہے لیکن [illegible] اُس کو دکھلا کر کام کریں فوراً اپنی نیت کو حق تعالیٰ کی طرف پھیر لیتا ہوں [illegible] وہ ریا ریا نہ رہے گی ۔ اھ

اس کا جواب تحریر فرمایا کہ میرے مذاق [illegible] الحمد [illegible] [illegible] اس شخص کے

نزدیک مقصود بالذات نہیں۔ مقصود بالذات تحسین عمل للخلق ہے اور تصحیح نیت اُس تحسین کا آلہ تاکہ غائلہ ریا سے بھی بچا رہوں اور مقصود نفس بھی حاصل ہو جاوے تو جس اخلاص سے تحصیل ریا مقصود ہو وہ مقدمہ ریا ہونے کے سبب ریا ہی ہے اس صورت میں ریا سے حفاظت کی صورت صرف یہ ہے کہ اُس خطرہ کے بعد عمل میں تغیر نہ کرے اور اسی کے ساتھ نیت خالص رکھے۔ مجکو معلوم نہیں کہ دوسرے اطبا رباطن کی اس میں کیا تحقیق ہے اگر اسکے خلاف بھی ہو تب بھی میں اپنی رائے پر قائم ہوں۔ ذوقیات میں ایک کا اجتہاد دوسرے پر حجت نہیں اھ

اسی طرح ایک طالب نے لکھا کہ دوران مرض میں مکان پر نماز پڑھنی پڑی تو جیسی مسجد کی نماز میں طبیعت لگتی تھی مکان کی نماز میں نہیں لگتی تھی نیز مسجد میں رکعات بھی لمبی لمبی ہوتی تھیں بہ نسبت مکان کے اب خلجان یہ ہے کہ کہیں یہ مسجد کی نماز میں زیادہ جی لگتا بسبب ریا کے نہ ہو۔ اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ نہیں بلکہ مسجد میں اسکے اسباب ایسے جمع ہیں کہ گھر میں نہیں۔

(۴۹) ایک اشکال کے جواب میں تحریر فرمایا کہ خشیت میں بھی طبعی تبسم پیدا ہو سکتا ہے جیسا غلبۂ خشیت میں طبعی جوع وعطش و نوم بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اھ

(۵۰) ایک طالب کے حالات کے متعلق یہ جواب تحریر فرمایا کہ وارد اگر شریعت کے موافق ہو اتباع شریعت کی نیت سے عمل کیا جاوے نہ کہ اتباع وارد کی نیت سے ناقصین کے لئے یہ سخت خطرہ کی چیز ہے۔ اھ

(۵۱) ایک طالب کے استفسار پر بدگمانی کا یہ علاج تحریر فرمایا کہ جب ایسی بدگمانی قلب میں آوے اول علیحدہ بیٹھ کر یاد کرے کہ اللہ تعالیٰ نے بدگمانی سے منع فرمایا ہے تو یہ گناہ ہوا اور گناہ پر عذاب کا اندیشہ ہے تو اے نفس تو حق تعالیٰ کے عذاب کو کیسے برداشت کرے گا یہ سوچکر توبہ کرے اور دعا بھی کرے کہ اے اللہ میرے دل کو صاف کر دے اور جس پر بدگمانی ہوئی ہے اُس کے لئے بھی دعا کرے کہ اے اللہ اس کو دونوں جہان کی نعمتیں عطا فرما۔ دن رات میں تین بار ایسا کرے کہ اگر پھر بھی اثر رہے دوسرے تیسرے دن ایسا ہی کرے اگر پھر بھی اثر رہے اب اُس شخص سے مل کر کہے کہ بلا وجہ مجکو تم پر بدگمانی ہو گئی تم معاف کر دو اور میرے لئے دعا کر دو کہ یہ دور ہو جاوے اھ۔

(۵۲) ایک طالب نے اپنے احوال باطنی میں کمی کی شکایت لکھی تو تحریر فرمایا کہ ایسی کمی بیشی لازم عادی ہے یکساں حال رہ ہی نہیں سکتا دوام تو اعمال پر ہوتا ہے نہ کہ احوال پر یہ تغیر مضر نہیں بلکہ اسمیں مصالح ہیں جنکا مشاہدہ اہل طریق کو خود ہو جاتا ہے مثلاً غیبت کے بعد حضور میں زیادہ لذت ہونا اور مثلاً غیبت میں انکسار و ندامت کا غالب آنا اور مثلاً اپنے عجز کا مشاہدہ ہونا و مثل ذالک اھ

(۵۳) ایک طالب کے استفسار پر نماز میں یکسوئی کی یہ تدبیر تحریر فرمائی کہ نماز میں توجہ ایک طرف رکھی جاوے جسکی صورت یہ ہے کہ قیام کے وقت اسطرف التفات نہ کرے کہ اسکے بعد رکوع کرنا ہے۔ رکوع میں اسطرف التفات نہ کرے کہ اسکے بعد قومہ کرنا ہے وعلی ہذا ایک کہ

Marfat.com

ہر رکن میں صرف اسی رکن کو مقصود بالذات سمجھے اور اسی طرف متوجہ رہے۔ اسیطرح پھر دوسرے رکن میں الیٰ اخر الصلوٰۃ اگر ایسا کیا جاوے تو نماز میں اسقدر یکسوئی ہوگی کہ ذکر میں بھی نہ ہوگی کیونکہ ذکر میں گو یکسوئی ہے مگر ہر وقت خطرہ رہتا ہے کہ دوسرا شخص آکر اس یکسوئی کو فوت کر سکتا ہے یا خود ہی ذکر ترک کر کے کسی شغل میں لگ سکتے ہیں اور نماز میں اطمینان ہے کہ سلام پھیرنے تک کوئی شخص ہم کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتا نہ خود کوئی کام کر سکتے ہیں وھٰذا الذی کتبت ورد علی قلبی فی فرض الظھر وجربتہ فیہ وفی سنتہ البعدیۃ وللہ الحمد۔ اھ

(۵۴) ایک طالب نے فضول گوئی کا علاج پوچھا تحریر فرمایا کہ فضول گوئی اختیاری ہے یا غیر اختیاری۔ اسپر انھوں نے لکھا کہ میری خوب سمجھ میں آگیا کہ یہ اختیاری ہے اور یہی کیا سب اوامر و نواہی اختیاری ہیں۔ لیکن اگر کوئی چیز معین سہولت بتادی جاوے تو بہت احسان ہو۔ اھ۔ اسپر تحریر فرمایا کہ کس کس چیز کے سہل ہونے کی تدبیر پوچھوگے اور اس حدیث کے کیا معنی کہوگے۔ حُفت الجنۃ بالمکارہ۔ اھ

(۵۵) ایک طالب کو جنھوں نے اپنے خط میں اپنی سخت ناکارگی کا اظہار کیا تھا یہ تحریر فرمایا کہ مقصود تو مقصود کا مشاہدہ ہے اور اُس کا طریق مجاہدہ۔ مگر جب تک اس میں کمی رہے تو اس مشاہدۂ مقصود کا مقدمہ عدم مجاہدہ کا مشاہدہ ہے جس سے انشاء اللہ تعالےٰ مجاہدہ کی توفیق ہوجاتی ہے پھر اس سے مقصود کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے جو کہ مقصود ہے۔ اسی ترتیب کا سلسلہ شروع ہے جو انشاء اللہ تعالےٰ تدریجاً بخیر و خوبی ختم اور مکمل بھی ہوجاوے گا لگا رہنا چاہئے۔ اگر کام میں کوتاہی ہوجاوے۔ اس نہ لگے رہنے کے مشاہدہ میں لگا رہنا چاہئے انشاء اللہ تعالےٰ حرمان نہ ہوگا میں بھی دعا کرتا ہوں۔ اھ

(۵۶) ایک طالب نے لکھا کہ حضور جب کسی شخص میں فی الواقع خداداد فضیلتیں موجود ہیں تو اب ان موجودہ فضیلتوں کو کس طرح اپنے میں معدوم سمجھکر اپنے آپ کو دوسروں سے ادنیٰ اور فروتر سمجھے۔ اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ اکمل سمجھنا جائز ہے مگر افضل بمعنی مقبول حق اور اس کو مردود و مطرود سمجھنا جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ فی الحال اُس کا کوئی عمل صالح ایسا ہو کہ اس کے تمام اعمال سے زیادہ پسندیدہ ہو اور اس میں کوئی رذیلہ ایسا ہو کہ اُس کے سب رذائل سے زیادہ ناپسندیدہ ہو یا فی الحال نہ ہو تو فی المآل اس کا احتمال ہے پس ان دونوں احتمالوں کا مستحضر رکھنا علاج کبر کے لئے کافی ہے انسان [illegible] زیادہ کا مکلف نہیں۔ اھ۔

(۵۷) ایک طالب نے لکھا کہ پہلے کبھی میری صبح کی نماز قضا [illegible] رونا آتا تھا اور اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ کبھی صبح کی نماز قضا ہوجاتی ہے [illegible] الا [illegible] یہ ایسا ہی معلوم ہوتی ہے اصلاح فرمائیں۔ اسپر تحریر فرمایا کہ [illegible] مقصود نہیں [illegible] مقصود ہے وہ حاصل ہے۔ چنانچہ

Marfat.com

رنج نہ ہونے پر افسوس ہونا یہ رنج عقلی ہے اھ۔

(۵۸) ایک طالب نے نماز میں خشوع کی دشواریاں لکھی تھیں جواب تحریر فرمایا کہ جیسے طبیعت کو آزاد چھوڑ دینا مضر ہے اسی طرح زیادہ مقید کرنے سے بھی تنگ ہو جاتی ہے۔ بس نماز میں اتنی توجہ کافی ہے جیسے کسی کو کوئی سورت کچی یاد ہو اور سرسری طور پر سوچکر پڑھتا ہے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں پھر اگر اس کے ساتھ بھی وساوس آویں ذرا مضر نہیں اھ۔

اسی طرح ایک ذی علم صاحب اجازت نے استفسار کیا کہ کسی طاعت میں دوسری طاعت مثلاً کسی شرعی مسئلہ کا قصداً سوچنا یا کسی سفر طاعت کا نظام ذہن میں قصداً طے کرنا مخل خشوع ہے یا نہیں اس کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ یہ مسئلہ دقیق ہے قواعد سے اس کے متعلق عرض کرتا ہوں اسوقت دو حدیثیں میری نظر میں ہیں ایک مرفوع جس میں یہ جزو ہے۔ صلی رکعتین مقبلا علیہما بقلبہ دوسری موقوف حضرت عمرؓ کا قول جس میں یہ جزو ہے انی لاجہز جیشی وانا فی الصلوٰۃ مجموعہ روایتین سے اخلاص کے دو درجہ مفہوم ہوئے ایک یہ کہ جس طاعت میں مشغول ہے اس کے غیر کا قصداً استحضار بھی نہ ہو اگرچہ وہ بھی طاعت ہی ہو دوسرا درجہ یہ کہ دوسری طاعت کا استحضار ہو جاوے اور ان دونوں میں یہ امر مشترک ہے کہ اس دوسری طاعت کا اس طاعت سے قصد نہیں ہے مثلاً نماز پڑھنے سے یہ غرض نہیں کہ نماز میں یکسوئی کے ساتھ تجہیز جیش کریں گے پس حقیقت اخلاص تو دونوں میں یکساں ہے اس میں تشکیک نہیں عوارض کے سبب انہیں تفاوت ہو گیا اور درجہ اول اکمل اور دوسرا درجہ اگر بلا عذر ہے تو غیر اکمل ہے اور اگر عذر سے ہو تو وہ بھی اکمل ہو جیسے حضرت عمرؓ کو ضرورت تھی اور اسکا معیار اجتہاد ہے لیکن ہر حال میں اخلاص کے بالکل خلاف نہیں البتہ خشوع کے خلاف ہونا نہ ہونا نظری ہے۔ میرے ذوق میں بصورت عذر یہ خلاف خشوع بھی نہیں اگر ضرورت ہو اپ سب سوال کو منطبق کر لیجئے

اسی طرح ایک طالب نے یہ شکایت لکھی کہ تراویح میں قرآن شریف سناتے وقت خشوع وخضوع نہیں ہوتا ہر رکعت میں یہ عزم کر لیتا ہوں کہ اب جناب حق تعالیٰ کی طرف عجز و نیاز کے ساتھ خیال رکھونگا مگر جب قرآن شریف شروع کرتا ہوں تو اسی خیال میں قرأت ختم ہو جاتی ہے کہ کہیں بھول نہ جاؤں بہت افسوس ہوتا ہے دعا فرماویں کہ میری یہ تمنا پوری ہو اھ جواب تحریر فرمایا کہ خشوع سکون کا نام ہے اور یہ خیال کہ کہیں بھول نہ جاؤں حرکت ہے جو سکون کی ضد ہے اور کوئی شئے اپنی ضد کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی اور یہ خیال طبعاً لازم ہے اس لئے حصول خشوع اس حالت میں عادۃً متعذر ہے تو اسکا اہتمام بھی تکلیف مالایطاق ہے لیکن یہ خشوع نہ ہونا مضر اور قابل افسوس اس لئے نہیں کہ جو مقصود ہے خشوع سے کہ غیر مقصود کی طرف توجہ نہ ہو وہ حاصل ہے پس گویا خشوع اگر صورتاً نہیں مگر معنیً حاصل ہے کیونکہ یہ خیال تکمیل ہے طاعت کی اور طاعت مقصود ہے پس یہ توجہ الی المقصود ہے

Marfat.com

چنانچہ بعض احادیث فضل خشوع میں لم یحدث فیہا نفسہ لشیٔ من الدنیا اور بعض میں الا بخیر وارد ہے اسکی توضیح رسالہ تشرف اول کتاب الصلوٰۃ میں قابل مطالعہ ہے۔ ہاں طبعاً ناگواری یہ نظیر ہے استغفار عن الغین کی۔

تذکیر نعمت۔ یہ تحقیق منجملہ منن عظیمہ الٰہیہ ہے جسمیں کسب کا دخل نہیں اسکی بیقدری نہ کیجاوے میں بھی اسی میں مبتلا تھا حق تعالیٰ نے حقیقت منکشف فرمائی آگے اپنی ہمت ہے اھ

اسیطرح ایک طالب نے کوئی ایسا علاج پوچھا جس سے ہمیشہ توجہ الی اللہ رہے۔ جواب تحریر فرمایا کہ توجہ جو درجہ عمل میں ہے وہ اختیار میں ہے اسکا علاج قصد اور استحضار ہے اور جو توجہ درجہ حال میں ہے وہ توجہ کے درجہ مذکورہ سے از خود حاصل ہو جاتی ہے اھ

(۵۹) ایک طالب نے کبر کے متعلق بہت سی تفصیلات و جزئیات لکھ کر یہ درخواست کی کہ اگر مجھ میں کبر ہے تو اسکا علاج تجویز فرمائیں حضرت والا نے مفصل جواب تحریر فرمایا اور اسکا ایک نام بھی بمناسبت نام سائل رکھدیا یعنی شمس الفضائل لطمس الرذائل وہ جواب ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

"یہاں کئی چیزیں ہیں متشابہ جنمیں کبھی اشتباہ ہو جاتا ہے۔ کبر[۱] و عجب[۲] و حب جاہ[۳] و ریا و عجلت پھر ہر ایک میں دو دو درجے ہیں حقیقت و صورت تو یہ دس چیزیں ہیں اور ہر ایک میں کلام طویل ہو سکتا ہے مگر مختصراً بقدر ضرورت جس سے تھوڑی مناسبت والے کو ہر درجہ کے سمجھنے میں ضروری بصیرت ہو سکتی ہے اور واقعہ جزئیہ کو اسپر منطبق کر سکتا ہے لکھتا ہوں۔ باقی جسکو مناسبت ضروری بھی نہو اسکے لئے نہ کلیات کافی ہیں نہ جزئیات کی تحریر کافی ہے بلکہ اسکو ضرورت ہے کہ جب کوئی واقعہ پیش آوے اسے کسی محقق کے سامنے پیش کرے جس کی تنقیح کی ضرورت ہو اسکا بھی جواب دے پھر جو وہ فیصلہ کرے اسکو علماً و عملاً قبول کرے۔

وہ مختصر کلام یہ ہے کہ تکبر کا حاصل یہ ہے کہ کسی کمال دنیوی یا دینی میں اپنے کو باختیار خود دوسرے سے اسطرح بڑا سمجھنا کہ دوسرے کو حقیر سمجھے تو اسمیں دو جزو ہونگے اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا یہ حقیقت ہے جو حرام اور معصیت ہے اور ایک اسکی صورت ہے کہ اسمیں سب اجزا ہیں مگر ایک جزو نہیں یعنی بلا اختیار ان اجزا کا خیال آگیا یہاں تک تو معصیت نہیں لیکن اسکے بعد اگر اس نے بڑا سمجھایا وجود اسکا نہ سمجھنے کے باختیار خود اسکو باقی رکھا یہ حقیقت کبر کی ہو جاویگی اور معصیت لکھی گئی ہر کہ دوسرے کو حقیر سمجھے اسلئے کہ اگر کوئی واقعی برائی نقصان کا اسطرح معتقد ہو کہ وہ ... ہیں جیسے ایک شخص حسین ہے مگر اس کی عمر الا دو برس بچہ کو سمجھے کہ یہ بدصورت ہے یا ایک یہ پڑھنے والا طالب علم ہو یہ سمجھے وہ طالب علم کو سمجھے کہ یہ مجھ سے پڑھائی میں کم ہے یا ایک عالم آدمی کسی مسکین کو سمجھے کہ بہ ... حال میں کم درجہ کا ہے تو یہ ...

کبر نہیں البتہ اگر یہ تفاوت واقع کے خلاف ہو تو ایسا اعتقاد کذب ہو گا مگر کبر و کذب متغائر ہیں۔ مگر ایسی بڑائی چھپائی کا اعتقاد گو کبر تو نہیں لیکن اگر وہ محل تفاوت عرفاً یا شرعاً کمال ہو تو یہ اعتقاد احیاناً مفضی کبر کی طرف ہو جاتا ہے اسلئے سد ذرائع کے طور پر اسکا بھی وہی علاج کرنا چاہئے جو حقیقت کبر کا علاج ہے۔ اور وہ ایک خاص مراقبہ ہے جسکی ایسے ہر وقت میں تجدید و تکریر کر لی جاوے جبکہ اس تفاوت کی طرف التفات ہو وہ مراقبہ یہ ہے کہ (الف) گو میرے اندر یہ کمال ہے مگر میرا پیدا کیا ہوا نہیں حق تعالیٰ کا عطا فرمایا ہوا ہے اور (ب) عطا بھی کسی استحقاق سے نہیں ہوا بلکہ محض موہبت و رحمت ہے پھر (ج) عطا کے بعد بھی اسکا بقا میرے اختیار میں نہیں بلکہ حق تعالےٰ جب چاہیں سلب کر لیں اور (د) گو اس دوسرے شخص میں فی الحال یہ کمال نہیں ہے مگر فی المآل ممکن ہے کہ میرے کمال سے زیادہ اسکو یہ کمال اسطرح حاصل ہو جائے کہ میں اس کمال میں اسکا محتاج ہو جاؤں اور (ہ) اگر فی المآل بھی نہو جیسا بعض اوقات ظاہری اسباب سے اسکا گمان غالب ہوتا ہے تو فی الحال ہی اس شخص میں کوئی ایسا کمال ہو جو مجھ سے مخفی ہو اور دوسروں پر ظاہر ہو یا سب ہی سے مخفی ہو حق تعالیٰ کو معلوم ہو جسکے اعتبار سے اسکے اوصاف کا مجموعہ میرے اوصاف کے مجموعہ سے اکمل ہو۔ اگر کسی کے کمال کا بھی احتمال قریب ذہن میں نہ آوے تو اس احتمال کو ذہن میں حاضر کرے کہ شاید یہ علم الٰہی میں مقبول ہو اور میں غیر مقبول ہوں۔ یا اگر میں بھی مقبول ہوں تو یہ مجھسے زیادہ مقبول ہو تو مجھ کو کیا حق ہے کہ اسکو حقیر سمجھوں اور (و) یہ خیال کرے کہ اگر بالفرض یہ سب امور میں مجھ سے کم ہی ہے تو ناقص کا کامل پر حق ہوتا ہے جیسا مریض کا صحیح پر ضعیف کا قوی پر فقیر کا غنی پر تو مجکو چاہئے اسپر شفقت و ترحم کروں اسکی تکمیل میں کوشش کروں اور اگر کسی طرح قدرت نہ ہو یا ہمت نہو یا فرصت نہو تو دعائے تکمیل ہی سے سہی اور اس خیال کے بعد تکمیل میں سعی شروع کر دے تو اس تدبیر سے اسکے ساتھ تعلق شفقت کا پیدا ہو جاویگا۔ اور طبعی خاصہ ہے کہ جس کی تکمیل و تربیت میں سعی کرتا ہے اس سے محبت ہو جاتی ہے اور محبت کے بعد تحقیر نہیں ہوتی اور (ز) یہ بھی نہو تو اسکے ساتھ لطف و اخلاق کے ساتھ کبھی کبھی بات چیت کر لیا کرے اسکا مزاج پوچھ لیا کرے اس سے جانبین میں تعلق ہو جاتا ہے اور ایسے تعلق کے بعد تحقیر ہو جاتی ہے البتہ اگر وہ شخص ایسا ہے کہ شرعاً اُس سے بغض رکھنا مامور بہ ہے تو تدابیر مذکورہ میں سے بعض کا استعمال اس عارض کے سبب نہ کیا جاویگا مگر بغض کا پھر بھی بعض کیساتھ اجتماع ہو سکتا ہے اُن بعض کو استعمال کرے۔

یہ سب کلام تو تکبر کے متعلق تھا اور عجب میں صرف ایک قید کم ہے باقی سب اجزا وہی ہیں یعنی اس میں دوسروں کو چھوٹا سمجھنا نہیں صرف اپنے کو بڑا سمجھنا ہے اسمیں بھی حقیقت اور صورت کے ویسے ہی درجے ہیں اور وہی احکام ہیں اور معالجات مذکورہ میں سے جن میں سے دوسرے کا تعلق نہیں وہ سب معالجات اسمیں بھی ہیں، اور ایک چیز اشیاء خمسۂ مذکورہ میں حب جاہ ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ جیسا اپنے کو اپنے دل میں بڑا سمجھتا ہے

Marfat.com

اسکی بھی کوشش کرتا ہے کہ دوسرے بھی مجھ کو بڑا سمجھیں اور میرے ساتھ تعظیم و اطاعت و خدمت کا معاملہ کریں چونکہ اسکا منشاء بھی کبر یا عجب ہی ہے اسلئے اُسکے اقسام و احکام و درجات و معالجات وہی ہیں جو کبر میں گذرے اور اشیاء خمسہ مذکورہ میں سے ایک چیز ریاء ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ کسی عمل دنیوی یا دینی کو لوگوں کی نظر میں بڑائی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دے۔ اشیاء اربعہ مذکورہ میں یہ ذریعہ بنانے کی قید نہ تھی چونکہ یہ بھی کبر اور عجب ہی سے پیدا ہوتا ہے اسمیں بھی سب وہی درجات و اقسام و احکام و معالجات ہیں اور سب احکام کلی ہیں۔

کبھی کبھی خصوصیت مقام سے بعض نئی صورتیں یا نئے معالجات بھی ثابت ہوتے ہیں جو مربی کی رائے پر متعین کئے جاتے ہیں سب سے اخیر کی ایک قسم خجلت ہے وہ ایک طبعی انقباض ہے جو خلاف عادت کام کرنے سے یا حالت پیش آنے سے بلا اختیار نفس پر وارد ہوتی ہے اور سالک کو بعض اوقات غایت احتیاط کے سبب اُس پر شبہہ ہو جاتا ہے کبر وغیرہ کا مگر واقع میں وہ کبر نہیں ہوتا اور معیار اسکا یہ ہے کہ جسطرح یہ شخص ایک ادنیٰ یا خسیس کام کرنے سے شرماتا ہے اگر کوئی شخص اسکے ساتھ غایت درجہ کی تعظیم و تکریم کا معاملہ دل سے کرے تب بھی اسکو ویسا ہی انقباض ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو خجلت ہے ورنہ کبر یہ تو اسکی حقیقت ہے جو غیر اختیاری ہونے کے سبب مذموم نہیں۔ اور ایک صورت ہے کہ واقع میں تو کبر وغیرہ ہے مگر نفس نے تاویل کر کے اسکو خجلت میں داخل کر کے تسلی حاصل کر لی۔ یہ اختیاری ہونے کے سبب مذموم ہے بلکہ دوسرے ذمائم مذکورہ سے بھی اشنع ہے کیونکہ تاویل کر کے غیر مباح کو مباح بنایا ہے جو اعلیٰ درجہ کی تلبیس و تدلیس ہے تو اول بحقیقت مذموم تھی اور صورت غیر مذموم اور اسمیں بالعکس جیسا مع الدلیل گذر چکا۔ چونکہ واقعات ثمانیہ ... کے اجزاء مذکور ہیں اسلئے سب اقسام کی تحقیق کیگئی (طالب کے خط میں کبر کی آٹھ مثالیں مذکور تھیں ... بارہ میں تحقیق مطلوب تھی ۱۲)

اب اخیر میں ایک معالجہ متعدد ذکر کرتا ہوں کیونکہ معالجات مذکورہ دفتی تھے جن سے اثر کا ... ہوتا الا نادراً اور مبتدی کو ایک معتدبہا مدت تک اس معالجہ کی ضرورت ہے وہ یہ کہ بتکلف اوضاع و ... قلیل الجاہ لوگوں کے اختیار کرے حتیٰ کہ تواضع راسخ ہو جاوے مگر اس میں بھی اسکا خیال رکھے کہ ... ذلت و خست کو اختیار نہ کرے جس سے تواضع کی شہرت ہو جاوے۔

اسکے بعد انہیں صاحب نے قلیل الجاہ لوگوں کے اوضاع و اطوار و عادات ... کہ انکی جزئیات کا استیعاب کیسے ہو سکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ وہ امور اختیار کرے ... کو انقباض ہو مگر دوسروں کی نظر میں وہ قابل التفات نہ ہوں جس سے شہرت تواضع کا احتمال ہو ...

(۶۰) ایک طالب نے لکھا کہ خاکسار کو ایک مرض ہے کہ اگر کوئی شخص ... کسی قسم کی تکلیف و نقصان

پہونچا دے تو چین نہیں آتا ہے جب تک کہ اُس سے انتقام نہ لوں اھ اسکا جواب تحریر فرمایا کہ چین نہ آنا معصیت نہیں صرف کلفت ہے جسکا تحمل مجاہدہ اور موجب اجر ہے تو چین نہ آنا مضر نہ ہوا بلکہ نافع ہوا باقی کلفت کا علاج یہ معلم دین کا منصب نہیں لیکن تبرعًا وہ بھی لکھے دیتا ہوں کہ چند روز تحمل کرنے سے یہی عادت ہو جائیگی پھر انشاء اللہ کلفت نہ ہوگی اھ

(۶۱) ایک طالب نے لکھا تھا کہ احباب و اقارب سے تعلقات و محبت جیسی پہلے تھی اب نہیں اسپر افسوس ظاہر کیا اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ حالت سنت کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ اسپر تحریر فرمایا کہ سب حالت ٹھیک ہے یہ سنت مقصود بالذات نہیں مقصود بالذات ادائے حقوق ہے وہ حاصل ہے بعض طبائع ایسی ہیں کہ اس سنت کا اہتمام کریں تو اُن سے فرض ہی فوت ہو جاوے یعنی تعلق بحق اس لئے اُنکے حق میں یہی انفع و اصلح ہے جو پیش آ رہا ہے اھ

(۶۲) ایک طالب نے لکھا کہ میں اپنے کو کسی سے بُرا نہیں سمجھتا مگر باوجود اسکے نفس اس بات کو بالکل برداشت نہیں کرتا کہ ذلت ہو بس دل یوں چاہتا ہے کہ کوئی عزت بشبیک نہ کرے بڑا قطعًا نہ سمجھے مگر کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے ذلت ہو میلے کپڑے پہننے سے بھی عار آتی ہے کہ دیکھنے والے ذلیل سمجھیں گے اھ

اسکا جواب تحریر فرمایا کہ یہ شریعت میں بھی حکم ہے لاینبغی للمومن ان یذل نفسہ جب تک حالت غالب نہ ہو یہی طریق ہے مگر جب حال غالب ہو جاتا ہے تو ذلت کو عزت سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے مگر وہ غیر اختیاری ہے اگر نہ ہو تمنا نہ کرے اگر ہو جاوے ازالہ نہ کرے۔ اھ

(۶۳) ایک طالب نے لکھا کہ کثرت اکل اور حرص طعام کا مرض بہت عرصہ سے ہے جسکو تبلیغ دین میں سب گناہوں کی جڑ بتلایا ہے جواب تحریر فرمایا کہ جنکے قوی اچھے تھے انکے حق میں یہ بیشک مرض ہوجاتا تھا اب خود قوی ضعیف ہیں اسلئے قلت اکل کی غرض خود حاصل ہے اب یہ مرض نہیں اھ

اسیطرح ایک طالب کو یہ تحریر فرمایا کہ تقلیل طعام فی نفسہ مقصود نہیں مقصود کسر قوت بہیمیہ ہے اور اس کسر سے بھی مقصود کف النفس عن المعاصی ہے پس اگر یہ کف عن المعاصی بدون تقلیل طعام میسر ہو جاوے تو تقلیل طعام ضروری نہیں بلکہ اس زمانہ میں کثر اس سے ضعف ہو جاتا ہے جس سے دوسری مضرتیں جسمانی و نفسانی پیدا ہو جاتی ہیں اسلئے بلا ضرورت مناسب نہیں اھ

(۶۴) ایک طالب نے ایک طویل خط میں اپنی متضاد حالتیں لکھی تھیں یعنی اولاً سخت پریشانی ناقابل تحمل جسمیں خواب و خور سب اُڑ گیا اسکے بعد مبشرات رویا سے فرح و سرور۔ اسکا یہ جواب تحریر فرمایا کہ وہ پہلی حالت قبض کی تھی۔ دوسری حالت بسط کی اور قبض جتنا شدید ہوتا ہے اُتنا ہی بسط قوی ہوتا ہے اسلئے ائمہ طریق نے

Marfat.com

فرمایا ہے کہ قبض سے پریشان نہ ہونا چاہیئے وہ سب مقدمات ہوتے ہیں بسط کے مبارک ہو۔ یہ حالات کسکو نصیب ہوتے ہیں مگر ایسی حالت میں غذائے لطیف اور مفرحات و مقویات کا استعمال رکھنا ضروری ہے گو دل نہ چاہے اھ

(۶۵) ایک طالب نے لکھا کہ میں معمولی سے خطرہ پر پریشان ہو جاتا ہوں معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں توکل نہیں ہے اس معصیت سے بچنے کا علاج ارشاد فرمادیں۔ اسکا جواب تحریر فرمایا کہ نہ یہ معصیت ہے نہ توکل کے خلاف ہے کیونکہ توکل کی حقیقت ہے غیر متصرف حقیقی سے قطع نظر کرنا اور یہ قطع نظر اعتقاداً کرنا تو فرض ہے اور عملاً اسباب ظنیہ کے ترک سے بشرط تحمل مستحب ہے اور جو اسباب عادۃً یقینی یا مثل یقینی کے ہیں انکا ترک کرنا معصیت ہے بجز اہل حال کے کہ ان کو اسکی بھی اجازت ہے اور یہ سب تفصیل اسباب دنیویہ میں ہے اور اسباب دینیہ کو ترک کرنا توکل نہیں ہے اھ

(۶۶) ایک طالب نے لکھا کہ میری طبیعت کچھ شکی واقع ہوئی ہے مخالفین کے اعتراض سنکر یا کسی کتاب میں دیکھ کر طبیعت متردد ہو جاتی ہے اس سے بفضلہ تعالیٰ عمل میں تو کوئی فرق نہیں آتا البتہ عبادت میں نہ پہلی سی دلچسپی نہیں رہتی اور دل رنجیدہ اور اندوہگیں سا رہتا ہے۔ ساتھ ہی اس تردد کو مکروہ اور برا جانتا ہوں۔ اسکا جواب تحریر فرمایا کہ ایسی حالت دیکھو جب شک یا تردد پیدا ہوا اور جو بلا قصد ایسی بات کان میں پڑ جاوے اور یہی حالت پیدا ہو جاوے تو اسکو کسی خاص تدبیر سے زائل کرنیکی ضرورت نہیں کہ اہتمام سے پریشانی بڑھیگی اور ہمیشہ کیلئے ایک مستقل شغل ہو جاویگا بلکہ بجائے تدبیر کے اس سے بے التفاتی اختیار کرو اور کتنا ہی وسوسہ ستاوے بالکل پرواہ مت کرو البتہ دعا اور تضرع کرتے رہو اور اسکو کافی سمجھو انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد طبیعت صاف ہو جائے گی اور جب یہی عادت ہو جاویگی تو قلب میں ایسی قوت پیدا ہو جاویگی کہ وہ ایسی چیزوں سے متاثر نہ ہوگا یہ بے حکمی نسخہ جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی کے ہی دن ہوئے کہ عطا ہوا ہے جو بہت بڑا علم ہے والحمد للہ اھ

(۶۷) ایک طالب کے استفسار پر تحریر فرمایا کہ بخل کے دو درجے ہیں ایک خلاف مقتضائے شرع اور یہ معصیت ہے۔ دوسرا خلاف مقتضائے مروت اور یہ معصیت نہیں فضیلت تو یہ ہے کہ یہ بھی نہ ہو اور ہمت کرکے اس مقتضا کی مخالفت کیجاوے لیکن اگر ہمت نہ ہو تو کوئی فکر کی بھی بات نہیں۔ اھ

(۶۸) ایک طالب نے لکھا کہ مختصر سے مختصر ذکر کا معمول رکھا تھا اس پر بھی مداومت نہیں ہوتی نماز میں بھی اکثر مسبوق ہونے کی نوبت آتی ہے جب ایسا ہوتا ہے تو آیندہ کے لئے احتیاط کا عزم کرلیتا جس دینی یا دنیوی مشغلہ میں ہوتا ہوں اسکو فوراً چھوڑ دیتے اور جماعت اور تکبیر اولیٰ کی ہوتی ہے جانتا ہوں کہ قصور اختیاری ہے اور استعمال اختیار کی کوشش ... آجاتی ہے اھ اسکا جواب تحریر فرمایا کہ اسکا سبب ضعف ہمت ہے جسکا اثر ... ہوتا ہے جسمیں ایک گونہ خیر کا بھی درجہ ہے مگر یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ اسکا احساس ہے اور اسکا قلق ہے ... لگا رہنا چاہیئے انشاء اللہ

اسی کی برکت سے درجۂ مطلوبہ بھی میسر ہو جاویگا حقیقتہً یعنی و توعاً یا حکماً یعنی اجراً و اثراً یہ حالت ضعفاء کو بکثرت پیش آتی ہے لیکن ؎

چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسد		گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی	

پہ چلنے سے نہ رکیں)۔

(۶۹) ایک طالب نے فضول گوئی کا مرض لکھا اور اسکا سبب یہ لکھا کہ جب مجکو کوئی خوشی ہوتی ہے یا کوئی فکر نہیں ہوتا تو ایک جوش سا پیدا ہوتا ہے اور اسمیں بہت باتیں کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ فحش اور غیبت تک نوبت پہونچ جاتی ہے اور جب تک یہ نوبت نہیں آتی نہ جوش کم نہیں ہوتا اسکا یہ علاج تحریر فرمایا کہ علاج کی حقیقت ہے ازالہ سبب مرض جب مرض کا سبب جوش ہے خوشی کا۔ اسکا علاج اس جوش کا فرو کرنا اور اس خوشی کو اسکی ضد یعنی فکر و غم سے مغلوب کرنا ہے اور سب سے زیادہ فکر و غم کی چیز موت و احوال بعد الموت ہیں یعنی واقعات برزخ و حشر و صراط و عقوبات معاصی ہیں ایسے وقت میں ان واقعات کو مستحضر کرلیا جاوے اگر ویسے استحضار ضعیف ہو تو کوئی کتاب اس مضمون کی لیکر مطالعہ شروع کردیا جاوے اور بہتر ہے کہ فوراً خلوت میں جاکر مراقبہ یا مطالعہ کیا جاوے اسکا علاج تو فوراً ہو جائیگا پھر اگر ضعف طبعیت سے ہیبت کے غلبہ سے تکلیف ہونے لگے تو رحمت و رجاء کی حدیثیں کو مستحضر کرلیا جاوے بس اعتدال ہو جائیگا۔ اور اصل خوشی رہجاویگی جو مامور بہ ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ اور یہ فضول حصہ خوشی کا زائل ہو جائیگا جو منہی عنہ ہے۔ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ اھ

(۷۰) ایک طالب نے لکھا کہ نماز میں باوجود بار بار توجہ کرنے کے وساوس کا ہجوم رہتا ہے جواب تحریر فرمایا کہ عبد اپنے حد اختیار ہی تک کا مکلف ہے اور اختیار اسی قدر ہے کہ حدیث النفس کو قصد و ارادہ سے نہ لاوے اور جب بلا قصد و ارادہ آجاوے اسکو دفع کردے۔ اور دفع کی سہل صورت یہ ہے کہ دوسری ایسی چیز کی طرف متوجہ ہو جاوے جسکا عبادت سے تعلق ہے اسکی کئی صورتیں ہیں ایک یہ کہ ذات حق کی طرف متوجہ ہو جاوے خواہ تصور کے درجہ میں خواہ کسی تصدیق کے درجہ میں مثلاً اللہ تعالیٰ مجکو دیکھ رہے ہیں دوسرے یہ کہ حساب و کتاب کے آنے والے وقت کو مثل حاضر کے فرض کرلیا جاوے کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کے روبرو حساب کے لئے کھڑا ہوں اور مجکو حکم ہوا ہے کہ عبادت مطلوبہ کا نمونہ پیش کرو وہ اگر حسب پسند ہوئی تو حساب میں رعایت کا سبب ہو جائیگی۔ تیسرے یہ کہ یہ فرض کرے کہ یہ گویا بالکل آخری نماز ہے شاید اسکے بعد عمر ختم ہو جاوے اور پھر نماز نصیب نہو چوتھے یہ کہ گویا خانہ کعبہ میرے سامنے ہے اور اسپر تجلیات نازل ہو رہی ہیں اور اس سے وہ تجلیات میری طرف آرہی ہیں اور جتنی اچھی نماز پڑھونگا وہ تجلیات زیادہ فائض ہونگی۔ پانچویں یہ کہ جو الفاظ منہ سے نکلتے ہیں انکی طرف توجہ رکھے۔ خواہ بلا تصور معانی کے خواہ مع تصور

معانی کے اور اس توجہ کی سہل صورت یہ ہے کہ کوئی لفظ یاد سے نہ پڑھے بلکہ مستقل ارادہ سے پڑھے یا شیخ کامل اور کسی ایسی ہی چیز کا تصوّر تجویز کر دے اسکا استعمال کرے ۔ ان تدبیرات سے وہ وساوس جو بلا اختیار آئے تھے دفع ہو جائیں گے اور اول اول جب تک اس طریق کی مشق نہو گی ۔ کبھی کبھی یہ تصورات زائل اور وساوس پھر حاضر ہو جاتے ہیں اسکا علاج یہ ہے کہ جب تنبہ ہو فوراً اس توجہ کی تجدید کر لی جاوے ۔ بشدہ شدہ توجہ الی العبادت کو رسوخ ہو جائے گا اور اگر اس رسوخ میں دیر ہو گھبرا دے نہیں اس عمل کو جاری رکھے کیونکہ یہ رسوخ کا مکلف نہیں عمل کا مکلف ہے حتیٰ کہ اگر عمر بھر بھی رسوخ نہ ہو تو مقصود میں کوئی خلل نہیں کمال عبادت اور اجر اور قرب میں ذرا کمی نہو گی ۔

(۱) ایک طالب کے استفسار کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ جب کبھی کسی کی شکایت زبان سے نکلے مجمع میں اُس شخص کی خوبیاں بیان کرنا چاہئے کیونکہ کوئی نہ کوئی خوبی تو ہو ہی گی اھ

(۲) ایک طالب نے عدم استقلال کا علاج پوچھا تحریر فرمایا کہ العلاج بالضد اور اس ضد میں اول تکلف ہوتا ہے پھر اعتیاد پھر رسوخ بس نفس تکلف سے گھبراتا ہے یہی راز ہے عدم استقلال کا ۔ ورنہ نفس اگر کلفت کی کلفت برداشت کرے تو عدم استقلال کی کوئی وجہ نہیں اور یہی علاج ہے ۔

(۳) ایک طالب نے حب مال کے کچھ آثار لکھکر پوچھا کہ ان میں کوئی گناہ اور مفسدہ تو نہیں جواب تحریر فرمایا کہ الحمد للہ نہ کوئی مفسدہ ہے نہ گناہ ہے یہ سب آثار حب مال کے تو ہیں مگر یہ حب طبعی ہے جو مذموم نہیں نہ کہ حب اعتقادی یا عقلی جو کہ مذموم ہے حضرت عمرؓ نے فتح فارس و مشاہدہ غنائم کے وقت دعا کی تھی کہ اے اللہ آپ کا ارشاد ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ لایہ اجعل ذالمزین ہو اللہ تعالیٰ وھو احد وجوہ الایۃ) جب آپ نے یہ حب پیدا کی ہے تو فطری ہوئی اسلئے ہم اسکا ازالہ کی دعا نہیں کرتے کہ جبلیات نہیں بدلا کرتے البتہ اس کی درخواست کرتے ہیں کہ اس حب کو اپنے حب پر ... کہ یہ اسباب طاعت میں سے ہو جاوے اور موانع طاعت کے لئے ... نادار کی پریشانی ... ہو جاوے کہ جبلیات کا انکے مصرف میں صرف ہونا یہی انکی تعدیل اور یہی مامور بہ ... میں اپنے حکمت تخلیق مال کی طرف بھی ارشادہ فرمادیا اور یہی امر مصرح ہے دوسری آیت میں ... دابناءکم الی قولہ تعالیٰ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (علق الوعید با لحب) البتہ اس حب طبعی کے آثار بعض اوقات منجر ہو جاتے ہیں بعض ... جو آپ نے کر لیا فهنيئاً لكم العلم والعمل والله اعلم

(۴) ایک طالب نے یہ اشکال لکھا کہ جب مامورات و منہیات شرعیہ اختیاری ہیں اور حضرت کی تصنیفات

سے معلوم ہوا کہ سارے امراض کا علاج یہی ہے کہ اپنے اختیار سے رُکے تو پھر اس قاعدہ کلیہ کے علم کے بعد شیخ اور معالج کی کیا حاجت باقی رہتی ہے جواب تحریر فرمایا کہ مامورات ومنہیات سب اختیاری ہیں پس مامورات کا ارتکاب اور منہیات سے اجتناب بھی سب اختیاری ہیں لیکن اسمیں کچھ غلطیاں ہو جاتی ہیں کبھی تو یہ کہ حاصل کو غیر حاصل سمجھ لیا جاتا ہے کبھی اسکا عکس مثلاً ایک شخص نے نماز میں خشوع کا قصد کیا اور وہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے حاصل بھی ہوگیا مگر ساتھ ہی ساتھ وساوس وخطرات کا ہجوم بھی ہوتا رہا یہ شخص اسکو خشوع کا مضاد سمجھ کر خشوع کو غیر حاصل سمجھا یا ابتدائی عبادت میں وساوس غیر اختیاری تھے مگر اسی سلسلہ میں وہ وساوس اختیاریہ کی طرف منجر ہوگئے اور یہ ابتدا کے دھوکہ میں رہ کر خشوع کو باقی سمجھا حالانکہ وہ زائل ہوچکا۔ اور کبھی غیر راسخ کو راسخ سمجھ لیا جاتا ہے۔ مثلاً دو چار خفیف حادثوں میں رضا بالقضاء کا احساس ہوا یہ سمجھ گیا کہ یہ ملکہ راسخ ہوگیا پھر کوئی بڑا حادثہ واقع ہوا اور اسمیں رضا نہیں ہوئی یا درجہ مقصود تک نہیں ہوئی مگر یہ اسی دھوکہ میں رہا کہ اسمیں رُسوخ ہوچکا ہے اب بھی رضا معدوم یا ضعیف نہیں ہے۔ اور حاصل کو غیر حاصل سمجھنے میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ شکستہ دل ہوکر اسکا اہتمام چھوڑ دیتا ہے پھر وہ سچ مچ زائل ہوجاتا ہے اور اسکے عکس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اُسکا اہتمام ہی نہیں کرتا اور محروم رہتا ہے اور غیر راسخ کو راسخ سمجھنے میں بھی وہی خرابی عدم اہتمام تکمیل کی ہوتی ہے کبھی یہ غلطی ہوتی ہے کہ حاصل راسخ کو زائل سمجھ لیتا ہے۔ مثلاً شہوت حرام کی مقاومت کی اور وہ زمانہ غلبۂ آثار ذکر کا تھا اسلئے داعیۂ شہوت حرام کا ایسا مضمحل ہوگیا کہ اسکی طرف التفات بھی نہیں ہوتا پھر اُن آثار کا جوش و خروش کم ہونے سے طبعی التفات گو درجۂ ضعیفہ میں سہی ہونے لگا۔ یہ شخص یہ سمجھ گیا کہ مجاہدہ بیکار گیا اور شہوت حرام کا رذیلہ پھر عود کر آیا پھر اصلاح سے مایوس ہوکر سچ مچ بطالت وخلاعت میں مبتلا ہوگیا۔

یہ چند مثالیں ہیں غلطیوں کی اور اُن کے مضار کی اگر کسی شیخ سے تعلق ہوا اور اُسپر اعتماد ہو تو اُسکو اطلاع کرنے سے وہ اپنی بصیرت وتجارب کے سبب حقیقت سمجھ لیتا ہے اور ان اغلاط پر مطلع کرتا ہے اور یہ ان مضرتوں سے محفوظ رہتا ہے اور فرضاً سالک اگر ذکاوت وسلامت فہم کے سبب خود بھی مطلع ہوسکے مگر ناتجربہ کاری کے سبب مطمئن نہیں ہوتا اور مشوش ہونا مقصود میں مخل ہوتا ہے۔ یہ تو شیخ کا اصلی منصبی فرض ہے اور اس سے زیادہ اسکے ذمہ نہیں لیکن تبرعاً وہ ایک اور بھی خدمت کرتا ہے وہ یہ کہ مقصود یا مقدمہ مقصود کی تحصیل میں اور اسیطرح کسی ذمیمہ یا مقدمہ ذمیمہ کے ازالہ میں طالب کو مشقت شدید پیش آتی ہے گو تکرار مباشرہ اور تکرار مجانبت سے وہ مشقت اخیر میں مبدل بہ تیسیر ہوجاتی ہے لیکن شیخ تبرعاً کبھی ایسی تدابیر بتلا دیتا ہے کہ اول امر ہی سے مشقت نہیں رہتی یہ ایک اجمالی تحقیق تقریب فہم کے لئے ہے باقی ضرورت شیخ کا مشاہدہ اسوقت ہوتا ہے جب کام شروع کرکے اپنے احوال جزئیہ کی اسکو بالالتزام اطلاع کرتا رہے اور اسکے مشورہ کا اتباع کرتا رہے۔ اور یہ

اتباع کامل اُسوقت ہوسکتا ہے جب اُسپر اعتماد ہو اور اسکے ساتھ تعلق انقیاد ہو۔ اسوقت حسًّا معلوم ہوگا کہ بدون شیخ کے مقصود کا حاصل ہونا عادۃً متعذر ہے۔ الانادرًا والنادر کالمعدوم پھر اس ضرورت میں تفاوت فہم و استعداد کے اعتبار سے تفاوت بھی ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ متقدمین کو کم ضرورت تھی۔ اھ

(۷۵) ایک طالب نے لکھا کہ کوئی محمود کیفیت راسخ نہیں تحریر فرمایا کہ رُسوخ کی طرف التفات نہ فرمایا جاوے۔ رُسوخ سے مقصود عمل ہے۔ عمل سے رُسوخ مقصود نہیں۔ اگر عمل بلا رُسوخ ہوتا رہے مقصود حاصل ہے۔ اھ

اسی طرح ایک طالب نے حصول یقین کا طریقہ دریافت کیا تو تحریر فرمایا کہ اول بہ تکلف عمل کرنا چاہیئے سکی برکت سے یقین پیدا ہو جاتا ہے اور کوئی طریقہ نہیں اھ

(۷۶) ایک طالب نے نفسانی شہوت کے معاصی کا علاج پوچھا تحریر فرمایا کہ علاج یہی ہے کہ بزرگوں کے تذکرہ کی کتابیں پابندی سے دیکھو اور کسی وقت خلوت میں معاصی پر جو وعیدیں اور عقاب وارد ہوا ہے انکو سوچا کرو اور وسوسۂ معصیت کے وقت بھی ایسے ہی استحضار کی تجدید کر لو انشاء اللہ تعالیٰ نفس سے تقاضا جاتا رہیگا ور اگر خفیف میلان ہو تو اسکا مقابلہ ہمت سے کرو بدون ہمت کے کوئی تدبیر کافی نہیں۔ اھ

(۷۷) ایک طالب کو غصہ کا یہ علاج تحریر فرمایا کہ مغضوب علیہ کو اپنے پاس سے جدا کر دیا جاوے یا اسکے اس سے خود جدا ہو جائیں اور فورًا کسی شغل میں لگ جائیں ۔اھ

اسی طرح ایک طالب نے غصہ کا تدارک پوچھا تو تحریر فرمایا کہ اسکا التزام کرلیں کہ جب ایسا ہو جاوے س مغضوب علیہ کو کچھ ہدیہ دیا کریں گو قلیل ہی مقدار میں ہو۔ اھ

اسی طرح ایک طالب کو غصہ کا یہ تدارک تحریر فرمایا کہ ایسے بیجا اور بیجا غصہ پر دو وقت کا فاقہ کر

اسی طرح ایک طالب کے خط میں حضرت نے غصہ کا یہ تدارک حضرت والا کا تحریر فرمایا ہوا دیکھا کہ [illegible] لیا جاوے بعد غصہ فرو ہو جانے کے مجمع میں اُسکے سامنے ہاتھ جوڑے پاؤں پکڑے بلکہ اسکے جوتے [illegible] رکھے ایک دو بار ایسا کرنے سے نفس کو عقل آ جاویگی۔ اھ یہ اعلیٰ درجہ کا علاج [illegible] اسکی ہمت نہ ہو تو بقیہ دو کا التزام بھی انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہوگا ۱۲

(۷۸) **مکتوب ملقب روح الطریق**

ایک ذی علم طالب نے بہت حسرت کے ساتھ [illegible]
جنکو [illegible] حقیقت [illegible] جواب [illegible]

Marfat.com

مقصود تو بحمد اللہ معلوم ہے یعنی رضا رحق اب دو چیزیں رہ گئیں طریق کا علم اور اس پر عمل ۔ سو طریق صرف ایک ہے یعنی احکام ظاہرہ وباطنہ کی پابندی اور اس طریق کی معین دو چیزیں ہیں ایک ذکر جسقدر پر دوام ہو سکے جو آپ نے شروع کیا ہے وہ بھی اسی کلیہ میں داخل ہے ۔ دوسرے صحبت اہل اللہ کی جس کثرت سے مقدور ہو اور اگر کثرت کے لئے فراغ نہو تو بزرگوں کے حالات ومقالات کا مطالعہ اسکا بدل ہے اور دو چیزیں طریق یا مقصود کی مانع ہیں ۔ معاصی اور فضول میں مشغولی ۔ اور ایک امر ان سب کے نافع ہونے کی شرط ہے یعنی اطلاع حالات کا التزام ۔ اب اسکے بعد اپنی استعداد ہے حسب اختلاف استعداد مقصود میں اور دیر سویر ہوتی ہے میں سب کچھ لکھ چکا ۔

مکتوب ملقب بہ فتوح الطریق

اسی طرح ایک طالب نے لکھا کہ بزرگوں سے حاصل کرنے کی کیا چیز ہے اور اسکا کیا طریقہ ہے جواب تحریر فرمایا کہ کچھ اعمال مامور بہا ہیں ۔ ظاہرہ بھی باطنہ بھی نیز کچھ اعمال منہی عنہا ہیں ظاہرہ بھی باطنہ بھی ۔ ہر دو قسم میں کچھ علمی و عملی غلطیاں ہو جاتی ہیں مشائخ طریق طالب کے حالات سنکر اُن عوارض کو سمجھکر انکا علاج بتلا دیتے ہیں ۔ ان پر عمل کرنا طالب کا کام ہے اور اعانت طریق کے لئے کچھ ذکر بھی تجویز کر دیتے ہیں ۔ اس تقریر سے مقصود اور طریق دونوں معلوم ہو گئے ۔ اھ

مکتوب ملقب بہ وضوح الطریق

اسی طرح ایک اور طالب نے پوچھا کہ میں ایک اناڑی آدمی ہوں حضور مطلع فرمائیں کہ بزرگوں سے کیا چیز حاصل کیجاتی ہے اور اسکے مطابق مجھ عامی مشغول کو طریق تعلیم ارشاد فرماویں ۔ اھ

اسکا جواب حسب ذیل تحریر فرمایا ۔ نفس میں کچھ امراض ہوتے ہیں اُنکا علاج کتابوں میں لکھا ہے ۔ مگر جیسے جسمانی امراض کا علاج گو کتابوں میں لکھا ہے لیکن پھر بھی طبیب کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اسی درجہ میں نفسانی امراض کے معالجہ میں شیخ [illegible] کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اگر یہ بات سمجھ میں آگئی ہو تو پھر آگے امراض بتلاؤنگا پھر اسکے سمجھ جانے کے بعد [illegible]

مکتوب ملقب بہ تسہیل الطریق

جو پہلے بھی ایک موقع پر نقل کیا جا چکا ہے

(۶۷) ایک صاحب نے لکھا کہ اپنا حال تبر ہی پاتا ہوں سوائے اُدھیڑ بن کے اور کچھ نہیں ۔ اگر

جواب حسب ذیل تحریر فرمایا۔ خود مشقت میں پڑنے کا شوق ہی ہو تو اسکا تو علاج ہی نہیں باقی راستہ بالکل صاف ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں۔ اختیاری میں ہمت سے کام لیں اگر کوتاہی ہو جاوے ماضی کا استغفار سے تدارک کر کے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لینے لگیں۔ اور استعمال ہمت کے ساتھ دعا کا بھی التزام رکھیں۔ اور بہت لجاجت کے ساتھ اھ

مکتوب ملقب بہ التیمم فی السّم

(۸۰) ایک طالب نے اپنے خط میں کوئی ایسا وظیفہ یا طریقہ پوچھا تھا جس سے طاعات میں ترقی اور معاصی سے اجتناب میسر ہو۔ جواب تحریر فرمایا کہ طاعات اور معاصی دونوں امور اختیاریہ ہیں [illegible] کو کچھ دخل نہیں رہا طریقہ سو طریقہ امور اختیاریہ کا بجز استعمال اختیار کے اور کچھ بھی نہیں۔ ہاں [illegible] ضرورت ہے مجاہدہ کی جس کی حقیقت ہے [illegible] (یعنی مقاومت) نفس [illegible] سہولت حاصل ہو جاتی ہے میں نے تمام فن لکھدیا۔ آگے شرح کے [illegible] کی تشخیص دوسرے بعض طرق مجاہدہ کی تجویز جو کہ اُن امراض کا علاج ہے

مکتوب ملقب بہ [illegible]

اسی طرح ایک اور طالب نے اپنے حالات لکھ کر اصلاح چاہی تھی جواب [illegible] در پے نہ ہونا۔ اختیاری میں ہمت کرنا [illegible] جو کوتاہی ہو جائے اُسپر استغفار [illegible] کرنا یہی اصلاح ہے۔

(۸۱) ایک طالب نے یہ اشکال پیش کیا کہ جب کوئی [illegible] ہر بار استغفار کرتا ہوں اب اشکال یہ ہے کہ جب غفلت بلا اختیار ہو [illegible] استغفار نہ کروں تو اسکو بھی طبیعت نہیں مانتی اھ

جواب تحریر فرمایا کہ وسوسہ اور اسکا جو لازم ہے غفلت [illegible] نہیں لیکن اپنی ذات میں نقص اور [illegible] ہے [illegible] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

(۸۲) ایک طالب نے [illegible] تدبیر ظنی کو ترک کر [illegible]

اور تفویض یہ کہ اسکے بعد اگر تدبیر میں ناکامی ہو یا وہ واقعہ تدبیر سے تعلق ہی نہ رکھتا ہو جیسے غیر اختیاری مصائب تو حق تعالیٰ پر اعتراض نہ کرے۔

تنبیہ۔ اس خط میں کئی جگہ تفویض کی وہ تفسیر کیگئی ہے جو رضا کی مشہور ہے سو یہ تفسیر باعتبار حقیقت کے نہیں بلکہ باعتبار اثر کے ہے حقیقت تو تفویض کی توکل کا اعلیٰ درجہ ہے اور اس درجہ علیا کا اثر یہ رضا ہے بعض اور بزرگوں نے بھی اسکی تفسیر میں اس رضا کا اعتبار کیا ہے کما فی القشیریہ سمعت الاستاذ ابا علی الدقاق یقول التوکل ثلث درجات التوکل ثم التسلیم ثم التفویض فالمتوکل یسکن الی وعدہ وصاحب التسلیم یکتفی بعلمہ وصاحب التفویض یرضی بحکمہ وسمعتہ یقول التوکل بدایۃ والتسلیم اوسطہ والتفویض نہایۃ۔ اھ جواب لکھتے وقت ذہن میں یہ تفصیل حاضر نہ ہوئی رفع غلط کے لئے اب تنبیہ کردیگئی اھ

(۴۳) ایک طالب نے یہ لکھا کہ معصیتوں کا تقاضا عرصہ تک نفس کے مضمحل رہنے کے بعد اب پھر اسی شدت اور جوش و ہیجان کے ساتھ ہونے لگا جس سے سخت حیران ہوں جواب تحریر فرمایا کہ اکثر اہل طریق کو یہی حالت پیش آتی ہے کچھ گھبرانے کی بات نہیں۔ اسوقت جو نفس کا مقابلہ کیا جاتا ہے وہ مجاہدۂ ثانیہ کہلاتا ہے۔ اور اس مجاہدہ کا اثر انشاء اللہ تعالیٰ راسخ ہوگا اور شاذ و نادر کسی امر طبعی کا خفیف تقاضا یہ منافی رسوخ کا نہیں۔ اس تغیر و تبدل کی مثال حسیات میں ایسی ہے جیسے شب کے اخیر میں تاریکی کے بعد ایک نور ہوتا ہے جسکو صبح کاذب کہتے ہیں ناواقف خوش ہوتا ہے کہ تاریکی گئی۔ پھر دفعتاً وہ نور زائل ہو جاتا ہے اور تاریکی پیدا ہو جاتی ہے مگر تھوڑے ہی دیر میں پھر دوسرا نور آتا ہے جسکو صبح صادق کہتے ہیں وہ قائم بلکہ ترقی پذیر ہوتا ہے۔

انھیں صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ نفس کو روکنے میں سابق جیسی دشواری اور تنگی پیش نہیں آتی اسپر تحریر فرمایا کہ یہی علامت ہے کہ یہ عود الی الطبیعات ضعیف ہے ورنہ مقاومت دشوار ہو جاتی جیسے پہلے تھی اھ

انھوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ حیرانی یہ ہے کہ معمولات بجالانے میں نفس مخالفت نہیں کرتا البتہ معاصی کا تقاضا پیدا کرتا ہے نہ جانے یہ کیا مخفی چال ہے اور اسکی احقر کیا تدبیر کرے۔ احقر سابقہ ارشاد فرمودہ معالجات پر بدستور عمل کرتا ہے۔ تحریر فرمایا کہ بس یہی تدبیر ہے اسی سے انشاء اللہ تعالیٰ سب شکایتیں دور ہو جاوینگی اور جب کبھی ایسا ہو یہی علاج ہے۔ فارغ ہونے کا قصد ہی نہ کیا جاوے۔ بخار کے موسم میں بعض کو ہمیشہ موسمی بخار ہوتا ہے مگر علاج اسکا یہی ہے کہ بخار کا نسخہ پیا جاوے اسکی سعی بیکار ہے کہ بخار ہی نہ آوے۔ اھ

(۴۴) ایک تنگدست طالب نے اپنے بہت سے وساوس واہیہ لکھ کر علاج پوچھا جنمیں یہ وسوسہ بھی

Marfat.com

لکھا کہ راحت دنیا کا مدار اعمال صالحہ نہیں ہیں بلکہ آخرت کی راحت بھی فضل پر موقوف ہے پھر اعمال صالحہ مثلاً ذکر و تہجد وغیرہ کی مشقت اگر نہ بھی ہو صرف ارکان اسلام پر قائم رہے تو کیا حرج ہے الخ اور یہ بھی لکھا کہ دعا مانگنے کو طبیعت نہیں چاہتی کہ اتنی مدت ہوگئی کوئی قبول بھی ہوئی ہو بس جو اللہ تعالیٰ چاہیں وہی ہوگا لیکن میں بجبر مناجات مقبول کی منزل پڑھ لیتا ہوں اسیطرح ایک ہفتہ سے ذکر میں طبیعت نہیں لگتی محض تعداد پوری کر لیتا ہوں الخ روزگار کا بھی وظیفہ پوچھا تھا۔ ان سب باتوں کا حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔

علاج کلی اور مفید تو یہی ہے کہ ان وساوس کو اعتقاداً برا سمجھا جاوے اور ان کے مقتضاء پر عمل کیا جاوے یہ از خود دفع ہو جائینگے اور اگر دفع بھی نہوں تو کچھ مضر نہیں بلکہ یہ ایک گونہ مجاہدہ ہے جس سے عمل کا اجر بڑھتا ہے لیکن اگر ان وساوس کی وجہ فساد ہی معلوم کرنے کا شوق ہو تو مجملاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ مقصود اعمال صالحہ سے راحت دنیا نہیں ہے بلکہ راحت آخرت ہے اور اسکا مدار جو فضل و رحمت ہے اُسکے یہ معنی نہیں کہ اعمال کو دخل نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ ایسا تو عمل ہی سے لیکن جتنا ملیگا اُتنا اثر اعمال میں نہیں وہ فضل و رحمت کا اثر ہے لیکن جو عمل ہی نہ کریگا وہ قانوناً اس فضل و رحمت سے بھی محروم رہیگا باقی طبیعت کا لگنا یہ شرط قبول نہیں اگر دوا پینے میں طبیعت نہ لگے تب بھی اسکی خاصیت یعنی صحت مرتب ہوگی رہی دعا وہ ضرور قبول ہوتی ہے مگر اُسکے قبول ہونے کی وہ حقیقت ہے جو مریض کی اُس درخواست کی منظوری کی حقیقت ہے کہ کسی طبیب سے درخواست کرے کہ میرا علاج مسہل سے کر دیجئے اور وہ فوراً علاج شروع کر دے مگر مسہل اسکی حالت کے [illegible] نہ تھا اسلئے دوسرے طریق سے علاج شروع کر دیا اسکو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ طبیب نے حسب مسہل [illegible] کی درخواست کو منظور نہیں کیا۔ اسیطرح اصل مطلوب دعا سے حق تعالیٰ کی توجہ خاص ہے اور عبد نے جو طریق [illegible] کیا ہے یہ مقصود نہیں ہے بلکہ مقصود کا محض ایک طریق ہے جیسے اس مقصود کے اور بھی طریق ہیں [illegible] طریق سے توجہ خاص فرما دیں وہ اجابت دعا ہی ہے خواہ وہ عبد کا تجویز کردہ طریق ہو یا حق تعالیٰ کا [illegible] یہ تو طاعات و حاجات میں کلام ہے باقی معاصی کا ارتکاب جو موصل الی [illegible] ایسا ہے جیسے [illegible] سے لذت ملتی ہے اور اُس سے صبر کرنے میں لذت فوت ہوتی ہے لیکن [illegible] کہ لذت [illegible] صحت مطلوب ہے وہ صبر کر لیگا [illegible] نجات آخرت مقصود ہے [illegible] رہی نہ لگنا کی لسی کو یہاں ملتی ہے [illegible] مشغول ہوں معاصی سے مجتنب رہیں اور مقصود [illegible] اور ایسی حالت میں روزگار کا وظیفہ پڑھنا [illegible]

(۱۵۱) ایک صاحب نے [illegible] کی مذمت [illegible] علاج [illegible]

کی تحریروں اور مواعظ میں جابجا کثرت سے ملا لیکن کبر کی حقیقت کبھی نظر سے گذرنا یاد نہیں پڑتا نیز یہ بھی لکھا کہ اپنے ماتحتوں پر اگر زیادتی ہو جاوے تو انسے معافی مانگنے میں مصالح فوت ہوتی ہیں اسکا حسب ذیل جواب ارقام فرمایا۔

ممکن ہے نہ لکھی ہو اگر یہ صحیح ہے تو وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حقیقت اسکی ظاہر ہے کہ اپنے کو دوسرے سے بڑا سمجھنا آگے اس میں دو درجے ہیں ایک بلا اختیار خیال بڑائی کا آنا اور ایک بالاختیار ایسا خیال کرنا پھر اول میں دو درجے ہیں۔ اُس خیال کے مقتضا پر عمل نہ کرنا پس یہ بھی بالکل مذموم نہیں دوسرے عمل کرنا یہ مذموم و معصیت ہے اسیطرح قصداً بڑا سمجھنا یہ بھی علی الاطلاق مذموم ہے گو اسکے مقتضا پر عمل بھی نہ ہو۔ آپ نے جس غلطی میں ابتلاء عام لکھا ہے صحیح ہے مگر اسمیں قدرے تفصیل ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر ہم صریح الفاظ سے معافی مانگیں گے تو یہ گستاخ ہو کر زیادہ نافرمانی کریگا بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ شرمندہ ہوگا اور یہ اسوقت تک عذر ہے جب اس سے تعلق رکھنا چاہیں ان صورتوں میں تو صرف اسکا خوش کر دینا امید ہے کہ قائم مقام معافی کے ہو جانے لگا اور بعض اوقات اس سے تعلق ہی رکھنا نہیں۔ جیسے ملازم کو موقوف کر دیا یا وہ خود چھوڑ کر جانے لگا اسوقت ضروری ہے کہ زیادتی ہو جانے کی صورت میں اس سے صریح معافی مانگی جاوے کیونکہ یہاں دونوں عذر نہیں اسمیں اگر کوتاہی ہو تو [illegible] ضرور کبر ہے گو اپنے کو بڑا نہ سمجھے مگر کبر کے مقتضا پر عمل تو ہوا نہایت سے نہایت کبر اعتقادی نہ ہوگا مگر کبر عملی ضروری ہے اور اگر کوئی کبر کی تفسیر کو تسلیم نہ کرے تب بھی ظلم تو ہوا جس سے معافی مانگنا واجب ہے تو معافی نہ مانگنے میں اگر کبر کا گناہ نہ ہوا تو ظلم کا تو ہوا۔ اھ

(۶۶) ایک طالب نے لکھا کہ نماز یا تلاوت میں جب یہ خیال کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ کو قرآن شریف سنا رہا ہوں تو پھر اس تخیل سے فوت فکر پا انتقال کر کے اس طرف توجہ ہو جاتی ہے کہ حق تعالیٰ خالق حروف زبان پر جاری فرماتے ہیں پھر اس سے انتقال کر کے توجہ فکر پا [illegible] لگ جاتی ہے کہ حق تعالیٰ حاضر ناظر ہیں غرض سکون فکر کے متعدد طرق ہیں اسی تعدد کی وجہ سے سکون نہیں ہوتا بلکہ سکون حاصل کرنے میں تشتت ہو جاتا ہے اھ اسکا یہ جواب تحریر فرمایا کہ یہ تشتت تحصیل جمعیت میں ہے وہ اثر میں جمعیت ہی ہے مضر نہیں۔ اھ

(۶۷) ایک طالب نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے مکتوبات کے حوالہ سے لکھا کہ وہ تحریر فرماتے ہیں [illegible] راستے حق کے ساتھ دل کی گرفتاری ہے اور دل کے گرفتار ہونے [illegible] گردے اور تمام اشیاء سے بے خبر ہو جانے حتی کہ اگر تکلف سے [illegible] خطور قلب پر ممکن ہو جائے اھ اس [illegible] سے ابھی ہو [illegible] حمد قلب میں ما سوا کا گذر نہیں مگر حوالی قلب میں اسکا خطور بھی ہے اور یاد بھی رہتے۔ اھ

Marfat.com

اسکا حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔

اکثر اہل مقام پر بھی کسی وقت حال کا غلبہ ہوتا ہے تو اسوقت مسائل کی تعبیر میں بھی جوش کا اثر ہوتا ہے میرے نزدیک عنوان تیز ہے مگر مضمون وہی ہے جو شعر میں سے مستفاد ہوتا ہے میں اسکو ایک اور سہل عنوان سے تعبیر کرتا ہوں جو حضرت مجدد صاحب رح کے کلام کی قریب تفسیر ہے اور مشہور تعبیر سے قدرے واضح ہے وہ یہ ہے کہ گرفتاری سے مراد مطلق تعلق نہیں کیونکہ تعلق غالب مذموم نہیں بلکہ ایسا تعلق مراد ہے کہ محل تعلق کے بعد یا فوت سے قلب پر ایسا اثر ہو کہ قلب کو ایسا بےچین کردے کہ اسی کے تصور و حسرت میں اشتغال ہو جاوے اور اسی اشتغال سے طاعات میں قلت و ضعف آجاوے اور اگر یہ نوبت نہ پہنچے تو محض حزن کا اثر مانع نہیں [illegible] کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے حزن شدید کا کوئی انکار کر سکتا ہے اور کیا انکی حالت کو کوئی مانع عن الحق کہہ سکتا ہے

انھیں صاحب نے اس سے قبل یہ لکھا تھا کہ عرصہ سے انکی طلب ہے کہ ذکر [illegible] قلب [illegible] ہو کہ بھولنے کی کوشش بھی کروں تو بھول نہ سکوں اور غیر کا خطرہ قلب میں ناممکن ہو جائے اھ

اسکا یہ جواب تحریر فرمایا تھا کہ یہ تو کبھی نصیب نہیں ہو جاتا ہے کیونکہ اس صورت میں [illegible] مفقود ہو جاوینگا اھ۔ اسکے بعد انھوں نے مذکورۂ بالا عریضہ لکھا جسکا جواب اوپر نقل کیا گیا۔

(۸۸) ایک طالب نے لکھا کہ میرے اندر حب جاہ معلوم پایا جاتا ہے کہ لوگ میری [illegible] بیان کیا کریں تعریف سے ایک فرحت اور خوشی ہوتی ہے اگر کوئی مذمت کرے یا تعریف نہ [illegible] تو نفس پر نہایت ناگوار گذرتا ہے اھ

اسکا یہ جواب تحریر فرمایا کہ یہ علاج میں مجاہدہ کی ضرورت ہے [illegible] داعیہ [illegible] داعیہ کی عملی مخالفت۔ اس مرض کا علاج بھی مرکب ہے انہی دو جزو سے [illegible] وعیدیں وارد ہیں انکا ذہن میں حاضر کرنا بلکہ زبان سے [illegible] سے خطاب کرنا [illegible] تو ایسا [illegible]

[illegible]

ہفتہ کے بعد مجھ اطلاع [illegible]

[illegible]

انسان صرف مکلف اسکا ہے کہ ان اخلاق رذیلہ کے مقتضیات پر عمل نہ کرے رہا یہ کہ اقتضایات ہی زائل یا ضعیف ہو جاویں اسکا نہ انسان مکلف ہے نہ یہ بسہولت میسر ہو سکتا ہے ع بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے"۔ اور نہ توجہ تحصیل علوم کے آپ کے لئے اُسکا یہ وقت ہے بس آپ جسقدر مکلف ہیں آپ اُسپر اکتفا کیجئے یعنی دلمیں اعتقاد رکھیں کہ میں سب سے کمتر ہوں اور اس اعتقاد کے لئے اپنے معائب کا استحضار معین ہو گا اور جنکی بے وقعتی ذہن میں آوے اُنکی خوب تکریم کیجئے اور بتکلف سے اُنسے سلام کیجئے گو نفس کو ناگوار ہو ناگواری غیر اختیاری ہے اُسپر مواخذہ نہیں ہے لیکن معاملہ اختیاری ہے اُسمیں خلال موجب مواخذہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے خود منشاء فساد بھی ضعیف ہو جاوے گا۔ واللہ الموفق۔

(۸۹) ایک طالب نے لکھا کہ رضا بالقضاء کے حصول کے لئے کوئی علاج تحریر فرمایا جاوے اور اُسکا معیار اور مقدار بھی کہ انسان اسکے متعلق کسقدر کا مکلف ہے جواب تحریر فرمایا کہ رضا بالقضاء کی حقیقت ترک اعتراض علی القضاء ہے اگر الم کا احساس ہی نہ ہو تو رضا طبعی ہے اور اگر الم کا احساس باقی رہے تو رضا عقلی ہے اول حال ہے جسکا عبد مکلف نہیں اور ثانی مقام ہے جسکا عبد مکلف ہے تدبیر اسکی تحصیل کی استحضار رحمت و حکمت الٰہیہ کا واقعات خلاف طبع میں۔ اھ

(۹۰) ایک طالب نے لکھا کہ جو باتیں اپنے اندر خلاف شرع ہیں انکو بھی برا اور قابل ترک سمجھتا ہوں لیکن اپنے نفس سے اتنی نفرت اپنے دلمیں نہیں پاتا جتنی اور لوگوں سے اُنکی خلاف شرع باتوں پر ہوتی ہے۔ اُسوجہ سے اندیشہ کبر ہوتا ہے۔ اھ اسکا جواب حسب ذیل تحریر فرمایا۔

نفرت میں تفاوت ہونا کبر نہیں نفرت اعتقادی تو دونوں جگہ یکساں ہے اور عبد اسی کا مامور ہے اور یہ تفاوت نفرت طبعی میں ہے جیسے انسان کو اپنے پائخانہ سے نفرت کم ہوتی ہے اور دوسرے کے پائخانہ سے زیادہ ہوتی ہے اور راز اس تفاوت کا تفاوت فی المحبت ہے اور ظاہر ہے کہ انسان کو اپنے نفس سے زیادہ محبت ہوتی ہے بہ نسبت غیر کے اور یہی وجہ ہے کہ ماں کو اپنے بچہ کے پائخانہ سے اتنی نفرت نہیں ہوتی جتنی غیر محبوب کے پائخانہ سے سو اسکا کبر سے کوئی تعلق نہیں۔ اھ

(۹۱) ایک طالب کے استفسار پر نسبت کی حقیقت یہ تحریر فرمائی کہ نسبت کے لغوی معنی ہیں لگاؤ اور تعلق اور اصطلاحی معنی ہیں بندہ کا حق تعالیٰ سے خاص قسم کا تعلق یعنی اطاعت دائمہ و ذکر غالب اور حق تعالیٰ کا بندہ سے خاص قسم کا تعلق یعنی قبول و رضا جیسا عاشق مطیع اور وفادار معشوق میں ہوتا ہے۔ اور صاحب نسبت ہونیکی یہ علامت تحریر فرمائی کہ اس شخص کی صحبت میں رغبت الی الآخرۃ و نفرت عن الدنیا کا اثر ہو اور اسکی طرف دینداروں کی زیادہ توجہ ہو اور دنیا داروں کی کم مگر یہ پہچان خصوصاً جزو اول عوام محجوبین کو کم ہوتی ہے۔

Marfat.com

اہل طریق کو زیادہ ہوتی ہے ۔

اور اس استفسار کا جواب کہ فاسق اور کافر بھی صاحب نسبت ہوتا ہے یا نہیں یہ تحریر فرمایا کہ جب نسبت کے معنی معلوم ہوگئے تو ظاہر ہوگیا کہ فاسق و کافر صاحب نسبت نہیں ہو سکتا ۔ بعضے لوگ غلطی سے نسبت کے معنی [illegible] کیفیات جو ثمرہ ہوتا ہے ریاضت و مجاہدہ کا سمجھتے ہیں یہ کیفیت ہر قسا خص ہیں ہو سکتی ہے [illegible] اصطلاح [illegible]

(۹۲) ایک ذی علم طالب نے صدق و اخلاص کے معنی [illegible] اور ان کے حصول کے [illegible] اور معین دریافت کیا ۔ جواب تحریر فرمایا کہ [illegible] طاعت کا ارادہ ہوا [illegible] کمال کا [illegible] اس طاعت میں غیر طاعت کا قصد نہ کرنا یہ اخلاص ہے اور یہ موقوف ہے [illegible] کمال کے جاننے پر اور [illegible] کے جاننے پر اسکے بعد صرف نیت اور کل جز اختیار رہ جاتا ہے یہ دونوں اختیاری ہیں طریق تحصیل [illegible] ہوگیا آگے رہا معین وہ استحضار ہے وعدہ وعید کا اور مراقبہ نیت کا ۔

مثال صدق کی نماز کو اس طرح پڑھنا جسکو شریعت نے صلوٰۃ کاملہ کہا ہے یعنی اسکو مع آداب [illegible] کے ادا کرنا علی ہذا تمام طاعات میں جو درجہ کمال کا شریعت نے بتلایا ہے مثال اخلاص کی [illegible] نہ ہو جو کہ غیر طاعت ہے رضائے غیر حق کا قصد نہ ہو کہ غیر طاعت ہے اور اسکے متعلقات [illegible]

(۹۳) ایک طالب کی درخواست پر حسد کا یہ علاج ارقام فرمایا کہ جس پر حسد ہوتا ہے اسکی [illegible] وہ سامنے آجاوے تو اسکی تعظیم کرنا اور اسکے سے [illegible] ہدیہ بھیجنا اس سے محسود کو محبت ہو جاتی ہے پھر [illegible] محسود کی محبت ہو جاتی ہے اور [illegible]

[illegible] اصل ہے اور [illegible]

(۹۴) ایک طالب نے [illegible]

فی الدنیا اسکی ماہیت [illegible]

[illegible]

(۹۵) ایک طالب نے شکایت لکھی کہ طاعات کی طرف طبعی رغبت نہیں [illegible] فرمایا کہ رغبت و نفرت طبعیہ غیر مطلوب [illegible] رغبت و نفرت اعتقادی کافی ہے [illegible] سے اکثر طبعی رغبت [illegible] بھی ہو جاتی ہے اگر نہ ہو تو کچھ مضر نہیں ۔

(۹۶) ایک صاحب نے [illegible] حالات [illegible] لکھے بھی ہو چکا ہے جواب تحریر فرمایا کہ [illegible] بہت مسرت ہوئی الحمد للہ [illegible]

کوئے نومیدی مرو کامیدہاست	سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

باقی اہل طریق کے یہاں تقرب سے کہ طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں شرح اسکی یہ ہے کہ مقصود کے حصول کا قلب میں تقاضا نہ رکھے کہ یہ بھی حجاب ہے کیونکہ اس تقاضے سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش برہم زن جمعیت و تفویض ہے اور جمعیت و تفویض ہی شرط وصول ہے اسکو خوب راسخ کرلیا جاوے کہ روح سلوک ہے۔ وھو من خصائص اصحاب الاصل ادیہ فلم ینتبہ لہ شیخ من مشائخ الوقت۔ اھ

(۹۷) ایک طالب نے لکھا کہ آج کل کی رات کو دوران ذکر دوازدہ تسبیح میں کیا دیکھتا ہوں کہ ساری مسجد روشن ہوگئی آنکھ کھول کر جو دیکھا تب بھی روشن معلوم ہوئی۔ جواب تحریر فرمایا کہ ایسے حالات اس مصلحت کے لئے بھی پیش آجاتے ہیں کہ سالک کو نشاط ہو اور طریق میں مشغولی سہل ہو۔ اھ

(۹۸) ایک طالب نے اپنے حالات لکھے جن میں یہ بھی تھا کہ پہلے اللہ تعالیٰ سے خوف کم اور رجا کی امید زیادہ تھی اور اب اسکا عکس ہے در حضور والا سے پہلے خوف زیادہ تھا اور اب اسکا عکس ہے یہ تغیر و تبدل کیوں ہوا۔ اسمیں تردد ہے تشفی فرمائیں اھ۔ اس کا حسب ذیل جواب رقام فرمایا۔

دونوں کا سبب ترقی و زیادت معرفت ہے کہ حق تعالیٰ کے کمالات غیر محدود و غیر متناہی ہیں لہذا ان کی معرفت میں تعاقب ہوتا رہتا ہے کبھی ایک ایسی تجلی ہوتی ہے جس سے انس ہوتا ہے اسکے بعد ایسی تجلی ہوتی ہے جس سے ہیبت ہوتی ہے پھر ایسی تجلی ہوتی ہے جس سے انس ہوتا ہے مگر پہلی تجلی انس سے تفاوت ہوتا ہے گو تفاوت لطیف ہو پھر ہیبت کی تجلی ہوتی ہے اور اسی طرح پہلی تجلی ہیبت سے تفاوت۔ اسی طرح ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اور مخلوق کے کمالات محدود و متناہی ہیں معرفت ہوتے ہوتے اُن کا احاطہ ہو جاتا ہے اور احاطہ کا خاصہ ہے اعتیاد اور اعتیاد کا خاصہ ہے ہیبت کی کمی۔ اھ

(۹۹) ایک طالب نے لکھا کہ ذکر لسانی پہلے سے کم اور قلبی پہلے سے بہت زیادہ ہوتا رہا ہے۔ ذکر قلبی اکثر اوقات بآسانی جاری رہتا ہے مشغولی کار کے ساتھ بھی جاری رہتا ہے لیکن اکثر دماغی مصروفیت کے وقت بند ہو جاتا ہے۔ کوشش کرتا ہوں کہ ایسے وقت بھی بے تکلف جاری رہ سکے۔ جواب تحریر فرمایا کہ نہیں رہ سکتا کیونکہ ایک آن میں دو طرف توجہ نہیں ہوتی لیکن اس جاری نہ رہنے سے کچھ ضرر نہیں۔ باقی ذکر قلبی سو اگر اس وقت ذکر لسانی دشوار ہو تو اسپر اکتفا کا مضائقہ نہیں ورنہ محض قلبی پر اکتفا نہ کیا جائے ذکر لسانی بھی اسکے ساتھ ضروری ہے خواہ قلبی میں اس سے کچھ کمی ہی ہو جاوے۔ اھ

(۱۰۰) ایک صاحب اجازت نے ایک طویل عریضہ لکھا جو اپنی نااہلی اور حالت زار کے حسرتناک حالات سے پُر تھا۔ جن کا حاصل یہ تھا کہ عمر قریب ختم پہنچی لیکن دین کے کسی ایک شعبہ کی نسبت بھی یہ نہیں کہا جا سکتا

Marfat.com

کہ صحیح ہے کس کس حالت کی اصلاح کروں، بالخصوص جو شبہ مشکل اور زیادہ قابل اہتمام ہے یعنی عمل [illegible] اسکا تو نام ہی لینا فضول ہے اخلاق کا تو علم بھی پورا نہیں تا بعمل چہ رسد بعض وقت یہ خیال [illegible] جانے دل میں ایمان بھی ہے یا نہیں اور نہ معلوم حق تعالے کا ارادہ میرے ساتھ کیا ہے اگر خدانخواستہ [illegible] کچھ اور ارادہ ہوا تو کیا ہوگا۔ بعض وقت تو یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ خیال ہوتا ہے کہ اگر کچھ اور ارادہ نہ ہوتا تو اعمال حسنہ اور اصلاح کی توفیق کیوں نہ ہوتی کم سے کم کوئی ایک شعبہ تو دین کا درست [illegible] میری بنیاد اکھڑ جاتی ہے جس وقت یہ خیال آتا ہے کہ آخر اسکا انجام کیا ہونا ہے اسوقت سوائے اسکے کہ [illegible] دعا پر اکتفا کرتا ہوں اور کچھ نہیں بن پڑتا۔ اللھم لا تفعل بنا ما نحن لہ اھل وافعل بنا [illegible] انت لہ اھل الخ

غرض خط کیا تھا ایک بہت طویل اور دردناک داستان غم و حسرت تھی جسکو مکتوب [illegible] القلوب کہنا [illegible] (مفرح بالقاف) اور آخر میں درخواست تھی کہ مجھکو کوئی ایسی بات ارشاد فرما دیں جو اطمینان بخش [illegible] نے حسب ذیل جواب ارقام فرمایا جسکو مکتوب مفرح القلوب کہنا زیبا ہے (مفرح بالفاء)

مکتوب مفرح القلوب

پورا کامل بجز انبیاء کے کوئی نہیں اور وہ کاملین بھی اپنے کو کامل نہیں سمجھتے سب کو اپنے نقص [illegible] آتے ہیں خواہ وہ نقص حقیقی ہوں یا اضافی اور نقص نظر آنے سے مغموم بھی ہیں اور مغموم بھی ایسے کہ اگر [illegible] پر وہ غم پڑ جاوے تو کسی طرح جانبر نہیں ہو سکتے۔ کمال کی توقع ہی چھوڑنا واجب ہے [illegible] بلکہ غم واجب ہے اور اسکا یہی رنگ ہوگا جو آپ مشاہدہ کر رہے ہیں اسکی مثال [illegible] سے تو مایوسی ہے مگر فکر صحت اور اسکی تدبیر کا ترک جائز نہیں سمجھا جاتا [illegible] نہیں فکر تکمیل پر موعود ہے واللہ لا یخلف المیعاد۔ بس اسی طرح سے عمر ختم ہو جاوے تو [illegible] اور بڑی نعمت ہے وھذا ھو معنی ما قال الرومی رح

اندریں رہ می تراش و می خراش	تا دم آخر دمے فارغ [illegible]
تا دم آخر دمے آخر بود	[illegible]

[illegible] سے اخیر تک خواہ اسکو اکمال نہ ہو [illegible] یہ کہتا ہوں کہ میں بھی اسی کشمکش میں ہوں مگر اسکو مبارک سمجھتا ہوں [illegible]

Marfat.com

نہ لے کہیں بار جاؤں مگر مضطر ہو کر اس دعا کی پناہ لیتا ہوں جس سے کچھ ڈھارس بندھتی ہے۔ اللّٰھم
لی فی و عمیم فضلی الاقرب والسلام فقط

باب سی ارشادات افاضات حکایات حضرت حکیم الامت دامت فیوضہم العالیہ

حسن العزیز جلد اول قلمبند کردہ احقر

ذیل میں ترتیب اشاعت کے انتخاب سے فارغ ہونے کے بعد حسب وعدہ حسن العزیز جلد اول سے کچھ ملفوظ منتخب کئے گئے جن میں خاص طور سے اصول تعلیم سلوک ارشاد فرمائے گئے ہیں لیکن چونکہ یہ ارشادات مختلف اوقات زبان فیض ترجمان سے صادر ہوئے ہیں اسلئے ان میں سے اکثر بہت طویل ہیں لہٰذا بخوف تطویل بجائے نقل کرنے کے ان ملفوظات کے صرف نمبر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں اور چونکہ وہ بہت دلچسپ واقعات پر مشتمل ہیں اسلئے بہ مناسبت مجموعہ ماسبق یعنی **صد پند اشرف** اس مجموعہ کا لقب **صد قند اشرف** رکھا جاتا ہے تا ناظرین کرام ان ملفوظات کو خاص طور سے اصل کتاب میں ملاحظہ فرمالیں بلکہ حسن العزیز جلد اول کل کی کل اس قابل ہے کہ اسکو اشرف السوانح کا جزو سمجھا جائے کیونکہ اسمیں خود احقر کے دیکھے ہوئے اور سنے ہوئے اور قلمبند کئے ہوئے واقعات و ارشادات و حالات حضرت صاحب سوانح بہت مفصل بجمیع اجزائہا بطرز دلچسپ و تفصیل نگاری درج کئے گئے ہیں جو علاوہ نہایت دلچسپ ہونے کے نہایت کارآمد اور نافع مضامین سے مملو ہیں۔

اسی طرح حسن العزیز کی دیگر جلدیں بھی نیز کمالات اشرفیہ اور انفاس عیسیٰ جو حضرت والا کے ارشادات و افادات کے جامع و مانع اور مفید و نافع مجموعے ہیں خاص طور سے قابل ملاحظہ ہیں اب سو ملفوظات مسودہ بالا یعنی صد قند اشرف کے نمبرات بعنوان ذیل درج کئے جاتے ہیں اور نمبروں کو مہندسوں کے ساتھ ساتھ الفاظ میں بھی لکھا جائیگا تاکہ کتابت یا طباعت کی غلطی سے خلط و خبط نہ ہونے پائے۔

Marfat.com

حصہ قند اشرف

(حسن العزیز جلد اول کے منتخب ملفوظات بصورت نمبر)

حسن العزیز جلد اول کے ملفوظات نمبری ذیل خاص طور سے قابل لاحظہ ہیں کیونکہ انہیں خاص طور سے اصول تعلیم سلوک اور اپنے خاص طرق تربیت ارشاد فرمائے گئے ہیں اور اس بنا پر خاص طور سے اب بار بار اعادہ واضافہ اہلی کی مناسب ہیں

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱ تیرہ	۲ چودہ	۳ [illegible]	۴ اٹھارہ	۵ [illegible]	۶ اکیس	۷ تئیس
۸ چوبیس	۹ پچیس	[illegible]	۱۱ [illegible]	۱۲ [illegible]	۱۳ [illegible]	۱۴ [illegible]
۱۵ چالیس	۱۶ [illegible]	۱۷ [illegible]	۱۸ [illegible]	۱۹ [illegible]	۲۰ [illegible]	۲۱ [illegible]
۲۲ ساٹھ	۲۳ [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۲۸ [illegible]
۲۹ اکیاسی	۳۰ بیاسی	۳۱ چھیاسی	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۶ ایک سو [illegible]	۳۷ [illegible]	۳۸ [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۳ دو سو [illegible]	[illegible]	۴۵ [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۰ [illegible]	۵۱ [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]				

Marfat.com

اب تک اس باب میں حضرت والا کے جتنے ارشادات متعلق با فاضۂ باطنی درج بہ موقع بصیرت افزائے
ناظرین کرام ہوئے ہیں بالخصوص وہ تحریری ارشادات جو حصہ ہفتم اشرف میں نقل کئے گئے ہیں ان سے
علی رؤس الاشہاد مشاہد ہوگیا ہوگا کہ بعون اللہ تعالیٰ حضرت والا نے اس تصوف کو جو مدت مدید سے
عام طور پر سربسر ایک راز سربستہ سمجھا جاتا تھا بہمہ دلربائی و رعنائی منظر عام پر لا کھڑا کیا اور اس دولت باطنی کو جس کا
حصول نہایت ہی دشوار خیال کیا جاتا تھا اور جس کو غلطی سے صرف خواص ہی کا حصہ سمجھ لیا گیا تھا اپنی ذات میں
نہایت سہل الحصول اور قابل دسترس ہر خاص و عام ثابت فرما دیا اور اپنے اس ارشاد کو جو حسن العزیز جلد اول میں
مذکور ہے من کل الوجوہ سچا کر کے دکھلا دیا کہ تصوف کوئی اجنبی چیز نہیں نہایت عقل کے موافق نہایت فطرت کے
مطابق نہایت سہل اور نہایت دلچسپ چیز ہے اھ

اور فی الواقع حقیقی اسلام جس کا تصوف محض ایک مرادف ہے اسی شان کا ہونا چاہیئے اور واقع میں
ہے بھی اسی شان کا۔

مضمون بالا کی تائید میں خود حضرت والا کا ارشاد بھی وعظ طریق القلندر سے مقتبساً درج ذیل کیا جاتا ہے
وعظ مذکور کے ختم کے قریب نہایت وضاحت کے ساتھ طریق کی پوری حقیقت اور وصول الی المقصود کا نہایت
جامع و نافع دستور العمل اور اس کے سہل الحصول ہونے کو نہایت وثوق اور شد و مد کے ساتھ اصلاح بیان فرماتے ہیں کہ
رہ قلندر کی حقیقت تو بیان ہو چکی ہے مگر اس کا طریق عمل بیان کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ محض حقیقت کا معلوم ہو جا
عمل سکے۔ لئے کافی نہیں۔ لہٰذا رہ قلندر کی تحصیل کا طریق بھی بیان کرتا ہوں اور یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ وہ ایسا طریق
جو محبت اور عقل دونوں کا جامع ہے پس ان دونوں چیزوں کی تحصیل کا طریق معلوم ہونا چاہیئے سو عمل کے متعلق تو
یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہمت کرو عمل ہو جائیگا بس اس کا یہی طریق ہے لیکن سوال یہ ہے کہ محبت کیونکر پیدا ہو
سنیئے میں اس کا ایک نسخہ لاکھوں روپیہ کا مفت بتائے دیتا ہوں وہ نسخہ مرکب ہے چند اجزا سے اور وہ سب
چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں غور سے سنیئے وہ چند چیزیں ہیں سب سے اول ہے عمل کیونکہ میں اول ہی تقریر میں عرض
کر چکا ہوں کہ عمل میں خاصیت ہے محبت پیدا کر دینے کی اور اس کو بہت بڑا دخل ہے محبت پیدا کرنے میں چاہے
تجربہ کر لو روز روز کسی کے پاس جایا کرو دیکھو محبت ہو جائیگی۔ پہلے تھوڑی ہوگی۔ پھر جاتے جاتے ایسا تعلق
ہو جائیگا کہ بہت ہی زیادہ غرض یہ مسلم امر ہے کہ میل جول جتنا زیادہ ہوگا اتنی ہی زیادہ محبت ہوگی وہ جو کہتے
ہیں پالے کی محبت اس کی یہی تو اصل ہے۔ غرض نیک عمل میں یہ برکت ہے کہ اس سے محبت حق پیدا ہو جاتی
اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم تو مدت سے نیک عمل کر رہے ہیں مگر محبت پیدا نہیں ہوئی
جواب یہ ہے کہ نیک عمل کے مفہوم میں ایک یہ ہی چیز تو نہیں کہ بس عمل کر لیا۔ بلکہ وہ مرکب ہے اور اجزا سے

Marfat.com

ی ایک جز تو عمل کرنا ہے دوسرا جز یہ ہے کہ عمل کو اُسکے طریق کے مطابق کیا جائے مثلاً صرف ٹکریں مارنے کو نماز نہیں کہتے۔ نیک عمل جسطرح کیا جاتا ہے اور جو اُسکا مامور بہ طریق ہے اُس طریق سے اُسکو کرو۔ پھر دیکھو محبت کیسے نہیں پیدا ہوتی۔ تیسری وجہ اثر نہ ہونے کی یہ ہے کہ تم نے عمل کو صرف عادت سمجھ کر کیا اس نیت سے نہیں کیا کہ اللہ کی محبت بڑھ جاوے عمل میں یہ نیت نہیں کی کہ اے اللہ آپ کی محبت پیدا ہو جائے سو اس نیت سے عمل کرو پھر دیکھو انشاء اللہ کیسا اثر ہوتا ہے بہرحال ایک جز تو اس نسخہ کا یہ ہے کہ نیک عمل میں نیت ازدیادِ محبت استقامت کے ساتھ مشغول رہو۔ دوسری بات ضروری یہ ہے کہ اللہ کا نام لو یعنی ذکر کرو یعنی تھوڑا تھوڑا اللہ اللہ بھی کرو۔ تیسری بات یہ ہے اور یہ بہت ہی ضروری ہے کہ اہل محبت کی صحبت اختیار کرو۔ اس سے لوگ بھاگتے ہیں۔ اول تو اس طرف توجہ ہی نہیں کہ کسی بزرگ کی خدمت میں جاکر رہیں بس تھوڑی سی کتابیں پڑھ لیں اور سمجھ لیا کہ ہم کامل مکمل ہو گئے۔ بھلا نری کتابوں سے بھی کوئی کامل مکمل ہوا ہے ہاں تم مکمل تو ہو گئے یعنی مکمل پوش باقی نہ کامل ہوئے نہ مکمل۔ ارے بھائی موٹی بات ہے کہ بلا درزی کے پاس بیٹھے کوئی درزی نہیں بن سکتا حتیٰ کہ اگر سوئی کو بھی بطور خود ہاتھ میں لیکر اٹھائیگا تو وہ بھی قاعدے سے نہ اٹھایا جائیگا بلا درزی کے پاس بیٹھے سوئی کے پکڑنے کا انداز بھی نہیں آتا۔ بلا خوشنویس کے پاس بیٹھے ہوئے اور بلا قلم کی گرفت اور کشش کو دیکھے ادنے ہرگز خوشنویس نہیں ہو سکتا۔ غرض بدون صحبت کامل کے کوئی کامل نہیں بن سکتا لہذا پیر کامل کی صحبت لازمی ہے۔ پھر تو ایسا ہوتا ہے کہ کبھی مرید پیر سے بھی بڑھ جاتا ہے مگر ابتداء [illegible] شیخ کامل کی صحبت کے بغیر چارہ نہیں۔ اور آج کل اسی کی ضرورت کی سمجھ نہیں رہی [illegible] کبھی [illegible] پاس گئے بھی تو وہاں تو ہوتی ہے اصلاح۔ پہونچتے ہی لتاڑ پڑنا شروع ہو گئی [illegible] یہاں کس مصیبت میں آ پھنسے۔ ہم تو آئے تھے بزرگ سمجھ کر انھوں نے لتاڑنا ہی شروع کر دیا۔ [illegible] یہ کیسے اللہ والے ہیں؟

اسکی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی معدہ کا مریض طبیب کے پاس جاکر کہے کہ دیکھو جی ہم اپنے [illegible] کھایا کرتے تھے حلوے ہی ہمارے لئے تجویز کرنا۔ ذرا حماقت تو دیکھئے حالانکہ خدا کے فضل سے آپ کو [illegible] ہو رہا ہے [illegible] معدہ بھی خراب ہے [illegible] بھی درست نہیں [illegible] یہ تو حضرت کی حالت [illegible] بھلا [illegible] کیوں رعایت کرتا [illegible] اسکی حالت کے مناسب [illegible] کڑوا مسہل تجویز کیا اور جب [illegible] اور زمین پر پٹک کر زبردستی چمچوں کے ذریعہ سے پلا دیا لیکن [illegible] نے قصداً قے کر کے [illegible] کو پیٹ سے نکال دیا۔ آپ قے کرنے جاتے ہیں اور بڑبڑاتے جاتے ہیں کہ واہ جی ہم آئے تھے علاج [illegible] حکیم جی نے نہ جانے کیا الا بلا پلا دی۔ کاش کوئی [illegible] سے کہتا کہ ارے بیوقوف تو [illegible]

Marfat.com

جو وہ اس وقت کر رہا ہے وصول ہو رہا ہے [illegible] نہیں ہو رہا ہے بلکہ در اصل وہ تجھے حلوے کھلانے کے قابل بنا رہا ہے [illegible] حلوے کھانے سے تو [illegible] ہے [illegible] حضرت [illegible] اصلاح [illegible] ہوتی ہے [illegible] کی غرض سے آئے [illegible] اگر برداشت نہیں ہے تو [illegible] درخواست ہی نہ کرو بھائی [illegible] اصلاح [illegible]

[illegible]

	[illegible] عشق		[illegible] عشق
[illegible]			
۱	[illegible] نفس [illegible]		[illegible] مباش [illegible] شوی

[illegible] صحبت [illegible] اصلاح [illegible] لطیفے والے بیرون سے [illegible] اللہ علیہ وسلم [illegible] اصلاح [illegible] طریقے سے [illegible] صحبت کے پاس جاؤ اور وہ جو کہیں [illegible] دل [illegible] ہو جائے گا ۔ اور خدا کی قسم [illegible] ہو گے [illegible]

	[illegible]		[illegible]

جناب [illegible] اگر [illegible] ایسا [illegible] پختہ [illegible] صحبت [illegible] ساری خوشیاں تمہیں دیدیں تو بھی نہ بدلے گا ۔ تو حضرت یہ دولت [illegible] اور انکا اتباع کرنے سے [illegible] طریق کا یہ ہے کہ اعمال [illegible] شریعت کے [illegible] اللہ اللہ کرو ۔ اور کبھی کبھی اہل اللہ کی صحبت میں جایا کرو اور ان کی غیبت [illegible] یہ چار چیزیں ہیں [illegible] لکھ لیتا ہوں کہ جو ان چار پر عمل کرے گا [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] ضرور ہو جاوے گا

ضرور بالضرور ہو جاویگا۔

تو صاحب اب اختیار ہے جو چاہے عمل کر کے دیکھ لے اور تجربہ کر لے اور اسکی ضرورت نہیں کہ مرید ہو جاؤ

اجی کس کی پیری مریدی لئے پھرتے ہو یہ تو کھکھنڈ ہے بیعت کی صورت ضروری نہیں۔ اصل چیز بیعت کی روح یعنی

اتباع ہے۔ غرض مرید ہونے کی ضرورت نہیں پیر کے کہنے کے مطابق کام شروع کر دو۔ بس ہو گیا تعلق واللہ

وہی نفع ہوگا جو پیری مریدی میں ہوتا ہے۔ اب لوگوں کا عجب حال ہے کہ کام بتاؤ تو نہ کریں۔ بس بیعت کا نام

کرنا چاہتے ہیں بیعت کیا ہے محض رسم ہی رسم رہ گئی ہے چنانچہ جو پیر ایسے ہیں کہ مرید تو کر لیتے ہیں لیکن کام کچھ

نہیں بتلاتے اُن سے تو لوگ بہت خوش ہیں اور میں مرید تو کرتا نہیں لیکن کام بتلاتا ہوں تو مجھ سے ناراض ہیں یوں

سمجھ رکھا ہے کہ وہ جو بھید ہیں فقیری کے وہ جو انچھر ہیں پریم کے وہ مریدوں ہی کو بتائے جاتے ہیں۔ یہ خیال ہے

مرید کرتے ہی پیر بس پریم کے دو انچھر بتا دے گا اور اللہ والے ہو جائیں گے۔ [illegible] تھے انچھر [illegible]

بھیدوڑ لے پھر میاں خدا رسول کا نام لو اور احکام بجالاؤ۔ بس یہی انچھر ہیں۔ اصلاح نفس کے طریقے [illegible]

یہی بھید ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ کیا باطنی طریق بس یہی ہے تو [illegible] کہیں گے کہ ہاں یہی [illegible]

میں کبھی بڑے بڑے حالات بھی پیش آئینگے بڑی بڑی کیفیات بھی طاری ہونگی یہ سب ہوگا مگر یہ مقصود نہیں

بھائی حالات تو سڑک کے پھولدار درخت ہیں نظر آئے تو کیا نہ نظر آئے تو کیا۔ سڑک [illegible] حال [illegible]

ہوگی۔ درختوں اور پھولوں کا نظر آنا سڑک کے قطع ہونے کے لئے ضروری نہیں [illegible]

نہ نظر پڑیں گے تب قطع ہوگی بس چلتے رہنا شرط ہے۔ اور بعضوں کو یہ [illegible]

واللہ جن حالات کو آپ بڑا کمال سمجھتے ہیں طریق میں بس ایسے ہیں جیسے سڑک پر دو طرفہ [illegible]

لگے ہوں۔ کبھی نیچی نظر کر کے چلتے ہیں تو کیا راستہ قطع نہیں ہوتا۔ راستہ [illegible] ہوتا ہے [illegible]

یا نہ پڑیں۔

افسوس تصوف کا ناس کر دیا ہے ان جاہل صوفیوں نے [illegible]

کہ بیوی کو طلاق دیدو اولاد کو عاق کر دو۔ [illegible]

اسکے اصل فقیری ملتی ہی نہیں میں کہتا ہوں [illegible]

میں فقیری ملتی ہے مگر ڈھیں نہیں شیخ کامل کی خدمت [illegible] ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ جن کی شان [illegible]

کی ان کے بارہ میں یہ [illegible]

[illegible]	خدمت [illegible]

Marfat.com

وہ فرماتے ہیں ؎

گر ہوائے ایں سفر داری دلا	دامنِ رہبر بگیر و پس بیا
در ارادت باش صادق اے فرید	تا بیابی گنجِ عرفاں را کلید
بے رفیقی ہر کہ شد در راہِ عشق	عمر بگذشت و نشد آگاہِ عشق

مگر شیخ ہونا چاہئے کامل۔ اور کامل شیخ کی پہچان یہ ہے کہ شریعت کا پورا متبع ہو۔ بدعت اور شرک سے محفوظ ہو کوئی جہل کی بات نہ کرتا ہو اسکی صحبت میں بیٹھنے کا یہ اثر ہو کہ دنیا کی محبت گھٹتی جائے اور حق تعالیٰ کی محبت بڑھتی جائے اور جو مرض باطنی بیان کرو اسکو بہت توجہ سے سنکر اسکا علاج تجویز کرے اور جو علاج تجویز کرے اُس علاج سے دمبدم نفع ہوتا چلا جائے۔ اور اسکے اتباع کی بدولت روز بروز حالت درست ہوتی چلی جائے۔ یہ علامت ہے شیخ کامل کی۔ ایسا شخص اگر مل جائے تو وہ اکسیر اعظم ہے۔ تو یہ ہے طریقہ محبت پیدا کرنے کا۔ اس سے تو ہوگی محبت آگے رہا عمل تو اسکے لئے ضرورت ہوگی ہمت کی۔

اب ایک اور غلطی میں لوگ مبتلا ہیں کہ پیر بنا کر اسکو لے دار اور ذمہ دار اعمال کا سمجھتے ہیں۔ اسمیں ان کا قصور نہیں کیونکہ انکو بہکایا ہے دوکانداروں نے انہوں نے جاہلوں کو یہ پٹی پڑھا رکھی ہے کہ تمھیں کچھ عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ سب ہمیں کرلیں گے بس اب وہ سچے پیروں سے بھی یہی توقع رکھتے ہیں چنانچہ میرے پاس خطوط آتے ہیں کہ صاحب تہجد کے لئے آنکھ نہیں کھلتی دعا کر دو کہ آنکھ کھلا کرے میں لکھ دیتا ہوں کہ اچھا میں اس شرط پر دعا کرونگا کہ آپ میرے لئے یہ دعا کر دیجئے کہ میری ایسی ٹانگیں ہو جائیں کہ میں روز کلکتہ پہونچکر اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو اٹھا دیا کروں۔ بیوقوف ہوئے ہو۔ اگر آنکھ نہیں کھلتی تو میں کیا کروں۔ میاں اٹھو کسی طرح اور اگر کسی طرح نہیں اٹھا جاتا۔ تو عشاء کے بعد ہی تہجد کی رکعتیں پڑھ لیا کرو غرض ہر چیز کا علاج ہے۔

بعضے کہتے ہیں کہ وظیفہ پورا نہیں ہوتا۔ کوئی ایسی توجہ دیجئے کہ وظیفہ پورا ہو جایا کرے۔ بس سارے کام توجہ ہی چلانا چاہتے ہو۔ لاؤ میں توجہ کی حقیقت ظاہر کردوں۔ صاحبو کہیں دوسروں کی توجہ سے بھی کام چلتا ہے جبتک کہ خود توجہ نہ کرے اور ہمت سے کام نہ لے۔ سارا کام ہمت پر موقوف ہے۔ بیوقوف یوں سمجھتے ہیں کہ بس سب کچھ پیروں کے ہاتھ میں ہے۔ پیر تو بیچارے کیا چیز ہیں خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طالب کے لئے بہت چاہا کہ مسلمان ہو جاویں مگر ہدایت نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا آپ کو ارشاد ہوا انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔ یعنی آپ جسکو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔ لیجئے جب خود حضور ہی اپنی توجہ سے ہدایت نہ کر سکے تو پیر بیچارے تو کیا کر لے دیکھا آپ نے۔ اب تو معلوم ہوا آپ کو توجہ کی حقیقت معلوم ہوگئی۔

Marfat.com

غرض یہاں تو جو کچھ حاصل ہوتا ہے کام کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور تم چاہتے ہو کہ کچھ کرنا نہ پڑے پیر کی توجہ ہی سے سب کام بن جائیں اور کمال حاصل ہو جائے۔ ارے بھائی جن سے یہ درخواست ہے پہلے اُنسے تو تحقیق کر لو کہ انہیں جو کمال حاصل ہوا ہے وہ کاہے سے حاصل ہوا ہے۔ حضرت چکی پیسنے ہی سے حاصل ہوا ہے پہلے چکی پیسی پھر آٹا نکل آیا پھر پانی ڈال کر آٹا گوندھا پھر روٹی بنا کر توے پر ڈالی پھر وہ پک گئی پھر کھالی۔ اب تم چاہتے ہو کہ کرنا تو کچھ نہ پڑے اور پیٹ بھر جائے۔ تم چاہتے ہو کہ ایسا پیر ملے جو پکی پکائی کھلائے لیکن ایسا نہ ہوگا ع۔ ایں خیالست و محالست و جنوں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پکی پکائی کھلائی ہی نہیں اور کسی کی تو کیا ہستی ہے اور کیا مجال ہے۔ حضور تو غایت شفقت سے بہت چاہتے تھے کہ پکی پکائی ہی کھلا دیں مگر غیرت حق اور مصلحت دین کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اسکی اجازت نہ دی تو بھائی خوب سمجھ لو کہ کام کرنے ہی سے کام چلیگا۔ بس طریق یہی ہے کہ کام کرو محنت کرو خدا برکت دیگا اگر کچھ حاصل کرنا چاہتے ہو تو بجز اسکے کوئی صورت نہیں کہ کام کرو اور محنت کرو جیسا کہ یجاھدون فی سبیل اللہ سے میں ثابت کر چکا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ جو پیر ایسا کامل مکمل ہو اور جسمیں مذکورہ علامتیں ہوں اُسکی خدمت میں جو درخواست کرو لیکن بہت پر اصرار نہ کرو۔ درخواست پر اگر وہ کرلے اُسکی عنایت ہے باقی تم اسکو دق نہ کرو۔ پھر جو وہ کہے کرو۔ اگر محنت کراوے محنت کرو۔ ذکر و شغل کراوے ذکر و شغل کرو۔ غرض اسکی فکر میں لگ جاؤ کسی کامل مکمل کی صحبت میسر آئے۔ اب آخر میں یہ عرض ہے کہ مقصود میں کوتاہی کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جو عمل میں کوتاہی کرتے ہیں انکو چاہیئے کہ اپنے قصد کو پختہ کریں اور ہمت سے کام لیں۔ دوسرے وہ [illegible] کمی ہے وہ اہل محبت کی صحبت اختیار کریں۔ غرض یہ دونوں چیزیں لازم طریق ہیں ایک تو [illegible] ہمت کی ضرورت ہے۔ دوسری میں اہل اللہ کی صحبت اور اُن کے اتباع کی [illegible] طریق القلندر

حضرت حکیم الامت کے بعض خاص خاص طرق تربیت

اب حسب وعدہ حضرت والا کے بعض خاص خاص طرق تربیت [illegible] جنسے حضرت والا کی امتیازی شان ارشاد نمایاں ہوتی ہے اور چونکہ وہ بوجہ بالکل اصول [illegible] رنگ طبائع کے نہایت مناسب ہونے کے امر اصلاح میں نہایت درجہ موثر اور [illegible] اس قابل ہیں کہ مشائخ ان کو اپنا دستور العمل بنالیں لیکن محض نقل کافی نہ ہوگی [illegible] ضروریہ میں سے ہیں بعنوانے ارشاد حضرت عارف شیرازی [illegible] است

Marfat.com

نہ ہر کہ چہرہ برافروخت دلبری داند	نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند
ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست	نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

یہ عرض کردینا بھی ضروری ہے کہ اس جگہ استیعاب مقصود نہیں جو نہایت دشوار ہے بلکہ ناممکن کیونکہ حضرت والا کے طرق اصلاح وتربیت کی بہت سی ایسی خصوصیات بھی ہیں جو نہ زبان سے ادا ہوسکتی ہیں نہ قلم سے۔ صرف صحبت طویلہ اور بغور تتبع واقعات ہی سے ذوقاً انکا ادراک وانکشاف ہوسکتا ہے بمصداق بمضمون اس کے ؎

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست   بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

لہٰذا محض نمونہ کے طور پر حضرت والا کے بعض خاص خاص اور صرف علمی اصول تربیت مختصراً عرض کئے جاتے ہیں جو آج کل معمول بہا ہیں۔ پھر انھیں پر انشاء اللہ تعالیٰ اس باب کو ختم کردیا جائے گا۔ وما توفیقی الا باللہ ؎

ہر چند نہ استیعاب مقصود ہے نہ اسوقت کوئی خاص ترتیب ذہن میں ہے بلکہ خیال یہ ہے کہ کیفما اتفق حضرت والا کے جو اصول خاصہ یاد آتے چلے جائیں گے انکو لکھتا چلا جاؤنگا تاہم اس مصلحت سے کہ یاد آنے میں قدرے سہولت ہوجائے اور خلط سے بھی کسی قدر حفاظت رہے احقر مذکورۂ ذیل پانچ عنوان قائم کئے لیتا ہے تاکہ ہر عنوان کے تحت میں اسی کے مناسب اصول لکھتا چلا جائے اور حوالہ کی سہولت کیلئے ہر عنوان کے ذیلی نمبر بھی جداگانہ لگادئے جائیں گے۔ وہ پانچ عنوانات یہ ہیں۔

(۱) اصول متعلقہ بیعت (۲) اصول متعلقہ تعلیم وتربیت (۳) اصول متعلقہ خط وکتابت (۴) اصول متعلقہ واردین (۵) اصول متفرقہ۔

جسطرح اسی باب کے پچھلے دو مجموعوں کے نام صد پند اشرف اور صد قند اشرف رکھے جاچکے ہیں اسی طرح اس مجموعہ کا نام بھی بلحاظ عدد عنوانات پنج گنج اشرف تجویز کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خزانہ بے بہا کو بسہولت وبحسن وخوبی جمع کرادے اور مقبول فرماکر مجھ تہی دست کیلئے ذخیرۂ آخرت اور از قبیل باقیات الصالحات بنادے۔ اور اس سے مسلمانوں کو تاقیامت متمتع فرماتا رہے۔ اور اس احقر ناکارہ کو بھی حضرت والا سے کامل مناسبت عطا فرماکر حضرت والا کے حقائق ومعارف کا جو سراسر علوم حضرت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ سے مستفاد ہیں حامل اور حضرت والا کے زریں اصول کا جو بالکل قرآن وحدیث اور عقل سلیم کے موافق ہیں عامل بنادے آمین ثم آمین

گو اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس نااہل کی طرف سے یہ دعا چھوٹا منہ بڑی بات ہے کیونکہ مجھ جیسے قلیل الاستعداد اور ناکارہ کی کیا ہستی اور کیا اوقات ہے۔ بلکہ اپنی حیثیت پر نظر کرتے ہوئے تو اسکی قبولیت ہی میرے نزدیک وقوعاً منجملہ مستبعدات ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم نوالہ کی بڑی ذات ہے اسلئے اگر اصل دعا نہ بھی قبول

Marfat.com

ہوئی تب بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس دعا سے بہر حال مجکو دارین میں امید اجر و برکات ہے۔ اور اسی امید پر اسکی جرأت بھی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس امید کو پورا فرمائے آمین ثم آمین۔ نیز اصل دعا کی قبولیت سے بھی کلی مایوسی نہیں حسب ارشاد حضرت مولانا رومی رح ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست	باکریماں کارہا دشوار نیست

اب بنام خدا تعالیٰ پنج گنج اشرف کو بہ ترتیب عنوانات مذکورہ بالا لکھنا شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے اور بسہولت و بحسن و خوبی اتمام کو پہونچائے آمین یارب العالمین۔

پنج گنج اشرف

(یعنی اشرف المشائخ حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کے بعض خاص خاص اصول ارشاد و افاضہ باطنی)

عنوان اوّل

اصول متعلقہ بیعت

(۱) چونکہ آجکل بیعت کو عموماً لوازم طریق سے سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ اصل چیز استفاضہ ہے [illegible] اس غلو فی الاعتقاد کی اسطرح عملی اصلاح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بیعت کی درخواست کرتا ہے تو اول [illegible] کی غایت دریافت فرماتے ہیں اور جب تک وہ صحیح غایت نہیں بتاتا بار بار استفسارات فرماتے [illegible] یہاں تک کہ یا تو حضرت والا کے استفسارات ہی سے سمجھ کر (جو ہمیشہ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ طریق سے [illegible] رکھنے والا ان سے بہ سہولت صحیح جواب تنبط کر سکتا ہے) وہ خود ہی صحیح غایت بتا دیتا ہے [illegible] کرکے خود حضرت والا سے پوچھتا ہے اور پھر خود حضرت والا اسکو صحیح غایت بتا دیتے ہیں [illegible] بطور خود اسلئے نہیں بتاتے کہ جو بات مخاطب کی قوت فکریہ پر زور پڑنے کے بعد [illegible] ہے وہ اسقدر پختگی کے ساتھ ذہن نشین ہوتی ہے کہ پھر کبھی ذہن سے نہیں [illegible] حضرت والا تمام دوران تربیت میں اسی طریق تفہیم کا بکثرت استعمال فرماتے [illegible]

غرض اگر کوئی طالب حضرت والا کے استفسار [illegible] جواب میں بیعت کی غایت [illegible] تو فرما دیتے ہیں کہ یہ غایت تو بیعت پر موقوف نہیں [illegible] حصول کے لئے تو تعلیم [illegible] تعلیم پر عمل ہی کافی ہے

اور اگر وہ بیعت کی یہ غایت بتاتا ہے کہ شیخ سے مناسبت اور تعلق خاص پیدا ہو جائے تاکہ اسکی تعلیم زیادہ موثر ہو اور اس پر عمل آسان ہو جائے تو پھر یہ استفسار فرماتے ہیں کہ آیا صرف مرید ہی کو شیخ سے مناسبت ہو جانا کافی ہے یا اس کے علاوہ شیخ کو بھی مرید سے مناسبت ہونا ضروری ہے جب اس سے یہ اقرار کرا لیتے ہیں کہ جانبین میں مناسبت ہونا ضروری ہے تو فرماتے ہیں کہ اسکے لئے تو نری بیعت کافی نہیں بلکہ اور چیزیں بھی ضروری ہیں مثلاً کچھ دن پاس رہنا۔ خصوصیات مزاج کا تتبع اور ان کی رعایت کرنا۔ چندے تعلیمی خط وکتابت جاری رکھنا وغیرہ۔ غرض جانبین کی مناسبت کے لئے نری بیعت کافی نہیں۔ بلکہ شیخ کو تو طالب کے ساتھ زیادہ تر اسکے برتاؤ سے مناسبت پیدا ہوتی ہے اھ

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت والا طالبین بیعت کے غلو فی الاعتقاد کی بڑے اہتمام سے اصلاح فرماتے ہیں۔ اور جب یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ ان کے عقیدہ میں بجائے غلو کے اعتدال پیدا ہو گیا ہے تو پھر اسکا بھی انتظار نہیں فرماتے کہ وہ خود بیعت کی درخواست کریں بلکہ بعض صورتوں میں از خود انکے اشتیاق کو پورا فرما دیتے ہیں چنانچہ ایک صاحب کو جو متعدد بار بیعت پر اصرار کر رہے تھے پہلے تو سختی کے ساتھ انکار فرما کر مایوس کر دیا لیکن تعلیمی خط وکتابت برابر جاری رہی پھر کچھ دن بعد جب وہ حاضر ہوئے تو چونکہ وہ اصرار و قوف کر چکے تھے اور باوجود نادار ہونے کے فیض صحبت حاصل کرنے کے لئے دور کا سفر کر کے آئے تھے اور پھر انکی تنگدستی نہ معلوم کب انکو آئندہ حاضری کی اجازت دیتی ان وجوہ سے انکو انکے دیرینہ اشتیاق بیعت کو پورا فرما دیا۔

اسی طرح ایک دوسرے طالب جو ولایتی تھے ایک مدت سے سالہا سال سے بیعت کے مشتاق تھے اور ہدیہ پیش کرنے کے بھی بہت مشتاق رہتے تھے مگر چونکہ ان میں خشکی اور غلو فی الاعتقاد کے ہمیشہ حضرت والا کو اپنی بدعنوانیوں سے سخت اذیت پہنچاتے رہتے تھے یہاں تک کہ حضرت والا نے ہمیشہ ہدیہ اور بیعت سے انکو بالکل یکسو کر دینے کی سخت ضرورت محسوس فرما کر ان سے ایک حلف نامہ لکھوایا کہ نہ کبھی عمر بھر ہدیہ پیش کرینگے نہ درخواست بیعت کریں گے۔ اسکے بعد حضرت والا نے دیگر خدام سے اپنا خیال ظاہر فرمایا کہ ابھی تک وہ انھیں تصوں میں رہتے تھے اب حسبیت کے ساتھ اپنے کام میں لگیں گے جس سے انشاء اللہ تعالیٰ ان کو بہت نفع ہوگا اور اپنا یہ خیال بھی ظاہر فرمایا کہ اگر میں دیکھونگا کہ وہ اب یکسو ہو گئے ہیں تو ارادہ ہے کہ کبھی میں انکو خود ہی بیعت کر لونگا اھ

احقر کے علم میں بعض ایسے حضرات بھی ہیں جنھوں نے حضرت والا سے دس دس برس تک محض تعلیم طریق حاصل کی اور اس درمیان میں انھیں نہ کبھی درخواست بیعت کی جرأت ہی ہوئی نہ انھوں نے اسکی کوئی ضرورت ہی سمجھی۔ کیونکہ وہ حضرت والا سے بیعت کا ضروری نہ ہونا ہمیشہ سنتے رہتے تھے۔ اسکے بعد ایک بار کی حاضری میں بیعت کا دفعۃً خیال پیدا ہوا تو احباب سے مشورہ کرنے کے بعد حضرت والا سے درخواست کی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ

Marfat.com

میں تو ہمیشہ یہی سمجھا کہ آپ مجھ سے بیعت ہیں ایسی حالت میں بیعت کی ضرورت تو نہیں لیکن اگر آپ کی خواہش ہے تو میں نہایت خوشی کے ساتھ آپ کو بیعت کر لوں گا کیونکہ جس چیز کا مجھے انتظار رہتا ہے یعنی باہم مناسبت اور صحت عقیدہ وہ بفضلہ موجود ہی ہے پھر مجھے انکار ہی کیا ہو سکتا ہے اھ۔ چنانچہ بیعت فرمایا اور اب بفضلہ تعالیٰ وہ مجاز بیعت بھی ہیں ۔اھ

اسیطرح بعض صاحبان حضرت والا سے تعلیم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت والا نے ان کو اجازت بیعت کی اجازت عطا فرمائی اسوقت انھوں نے عرض کیا کہ ابھی تو حضور نے مجھ کو بیعت ہی سے مشرف نہیں فرمایا چنانچہ انکو مجاز بیعت بنا دینے کے بعد بیعت فرمایا گیا۔

غرض حضرت والا عملاً و علماً اس امر کو اچھی طرح [illegible] فرماتے رہتے ہیں کہ حصول مقصود کا مدار بیعت پر نہیں بلکہ نری تعلیم تو حصول مقصود کیلئے بالکل کافی ہے لیکن نری بیعت ہرگز کافی نہیں۔

کل ہی ارشاد فرما رہے تھے کہ صورت بیعت کو محض درجہ ہے [illegible] پھولوں کی کیاری [illegible] ہے کہ اس سے ایک خوشنمائی تو ضرور پیدا ہو جاتی ہے درختوں کی ذات [illegible] میں گھاس کا کچھ بھی دخل نہیں۔ اگر کیاری میں گھاس نہ بھی لگائی جاوے [illegible] جائیں تب بھی پھول اپنی ساری صفات اور اپنی اصلی آب و تاب ہی کے ساتھ پیدا ہونگے [illegible] نہ ہونے کی وجہ سے ان کی ذات میں کسی قسم کا نقص واقع نہ ہوگا۔ بیعت کی حقیقت [illegible]

عرصہ ہوا ایک طالب سے بہت واضح تقریر فرمائی تھی جسکو [illegible] جاتا ہے تاکہ بیعت کے متعلق سب امور ماله و ماعلیہ ناظرین کے پیش نظر ہو جائیں [illegible]

فرمایا کہ بیعت کی ایک صورت ہوتی ہے ایک حقیقت کی صورت [illegible]

چنانچہ بیعت کی حقیقت ہے اعتقاد و اعتماد باز مر اپنے تعلق کرنے والے [illegible] جو مشورہ دیگا وہ میرے لئے نہایت نافع ہوگا [illegible] اطمینان [illegible] مطلق دخل نہ دے جیسا کہ طبیب حاذق و مشفق کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے [illegible] باقی رہی بیعت کی صورت [illegible] کی صورت بھی نافع ہوتی ہے کیونکہ اس سے [illegible] ہے جسکا یہ اثر ہوتا ہے کہ [illegible] قدرت کے بعد بیعت نافع ہوتی ہے کیونکہ اسکا [illegible] لگتا ہے کہ یہ ہمارا ہے اور مرید سمجھتا ہے کہ یہ ہمارے [illegible]

Marfat.com

ہمیشہ کسی ایک ہی طبیب سے رجوع کرتا ہو تو وہ طبیب یہ سمجھنے لگتا ہے کہ ہمارا مریض ہے۔ اور لوگوں سے کہتا بھی ہے کہ بھائی یہ ہمارے ہیں اسیطرح مریض طبیب کو سمجھتا ہے کہ یہ ہمارے ہیں اور اگر ایسا مریض ہو کہ کبھی ایک طبیب سے رجوع کرتا ہو کبھی دوسرے سے تو اسپر پوری شفقت کسی کو بھی نہیں ہوتی۔ ہر طبیب یہی سمجھتا ہے کہ اسکو ہم سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ یہ تو یہاں بھی آتا ہے اور فلاں فلاں جگہ بھی جاتا ہے۔ مگر یہ نفع خواص کو اول وہلہ میں بیعت سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ جانبین میں پوری طرح مناسبت اور اطمینان نہ ہو جائے۔ جبتک یہ حالت نہ ہو بیعت کرنا کرانا بالکل عبث ہے۔ انتہیٰ۔

اسیطرح ایک بار فرمایا کہ بیعت کا لطف تو جبھی ہے جب پہلے تعلیم حاصل کرے اور پھر بیعت ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ جب اسکو تعلیم سے نفع ہوگا تو اپنے معلم سے محبت پیدا ہو جائیگی پھر محبت پیدا ہو جانے کے بعد بیعت میں جو لطف ہوگا وہ قبل اسکے کہاں۔ اسکی ایسی مثال ہے جیسے ایک تو عقد کی یہ صورت ہے کہ ماں باپ نے جسکے ساتھ چاہا نکاح کر دیا پھر اسکے بعد تعلق پیدا ہوا وہ تعلق تو بس اسکا مصداق ہوگا ع "نہ عشقے کہ بندد برخود بزور" اور ایک صورت یہ ہے کہ اتفاقاً اضطراراً کسی پر عاشق ہو گئے۔ پھر حدود عفت میں نہایت سختی کے ساتھ رہ کر اسکی کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح نکاح ہو جائے چنانچہ جدوجہد بسیار اور شدید کلفت انتظار اور بڑی تمناؤں کے بعد خدا خدا کر کے اس میں کامیابی ہوئی اور نکاح ہو گیا۔ تو اب دیکھ لیجیے کہ نکاح کی ان دونوں صورتوں کے لطف میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ اھ

ایک بار تاخیر بیعت میں یہ مصلحت بھی بیان فرمائی کہ امید بیعت میں طالب اپنی اصلاح کی اور مناسبت پیدا کرنے کی بہت کوشش کرتا ہے ورنہ اگر درخواست پر فوراً بیعت کر لیا جائے تو پھر بیفکر ہو جاتا ہے اھ

غرض حضرت والا کو اسکا بڑا اہتمام ہے کہ لوگوں نے جو بیعت کے متعلق عقیدہ میں غلو کر رکھا ہے اسکی اصلاح ہو کیونکہ جو چیز جس درجہ کی ہو اُس درجہ سے اسکو بڑھانا بھی بدعت ہے۔

تصحیح عقیدہ کے بعد بھی حضرت والا عموماً ابتدا میں بیعت اور تعلیم دونوں کو جمع نہیں فرماتے بلکہ اگر بیعت فرماتے ہیں تو تعلیم کسی اپنے خلیفہ مجاز کے سپرد فرما دیتے ہیں اور اگر تعلیم خود اپنے ذمہ لیتے ہیں تو اس صورت میں بیعت نہیں فرماتے اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ اول خود طالب سے پوچھتے ہیں کہ بیعت ہونا چاہتے ہو یا تعلیم حاصل کرنا اور یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ میرے یہاں بیعت اور تعلیم دونوں جمع نہیں ہوتیں۔ اسپر اگر وہ بیعت کی درخواست کرتا ہے تو اسی سے اندازہ فرما لیتے ہیں کہ وہ خوش فہم نہیں ورنہ جو اصل مقصود ہے یعنی تعلیم اسکی درخواست کرتا۔ ایسی حالت میں اگر اسکو اپنے سے تعلیم حاصل کرنے کی بھی اجازت دیدی جائے تو اُس سے ایذائیں پہنچنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے لہذا شرائط ضروریہ پوری کرانے کے بعد جو انشاء اللہ تعالیٰ بعد کو نقل کی جائیں گی اسکی تعلیم تو اپنے کسی خلیفہ مجاز کے سپرد

فرما دیتے ہیں اور بیعت خود فرما لیتے ہیں اور اگر وہ [illegible] درخواست کرتا ہے تو اس سے اسکی خوش فہمی کا غالب گمان ہوتا ہے کہ یہ اصل مقصود کا طالب نہیں لہذا اسکو تعلیمی خط و کتابت کرنے کی اجازت مرحمت فرما دیجاتی ہے لیکن اگر اس خط و کتابت کے بعد اسکی خوش فہمی کا گمان غلط ثابت ہوتا ہے تو پھر اسکو بھی اپنے کسی خلیفۂ مجاز ہی کے سپرد فرما دیا جاتا ہے اور جب تک کہ ایک معتدبہ مدت کے تجربہ کے بعد وہ خلیفۂ مجاز اسکی تصدیق نہیں کر دیتے کہ اس طالب کو خود حضرت والا سے تعلیم حاصل کرنے کا سلیقہ پیدا ہو گیا ہے نیز جب تک حضرت والا اس تعلیمی خط و کتابت کو دیکھ کر جو خلیفۂ مجاز سے ہوئی ہے خود بھی اپنا اطمینان نہیں فرما لیتے اسکو اپنے سے تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں عطا فرماتے۔

چونکہ حضرت والا بحد لطیف المزاج ہیں اسلئے اگر ابتدا ہی میں تعلیم اور بیعت دونوں کو جمع کر دیا جائے تو طالبین کی بے تمیزیوں اور بے اصول باتوں سے بہت ایذائیں پہونچیں جو تعلق بیعت قائم ہو جانے کے بعد خاص طور سے بہت ناگوار ہوتی ہیں اور چونکہ شیخ کے قلب کا تکدر مرید کے لئے سم قاتل ہے اسلئے حضرت والا کا یہ دستور العمل سراسر مصلحت طالبین پر مبنی اور بالکل اصول صحیحہ کے مطابق ہے۔ اب اس دستور العمل کی بعض خاص تفصیلات بھی عرض کیجاتی ہیں۔

جب کوئی طالب [illegible] کرتا ہے خواہ تقریراً یا تحریراً حاضراً یا غائباً [illegible]
اطمینانی مراقع کے ایک [illegible] بیعت یا تعلیم [illegible]
درج ہیں جو ذیل میں نقل [illegible]

[illegible] تعلیم

۱۔ قرآن مجید [illegible]
۲۔ بہشتی زیور [illegible]
پڑھ کر [illegible] کی پابندی [illegible]
۳۔ میرے [illegible]
۴۔ ابتدائی تعلیم میرے [illegible]
دوسرے [illegible] حاصل کرنا ہوگی [illegible]
استدعا کی جائے

شرائط تعلیم بلا بیعت

اگر فی الحال بیعت پر اصرار نہ ہو صرف تعلیم حاصل کرنا چاہیں تو صرف اول تین شرطوں کی پابندی لازم ہوگی۔ چوتھی شرط نہ ہوگی۔ پھر جب باہم خوب مناسبت ہو جاوے اسوقت درخواست بیعت کا بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ۔ ابتدا میں بیعت و تعلیم دونوں جمع نہیں ہو سکتیں (اشرف علی)

شرائط مذکورہ بالا میں سے ہر شرط کا فرداً فرداً اور واضح جواب طلب فرمایا جاتا ہے اور جب تک یہ اطمینان نہیں فرما لیتے کہ جو کچھ لکھا ہے اچھی طرح سمجھ کر لکھا ہے فیصلہ نہیں فرماتے۔ نیز خانقاہ میں رہتے ہوئے بیعت یا تعلیم کسی امر کے متعلق نہ زبانی کوئی گفتگو فرماتے ہیں نہ تحریر کی اجازت دیتے ہیں بلکہ پرچہ شرائط حوالہ فرما کر فرما دیتے ہیں کہ اسکے متعلق جو کچھ لکھنا ہو اپنے مستقر پر پہونچکر لکھنا جو مناسب ہوگا جواب دیا جائیگا اھ

یہ معمول اسلئے اختیار کیا گیا ہے کہ اکثر نو واردین بے اصول جوابات دے دیکر حضرت والا کو بہت اذیت پہونچاتے تھے جس سے باہم بے لطفی کی نوبت آجاتی تھی۔ رہا یہ امر کہ خانقاہ میں رہتے ہوئے تحریری جوابات دینے کی بھی کیوں ممانعت ہے اسکی یہ وجہ ہے کہ جو شخص خانقاہ میں موجود ہو اسکی تحریری غلطیوں پر بھی زبانی نمائش کرنے کا بالطبع تقاضا پیدا ہوتا ہے جسکا نتیجہ بالآخر پھر وہی بے لطفی ہے جس سے بچنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

خط و کتابت کے بعد جن صاحبوں کی درخواست بیعت بلا تعلیم منظور فرمانا ہوتی ہے ان کو لکھ دیا جاتا ہے کہ میرا اپنا خط میرے فلاں تجویز کردہ اجازت یافتہ کے پاس بھیجکر ان سے تعلیم حاصل کرنا شروع کر دیا جائے اور جب انکا تعلیمی خط مع میرے اس خط کے میرے پاس بھیجکر مجھ سے بیعت کی درخواست کی جائے گی میں بیعت کر لونگا۔ چنانچہ جب وہ صاحب ایسا کرتے ہیں حضرت والا ان کو بلا تامل بیعت فرما لیتے ہیں لیکن خط کے ذریعہ سے بیعت فرماتے ہیں محض بیعت ہونے کے لئے سفر کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ کیونکہ یہ مقصود تو خط کے ذریعہ سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔

جن صاحبان کو بیعت بلا تعلیم سے مشرف فرمایا جاتا ہے ان کو کسی قسم کی تعلیمی خط و کتابت کی اجازت نہیں البتہ محض طلب دعا اور دریافت خیریت کے لئے خط لکھنے کی اجازت عطا فرما دیجاتی ہے۔

یہ معاملہ تو ان حضرات کے متعلق مذکور ہوا۔ جو بیعت بلا تعلیم چاہتے ہیں اور جو حضرات مذکورہ بالا پرچہ شرائط کے بلکہ تعلیم بلا بیعت کے خواستگار ہوتے ہیں حضرت والا ان کی خوش فہمی پر مسرور ہوتے ہیں کہ انھوں نے محض بیعت پر محض تعلیم کو جو اصل مقصود ہے ترجیح دی اور ان کو تعلیمی خط و کتابت کی اجازت مرحمت فرمائی جاتی ہے لیکن اگر وہ دوران خط و کتابت میں فہم و فکر سے کام نہیں لیتے اور بے اصول باتیں لکھ لکھ کر اذیت پہونچانے لگتے ہیں اور ان سے

جلدی مناسبت پیدا ہونیکی توقع نہیں رہتی تو پھر جانبین کی مصلحت کی بنا پر ان کو بھی اپنے کسی خلیفۂ مجاز سے تعلیم حاصل کرنے کی ہدایت فرمادی جاتی ہے اور یہ بھی تحریر فرمادیا جاتا ہے کہ اگر مجھ سے کسی ایسے خلیفہ کا پتہ پوچھا جائیگا تو میں بتادوں گا چنانچہ جب وہ پوچھتا ہے تو پتہ بھی بتادیا جاتا ہے بے پوچھے اور بطور خود نہیں بتاتے تاکہ اس معلم کی بوقعتی نہ ہو۔ اور اسی امر میں نہیں بلکہ ہر امر میں حضرت والا کو اسکا بہت ہی زیادہ اہتمام رہتا ہے کہ طریق کی اور مطلوب کی وقعت میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آنے پائے۔ جب تک طالب میں طلب صادق نہیں پاتے اسکو منہ بھی نہیں لگاتے۔

غرض اگر کوئی تعلیمی خط وکتابت کے دوران میں ایذائیں پہونچاتا ہے تو اسکی تعلیم کسی اپنے خلیفۂ مجاز کے سپرد فرمادی جاتی ہے اور اسکی اکثر یہ ترتیب ہوتی ہے کہ اول سخت سخت تنبیہات کی جاتی ہیں جب اسکا اثر نہیں ہوتا تو خط بھیجنے کی ممانعت فرمادی جاتی ہے پھر وہ بلا واسطہ یا بواسطہ معافی چاہتا ہے اور اکثر بواسطہ ہی معافی کے بارہ میں تحریر یا تقریر کی اجازت ملتی ہے کیونکہ طالب معافی میں بھی بکثرت بے عنوانیوں کا صادر ہوتا ہے جو واسطہ نہ ہونے کی صورت میں پہلے سے بھی زیادہ تکدر بڑھ جانے کی موجب ہوجاتی ہیں۔ لیکن واسطہ کو صرف سفیر بننے کی اجازت ہوتی ہے نہ کہ وکیل بننے کی اور اسکو اسکی سخت ممانعت ہوتی ہے کہ ذی واسطہ کو کوئی مشورہ دیا جائے یا اسکی سفارش کیجائے۔ اور اگر کوئی واسطہ اسکے خلاف کرتا ہے تو وہ خود مورد عتاب ہوجاتا ہے اور پھر طالب کو کوئی دوسرا واسطہ تلاش کرنا پڑتا ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت والا کے ان اصول سے سب پاس رہنے والے اچھی طرح واقف ہیں کسیکو خلاف ورزی کی جرأت نہیں ہوتی۔

غرض جن طالبین سے یہ توقع نہیں ہوتی کہ وہ خط وکتابت میں آیندہ اذیت نہ پہونچائیں گے۔ ان کو حضرت والا معافی تو عطا فرمادیتے ہیں لیکن اس شرط پر کہ مجھ سے تعلیم حاصل کرنے کا تعلق نہ رکھا جائے۔ مگر اس حالت میں بھی از راہ خیر خواہی یہ تحریر فرمادیتے ہیں کہ اصلاح کرانا بہر حال ضروری ہے اگر مجھ سے دوسرے مصلح کا پتہ پوچھا جائے گا تو میں بتادونگا۔ چنانچہ جب وہ پتہ پوچھتا ہے تو بتادیتے ہیں اور اگر طالب اپنا میلان کسی خاص مصلح کی جانب ظاہر کرتا ہے۔ تو اکثر اسی کو تجویز فرمادیتے ہیں۔ ورنہ خود جسکو مناسب خیال فرماتے ہیں تجویز فرمادیتے ہیں اور اس تجویز میں بعض اوقات قرب وطن یا دیگر مناسبات کا بھی لحاظ فرمالیتے ہیں ایسے صاحبان کو بھی جنکو ایذادہی کی بنا پر دوسروں کے سپرد فرمادیا جاتا ہے اگر وہ محض طلب دعا اور دریافت خیریت کے لئے خط بھیجنے کی اجازت چاہتے ہیں تو اجازت مرحمت فرمادیجاتی ہے لیکن انسے ایک خاص مسودہ لکھوا کر بعد منظوری اسپر ... جاتے ہیں اور ارشاد فرمادیا جاتا ہے کہ بس اسی کی لفظ بلفظ نقل بھیجی جایا کرے ... اور اس مسودہ کو بھی ہر بار ہمراہ بھیجا جائے۔ تاکہ مقابلہ کیا جاسکے اھ

یہ قید اسلئے لگائی گئی کہ بعضوں نے طلب دعا اور دریافت خیریت کے ضمن میں ... ایسے مضامین لکھ دئے

جن سے اذیت ہوئی۔

غرض ماشاءاللہ تعالیٰ حضرت والا کی جو بات بھی ہے نہایت باضابطہ اور بااصول ہے لیکن یہ بھی بارہا فرمایا کہ مجھے انتظامات کا خواہ مخواہ شوق نہیں ہے بلکہ مجھے تو ان قصوں سے وحشت ہے کیونکہ میری طبیعت فطری طور پر بہت آزاد ہے مگر جہاں ضرورت ہو اور بدون انتظامات کے کام ہی نہ چلے وہاں منتظم ہونا ہی پڑتا ہے اور وہاں منتظم ہونا ضروری ہے بلکہ جہاں ضرورت ہو وہاں تو انتظامات میں مجھے بجائے وحشت کے نہایت مسرت اور دلچسپی ہوتی ہے اور میں نے یہ قواعد سوچ سوچ کر بلا ضرورت پہلے سے تجویز نہیں کئے بلکہ جیسے جیسے معاملات آگے پیش آتے گئے اور انکی بنا پر جیسی جیسی ضرورت پیش آتی گئی قواعد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ باقی خدانکردہ مجھکو کوئی شوق تھوڑا ہی ہے خواہ مخواہ قواعد بنانے کا اور لوگوں کو تنگی میں ڈالنے کا نعوذ باللہ بلکہ واللہ مجھے بعض ضابطے کے قواعد تجویز کرتے وقت نہایت شرم آئی کہ یہ کیا واہیات عدالتوں کے سے ضابطے ہیں لیکن کیا کروں ضرورت نے مجبور کر دیا۔

میرا مقصود ان قواعد سے صرف یہ ہے کہ نہ مجھے کوئی اذیت ہو نہ دوسروں کا کوئی کام اٹکے۔ ورنہ اگر یہ قواعد نہ ہوتے تو بڑی گڑبڑ رہتی نہ مجھی کو راحت ملتی نہ لوگوں ہی کے کام بنتے اب تو بفضلہ تعالیٰ دونوں کی مصلحتیں پوری ہو رہی ہیں۔ میرے قواعد اپنی ذات میں تو بالکل سہل ہیں البتہ میں انکی پابندی خود بھی سختی سے کرتا ہوں اور دوسروں سے بھی انکی پابندی سختی سے کراتا ہوں۔ بس اس پابندی ہی سے لوگ گھبراتے ہیں حالانکہ بلا تشبیہ شرائع کا بھی یہی حال ہے کہ وہ اپنی ذات میں تو بالکل سہل ہیں چنانچہ نصوص صریحہ سے انکا سہل ہونا ثابت ہے خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر و ما جعل علیکم فی الدین من حرج اور حدیث میں ہے الدین یسر لیکن انکی پابندی سختی سے کرائی جاتی ہے اور انکے ترک پر سخت سخت وعیدیں ہیں چنانچہ نماز اپنے ارکان و شروط کے لحاظ سے بہت سہل عمل ہے۔ اور معذوری کی حالت میں اس کے اندر اور بھی زیادہ سہولتیں رکھ دی گئی ہیں لیکن اسکی پابندی بہت سختی کے ساتھ کرائی گئی ہے اور اسکے ترک پر دنیا و آخرت میں سخت سخت وعیدیں اور سزائیں مقرر ہیں۔ دنیا میں تو بعض ائمہ نے ترک نماز پر سزائے قتل تک کا فتویٰ دیا ہے اور بعض نے حبس دوام کا اور آخرت میں فرعون و ہامان کے ساتھ دوزخ میں جانے کی وعید وارد ہے۔ غرض اس قانون کو ہرگز سخت نہیں کہہ سکتے جو اپنی ذات میں تو سہل ہو لیکن اسکی پابندی سختی سے کرائی جائے اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ یہ مضمون اسی باب میں حضرت والا کے طرز سیاست کے بیان میں بھی بتفصیل بیان کیا جا چکا ہے۔

(نمبر ۲) حضرت والا [illegible] ہرگز گوارا نہیں فرماتے کہ قلب میں کسی قسم کا حجاب ہو۔ خواہ اختلاف طبائع

کے سبب سے خواہ اختلاف مسلک کے سبب سے خواہ کسی خاص نوعیت کی وجاہت کے سبب۔ چنانچہ اختلاف طبائع کی بنا پر تو آئے دن بیعت سے انکار فرماتے رہتے ہیں بلکہ تعلیم و تلقین بھی دوسروں کے سپرد فرما دیتے ہیں جیسا نمبرا میں ابھی بتفصیل مذکور ہوا کیونکہ حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے بالطبع نہایت لطیف المزاج اور ذکی الحس پیدا فرمایا ہے اور ذکر و فکر نے اس فطری لطافت اور ذکاوت حس کو اور بھی چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اسلئے طالبین کا ذرا سا بیڈھنگا پن بھی نہایت ایذا دہ ہوتا ہے مگر وہی بیڈھنگا پن جو بیفکری اور قلت اہتمام و قلت ادب طریق سے ناشی ہو ورنہ بہت سے دیہاتی آ آکر حضرت والا سے گنوار پنے کی باتیں کیا کرتے ہیں اور حضرت والا بجائے ناخوش ہونے کے انکی باتوں سے بہت لطف اندوز ہوا کرتے ہیں اور اکثر انکی بے تکلفی اور سادگی کے واقعات کو نہایت لطافت لیے لے کر بعد کو بھی بیان فرمایا کرتے ہیں۔

ادھر تو حضرت والا کی اس درجہ لطافت مزاج اور ذکاوت حس اور ادھر آجکل کی عام طبائع میں انتہا درجہ کی بے انتظامی اور بے اصولی بمصداق قول حضرت

آگہی خیر ہو مجذوب میخانہ میں آپہنچا ہے قدح کش لاابالی جام نازک نازنیں ساقی

اور غالباً بضرورت اصلاح عامۃ الناس ہی اللہ تعالیٰ نے ایسا مصلح مناسب زمانہ اس صدی میں پیدا فرمایا ہے۔ لہذا ابتداءً حضرت والا کو بہت ہی کم طالبین سے موافقت اور مناسبت ہوتی ہے اور زیادہ تر اسی وجہ سے اکثر حضرت والا بیعت اور تعلیم و تلقین میں تامل اور تاخیر فرماتے ہیں۔ بالخصوص بیعت تو اسوقت تک فرماتے ہی نہیں جب تک ہر طرح کا اطمینان نہ ہو جائے اور مناسبت کے متعلق پورا شرح صدر نہ ہو جائے۔

کل ہی کی مجلس میں اپنے طرز سیاست کے متعلق فرما رہے تھے کہ جو لوگ بوجہ عدم مناسبت کے ایذا دینے کا سبب انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر کیوں نہ بھگا دوں۔ مجھے ویسے بھی تو دھونی دے دے کر بھگایا جاتا ہے۔ اگر ان کو حضرت نہ بھگایا جائے تو وہ تو جمع ہو کر پریشان کر ڈالیں۔ اسپر ایک اہل خصوصیت اور بے تکلف اہل علم نے عرض کیا کہ حضرت ان کو برا رہنے ہی کیوں دیا جائے انکی اصلاح فرما کر ان کو اچھا ہی کیوں نہ بنا دیا جائے۔ فرمایا کہ حضرت ہر شخص کو ہر شخص اچھا نہیں بنا سکتا اصلاح کا دارومدار ہے مناسبت پر۔ ممکن ہے ایک شخص کو مجھ سے مناسبت نہ ہو اور دوسرے سے مناسبت ہو لہذا ہر شخص کو اپنی اصلاح کے لئے اسی کے پاس جانا چاہیئے جس سے مناسبت ہو لیکن وہ ہو محقق۔ اھ

اسپر حضرت والا کا ایک پرانا ملفوظ حسن العزیز سے نقل کیا جاتا ہے۔

بزرگوں کی مختلف شانوں کا ذکر تھا اس پر کسی نے پوچھا کیا بزرگی بھی مختلف ہوتی ہے فرمایا کہ بزرگی خود مختلف چیز نہیں البتہ امور طبعیہ جو پیدائشی ہیں جیسے تیزی نرمی وغیرہ وہ بعض شخص پر اس دوام سے ان امور طبعی بعض

جو پیدائشی اخلاق ہیں اُن سے بزرگوں کی شانیں مختلف ہوجاتی ہیں۔ اھ

اپنے طرزِ سیاست ہی کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اپنے اور حضرات کا تو یہ طرز نہ تھا میں نے کہا کہ یہ بات تو حضرت عمرؓ کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے کہ حد خمر نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی نہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے زمانہ میں تھی صرف تعزیر تھی حضرت عمرؓ نے بجائے تعزیر کے یہ حد کیوں مقرر کردی۔ بس جو وہاں جواب ہے وہی یہاں بھی ہے یعنی پہلے طبائع میں سلامتی تھی اسلئے واقعات میں قلت تھی لہٰذا صرف تعزیر کافی تھی حد مقرر کرنیکی ضرورت نہ تھی۔ بعد کو طبائع کا رنگ بدل گیا۔ اور واقعات زیادہ ہونے لگے۔ اسلئے حد مقرر کرنیکی ضرورت واقع ہوئی۔ تو جو فاروق نے کیا وہی ایک فاروقی نے بھی کیا۔ اھ

غرض حضرت والا جو بعض کو کچھ دن کے لئے اور بعض کو ہمیشہ کے لئے اپنے خلفائے مجازین کے سپرد فرمادیتے ہیں اُسکی وجہ عدم مناسبت طبائع ہی ہے کیونکہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جن باتوں کو عموماً ہلکا سمجھا جاتا ہے وہ مجھکو تو بہت ناگوار ہوتی ہیں۔ کیونکہ میری نظر فوراً اُسکے مناشی اور آثار پر پہونچ جاتی ہے مثلاً قلت تدبر قلت اہتمام قلت طلب وغیرہ پر۔ لیکن اوروں کو بوجہ خصوصیت طبائع عموماً اتنی ناگوار نہیں ہوتیں۔ یا ممکن ہے ناگوار ہوتی ہوں لیکن چونکہ اور جگہ التزام کے ساتھ یہ کام نہیں ہوتا دیگر حضرات اور بڑے بڑے کاموں میں مشغول ہیں اسلئے ممکن ہے وہاں ایسے واقعات کم ہوتے ہوں اور کبھی کبھار کی ناگواری کا تحمل کرلیا جاتا ہو۔ اھ

غرض طالبین کی بھی مصلحت اسی میں ہے کہ ان کو سلیقہ آنے تک کے لئے دوسروں کے سپرد کردیا جائے جب حضرت والا نے بعض نووارد طالبین کو اُنکی بے تمیزیوں پر زجر و توبیخ فرمائی تو اُنھوں نے بطور عذر کے یہ عرض کیا کہ حضرت ہم تمیز سیکھنے اور اپنی اصلاح کرانے ہی کے لئے تو حاضر خدمت ہوئے ہیں اگر ہم میں تمیز نہیں ہے تو اس عیب کی بھی حضرت ہی اصلاح فرمائیں اور ہمکو تمیز سکھائیں۔ اھ

اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ یوں تو اصلاح کے بہت سے شعبے ہیں میں کن کن باتوں کی اصلاح کروں گا کل کو حوض پر پاجامہ کھول کر بیٹھ جانا اور کہنا کہ آؤ مجھے آبدست لینا بھی سکھاؤ۔ میرے ذمہ ساری باتوں کی اصلاح نہیں ہے بلکہ صرف انھیں باتوں کی ہے جو تمھاری سمجھ سے باہر ہوں اور ایسی باریک ہوں کہ سوچنے سے بھی سمجھ میں نہ آویں۔ یہ موٹی موٹی باتیں سلیقہ اور تمیز کی اور دوسروں کو اذیت سے بچانے کی تو ایسی ہیں کہ اگر ذرا غور و فکر سے کام لیا جائے تو نہایت سہولت سے ذہن میں آسکتی ہیں ایسی باتوں کی تو گھر سے سیکھ کر آنا چاہئیے۔ میں ایسی باتیں کہاں تک سکھاؤں گا۔ اور اگر اسمیں ایسی ہی وسعت کی جائے تو اصل مقصود کی تعلیم کی نوبت ہی نہ آئے انھیں تعلیموں میں سب وقت صرف ہوجائے۔ اھ

یہ تو معلم اور متعلم کے اختلاف طبائع کی صورت کا ذکر تھا اور اختلاف مسالک کی صورت میں بھی جب تک

حضرت والا عقائد و اعمال کے متعلق معاملہ بالکل صاف نہیں فرما لیتے بیعت یا تعلیم و تربیت کا تعلق نہیں قائم فرماتے تاکہ آئندہ چلکر کوئی بے لطفی یا غلط فہمی نہ ہو۔ چنانچہ متعدد مواقع ایسے آئے اور آتے رہتے ہیں کہ حضرت والا سے اہل بدعت اہل حدیث اہل قرآن بلکہ قادیانیوں اور ہندوؤں تک نے رجوع کیا بعض نے حاضر ہوکر بعض نے بذریعہ خطوط کے بعض نے اہل حق کے خیالات شبہات رفع کرنے کی غرض سے بعض نے تعلیم طریقت حاصل کرنیکے قصد سے لیکن حضرت والا نے انسے اول ہی موقع پر اپنا مسلک صاف صاف ظاہر فرما دیا اور اظہار حق میں ذرا تامل نہ فرمایا اور اگر یہاں کسی غیر مسلم نے تعلیم طریقت کی درخواست کی تو اسکے لئے اسلام کا شرط اولین ہونا بھی نہایت واضح مگر لطیف اور مہذب عنوان سے بلا ادنیٰ دل آزاری کے ظاہر فرما دیا۔

چنانچہ ایک مولوی صاحب جو ایک غالی بدعتی پیر سے بیعت تھے اپنے پیر سابق کے انتقال کے بعد حضرت والا کی خدمت میں بغرض قیام خانقاہ حاضر ہوئے۔ یہ سب حالات معلوم فرما کر حضرت والا نے اُن سے صاف صاف فرمایا کہ مولانا اگر یہ سب امور پیشتر خط سے طے ہو جاتے تو بہتر تھا اسلئے کہ ایک جزو آپ یہاں بہت وحشتناک دیکھیں گے وہ یہ کہ آپ کے سابق پیر کے مسلک اور ہمارے مسلک میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہاں تک کہ وہ ہمیں کافر کہتے تھے اگر آپ نے ان کو محقق سمجھا تو ہمکو وہ کافر سمجھیں اُس سے آپ دین کی اصلاح کی کیوں توقع رکھیں اور ہمیں کافر سمجھا تو انھیں گمراہ سمجھنا پڑیگا۔ کیونکہ جو مسلمان کو کافر سمجھے وہ کیا گمراہ بھی نہیں لیکن انھیں گمراہ جاننا آپ کو شاق ہوگا اور یہ جو آپ چاہیں کہ من وجہ انھیں حق پر سمجھیں اور من وجہ ہمیں تو اس سے اس طریق میں کام نہیں چلتا اسی واسطے تو میں کہتا ہوں کہ ان باتوں کو پہلے خطوط سے طے کرلینا چاہیے تھا اب آپ مشکل میں پڑ گئے کیونکہ اتنی دور کا سفر کرکے آئے ہیں لوٹ جانا بھی شاق ہوگا اور اگر رہے تو ایسے شخص سے جسکو اپنا معتقد فیہ کافر کہتا ہو آپ کو کیا نفع ہوسکتا ہے الخ (ملفوظ از حسن العزیز جلد اول ملخصاً)

غرض حضرت والا نے سب باتیں صاف صاف فرما دیں اور یہ محض اسوجہ سے کہ انھوں نے حضرت والا سے تعلیم و تلقین کا تعلق پیدا کرنا چاہا تھا جسمیں قلوب کے اندر ادنیٰ حجاب ہونا بھی حاجب عن المقصود ہو جاتا ہے ورنہ حضرت والا کسی گمراہ سے گمراہ معتقد فیہ کے متعلق بلا ضرورت شرعیہ ایک حرف بھی زبان پر نہیں لاتے اور بلا وجہ کسی کی دل آزاری کو نہایت ناپسند [illegible] سمجھتے ہیں اور اتنی احتیاط بھی اسلئے فرمائی کہ انکے معتقد فیہ اسدرجہ غالی تھے کہ اپنے مخالفین مسلک [illegible] کو نعوذ باللہ کافر کہتے تھے اور ان بزرگوں کا صرف [illegible] میں غلو نہ تھا ان کے [illegible] انکے انتقال کے بعد حضرت والا نے نہایت [illegible] اپنے زیر تربیت لے لیا اور وہ اب حضرت والا ہی کے ہم مشرب ہوکر برابر مستفیض ہو رہے ہیں یہاں تک کہ ان [illegible] بعض خلیفہ مجاز بھی ہو گئے ہیں۔

ایک ایسے ہی بزرگ کے صاحبزادے نے حضرت والا سے تربیت باطنی کی استدعا کی تو انکا پورا احترام ملحوظ رکھا گیا مگر اپنے مسلک کی جانب بھی انکی توجہ منعطف کرادی اور خدمت سے بھی انکار نہیں فرمایا چنانچہ جواب تحریر فرمایا کہ اپنی تربیت کی ضرورت کی طرف توجہ سے کہ واقع میں ایک تشخیص ہے بیحد مسرت ہوئی مگر اسکا جو طریق تجویز فرمایا ہے کہ مشابہ ہے تجویز طبی کے اس سے ایک خاص خجلت ہوئی جو اس مسرت تشخیص کے مقاوم ہو گئی۔ میں کیا چیز ہوں کہ ایسی عظیم خدمت کی جرأت کروں لیکن اسکے ساتھ ہی اس سے زیادہ خجلت ہوتی ہے کہ انکار نہ کروں نیز اسوقت مشائخ کے طبقہ میں علم و عمل و حال و توجہ مطلوب کی کمی عام ہے انکی طرف متوجہ کرنے میں احتمال ضرر بھی ہے جسکو وہی تعلق گوارا نہیں کرنے دیتا۔ اس کشمکش سے نکلنے اور نکالنے کے لئے بین بین صورت یہ ذہن میں آتی ہے کہ آپ چند روز مجھ سے خدمت لیں۔ اگر وہ خدمت نافع معلوم ہو اسکو مستقل کر دیا جاوے ورنہ کسی دوسری طرف توجہ فرمائی جاوے نیز خدمت لینے کے قبل اسپر بھی نظر ثانی کر لی جاوے کہ مجکو عقائد اور اخلاق میں بدنام بھی کیا گیا ہے۔ والسلام۔

اسی طرح حضرت والا غیر متشدد اور غیر متعصب غیر مقلدین کو بھی انکی درخواست پر اپنے زیر تربیت لے لیتے ہیں بلکہ بعض کو ان کے اصرار و اشتیاق پر داخل سلسلہ بھی فرما لیا ہے اور عدم تشدد و عدم تعصب کا معیار یہ قرار دے رکھا ہے کہ جب ان میں سے کوئی صاحب بیعت یا استفاضہ کا تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں تو اول یہ استفسار فرماتے ہیں کہ آپ تقلید ائمہ مجتہدین کو جائز سمجھتے ہیں یا ناجائز اگر وہ کہتے ہیں کہ جائز سمجھتے ہیں تو پھر دریافت فرماتے ہیں کہ تقلید کرنے والوں کو کیا سمجھتے ہیں اور اگر وہ کہتے ہیں کہ ناجائز سمجھتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ میں تو اسکا مرتکب ہوں پھر جب آپ کے نزدیک میں ناجائز کا مرتکب ہوں تو مجھ سے بیعت ہونا یا نفع دینی حاصل کرنا کہاں جائز ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ایک اہل حدیث کا خط آیا جسمیں یہ درخواست تھی کہ مجھ نابینا کی رہبری فرمائی جاوے۔ حضرت والا نے جواب ارقام فرمایا کہ آپ تقلید کو جائز سمجھتے ہیں یا ناجائز اگر ناجائز سمجھتے ہیں اور میں اسکو جائز بلکہ ایک درجہ میں واجب سمجھتا ہوں تو اس صورت میں آپ کے اعتقاد میں آپ سے زیادہ نابینا ہوں تو نابینا کو نابینا کیا راستہ دکھائیگا اور اگر آپ اسکو جائز سمجھتے ہیں تو ناجائز سمجھنے والوں کو کیا سمجھتے ہیں اول اسکا فیصلہ ہونا چاہیئے انتہیٰ

غرض اگر حسب ارشاد حضرت والا کوئی طالب گو اہل حدیث ہو لیکن تقلید کو حرام نہ سمجھتا ہو اور حضرات فقہاء کی شان میں بدزبانی اور بدگمانی نہ کرتا ہو تو پھر حضرت والا اسکی تعلیم و تلقین سے بلکہ داخل سلسلہ کرنے سے بھی انکار نہیں فرماتے۔ چنانچہ ایسے متعدد اہل حدیث صاحبان حضرت والا سے مدتوں سے تعلق رکھتے ہیں ... اگر بعض نے حضرت والا سے تعلق پیدا کر لینے کے بعد بطور خود اپنا قدیم مسلک چھوڑ کر تقلید ہی کو اختیار کر لیا ... سے کبھی اشارۃً یا کنایۃً بھی ان کو ایسا کرنے کا ایما نہیں فرمایا نہ مشورہ دیا بلکہ ایک اہل حدیث صاحب

حاضر خانقاہ ہوئے تھے نماز جہری میں آمین بالجہر نہیں کہی تو حضرت والا کو شبہ ہوا کہ شاید ہم لوگوں کے خیال سے ایسا نہیں کیا چنانچہ جن صاحب کے ساتھ وہ تشریف لائے تھے اُن سے فرمایا کہ اگر ہم لوگوں کے خیال سے انہوں نے آمین پکار کر نہیں کہی تو اُن کو مطمئن کر دیجئے گا کہ یہاں اُنکو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ آزادی سے اپنے مسلک پر رہیں تنگی برداشت نہ کریں۔ اھ۔ اس پر ان صاحب نے کہا کہ نہیں اُنکی اپنے یہاں بھی یہی عادت ہے کہ کبھی آمین پکار کر کہتے ہیں کبھی آہستہ۔

غرض حضرت والا ایسے امور میں ہرگز تنگی نہیں فرماتے بلکہ فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کوئی اہل حدیث تقلید کو حرام نہ سمجھے اور بزرگوں کی شان میں بدزبانی اور بدگمانی نہ کرے تو خیر یہ بھی بعض سلف کا مسلک رہا ہے اس میں بھی میں تنگی نہیں کرتا اس دل کا پوری طرح ملنا نہ ملنا اور بات ہے اھ

بعض قادیانیوں اور آریوں نے اپنے شبہات کے ازالہ کا خیال ظاہر کر کے قیام کی اجازت چاہی تو ان کو اجازت قیام بھی عطا فرما دی لیکن جب اُنکے اغراض فاسدہ کا علم ہوا کہ باہر جا جا کر اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں تو پھر بلا رو رعایت انکا فوراً اخراج فرما دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت والا کی وہی شان ہے جو ایک محقق کی ہونی چاہئے کہ نہ افراط ہے نہ تفریط نہ بیجا وسعت نہ بیجا تنگی۔ بس ہر امر میں اعتدال ہے اور یہی حقیقت ہے صراط مستقیم کی۔

اختلاف طبائع اور اختلاف مشرب رکھنے والوں کے ساتھ جو حیثیت اور مذہبیت کے متعلق [illegible] اسکا تو ذکر ہو چکا اب اہل وجاہت خاصہ کے ساتھ جو ان امور میں معاملہ فرمایا جاتا ہے اسکو کسی قدر [illegible] جو طول ہوتا چلا جا رہا ہے انشاء اللہ ختم کر دیا جائیگا۔

حضرت والا ان اہل وجاہت سے جن سے دل اتنا کھلا ہوا نہ ہو کہ بے تکلف ان کی [illegible] پر تنبیہ فرما سکیں خصوصی تعلقات نہیں قائم فرماتے چنانچہ بعض والیان ریاست [illegible] حضرت والا نے خصوصی تعلقات [illegible] کے ساتھ۔

حضرت والا اسکی یہ وجہ بیان فرمایا کرتے ہیں کہ [illegible] جب تک اپنے دل کو اس سے اتنا کھلا ہوا نہ پائے [illegible] کہہ سکے کہ آپ کی یہ حرکت [illegible] فائدہ ہی کیا پہنچ سکتا ہے اھ

ایک اہل وجاہت صاحب [illegible]

کریں۔ فرمایا کہ یہ تو انھیں کے اختیار کی بات ہے وہ برتاؤ ایسا کریں کہ ان سے اتنا دل کھل جائے کہ جو چاہیں کہہ سکیں چنانچہ تجربہ ہے کہ برتاؤ سے دل کھل جاتا ہے۔ اھ

اسپر حضرت والا کا ایک اور ملفوظ یاد آیا۔ فرمایا کرتے ہیں کہ بعض درویش اُمراء اور اہل وجاہت کیساتھ خواہ مخواہ خشونت کا برتاؤ کرتے ہیں لیکن ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ اسکو ناپسند فرماتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ بلاوجہ ایسا برتاؤ کرنا تکبّر ہے لہذا اس معاملہ میں میرا (یعنی حضرت والا کا) یہ معمول ہے کہ میں اُنکے ساتھ نہ تو تملق کا برتاؤ کرتا ہوں نہ اہانت کا بلکہ متوسط درجہ کا برتاؤ کرتا ہوں جسمیں اُنکی امتیازی شان اور حفظ مراتب کی بھی رعایت ہوتی ہے کیونکہ جس برتاؤ کے وہ عادی ہوتے ہیں اور عام طور سے متوقع رہتے ہیں اسکا بھی بقدر ضرورت لحاظ رکھنا ضروری ہے تاکہ دلشکنی نہ ہو لیکن اگر انکی طرف سے کوئی برتاؤ نازیبا ہوتا ہے بالخصوص ایسا برتاؤ جس سے اہل دین کا استخفاف مترشح ہو تو پھر میں انکی بالکل رعایت نہیں کرتا۔ اھ

بعض خاص اہل امتیاز و وجاہت نے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت والا نے قبل بیعت معاملات کو صاف صاف مگر نہایت لطافت و متانت اور تہذیب و شائستگی کے ساتھ تحریر فرما دیا۔ چنانچہ ایک پولیس کے افسر نے جو اس زمانہ میں ناصر نتھانہ بھون ہی میں تعینات تھے۔ بغایت عقیدت بیعت کی زبانی درخواست کی چونکہ اہل معیت وجاہت سے اُمور کی طرف انکی توجہ منعطف کرنی تھی اور معاملہ صاف کرنا تھا اسلئے حضرت والا نے انکی درخواست کے متعلق کچھ زبانی کہنے کے بجائے اسوقت صرف یہ فرمادیا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اُسکے متعلق آپکے پاس کچھ لکھکر بھیجونگا۔ پھر حضرت والا نے انکے پاس حسب ذیل تحریر بھیجدی۔

آپ نے اپنی محبت سے جو خدمت بیعت لینا چاہا ہے اگرچہ میں اُسکا اہل نہیں مگر احباب کی خدمت سے انکار بھی نہیں لیکن چونکہ آپ سے دلی خلوص اور بے تکلفی ہے اسلئے خیرخواہی سے ذیل کے نمبروں کو آپکی نظر میں لانا چاہتا ہوں تاکہ بصیرت سے رائے قائم فرماسکیں کسی مغالطہ کا احتمال نہ رہے۔ پھر جو رائے قائم فرمائی جاویگی میں اسکا اتباع کرنے کو تیار رہوں۔

نمبرا۔ میں ایک مسکین طالب علم ہوں۔ اس زمانہ میں جن چیزوں کو درویشی کے لوازم میں سے سمجھا جاتا ہے جیسے محفل میلاد شریف، عرس، گیارھویں، نیاز، فاتحہ، قوالی و مثل ذلک۔ میں ان سب سے محروم ہوں اور اپنے دوستوں کو بھی ان سے بچنے کا طریقہ پر رہنا پسند کرتا ہوں۔

نمبر ۲۔ میں نہ صاحب کشف ہوں نہ صاحب کرامت نہ صاحب تصرف نہ عامل اللہ و رسول کے احکام پر مطلع کرتا رہتا ہوں۔

نمبر ۳۔ میں درویشوں کی کسی قسم کا تکلف نہیں کرتا۔ اپنی حالت چھپاتا ہوں۔ نہ اپنی کوئی تعلیم نہ

کوئی مشورہ امور دنیویہ کا۔ عمل کرنے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ عمل کرتا ہوا دیکھ کر خوش اور عمل سے دور دیکھ کر رنجیدہ ہوتا ہوں۔

نمبر۴۔ میں کسی سے نہ کوئی فرمائش کرتا ہوں نہ کسی کی سفارش۔ اسی لئے بعض اہل الرائے مجکو خشک کہتے ہیں۔ میرا مذاق یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کی رعایت سے کوئی اذیت نہ دوں خواہ حرفی ہی اذیت ہو۔

نمبر۵۔ سب سے زیادہ اہتمام مجکو اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے اس امر کا ہے کہ کسی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہونچائی جاوے خواہ بدنی ہو جیسے مار پیٹ خواہ مالی ہو جیسے کسی کا حق مار لینا یا ناحق کوئی چیز لے لینا خواہ آبرو کے متعلق ہو جیسے کسی کی تحقیر کسی کی غیبت خواہ نفسانی ہو جیسے کسی کو کسی تشویش میں ڈالدینا یا کوئی ناگوار معاملہ کرنا اور اگر غلطی سے کوئی بات ایسی ہو جاوے تو معافی چاہنے سے عار نہ کرنا۔

نمبر۶۔ نمبر۵ کا مجکو اسقدر اہتمام ہے کہ کسی کی وضع خلاف شرع دیکھ کر اسقدر شکایت نہیں ہوتی جتنی [illegible] کوتاہی دیکھ کر صدمہ بے حد ہوتا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سے نجات دے۔ یہ تو میرا ذاتی کچا چٹھا تھا۔ اب بعض مصالح آں مکرم کے متعلق ہیں وہ زیادہ قابل غور ہیں۔

نمبر۷۔ اگر کوئی امر آپ سے کسی کی مرضی کے خلاف ہو گیا جیسا انتظامی امور میں [illegible] شرعی نہ ہوا اعتراض کا موقع ملیگا کہ سلسلۂ طریقت میں داخل ہو کر خلاف شریعت کیا [illegible] مجکو بھی بدنام کرینگے کہ منع نہیں کیا۔

نمبر۸۔ مجھ سے بعض لوگ سفارش کی درخواست کیا کرتے ہیں تو [illegible] کے موافق نہ [illegible] سے مجکو تو بدنام کریں ہی گے مگر اسکے بعد یہ کریں گے کہ آپ کو توجہ دلائیں گے کہ اپنے تعلق [illegible] آپ پر دباؤ ڈال کر اپنے موافق کارروائی کی درخواست کریں گے اس سے آپ کو تنگی ہوگی اور [illegible] کرنے سے اعتراض کریں گے۔ ان سب امور میں غور فرمانے کے قابل [illegible] ہے کہ [illegible] مجکو امثال میں قرار دیا جائے۔ اگر [illegible] [illegible] اگر کوئی خطرہ [illegible] ایسا [illegible] ہے کہ کسی [illegible] معروض ہیں۔

نمبر۹۔ [illegible] بدگمان نہیں [illegible] اپنے [illegible]
جو کچھ مثلاً کسی [illegible] سے [illegible]
مگر جب منصب سے [illegible] کوئی [illegible]
سب [illegible] سے [illegible] منصب [illegible]

Marfat.com

نمبر ۱۔ یا کسی مستحق سزا مسلمان کا چالان وغیرہ کیا گیا یا کسی ہندو کو کسی ظالم مسلمان سے بچایا گیا تو اسوقت کوئی کم فہم مسلمان یہ اعتراض کریگا کہ داخل سلسلہ ہو کر بھی مسلمان کی حمایت نہ کی یا ہندو کی حمایت کی اس قسم کی تنگیاں پیش آسکتی ہیں۔ اور اس سے سالم رہنے کے وہی تین طریقے ہیں جو حرف الف اور ب اور ج میں عرض کئے ہیں اور یہ خدانہ کرے انکار نہیں خیرخواہی و انجام اندیشی کی بنا پر مشورہ ہے اس کے بعد اپر ختم ہے

سپردم بتو مایۂ خویش را		تو دانی حساب کم و بیش را	

والسلام انتہی بلفظہ ۶ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۵ فروری ۱۹۳۴ء

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ حضرت والا نے اپنا مسلک بھی صاف صاف ظاہر فرما دیا اور نہایت لطیف اور غیر دل آزار پیرایہ میں سائلے اصلاح طلب امور سے بھی آگاہ فرما دیا۔

(۳) حضرت والا مریضوں کو بوجہ ترحم اور مستورات کو اسوجہ سے کہ وہ ذی رائے نہیں ہوتیں بیعت فرمالینے میں تنگی نہیں فرماتے لیکن بہت سی مصالح کی بنا پر مستورات کا محض اس غرض کے لئے تھانہ بھون آنا بہت ناپسند فرماتے ہیں کیونکہ بعض عورتیں سفر میں نمازیں قضا کر دیتی ہیں اور پردہ کا بھی اہتمام مشکل ہوتا ہے پھر عورتوں کا ہجوم بھی خلاف مصلحت ہے۔ لہذا حضرت والا اکثر یہ ارشاد فرما کر بے بیعت فرمائے ہی واپس فرما دیتے ہیں کہ یہ کام تو خط کے ذریعہ سے بھی ہو سکتا تھا۔ اب بھی اگر جی چاہے واپس ہو کر خط ہی کے ذریعہ سے درخواست کرنا جو مناسب ہوگا وہ جواب دیا جائیگا اھ

بلا بیعت واپس فرما دینے میں یہ بھی مصلحت ہے کہ اس معمول کی عام طور پر شہرت ہو جائے اور آگے کو یہ سلسلہ نہ چلے۔

(۴) حضرت والا مستورات کو اسوقت تک بیعت نہیں فرماتے جب تک وہ اپنے شوہروں کے یا بے شوہر ہونے کی صورت میں اپنے کسی محرم سرپرست کی صریح اجازت حاصل کر کے پیش نہیں کرتیں۔ اسمیں علاوہ بہت سی مصالح مثلاً انسداد آزادی وغیرہ کے یہ بھی مصلحت ہے کہ اگر شوہر یا سرپرست مختلف المشرب ہوا تو گھر میں ہمیشہ لڑائی ہی رہنے لگے اور بیچاری عورت کی عافیت ہی تنگ ہو جائے۔

(۵) حضرت والا مستورات کو پردہ کی آڑ سے بذریعہ کسی رومال یا کپڑے کے بیعت فرماتے ہیں اور بیعت فرماتے وقت ان کے کسی محرم کو یا اپنی کسی اہلیہ کو یا اپنی کسی محرم بی بی کو اپنے پاس ضرور موجود رکھتے ہیں اور پردہ کی بہت تاکید رکھتے ہیں۔ چنانچہ جب بیعت کے وقت امتثال اوامر و اجتناب نواہی کا معاہدہ زبان سے کہلواتے ہیں تو ہدایت فرما دیتے ہیں کہ جو میں کہتا جاؤں تم بھی چپکے چپکے کہتی جاؤ پکار کر نہ کہنا۔ اھ

یہانتک کہ ان مستورات کو بھی جو حضرت والا سے پس پردہ کلام کر لیتی ہیں بیعت فرماتے وقت بھی

ہدایت فرمائی تاکہ طریق کا ادب محفوظ رہے۔
اسی طرح ایسی بڑھیوں کو بھی جو حضرت والا سے پردہ نہیں کرتی تھیں بیعت کرتے وقت پردہ میں بٹھلایا اسکا منشا بھی تحفظ ادب طریق ہے۔

(۶) حضرت والا جب سفر فرمایا کرتے تھے تو سفر میں بجز اُن خاص صاحبوں کے جن پر پہلے سے اطمینان ہوتا تھا یا بجز عورتوں کے کیونکہ وہ ذی رائے نہیں ہوتیں کسی کو بیعت نہیں فرماتے تھے اگر کوئی درخواست کرتا تو رد فرما دیتے کہ سفر کی حالت میں بیعت ہونا اور بیعت کرنا دونوں نامناسب ہیں کیونکہ سفر میں جانبین کو ایک دوسرے کی اصل حالت معلوم کرنے کا موقع ہی کہاں ملتا ہے اور بدون اصل حالت معلوم کئے اور اچھی طرح اطمینان کئے نہ مرید کو بیعت کرنا چاہیئے نہ شیخ کو مرید کرنا چاہئے یہ گاجر مولی کا سودا تھوڑا ہی ہے کہ پیسہ ڈالا اور کہا کہ لا مولی لا گاجر۔ اھ

حضرت والا اس معمول کی یہ مصلحت بھی بیان فرمایا کرتے تھے کہ لوگ سفر کی دوکانداریوں سے احتیاط کرنا سیکھیں۔ بلکہ مطلق بدون شرائط کے بیعت کرنے سے انکار کر دینے میں بھی یہ مصلحت بیان فرمایا کرتے تھے کہ لوگ بیعت کو معمولی چیز نہ سمجھیں اور اگر دوسری جگہ جائیں اور وہاں بلا شرائط بیعت کی درخواست منظور ہوتی دیکھیں تو انکے دل میں کم از کم کھٹک تو پیدا ہونے لگے۔ اور بے تامل ہاتھ میں ہاتھ نہ دیں۔ اھ

(۷) حضرت والا ایسے صاحبان کو جو کسی صحیح سلسلہ بیعت سے وابستہ ہیں اور وہ اپنے شیخ کی وفات کے بعد حضرت والا سے تجدید بیعت کرنا چاہتے ہیں عموماً بیعت نہیں فرماتے بلکہ یہ ارشاد فرما دیتے ہیں کہ [illegible] اپنی ساری برکات کے بدستور تمہارے ساتھ ہیں تجدید بیعت کی حاجت نہیں البتہ تعلیم طریق کیلئے [illegible]
لیکن چونکہ ایسی حالت میں تجدید بیعت بھی خلاف طریق نہیں اسلئے اگر کوئی اس [illegible] اصرار کرتا ہے اور بدون بیعت کے اسکے قلب کو تسلی نہیں ہوتی اور حضرت والا کو [illegible] ضرورت کا اعتقاد نہیں تو پھر انکار بھی نہیں فرماتے چنانچہ بعض ایسے صاحبان بھی [illegible] اصرار پر پھر بیعت فرما لیا۔

اور اگر کسی فاسد العقیدہ پیر کا مرید پہلی بیعت کو فسخ کر کے حضرت والا سے [illegible] سخت تاکید فرما دیتے ہیں کہ اپنے پچھلے پیر کی نسبت [illegible] گستاخی [illegible] مت کرنا کیونکہ اول اول [illegible] غلط بتایا لیکن مقصود کا شوق تو اسی نے ڈالا اور اس [illegible] سب سارے طریق کا اصل [illegible] ادب [illegible] کوئی چیز [illegible] نہیں

یہاں تک کہ بعض حیثیتوں سے معصیت بھی اتنی مضر نہیں کیونکہ معصیت کا تعلق ایسی ذات سے ہے جو انفعال سے پاک ہے اور بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے جو بشر ہے اور جس کو بے ادبی سے تکدر ہوتا ہے۔ جو مرید کے حق میں سم قاتل ہے۔ اھ

(۹) حضرت والا ایک زمانہ میں طالبین بیعت کو ایک چھپا ہوا ورق بھی حوالہ فرمایا کرتے تھے جس میں مختصرا طریق کی حقیقت اور ایسے کاموں کی دو فہرستیں درج تھیں جو داخل سلسلہ ہونے کے بعد کرنے ہونگے اور چھوڑنے ہونگے۔ لیکن ان فہرستوں سے استیعاب مقصود نہ تھا بلکہ صرف وہی اوامر و نواہی درج فرمائے گئے تھے جن کی طرف سے آج کل عام طور پر غفلت ہے یا جن میں عام ابتلا ہے۔ یہ چھپے ہوئے مطبوعہ اوراق سب تقسیم ہو کر ختم ہو چکے لیکن یہ مضمون رسالہ قصد السبیل پر بطور تذییل کے شامل کر دیا گیا ہے۔ یہاں بھی اس کو بلفظہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

حقیقت الطریق

خلاصہ سلوک: (۱) نہ اس میں کشف و کرامت ضروری ہے (۲) نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے (۳) نہ دنیا کے کاروبار میں کامیابی کا وعدہ ہے کہ تعویذ گنڈوں سے کام بن جاویں یا مقدمات دعا سے فتح ہو جایا کریں یا روزگار میں ترقی ہو یا جھاڑ پھونک سے بیماری جاتی رہے یا ہونے والی بات بتلا دی جایا کرے (۴) نہ تصرفات لازم ہیں کہ پیر کی توجہ سے مرید کی خود بخود اصلاح ہو جاوے اس کو گناہ کا خیال ہی نہ آوے خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہیں مرید کو ارادہ بھی نہ کرنا پڑے یا علم دین اور قرآن میں ذہن ہو جاوے حافظہ بڑھ جاوے۔

(۵) نہ ایسی باطنی کیفیات پیدا ہونے کا وعدہ ہے کہ ہر وقت یا عبادت کے وقت لذت سے سرشار رہے عبادت میں خطرات ہی نہ آویں خوب رونا آوے ایسی محویت ہو جاوے کہ اپنے پرائے کی خبر نہ رہے (۶) نہ ذکر و شغل میں انوار وغیرہ یا کسی آواز کا سنائی دینا ضروری ہے (۷) نہ عمدہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا یا الہامات کا صحیح ہونا لازم ہے بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے جس کا ذریعہ ہے شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا۔

ان حکموں میں بعضے متعلق ظاہر کے ہیں جیسے نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہا اور جیسے نکاح و طلاق و ادائے حقوق زوجین و قسم و کفارہ قسم وغیرہا اور جیسے لین دین پیروی مقدمات و شہادت و وصیت و تقسیم ترکہ وغیرہ اور جیسے سلام و کلام و طعام و منام و قعود و قیام و مہمانی و میزبانی وغیرہ ان مسائل کو علم فقہ کہتے ہیں اور بعضے متعلق باطن کے ہیں جیسے خدا تعالیٰ سے محبت رکھنا خدا سے ڈرنا خدا کو یاد رکھنا دنیا سے محبت کم ہونا

Marfat.com

خدا کی مشیت پر راضی رہنا۔ حرص نہ کرنا۔ عبادت میں دل کا حاضر رکھنا۔ دین کے کاموں کو اخلاص سے کرنا۔ کسی کو حقیر نہ سمجھنا۔ خود پسندی نہ ہونا۔ غصہ کو ضبط کرنا وغیرہ ان اخلاق کو سلوک کہتے ہیں اور مثل احکام ظاہری کے ان احکام باطنی پر عمل کرنا بھی فرض و واجب ہے نیز ان باطنی خرابیوں سے اکثر ظاہری اعمال میں بھی خرابی آجاتی ہے۔ جیسے قلت محبت حق سے نماز میں سستی ہو گئی یا جلدی جلدی بلا تعدیل ارکان پڑھ لی یا بخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی یا کبر و غلبۂ غضب سے کسی پر ظلم ہو گیا۔ حقوق تلف ہو گئے و مثل ذالک اور اگر ان ظاہری اعمال میں احتیاط کی بھی جاوے تب بھی جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوتی وہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہیں چلتی پس نفس کی اصلاح ان دو سبب سے ضروری ٹھہری، لیکن باطنی بیماریاں ذرا گہری ہیں کم [illegible] آتی ہیں اور جو سمجھ میں آتی ہیں ان کی درستی کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہے اور جو معلوم ہوتا ہے نفس کی کشاکشی سے اس پر عمل مشکل ہوتا ہے ان ضرورتوں سے پیر کامل کو تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کو [illegible] علاج تدبیر بھی بتلاتا ہے اور نفس کے اندر درستی کی استعداد [illegible] ہونے کے لیے کچھ ذکر و اشغال کی بھی تعلیم کرتا ہے [illegible] کو دو کام کرنے پڑتے ہیں ایک ضروری کہ احکام شرعیہ ظاہری و باطنی کی پابندی [illegible] اس پابندی احکام سے خدا تعالیٰ کی رضا اور [illegible] خلاصہ سلوک کے طریق اور مقصود کا۔

حقوق طریقت

طریقہ میں داخل ہو کر جو کام کرنا پڑیں گے [illegible] حرف کر کے [illegible] کرنا ہو اور ان کی [illegible] کے موافق عمل [illegible] معاف ہے اور اگر [illegible] ہو تو زکوٰۃ دینا ہوگی [illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

دینا ہوگا۔ اسکے مسائل زبانی معلوم کرلئے جاویں۔ (۶) اگر حج کی گنجائش ہو تو حج کرنا پڑے گا۔ اسیطرح گنجائش کی صورت میں عید کو صدقہ فطر اور بقر عید کو قربانی ضروری ہوگی (۷) اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا ہونگے ان کا یہ بھی دینی حق ہے کہ ان کو ہمیشہ شرع کے احکام بتلاتے رہو۔ آسان طریقہ اسکا پڑھے ہوؤں کے لئے یہ ہے کہ شب و روز میں تھوڑا سا کوئی وقت مقرر کرکے بہشتی زیور اول سے آخر تک اپنے گھر والوں کو پڑھ کر سناویں اور سمجھاویں اور جب وہ ختم ہو جاوے پھر شروع کردیں۔ جب تک ان کو مسائل خوب پختہ یاد نہو جاویں سناتے رہیں۔ اور ان پڑھ ایسا کریں کہ جو باتیں دین کی کسی عالم سے سنا کریں اسکو یاد کرکے گھر والوں سے ضرور کہدیا کریں۔

اور یہ کام چھوڑنا پڑیں گے۔ ڈاڑھی منڈانا۔ ڈاڑھی کٹانا جبکہ چار انگل سے زیادہ نہو۔ ڈاڑھی چڑھانا سر میں چاند کھلوانا کھدی رکھنا۔ یا آگے سے منڈوانا ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننا یا لنگی باندھنا یا کرتہ چوغا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا یا عمامہ کا شملہ آدھی کمر سے نیچے چھوڑنا یا کسم و زعفران کا رنگا ہوا یا نا پاک رنگ کا رنگا ہوا کپڑا پہننا یا ریشمی یا زری کا لباس چار انگل سے زیادہ خود پہننا یا لڑکوں کو پہنانا یا کفار کا سا لباس پہننا یا مردوں کو چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال یا زائد یا سونے کی انگوٹھی پہننا۔ یا عورتوں کو کھڑا جوتا یا مردانہ لباس پہننا یا بجے دار زیور پہننا یا ایسا کپڑا باریک یا چھوٹا پہننا جسمیں بدن کھلا رہے کسی عورت یا امرد کو بری نگاہ سے دیکھنا یا عورتوں و لڑکوں سے زیادہ میل جول رکھنا یا مرد کو کسی نامحرم عورت کے پاس یا عورت کو کسی نامحرم مرد کے پاس بیٹھنا یا تنہا مکان میں رہنا یا بدون سخت مجبوری کے سامنے آجانا اگرچہ وہ پیر ہی ہو یا رشتہ دار ہوں۔ اور جہاں سخت مجبوری ہو وہاں سر اور بازو اور کلائی اور پنڈلی اور گلا کھولنا نامحرم مرد کے سامنے حرام ہے۔ منہ کے سامنے بھی گھونگٹ رہنا بہتر ہے۔ اور عمدہ پوشاک اور زیور سے تو سامنے آنا بالکل ہی برا ہے۔ اسیطرح نامحرم مرد و عورت کا باہم ہنسنا بولنا ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا یہ سب چھوڑ دینا چاہیئے۔ ختنہ یا عقیقہ یا شادی میں جمع ہونا یا برات میں جانا۔ البتہ عین نکاح کے وقت پاس پاس کے مردوں کا جمع کر لینا مضائقہ نہیں۔ یا کوئی کام فخر و نمود کا کرنا جیسے آجکل رسم و رسوم کا کھانا کھلانا لینا دینا ہوتا ہے اسمیں نوتہ بھی آگیا۔ اسکو بھی چھوڑنا چاہیئے۔

اسیطرح فضول خرچی کرنا یا کپڑے میں بہت تکلف کرنا کہ یہ بھی فخر و نمود میں داخل ہے۔ مردہ پر چلا کر رونا اسکا تیجہ دسواں بیسواں چالیسواں وغیرہ کرنا۔ دور دور سے عرصہ عرصہ تک میت کے پیچھے آنا۔ بدون شرع کے موافق تقسیم کئے ہوئے مردہ کے کپڑے خیرات کردینا۔ لڑکیوں کا حصہ نہ دینا۔ اہل حکومت و ریاست کو غربا پر ظلم کرنا۔ جھوٹی نالش کرنا۔ موروثی کا دعوی کرنا۔ رہن یا رشوت کی آمدنی کھانا۔ تصویر بنانا یا رکھنا یا براہ شوق کتے

له و ۵ که و ۹ : شه یہ پانچوں باتیں عورتوں اور لڑکیوں کیواسطے درست ہیں ۱۲

Marfat.com

پالنا یا کنکوے و آتشبازی یا کبوتر بازی و مرغ بازی وغیرہ کا شغل کرنا یا بچوں کو اجازت اور پیسے دینا۔ گانا سننا باجے سے یا بے باجے اسی میں گراموفون بھی داخل ہے۔ عرسوں میں جانا بزرگوں کی منت ماننا۔ فاتحہ نیاز گیارھویں وغیرہ متعارف طور پر کرنا۔ رواج کے موافق مولد شریف کرنا۔ تبرکات کی زیارت کے لئے عرس کا سا انتظام کرنا۔ یا اس وقت مردوں عورتوں کا خلط یا سامنا ہو جانا۔ شب برات کا حلوا پکانا۔ یا محرم کو تہوار منانا۔ یا رمضان میں ختم قرآن پر شیرینی ضرور کرکے بانٹنا۔ یا ٹونے ٹوٹکے کرنا یا ستیلا وغیرہ کو ماننا یا فال وغیرہ کھلوانا کسی نجومی یا آسیب سے کوئی بات پوچھنا غیبت کرنا چغلی کھانا جھوٹ بولنا۔ تجارت میں دغا کرنا۔ بلا اضطرار ناجائز نوکری کرنا یا جائز نوکری میں کام خراب کرنا عورت کا خاوند کے سامنے زبان درازی کرنا یا اس کا مال بلا اجازت خرچ کرنا۔ یا بلا اجازت کہیں جانا اور حافظوں کا مردوں پر قرآن پڑھ کر یا تراویح میں قرآن سنا کر کچھ لینا۔ یا مولویوں کو وعظ پر یا مسئلہ بتلانے پر اجرت لینا یا بحث و مباحثہ میں پڑنا۔ درویش وضع لوگوں کو پیری مریدی کی ہوس کرنا یا تعویذ گنڈوں کا شغل رکھنا یہ ہے فہرست مختصر کرنے نہ کرنے کے کاموں کی اور تفصیل احقر کے رسالوں میں بقدر ضرورت ملیگی [illegible]

(۹) حضرت والا اپنے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے طریق [illegible] کے مطابق طالبین کو بیعت فرماتے وقت چاروں سلسلوں میں داخل فرماتے ہیں تاکہ سب [illegible] ہو جائے اور سب کی برکات نصیب ہوں نیز چاروں سلسلوں کے بزرگوں کے [illegible] اعتقاد [illegible] ایک سلسلہ کے بزرگوں کو دوسرے سلسلوں کے بزرگوں پر فضیلت نہ دیں جو ایک سلسلہ [illegible] سے دوسرے بزرگوں کی تنقیص لازم آجاتی ہے جو ناجائز بھی ہے اور نہایت [illegible] سوء ظن بعض اوقات سوء خاتمہ کا سبب ہو جاتا ہے ورنہ برکات سے محرومی تو ضرور ہی ہو جاتی ہے۔

(۱۰) حضرت والا علاوہ ان ضابطہ کی شرائط کے جن کا ذکر اوپر کے نمبر [illegible] بیعت میں [illegible] صدق کو بھی دیکھتے ہیں بلکہ در حقیقت قبول بیعت کا زیادہ تر دار و مدار قبول قلب [illegible] اور مناسبت پر قلب شہادت نہیں دیتا۔ اور جن کی طرف دل رجوع نہیں ہوتا ان [illegible] بلکہ غیب سے ایسی صورت حالات پیدا ہو جاتی ہے کہ ان سے خود ہی [illegible] کی شہادت قلب کے [illegible] ہو جاتا ہے۔

اسکے متعلق حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بعض [illegible] بے اختیار یہ جی چاہنے لگتا ہے کہ یہ بیعت کی درخواست کرے [illegible] تعالیٰ نے خود اسکے بھی قلب میں بیعت کا شوق پیدا فرما دیا [illegible] کی جیرت سے بلا تامل اسکو بیعت کر لیا۔

Marfat.com

اس شہادت قلب کے متعلق کسیقدر تفصیل کے ساتھ پیشتر بھی کسی موقع پر مضمون لکھا جا چکا ہے۔ لہذا یہاں اس مختصر ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ فی الحال انھیں دس نمبروں پر بعنوان ہذا یعنی "اصول متعلقہ بیعت" کو ختم کرتا ہوں۔ اگر بیعت کے متعلق کوئی اور ضروری اصول بعد کو خیال میں آئے تو ان کو ان شاء اللہ عنوان پنجم یعنی اصول متفرقہ کے تحت میں عرض کر دیا جائیگا۔

ناظرین کرام نے ان نمبروں کے مطالعہ سے بخوبی معلوم فرما لیا ہوگا کہ حضرت والا کے یہاں محض نام کی بیعت نہیں ہوتی بلکہ کام کی بیعت ہوتی ہے اسی وجہ سے اس امر میں عجلت کو ہرگز گوارا نہیں فرماتے اور فرمایا کرتے ہیں کہ بیعت کرنا تو مقتضی کرتا ہے۔ جب تک باہمی مناسبت و موافقت کا پورا اطمینان نہیں کر لیا جاتا کسی کو مرید نہیں بنایا جاتا کیونکہ عمر بھر کے لئے تعلق پیدا کرنا ہوتا ہے۔ البتہ مٹھائی بانٹنے میں اسکی تحقیق نہیں ہوتی کہ کون ... ہے کون ... دیکھا جاتا ہے بلکہ سب لڑکوں کو دی جاتی ہے۔ اسی طرح میرے یہاں تعلیم تو عام ہے لیکن بیعت خاص ہے۔ اھ

حضرت والا بعض پرانے تعلق والوں کی بے عنوانیوں پر فرمایا کرتے ہیں کہ دیکھئے اتنی احتیاطوں پر تو یہ حال ہے کہ ایسے ایسے لوگ بھی مریدوں میں داخل ہو گئے ہیں۔ اگر میں توسع کرتا تو نہ معلوم کیا حال ہوتا۔ کسی پر اطمینان ہی نہ ہوتا۔ پھر بھی بفضلہ تعالیٰ میرے یہاں ایسے بہت کم ہیں۔ یہ اسی تنگی ہی کا نتیجہ ہے کہ جتنے ہیں ان پر بفضلہ تعالیٰ اطمینان ہے ورنہ امتیاز بھی مشکل ہو جاتا۔ اور محض بھرتی بھرنے سے کیا فائدہ کوئی کام بھی نکلتا ہے۔ اور ... میں ایسے لوگ ہوں جو عین معرکہ کے وقت بھاگتے نظر آئیں اور کسی طرف ... بھاگ اٹھنے کے علاوہ اصول کے بھی بگڑ جانے کا اندیشہ ہے جن پر اطمینان ہے اھ

یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میرے اس طریق کا فائدہ عام نہ سہی لیکن الحمد للہ تام تو ہے۔ اھ

ایک نووارد طالب سے بیعت کی تفصیلی تحقیق بیان فرما کر فرمایا کہ چونکہ میں آزادی کا بہت قدردان ہوں اس لئے اول ہی سے بیعت کے متعلق مفصل تقریر کر کے ذہن نشین کر دیتا ہوں کہ نفع میں بیعت کا کچھ دخل نہیں ... اصل ... ہے ... اگر کبھی دل کھٹا ہو تو ... تکلف ... پابند ... خواہ مخواہ ... سمجھے۔ اگر دوسری جگہ جانا چاہے تو عرفاً اس سے بیعت مانع ہو جاتی ہے۔ اھ

(ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظات)

Marfat.com

عنوان دوم

(اصول متعلقہ تعلیم و تربیت)

(۱) حضرت والا تعلیم و تربیت میں طالب کے تابع نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ اسی کو اپنا تابع رکھتے ہیں کہ اسی میں اسکی خیریت اور مصلحت ہے جسکی صریح تائید اس آیت سے ہوتی ہے لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم الایۃ۔ گو اسکے جذبات صحیحہ کی توجیہ رعایت رکھتے ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں کرتے کہ جو اسنے اپنی سیدھی درخواست کی اسکو پورا کردیا جو اسنے ابتداءً مبتدا سوال کیا اسکا اسکی مرضی کے [illegible] بلکہ خود فرمایا کرتے ہیں کہ میرے اکثر جوابات مرضی کے موافق تو ہوتے نہیں لیکن [illegible] موافق ہوتے ہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ یہ بات [illegible] مشاہدہ [illegible]

خود دیکھا ہے کہ ہر طالب کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں [illegible] عدم واقفیت اور عدم مناسبت طریق کی وجہ سے اکثر طولِ لا طائل [illegible] نہیں بلکہ لاطائل و لایعنی [illegible] جنکے بارہ میں حضرت والا نہایت بیشفقت خوان سے خود فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے طول [illegible] البتہ لاطائل سے ہوتی ہے۔ حضرت والا [illegible] اسکے سوالات [illegible] کردیا جائے تاکہ اسکا اپنے جس کا [illegible] حضرت والا [illegible] اسکے مقصود کے [illegible] حقیقت پر ڈال دیا جائے۔ اور حق کے [illegible] ایسا [illegible] تو [illegible] لیکن حضرت والا [illegible] طلب [illegible] فرمادیتے ہیں جو طالب کو [illegible] جواب ہوجاتے اور جو [illegible] ساری الفاظوں [illegible] بڑے بڑے پہاڑوں کو [illegible] کردیتے ہیں۔

بدفہم لوگ حضرت والا کے سوالات سے گھبراتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت وہ سوالات نہیں ہوتے بلکہ جوابات ہوتے ہیں کیونکہ اگر ذرا فہم سلیم سے کام لیا جائے تو اُنھیں سوالات سے بسہولت جوابات مستنبط ہو سکتے ہیں نیز حضرت والا کے سوالات اسکو مقتضی ہوتے ہیں کہ برابر اپنی اصلاح کے متعلق خط وکتابت جاری رکھی جائے جو بہت ضروری امر ہے۔

سوالات سے گھبرانے پر کل ہی کا ایک واقعہ یاد آیا ایک صاحب نے حضرت والا سے ایک غیر ضروری امر کے متعلق بڑے اہتمام کے ساتھ بذریعہ عریضہ تحقیق کی تھی۔ حضرت والا نے حسب معمول جواب تحریر فرما دیا تھا کہ کیا کوئی مقصود دینی اس تحقیق پر موقوف ہے اسپر انھوں نے پھر لکھا تھا کہ مقصود بندہ امر دینی ہے اور وہ صرف اعتقاد حقیقت ہے۔ اسکا بھی حضرت والا نے یہی جواب تحریر فرما دیا تھا کہ کیا یہ عقائد ضروریہ میں سے ہے۔ اسپر انھوں نے برا مان کر لکھا کہ دو مرتبہ جناب کی خدمت میں عرض کیا گیا اگر بجائے اسکے کہ جواب مسئلہ مرحمت ہوتا ایک سرسری نظر سے ہم پر استفسار قائم کر دیا گیا امید کہ جواب باصواب سے سرفراز فرمایا جاوے اھ

اسپر حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ اب بھی وہی جواب ہے جو میرے نزدیک باصواب ہے اور آپ کے نزدیک ناصواب ہے۔ بہتر ہے کہ کسی ایسے محقق سے جو علماً محقق ہو اور عملاً واتباعاً آپ کا معتقد ہو پوچھ لیجئے اھ

حضرت والا نے ان سوالات وجوابات کو سنا کر حاضرین مجلس سے فرمایا کہ ایسے اغیار کے کہنے کا ذرہ بھی نہیں مانتا یوں سمجھتا ہوں جیسے کسی جانور نے لات ماردی چنانچہ اگر کسی کے کوئی جانور لات مار دے تو گو چوٹ تو لگتی ہے مگر وہ برا نہیں مانتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ جانور ہے اسمیں عقل تو ہے ہی نہیں اسلئے لات ماردی بلکہ مجھے تو واللہ ایسوں کے برا مان جانے سے عقلاً مسرت ہوتی ہے کہ اچھا ہے ایسے اغیار سے چھٹی ہوئی ورنہ اگر معتقد رہتے تو تمام عمر ستاتے۔ ایسوں کا معتقد ہونا بھی وبال جان ہے اھ

اتفاق سے کل ہی ایک واقعہ حضرت والا کے اس معمول کی تائید میں بھی پیش آیا کہ امر تربیت میں طالب کا اتباع نہیں فرماتے بلکہ اسکو اپنا تابع رکھتے ہیں وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک طالب نے بذریعہ عریضہ یہ درخواست کی کہ تہجد سے فارغ ہو کر چوبارہ تسبیح پڑھتے ہیں اسکی اجازت چاہتا ہوں۔ جواب تحریر فرمایا کہ اگر طبیب سے کہا جاوے کہ خمیرہ گاؤ زبان جو لوگ کھاتے ہیں اسکی اجازت چاہتا ہوں تو طبیب کیا جواب دیگا اھ

اب دیکھ لیجئے بظاہر کیسی اچھی درخواست کیگئی تھی اور عموماً ایسی اچھی چیز کی درخواست کو کون رد کرتا ہے دوسری جگہ فوراً اجازت ملجاتی لیکن حضرت والا کے یہاں تو ہر چیز اپنے موقع اور محل پر ہوتی ہے اور نہایت ترتیب کے ساتھ منازل سلوک طے کرائے جاتے ہیں تاکہ سالک ہر گمراہی سے محفوظ رہے اور جمعیت کے ساتھ راستہ

Marfat.com

قطع کرے چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ شیخ کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ سالک کو طریق کی حقیقت بتادے اور صحیح راستہ پر ڈالدے تاکہ پھر صرف چلنا رہ جائے اور وہ بلا ادھر اُدھر بھٹکے چلتا رہے اور بسہولت منزل مقصود تک پہونچ جائے اھ

اسی غرض سے حضرت والا نے طالب مذکور کو دوازدہ تسبیح کی حسب درخواست اجازت دیدینے کے بجائے اُن سے ایک ایسا محققانہ سوال فرمادیا کہ جو مفتاح طریق ہے کیونکہ حضرت والا نے اسمیں درحقیقت طریق استرشاد و استفاضہ واضح فرمادیا ہے اور مریض و طبیب کی مثال دیکر مرید اور پیر کے باہمی تعلق کی پوری حقیقت کھول دی ہے اور گو حضرت والا کا یہ بالکل ابتدائی سوال ہے لیکن تمام دوران تربیت میں طالب مذکور کے لئے دستور العمل مشعل راہ ہوگا اور آیندہ کی ساری خط و کتابت تعلیم و تعلم ارشاد و استرشاد افاضہ و استفاضہ افادہ و استفادہ سب اسی پر متفرع ہوتا چلا جائیگا۔ اس اجمال کی تفصیل خود حضرت والا ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں کہ پیر اور مرید کا تعلق بالکل طبیب اور مریض کا سا ہے کیونکہ یہ مثال اس تعلق کی سیکڑوں جزئیات پر منطبق ہوتی ہے اھ

یہاں اس انطباق کی صرف وہی صورتیں جو اس مقام کے مناسب ہیں بیان کی جاتی ہیں مثلاً جسمانی مریض کو بس یہ چاہیئے کہ طبیب سے اپنے مرض کے متعلق سب حالات کہدے پھر تشخیص اور تجویز اور پرہیز سب امور کو بالکل اُسی کی رائے پر چھوڑ دے اپنی طرف سے نہ کوئی رائے زنی کرے نہ اسکی تشخیص و تجویز میں کسی قسم کا دخل دے نہ کسی خاص دوا کے استعمال کی اُس سے اجازت چاہے کیونکہ اسکی یہ درخواست بالکل بے محل اور اسکے منصب کے بالکل خلاف ہے۔ [illegible] حالات [illegible] بیان [illegible] اکرے۔ پھر جس تدبیر کی ضرورت ہوگی وہ خود ہی تجویز کریگا۔

ٹھیک اُسی طرح مریض روحانی کو اپنے طبیب روحانی سے اپنے [illegible] چاہئے یعنی اول اسکو محض اپنے حالات باطنیہ کی اطلاع [illegible] تجویز کے متعلق کسی قسم کی رائے یا کسی خاص ورد یا [illegible] نہ پیش کرے تشخیص اور تجویز کو بالکل اسی کی رائے پر چھوڑ [illegible] کرکے جو مناسب ہوگا خود ہی تجویز کریگا اور اگر [illegible] تو پہلے وہ مناسب [illegible] کردے اسکو بلا چون و چرا تسلیم کرے اور [illegible] حالات سے برابر مطلع کرتا رہے [illegible] کردے اور جو کچھ وہ اپنی تجویزات میں ان حالات [illegible]

ذکر تا رہے اُن پر بھی کاربند رہے اور عمر بھر یہی سلسلہ جاری رکھے حسب ارشاد مولانا رومی رح ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش　　　　تادم آخر دمے فارغ مباش　اھ

حضرت والا اس مضمون کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ سہولت استحضار کے لئے بس ان چار قافیہ دار الفاظ کو یاد رکھے اطلاع اور اتباع اعتقاد اور انقیاد۔ اھ

یاد رکھنے کی سہولت کے لئے احقر نے حضرت والا کے اس ارشاد کو ایک شعر میں بھی قلمبند کر لیا ہے وہ یہ ہے ؎

چار حق مرشد کے ہیں رکھ عمر بھر تو انکو یاد　　　　اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد

غرض حضرت والا نے اپنے مذکورۂ بالا جواب میں طبیب اور مریض کی مثال دیکر طالب مذکور کو اپنی اصلاح کرانے کا گویا پورا دستور العمل تحریر فرما دیا اور بصراحت بتا دیا کہ تم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ بالکل غلط ہے کیونکہ یہ دیکھ کر کہ لوگ تہجد کے بعد بارہ تسبیح پڑھا کرتے ہیں اپنے لئے بھی شیخ سے بارہ تسبیح ہی کی اجازت چاہنا ایسا ہے جیسے کوئی مریض یہ دیکھ کر کہ لوگ خمیرہ گاؤزبان کھاتے ہیں اپنے لئے بھی اسکی اجازت چاہنے لگے خواہ خمیرہ گاؤزبان اسکے مرض کے مناسب ہو یا نہ ہو نیز بارہ تسبیح کو خمیرہ گاؤزبان سے تشبیہ دیکر اسطرف بھی قریب بصراحت اشارہ فرما دیا کہ قبل اصلاح نفس کے شیخ سے اذکار و اشغال کی اجازت طلب کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے مریض کو ضرورت تو ہو مسہل کی اور تنقیہ مواد فاسدہ کی لیکن وہ طبیب سے اجازت چاہے خمیرہ گاؤزبان کھانے کی جو محض مفرحات و مقویات قلب میں سے ہے اور جو اکثر ازالہ مرض کے بعد محض تقویت و استحکام صحت کیلئے استعمال کرایا جاتا ہے۔ اگر کوئی جاہل طبیب اسکا شوق دیکھکر محض اسکی خاطر سے اسکے لئے بجائے مسہل کے خمیرہ گاؤزبان ہی تجویز کر دے تو اسکے اصل مرض کو کیا خاک نفع ہوگا بلکہ عجب نہیں کہ خمیرہ گاؤزبان کے قبل از وقت استعمال سے مرض میں اور زیادتی ہو جائے۔

چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ طالب کے اندر اصلاح اعمال کا اہتمام پیدا کر دینے کے قبل اس کو اذکار و اشغال میں مشغول کر دینا اکثر مضر ثابت ہوتا ہے کیونکہ پھر وہ اپنے آپ کو بزرگ سمجھنے لگتا ہے خاصکر اگر کہیں اتفاقاً اذکار و اشغال سے کچھ معمولی سی کیفیات کا بھی ورود ہونے لگا تب تو گویا اس کے نزدیک بزرگی کی تکمیل ہی ہو گئی حالانکہ اس قسم کی کیفیات کو بزرگی سے کیا تعلق ایسی کیفیات تو بعض ریاضات شاقہ سے فساق و فجار بلکہ کفار تک کو حاصل ہو جاتی ہیں اور جب وہ ان کیفیات ہی کو بزرگی سمجھنے لگتا ہے تو پھر اصلاح نفس اور اصلاح اعمال کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی نہ کبھی ادھر توجہ ہوتی ہے [illegible] اور اصل مقصود یعنی وصول الی اللہ سے محروم رہتا ہے جبکہ

طریق تحصیل نصوص نے صرف اصلاح اعمال ہی کو تبلایا ہے۔ اھ

غرض حضرت والا نے اپنے جواب باصواب میں صرف ایک مختصر ہی سا سوال کر کے طالب مذکور پر گویا باب اصلاح مفتوح فرما دیا اور دوازدہ تسبیح کو خمیرہ گاؤزبان سے تشبیہ دیکر اذکار و اشغال کا جو محض مستحب ہیں اصلاح اعمال کے مقابلہ میں جو فرض اور قابل تقدیم ہے درجہ اور موقع بھی متعین فرما دیا۔

اس تشبیہ پر حضرت والا ہی کی فرمائی ہوئی ایک اور تشبیہ بھی یاد آگئی۔ فرمایا کرتے ہیں کہ محض اذکار و اشغال اصلاح اعمال کے لئے ہرگز کافی نہیں اصلاح کے لئے تو ہمت اور بہ تکلف استعمال اختیار اور تدابیر اختیاریہ اور انکے تکرار کی ضرورت ہے البتہ اذکار و اشغال معین اصلاح ضرور ہو جاتے ہیں اذکار و اشغال کا اصلاح نفس میں بس اتنا ہی دخل ہے جتنا عرق بادیان کا مسہل میں ہوتا ہے کہ مادہ فاسدہ کا تنقیہ تو در اصل مسہل ہی سے ہوتا ہے لیکن اگر اوپر سے عرق بادیان بھی پیتے رہیں تو اس سے کسی قدر کچھ اعانت ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی احمق مسہل تو پیئے نہیں اور سونف کا عرق ہی عرق پیئے جائے تو کیا [illegible] ہرگز نہیں [illegible] اول تو مسہل پیئے پھر اوپر سے سونف کا عرق بھی [illegible] [illegible] [illegible] کے کافی ہو بھی [illegible] حاصل نہ ہوا۔

اسکا اصل مقصود [illegible] [illegible] اعمال کی اہمیت طالب کے اچھی طرح ذہن نشین [illegible] لیتے ہیں [illegible] لینے دیتے ہیں [illegible] طالب کے اندر اصلاح اعمال کو حاصل [illegible] دونوں ابتدائی مراحل طے ہو جاتے [illegible] اور طالب [illegible] اعمال [illegible] [illegible] [illegible] جائیں۔

حضرت والا [illegible] ترتیب [illegible] تو سلوک کی اصل ترتیب [illegible] تھے لیکن [illegible] بلکہ [illegible]

Marfat.com

میں نے اپنے زمانہ کے طالبین کی مصالح پر نظر کر کے اکابر سلف کے طریق اور اکابر متاخرین کے طریق کے بین بین طریق اختیار کیا ہے یعنی کچھ دن تک تو میں محض اصلاح اعمال ہی میں مشغول رکھتا ہوں اور جب یہ دیکھ لیتا ہوں کہ اصلاح اعمال کی اہمیت اچھی طرح اسکے ذہن نشین ہو گئی ہے اور اسکے اندر اسکا خاص اہتمام پیدا ہو گیا ہے اسوقت اذکار و اشغال بھی بتلا دیتا ہوں اور پھر دونوں کا سلسلہ ساتھ ساتھ چلاتا رہتا ہوں غرض میں نے اکابر متاخرین کے طریق میں اپنے زمانہ کے طالبین کی طبائع کا رنگ دیکھ کر بضرورت صرف اتنی ترمیم کر لی ہے کہ وہ حضرات تو دونوں چیزوں کو شروع ہی سے ساتھ ساتھ چلاتے تھے اور میں کچھ دن بعد ساتھ ساتھ چلاتا ہوں ۔ اھ

اس امر کے متعلق کہ حضرت والا کو اسکا خاص اہتمام ہے کہ اصلاح اعمال کی اہمیت طالبین کے ذہن نشین ہو جائے حضرت والا کا ایک اور جواب بھی نقل کیا جاتا ہے جو آج ہی بتاریخ ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ ایک صاحب کے خط پر تحریر فرمایا گیا ہے پچھلے خط میں ان کو حضرت والا نے ان کی سابقہ کوتاہیوں پر متنبہ کر کے ان کوتاہیوں کے تدارک کی طرف توجہ فرمایا تھا ۔ وہ اپنے خط میں اسکو تو بالکل گول کر گئے اور حضرت والا کو خوش کرنے کے لئے محض طلب دعا اور دریافت خیریت کا خط لکھا اور اسمیں یہ بھی اطلاع دی کہ آج رات سوا گیارہ پارے تراویح میں ہوئے ۔ اسپر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ تمنے اپنی تراویح کی تو اطلاع دی اور تم سے جو دوسروں کو تکالیف پہونچیں خصوص حقوق کے متعلق اور انکا تدارک اُن کو راحت پہونچانے سے ہو سکتا تھا ۔ اُن تراویح کی اطلاع نہ دی اسکی ایسی مثال ہے کہ مریض طبیب کو اپنی غذا کی تو خبر دے مگر دوا اور مرض کی خبر نہ دے کیا طبیب اس سے خوش ہو گا بجز اس طبیب کے جو مریضوں کے نام سے اپنا رجسٹر بھرنا چاہتا ہو اور مریض پر شفقت نہ رکھتا ہو ۔ اھ اس جواب میں بھی مریض اور طبیب ہی کی مثال سے کام لیا گیا ہے ۔

حال ہی میں ایک اور طالب کا بھی خط آیا جسکا ذکر اس مقام پر مناسب ہو گا ۔ انھوں نے بھی اپنے پہلے عریضہ میں صرف یہ لکھا تھا کہ حضرت اللہ اللہ کرنے کو بہت دل چاہتا ہے اگر اجازت ہو تو حضور کے رسالہ قصد السبیل سے عالم مشغول کا دستور العمل شروع کر دوں اھ اسپر حضرت والا نے استفسار فرمایا کہ کیا صرف یہی مقصود ہے ۔ اھ

یہاں بھی حضرت والا نے پہلے محض سوال ہی فرمایا کہ کیا صرف یہی مقصود ہے ۔ اھ اول ہی دہلہ میں اور بطور خود مقصود اصلی کی تعیین نہیں فرمائی تاکہ مخاطب اپنی قوت فکریہ سے کام لے اور سوچکر خود ہی مقصود اصلی کو متعین کرے کیونکہ جو بات مطالعہ کرانے کے بعد ذہن میں آتی ہے وہ نہایت پختگی کے ساتھ آتی ہے اور پھر کبھی ذہن سے نہیں نکلتی ۔

Marfat.com

چنانچہ وہ طالب حضرت والا کے اسی ایک سوال سے سب کچھ سمجھ گئے جیسا کہ انکے جواب سے ظاہر ہوگا جو نقل کیا جاتا ہے۔

وہ لکھتے ہیں کہ حضور کے لفظ صراحت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ (یعنی اللہ اللہ کرنا) مقصود تو ہے مگر تنہا اور اول میں مقصود نہیں تخلیہ کے بعد مطلوب ہے جیسا کہ حضور نے اپنے مواعظ میں بھی فرمایا ہے اصل مقصود اصلاح ہے سو حضور نے سابقہ خط و کتابت میں ہر مرض کا اچھی طرح علاج فرما دیا ہے بحمد اللہ اب تقاضائے نفس کا مغلوب ہو چلا ہے اور ہر ایک رذیلہ کے مادہ میں اضمحلال اور ضعف پیدا ہو گیا ہے۔ بہ دعائے حضور تکرار استحضار سے رسوخ اصلاح بھی اچھی طرح ہو جائیگا۔ اور دل کی حالت متلون ہے کبھی تو سختی اور خباثت دور معلوم ہوتی ہے اور کبھی ایسی رقت اور نرمی وارد ہوتی ہے کہ رو رو کے گڑگڑاتا ہوں اور ہاتھ جوڑ کر اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور دل میں شوق حق تعالے کی محبت کا اٹھتا ہے اللہ کے نام میں لذت آتی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اللہ اللہ کروں مگر بوجہ نہ ہونے اجازت کے رک جاتا ہوں۔ اسی شوق و لذت کے تقاضے سے عرض کرتا ہوں کہ اللہ اللہ کی اجازت فرما دیں یہ ہے میرا عرض حال اب جو مناسب سمجھیں ارشاد فرما دیں۔ والسلام۔ اھ

احقر جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ ان خطوط کے مضامین سے ناظرین کرام نے بخوبی اندازہ فرما لیا ہوگا کہ حضرت والا کا طریق تعلیم کس درجہ نافع ہے [illegible] معلوم ہے کہ طالب مذکور بڑے بڑے سخت امراض باطنی اور بہ [illegible] تک میں مبتلا تھے مگر حضرت والا کو برابر اپنے حالات کی اطلاع دیتے رہے اور اپنی اصلاح کراتے رہے بعض اوقات دوران اصلاح میں بھی [illegible] تقاضوں سے مغلوب ہو کر پھر مرتکب [illegible]

حضرت والا سے رجوع [illegible]

[illegible] دیتے اور [illegible]

[illegible] لئے اختیار اور ہمت [illegible]

لیکن چونکہ وہ طالب [illegible]

فرمایا کہ میں نے یہ نقش [illegible]

آ [illegible] پھر خط و کتابت کی [illegible]

نے ان کو پھر خط و کتابت کی [illegible]

[illegible] بفضلہ تعالیٰ [illegible]

جو اوپر نقل کیا گیا۔ یہ صاحب [illegible]

اصلاح نفس ہی میں [illegible]

Marfat.com

وصول الی المقصود کی کسدرجہ استعداد پیدا ہوگئی۔ بقول حضرت والا کڑی مدت تک لو دھوپ میں پڑی رہتی ہے یہاں تک کہ پھر اس قابل ہو جاتی ہے کہ بس ایک دیا سلائی میں سُلگ اُٹھے اھ

اسیطرح طالب مذکور میں بھی اب ایسی استعداد پیدا ہوگئی ہے کہ بس تھوڑے دنوں کے ذکر و شغل ہی میں انشاء اللہ تعالیٰ انکا کام بن جائیگا بلکہ ابھی بہت کچھ بن چکا ہے کیونکہ بعون اللہ تعالیٰ نفس پر قابو ہو چلا ہے۔ اور طلب میں ذکر و شغل کا ذوق و شوق پیدا ہو گیا ہے۔ پھر اور کیا چاہیئے۔ حالانکہ غالباً اُن صاحب کو ابھی تک حاضری خانقاہ کی بھی نوبت نہیں آئی۔ ایسے ہی تجربوں کی بنا پر تو حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جو لوگ باقاعدہ تعلیمی خط و کتابت کرتے رہتے ہیں وہ جب یہاں آتے ہیں تو بفضلہ تعالیٰ اس قابل ہوتے ہیں کہ پہلی ہی ملاقات میں انکو بیعت اور تعلیم و تلقین کی اجازت دیدی جائے اھ

جس بنا پر اجازت دی جاتی ہے اسکی نہایت نفیس تحقیق جو حضرت والا نے تحریر فرمائی ہے وہ انشاء اللہ تعالیٰ باب آئندہ خلفائے مجازین میں نقل کیجائے گی۔

بظاہر طالب مذکور کے اُس مضمون کے بعد جو اوپر نقل کیا گیا اسکی سابقہ درخواست کے مطابق اُس کو ذکر و شغل کرنے کی اجازت مرحمت فرما دیجاتی لیکن نہیں حضرت والا جب تک ہر ہر جزئی کی اصلاح نہیں فرما دیتے طالب کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ چنانچہ حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔

تو پہلے پوری بات کیوں نہیں لکھی تھی کیا مجکو غیب کی خبر ہے اسکا جواب دیکر پھر لکھو جو لکھنا ہو اھ

یہ جواب لکھکر حاضرین سے فرمایا کہ ایسی جلدی راضی نہ ہو جانا چاہیئے۔ ان کو خط لکھنے کا سلیقہ بھی تو تعلیم کر دینا چاہیئے۔ اُنھوں نے پہلے صرف یہی لکھکر بھیجدیا کہ اللہ اللہ کرنے کو بہت جی چاہتا ہے اور اپنے نفس کے متعلق یہ حالات جو اب لکھے ہیں کچھ نہ لکھے اسی لئے مجکو یہ سوال کرنا پڑا کہ کیا صرف یہی مقصود ہے اگر وہ یہ سب حالات اسی خط میں لکھ دیتے تو میں یہ سوال ہی کیوں کرتا۔ میری تو یہ غرض ہوتی ہے کہ طالب کی پوری اصلاح ہو اسلئے بار بار سوالات کرتا ہوں اور کوڑ مغزوں کا یہ اعتراض ہے کہ تم ڈاک خانہ کے بڑے خیر خواہ ہو ٹکٹ بہت بکواتے ہو۔ لوگوں سے ذرا ذرا سی باتوں کے لئے بار بار خطوط لکھواتے ہو۔ اب ایسے کوڑ مغزوں کو کیا جواب دیا جائے۔ سوائے اسکے کہ اچھا بھائی تم لوں ہی سمجھو اور مجھ سے خط و کتابت نہ کیا کرو جو ڈاک خانہ کا بدخواہ ہو اُس سے رجوع کرلو۔ اور آجکل تو ڈاک خانہ کے بدخواہ بہت ہیں۔ اھ

طالب مذکور کے علاوہ ایک اور طالب نے لکھا کہ میرے معمولات فلاں فلاں ہیں۔ ان سب میں جو کچھ کمی ہو اُس سے سرفراز فرمائیں۔ حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ یہ تو اپنی فرصت اور تحمل پر ہے اصل چیز جس میں کمی بیشی دیکھی جا سکتی ہے وہ اصلاح اعمال ہے اھ

Marfat.com

ایک اور طالب نے لکھا کہ جناب نے میرے مرض بدنگاہی کا علاج فرمایا ہے یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے شفائے کاملہ ہوگئی ہے مگر انشاء اللہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ باری تعالی نے صرف اپنے فضل وکرم سے بوسیلہ حضور ہوش و حواس قرار آگئی ہے بندہ کو انہماک فی المرض کی وجہ اسکے عشر عشیر کی بھی امید نہ تھی۔ اب باقی ماندہ امراض جوارح [illegible] سے طبیعت میں زیادہ ابتلاء معلوم ہوتا ہے۔ گو پہلے کی نسبت بحمد اللہ یہ بھی کم ہے کہ عدم احساس کے بجائے اب ابتلاء پر ملال ہے امید کہ اب مرض غیبت کے علاج سے بہرہ یاب فرمائینگے۔ اھ۔

اس پر حضرت والا نے استفسار فرمایا کہ کیا پچھلا علاج (یعنی بدنگاہی کا) مکمل و راسخ ہوگیا اھ

انھوں نے لکھا کہ تقاضا تو بظاہر کالعدم نہیں ہوا مگر ابتلاء شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ اھ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ شاذ و نادر کیا معنی اگر کوئی کہے کہ میں نے شراب چھوڑ دی ہے بس کبھی کبھی پی لیتا ہوں تو کیا یہ ترک شراب ہے انتہی بحاصلہ۔

احقر اس نمبر کو یہیں ختم کئے دیتا ہے ورنہ ایسے مضامین تو سیکڑوں یاد آتے چلے جا رہے ہیں اور یہ نمبر پہلے ہی ضرورت سے زیادہ بڑھ گیا ہے اور بھی زیادہ بڑھ جائے گا۔ چونکہ اس نمبر میں حضرت والا کے بہت سے اصول تعلیم و تربیت معرض بیان میں آگئے ہیں اسلئے ناظرین سے استدعا ہے کہ اسکو بغور ملاحظہ فرما کر مختلف اصول کو اپنے ذہن میں مجتمع فرمالیں۔ اور انشاء اللہ تعالی آیندہ اسکا خاص لحاظ رکھا جائیگا کہ ایک نمبر میں ایک سے زیادہ اصول نہ بیان کئے جائیں اور وہ بھی اختصار کے ساتھ کیونکہ اس باب کو جلد ختم کر کے دیگر ابواب کو شروع کرنا ہے نیز چونکہ احقر کی رخصت ختم کے قریب آپہونچی ہے اسلئے اب بقیہ سوانح کو بھی جہاں تک ہو سکے گا بہت اختصار کے ساتھ لکھا جائیگا ورنہ خدانخواستہ نامکمل رہ جانے کا اندیشہ ہے۔ اللہ تعالی میری مدد فرمائے اور بسہولت جلد سب ابواب کو پورا فرمائے۔ آمین

(۲) حضرت والا کا مطمح نظر چونکہ اصلاح کے درجات کی تکمیل ہے اسلئے طالب کی ادنی بے تمیزی یا بے التفاتی کو بھی گوارا نہیں فرماتے اور فوراً صاف صاف تنبیہ فرماتے ہیں چنانچہ ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ تمہارے خط میں ایک جملہ ہے کہ "اسکے پہلے بھی ایک بار مستفتی ہو کر جواب سے محروم [illegible]" اھ کیا اس جملہ میں مجھ پر اعتراض نہیں اور کیا وہ اعتراض بلا دلیل نہیں اور کیا اعتراض بلا دلیل سے اذیت نہیں ہوتی اور کیا اذیت کی حالت میں کوئی خدمت لی جا سکتی ہے پھر اپنے کو مرید اور [illegible] [illegible] کیسا افسوس۔ اھ

اسی طرح ایک طالب نے اپنے عریضہ میں حضرت والا کے خواہرزادہ صاحب جناب فضیلت مآب مولانا [illegible] احمد صاحب مدت فیوضہم کے نام بھی کچھ مضمون لکھ دیا تھا۔ اس پر تنبیہاً تحریر فرمایا کہ دو رخ کو [illegible] ہیں مگر

میرے میرے خطا میں [illegible] مضامین لکھنا کیا خلاف تہذیب نہیں ہیں اُن کو پیغام پہونچاتا پھروں یا پرچہ دیتا پھروں افسوس [illegible] اھ

بعض صورتوں میں یہاں تک تحریر فرما دیتے ہیں کہ جب تک سلیقہ اور تہذیب نہ سیکھ لو میرے پاس خط نہ بھیجو اھ اور بعض کی تعلیم تلقین ہی سے دلکش ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر شکایت فرمایا کرتے ہیں کہ آجکل عام طور پر طبائع میں ادب بالکل نہیں رہا الا ماشاء اللہ اسی وجہ سے اکثر محروم رہتے ہیں ع بے ادب محروم گشت از فضل رب۔ بلا ادب شیخ کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور ادب محض تعظیم و تکریم کو نہیں کہتے یہ تو محض صورتِ ادب ہے ادب کی روح ہے ایذاء سے بچانا اور راحت پہونچانا۔ اگر کسی کو زیادہ تعظیم و تکریم سے اذیت ہوتی ہو تو وہ بھی بے ادبی ہے۔ اھ

یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بعض لوگ قصداً ایذا نہیں پہونچاتے لیکن محض عدم قصد ایذا کافی نہیں بلکہ قصد عدم ایذا ضروری ہے۔ اھ

(۳) حضرت والا کو اسکا خاص اہتمام رہتا ہے کہ طالبین کو فضولیات سے ہٹا کر ضروریات میں مشغول کر دیا جائے جس کی صدہا نظائر ہیں لیکن چونکہ ابھی ابھی اختصار کا وعدہ کر چکا ہوں۔ اس لئے صرف ایک واقعہ بطور نمونہ عرض کیا جاتا ہے۔

ایک اہل علم طالب نے حضرت والا کو لکھا کہ میرے ذہن ناقص میں یہ آتا ہے کہ فلاں شخص مدعی [illegible] کو فلاں اہل باطل فرقہ سے ٹھہرا دیا جائے۔ اھ۔ حضرت والا نے اسکا یہ جواب تحریر فرمایا کہ افسوس کیا اِن باتوں میں رائے لینے کے لئے مجھ سے تعلق پیدا کیا تھا۔ اس فن کے مجھ سے زیادہ جاننے والے بہت ہیں۔ اھ

(۴) حضرت والا محض فقہی مسائل پوچھنے پر اکثر طالبین کو تنبیہ فرما دیتے ہیں کہ کیا یہ مسائل اور اہل علم سے نہیں پوچھے جا سکتے۔ اس فن کے تو مجھ سے بھی بہتر جاننے والے بہت لوگ موجود ہیں۔ مجھ سے تو اپنی اصلاح کے متعلق باتیں پوچھی جائیں جنکے لئے مجھ سے تعلق پیدا کیا ہے۔ اھ

اسکا راز یہ فرمایا کرتے ہیں کہ فقہی مسائل پوچھ کر طالبین یہ سمجھتے ہیں کہ بس ہمنے حق بیعت اور حق تعلق ادا کر دیا۔ [illegible] کی طرف توجہ نہیں کرتے چنانچہ فلاں صاحب ہمیشہ مجھ سے مسائل فقہیہ ہی کی تحقیق کیا کرتے [illegible] جواب دینا رہا لیکن [illegible] دیکھا کہ وہ بس اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ [illegible] کوئی بات ہی نہیں پوچھتے۔ سوائے اسکے کہ ہمیشہ کمی کیفیات کی شکایت لکھا کرتے تو میں نے [illegible] جاننے کے [illegible] کی اور صاف کہدیا کہ تم مجھ سے یہ خدمت تحقیق مسائل کی نہ لو۔ مجھ سے تو وہ خدمت لو جسکے لئے مجھ سے تعلق پیدا کیا ہے یعنی اصلاح باطن۔ لیکن چونکہ مسائل [illegible] کی تحقیق بھی ضروری ہے [illegible] اس کام کے لئے [illegible] خلیل احمد صاحب کو تجویز کر لو۔ مولانا اسوقت

زندہ تھے چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اب مجھے خط بھیجیں تو کیا لکھیں سوائے اسکے کہ اپنی اصلاح کے متعلق لکھیں۔ غرض مجبور ہو کر انھیں اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا پڑا جس سے انکو بہت نفع ہوا یہاں تک کہ بفضلہ تعالیٰ صاحب نسبت اور صاحب اجازت ہو گئے۔ اھ

اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ ماشاء اللہ فتویٰ نویسی کا کام تو بہت جگہ ہو رہا ہے اور اس فن کے بفضلہ تعالیٰ مجھ سے کہیں بہتر جاننے والے بکثرت موجود ہیں لیکن اصلاح باطن کا کام اہتمام خاص کے ساتھ آجکل کہیں نہیں ہو رہا۔ اسلئے اسکی ضرورت دیکھکر میں نے اپنے ذمہ یہی خدمت لے رکھی ہے گو یہ درجہ میں من وجہ اُس سے متنزل ہو۔ اھ

(۵) یوں تو تعلیم و تربیت باطن کے متعلق حضرت والا کا ہر ارشاد آب زر سے لکھنے کے قابل ہے لیکن بعض خاص خاص ارشادات تو ایسے جامع مانع اور سہل ممتنع کی شان رکھنے والے ہیں کہ گو وہ چند نہایت مختصر اور سہل الفاظ کا مجموعہ ہیں لیکن اُن میں سارا فن سلوک آگیا ہے اور اُن کے اندر سالکین کے لئے پورا دستور العمل مذکور ہے یہاں تک کہ بعض ایسی ہی شان جامعیت رکھنے والے تحریری ارشادات کو باوجود محض چند سطری مضامین ہونے کے حضرت والا نے فرداً فرداً ایک مکمل رسالہ قرار دیکر مستقل نام بھی تجویز فرما دئیے ہیں مثلاً روح الطریق وضوح الطریق فتوح الطریق تسہیل الطریق وغیرہ جنمیں سے بعض موقع بہ موقع نقل بھی کئے جا چکے ہیں۔ ایک بعض کوتاہ بینوں اور کم فہموں نے یہ اعتراض کیا کہ کہیں چند سطروں کے بھی رسالے ہوا کرتے ہیں جسکا ایک صاحب نے خوب ہی جواب دیا کہ یہ تو سنت آلہیہ کا اتباع ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی تو بعض چند سطر بلکہ ایک سطر ہی کی سورتوں کو مستقل سورت قرار دیدیا ہے مثلاً سورۂ کوثر سورۂ عصر سورۂ اخلاص اھ۔ ایسے اکثر ارشادات جامعہ کا عطر یہ ارشاد ہے کہ انسان صرف اختیاری امور کا مکلف ہے غیر اختیاری امور کا مکلف ہی نہیں۔ لہذا اختیاری امور میں تو بتکلف ہمت اور استعمال اختیار سے کام لے اور غیر اختیاری امور کے نہ تو درپے ہو اور نہ اُنکی فکر میں پڑے۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ اگر کوئی اسی ایک اُصول پر مضبوطی کے ساتھ کاربند رہے تو دین اور دنیا دونوں کی اصلاح و فلاح حاصل ہو جائے اور پریشانی پاس بھی نہ پھٹکے۔

یہ اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ تو حضرت والا نے اتنا واضح فرمایا ہے کہ صدیوں سے اسکا ایسا واضح نہ ہوا تھا۔ اور اس سے اتنا کام لیا ہے کہ ہزاروں مشکلات طریق اسکے ذریعہ سے حل فرما دئیے۔ طالب اصلاح اپنے کسی عیب کی اصلاح چاہتا ہے تو حضرت والا سب سے پہلے [illegible] اختیاری ہے یا غیر اختیاری اگر وہ کہتا ہے کہ اختیاری ہے تو فرماتے ہیں کہ جب چیز کا عمل اختیاری ہے اسکا ترک بھی اختیاری ہے۔ ہمت کرکے اختیار کو استعمال میں لاؤ اور چھوڑ دو۔ اگر وہ کہتا ہے کہ غیر اختیاری ہے تو اگر وہ

دراصل غیر اختیاری ہوا تو فرماتے ہیں کہ غیر اختیاری کا آدمی مکلف ہی نہیں۔ پھر اسمیں دینی ضرر ہی کیا ہوا جو اسکا علاج پوچھا جاتا ہے۔

بعضوں نے کہا کہ یہ تو سمجھ میں آگیا کہ اسمیں بوجہ غیر اختیاری ہونے کے دینی ضرر کوئی نہیں لیکن تکلیف اور پریشانی تو ہے اور یہ بھی قابل علاج ہے اسکا یہ جواب ارشاد فرمایا کہ تکلیف اور پریشانی کا علاج میرے ذمہ نہیں ورنہ کل کو پھر یہ بھی کہنا کہ صاحب سیرے پیٹ میں درد ہے جس سے بڑی پریشانی ہے اسکا بھی علاج بتایا جائے اھ

اسیطرح ایک صاحب نے فضول گوئی کا علاج پوچھا تو حسب معمول یہی سوال فرمایا کہ اختیاری ہے یا غیر اختیاری سپر انہوں نے لکھا کہ اختیاری ہے لیکن سہولت کی تدبیر ارشاد فرمائی جائے۔ تحریر فرمایا کہ کس کس چیز کے سہل ہونیکی تدبیر پوچھوگے اور اس حدیث کے کیا معنی کہوگے۔ حفت الجنۃ بالمکارہ۔ اھ

حضرت والا کی تعلیم میں اللہ تعالیٰ نے برکت ایسی رکھی ہے کہ اکثر طالبین کو محض استعمال اختیار ہی کی تاکید فرمانے پر استعمال اختیار کی بفضلہ تعالیٰ توفیق ہو جاتی ہے اور بڑے بڑے عیوب چھوٹ جاتے ہیں۔

بعض کو یہ دیکھ کر کہ استعمال اختیار میں اپنی سی پوری کوشش کر رہے ہیں سہولت مقاومت نفس کی تدبیر پوچھنے پر یہ ارشاد فرمایا کہ گو سہولت کی تدبیر بتانا مصلح کے ذمہ نہیں لیکن تبرعاً بتاتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ یہ تکلف نفس کی مخالفت کرتے رہنے سے پھر رفتہ رفتہ داعیہ ضعیف ہو جاتا ہے اور اسکی مقاومت سہل ہو جاتی ہے غرض جو تحصیل ہو وہی تدبیر تسہیل بھی ہو لیکن یہ قاعدہ اکثری ہے کلی نہیں بعض کو عمر بھر مجاہدہ ہی کرنا پڑتا ہے۔ غرض طالب کو اپنی طرف سے عمر بھر مجاہدہ ہی میں گذارنے کے لئے تیار رہنا چاہیے اور مجاہدہ ہی کے لئے تو یہاں بھیجے گئے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لقد خلقنا الانسان فی کبد اور مجاہدہ ہی سے تو اجر اور قرب بڑھتا ہے اور جن کو بعد مجاہدات کے سہولت ہو جاتی ہے ان کو بھی برابر مجاہدہ کا اجر ملتا رہتا ہے کیونکہ یہ سہولت مجاہدات ہی سے تو سبب ہوئی ہے۔ اھ

ایک صاحب نے لکھا کہ احقر کے اندر لوگوں سے ربط و ضبط بڑھانے کا جھاکا اور شدید مرض ہے۔ اس عادت کو بہت چھوڑنا چاہتا ہوں لیکن نہیں چھوٹتی حالانکہ امر اختیاری ہے۔ اھ

اسکا ضابطہ کا جواب تو صرف یہی تھا کہ ہمت سے کام لو لیکن چونکہ انہوں نے ایسی ہی کوشش کرنیکے بعد یہ عریضہ لکھا تھا اسلئے جواب تحریر فرمایا کہ اصل علاج تو ہمت ہے مگر اسکی اعانت کے لئے نفس پر کچھ جرمانہ مقرر کیا جاوے کہ جب خلاف عہد ہو اتنی نوافل یا اتنے پیسے ادا کئے جائیں۔ اھ

اسیطرح خود احقر نے ایکبار حضرت والا کی خدمت فیضدرجت میں عریضہ لکھا کہ میری طبیعت ابتداءً تو ملنے سے نہیں بلکہ ملنے جلنے سے وحشت ہوتی ہے لیکن ملتا ہوں تو پھر حد سے ضرور تجاوز ہو جاتا ہوں۔ بار ہا قصد کیا لیکن

[illegible]قدر ضرورت ملنے پر بھی قدرت ہی حاصل نہیں ہوتی ۔ آج سے پھر قصد خلوت کرتا ہوں جب خلوت ہوگی تو [illegible]ورت کلام بھی چھوٹ جائیگی ۔ بہت ہی جی چاہتا ہے کہ بس ضروریات اور ذکر وفکر ہی میں دن رات رہوں حضرت والا کے اس ارشاد کہ میں چاہتا ہوں یہاں پر کوئی کسی سے بات بھی نہ کرے ۔ بالکل اپنی طبیعت کے موافق پایا الخ ۔ اسکا یہ جواب تحریر فرمایا کہ اسمیں بھی مبالغہ سے کام لیا گیا ہے اعتدال ہر امر میں محمود ہے مگر [illegible]عض طبائع بدون تدبیر کے اُس پر بسہولت قادر نہیں ۔ تدبیر یہ ہے کہ بدون ضرورت شدید آپ خود کسی سے ابتدا بکلام [illegible]یں اور نہ کسی کے پاس جائیں اور جو شخص آپ سے ابتدا بکلام کرے اسکو مختصر اور ضروری جواب دے کر [illegible]ر میں مشغول ہو جائیں انشاء اللہ تعالیٰ اس سے اعتدال نصیب ہو جاویگا میں بھی دعا کرتا ہوں ایک ہفتہ کے بعد [illegible]ر اطلاع دیجائے ۔ اھ

دیکھئے یہاں بھی کیسی نفیس تدبیر سہولت ارشاد فرمائی لیکن تدابیر سہولت انھیں کو بتائی جاتی ہیں جو استعمال [illegible]ختیار کی کوشش کرنے کے بعد پوچھتے ہیں اور بعض کو از خود ابتداءً اور ربطاً پوچھے بھی بتا دیتے ہیں جن کے [illegible]میں قرائن سے یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ انکو اپنی اصلاح کا خاص اہتمام ہے ۔

شریعت مقدسہ میں بھی بعض احکام میں تو سہولت کی تدابیر بتائی گئی ہیں اور بعض میں نہیں غرض اسکا التزام [illegible]بت نہیں اس مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلح کو اختیار ہے کہ جہاں مناسب ہو سہولت کی تدبیر بتائے [illegible]ہاں نہ مناسب ہو نہ بتائے ۔

اس مضمون پر حضرت والا نے اپنے وعظ التحصیل والتسہیل مع التکمیل والتعدیل میں بہت مفصل ومحققانہ [illegible]ث فرمائی ہے جو قابل ملاحظہ ہے ۔ وہ وعظ طبع ہو چکا ہے ۔

غرض حضرت والا اس مسئلہ اختیاری وغیر اختیاری سے دوران تربیت میں بہت ہی کام لیتے ہیں کیونکہ [illegible]یکڑوں جزئیات ہیں جن پر اسکا انطباق ہوتا ہے اور ہزاروں اشکالات ہیں جنکا اس سے حل ہوتا ہے چنانچہ حضرت [illegible]الا نے بارہا فرمایا کہ یہ اختیاری اور غیر اختیاری کا مسئلہ آدھا سلوک ہے بلکہ قریب قریب سارا ۔ اھ

اس جگہ حضرت والا کا ایک اور ارشاد بھی جو ایک طالب کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا گیا تھا اور جو پہلے بھی کسی موقع پر نقل کیا جا چکا ہے مکرر بمناسبت مقام تربیت السالک سے نقل کیا جاتا ہے کیونکہ [illegible] [illegible]ی اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلہ سے کام لیکر عمر بھر کے لئے سلوک کا ایک نہایت کا[illegible] [illegible]وز فرما دیا گیا ہے [illegible] طریق کو بالکل سہل فرما دیا گیا ہے ۔ چنانچہ حضرت والا نے [illegible] ذیل الطریق [illegible] [illegible]کھا ہے

Marfat.com

تسہیل الطریق

ایک طالب نے اپنے عریضہ حالات کے آخر میں لکھا کہ میں اپنا حال ابتر ہی پاتا ہوں سوائے اُدھیڑبن کے اور کچھ نہیں اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ خود مشقت میں پڑنے کا شوق ہی ہو تو اسکا تو علاج ہی نہیں۔ باقی راستہ بالکل صاف ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں اختیاری میں ہمت سے کام لیں۔ اگر کوتاہی ہو جاوے ماضی کا استغفار سے تدارک کر کے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لینے لگیں اور استعمال ہمت کے ساتھ دعا کا بھی التزام رکھیں اور بہت لجاجت کے ساتھ۔ اھ

سُبحان اللہ کیا جامع مانع دستور العمل ہے۔ طالبین کو چاہیئے کہ اسکو اپنا حرز جان اور عمر بھر کے لئے اپنا معمول بنالیں۔ ماضی کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بس ایک بار اچھی طرح توبہ کر کے پھر گناہوں کے غم میں نہ رہے بلکہ کام میں لگے ورنہ گناہوں کا تصور اور غم بھی اسکے اور محبوب حقیقی کے درمیان طبعی طور پر حجاب ہو جائیگا جیسا ارشاد مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے ع "ماضی و مستقبلت پردہ خدا است"۔ بندہ اپنے محبوب حقیقی کے مشاہدہ دائمی کے لئے پیدا ہوا ہے نہ کہ گناہوں کے مراقبہ کے لئے۔ گناہوں کے استحضار کی تو توبہ کے لئے ضرورت تھی۔ جب توبہ کر چکا پھر استحضار کی کیا ضرورت رہی۔ کیونکہ گناہوں کا استحضار مقصود بالذات تھوڑا ہی ہے بلکہ مقصود بالغیر ہے تو توبہ کے بعد بھی گناہوں کا قصداً استحضار رکھنا مقصود بالغیر کو مقصود بالذات بنانا ہے۔ اگر کوئی کوتاہی ہو جائے تو یہ نہیں کہ اسکے غم کو لیکر بیٹھ جائے اور اس کمی کا افسوس ہی کرتا رہے بس ایک بار خوب اچھی طرح ندامت و استغفار سے بات کو ختم کرے اور اپنے کام میں لگے۔ کام میں لگ جانے ہی سے خود کمی کا بھی تدارک ہو جاتا ہے اور استغفار میں بھی کسی کی بہت فضیلت وارد ہے۔ محض یہ اجمالی استحضار کافی ہے کہ میں گنہگار ہوں ... میں ... سے استغفار کرتا ہوں باقی اللہ تعالیٰ کو تو ان گناہوں کا علم ہے ہی۔ ان کے تفصیلی استحضار کی ضرورت نہیں کیونکہ اسکا طبعی اثر حجاب ہے۔ کیونکہ گناہوں کا ہمیشہ تفصیلی استحضار رکھنے سے مایوسی پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم ایسے اور اتنے سارے گناہ ہیں تو کیا بخشش ہوگی۔ اللہ میاں کیسے راضی ہونگے۔ اور جب کسی ... کا بار بار تصور کیا جاتا ہے تو اسکا طبعی اثر یہ ہوتا ہے کہ خود بھی طبیعت میں اسکی طرف سے انقباض ہو جاتا ہے۔ غرض اسطرح معاصی کا تفصیلی استحضار طبعاً موجب حجاب ہو جاتا ہے۔ البتہ بلا قصد کسی خاص گناہ کا استحضار ہو جائے تو بالتخصیص بھی توبہ کرے۔ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک استغفار کا صیغہ منقول ہے جس میں ما علمت منہ وما لم اعلم۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ استغفار کے لئے ذنوب کا تفصیلی استحضار ضروری نہیں ورنہ مالم اعلم کے صیغہ کی تعلیم فرمانے کے بجائے یہ حکم ہوتا کہ گناہوں کو سوچ سوچ کر اور

[illegible]کر کے توبہ کیا کرو ۔ اھ

اور ایک حدیث اس مسئلہ کی اصل ہو سکتی ہے جسکی تقریر حضرت والا کے رسالہ التشرف میں کی گئی ہے چونکہ اس تقریر سے اس مسئلہ کی کافی توضیح و تحقیق ہوتی ہے اسلئے اسکو اس مقام پر نقل کیا جانا مناسب ہے وہو ہذا۔

الحدیث (ح) اذا تاب العبد [illegible]نسی اللہ الحفظۃ ذنوبہ وانسی [illegible]ذلک جوارحہ ومعالمہ من الارض حتی یلقی اللہ ولیس علیہ شاھد من اللہ بذنب ابن عساکر عن انس رض ف مدلول الحدیث ظاھر و یمکن ان یوخذ منہ بالقیاس ما نقل عن بعض العارفین ان من علائم قبول التوبۃ نسیان العبد الذنب فان القلب الذی بہ یتذکر الذنب کالجوارح کما فسروا بہ قولہ تعالیٰ ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا ای کل واحد من ھذہ الاعضاء کان عنہ ای عما نسب الیہ مسئولا ایشھد علی صاحبہ بتصیر الرحمن ھذا ھو السر فی الاخرۃ واما السر فی الدنیا فھو ان تذکر الذنب قد یکون حجابا طبیعیا من التوجہ الی اللہ بالانشراح فینسیہ اللہ تعالیٰ ایاہ وعندی ان ھذ الیس بلازم بلا دائم فان لبعضھم یغلب عقلہ علی الطبع فلا یمنعہ الذکر عن التوجہ فھذہ العلامۃ لبعض افراد

جب بندہ توبہ (خالص) کرتا ہے (جو مقبول ہو جاتی ہے) اللہ تعالیٰ اسکے گناہ (ملائکہ) حافظین اعمال کو بھی بھلا دیتا ہے اور اسکے جوارح کو (بھلا دیتا ہے) اور زمین کے نشانات کو بھی بھلا دیتا ہے (یعنی جس جگہ وہ معصیت کی تھی جو قیامت میں گواہی دیتی) یہاں تک کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملتا ہے کہ اسپر گناہ کا کوئی گواہی دینے والا نہیں ہوتا ف مدلول حدیث کا ظاہر ہے اور اس حدیث سے اس مضمون کو بھی بطور قیاس کے جو بعض عارفین سے منقول ہے کہ منجملہ علامات قبول توبہ کے یہ بھی ہے کہ بندہ گناہ کو بھول جاتا ہے کیونکہ قلب جس سے گناہ یاد رہتا ہے وہ بھی مثل جوارح کے ہے جیسا مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے ان السمع والبصر الخ کہ ان سے سوال ہوگا [illegible] یہ صاحب اعضاء پر شہادت [illegible] قلب [illegible] داخل ہوگیا تو قلب سے بھی گناہ کو بھلا دیا جاتا ہے اور [illegible] اور دنیا میں اسکا یعنی بالخصوص [illegible] کا یاد ہونا بعض اوقات [illegible] تعالیٰ کی طرف [illegible] کبھی بعض کی [illegible] میرے نزدیک یہ [illegible] بعض سالکین کی عقل طبیعت پر غالب [illegible] ہوتا توجہ سے مانع نہیں ہوتا [illegible] ہے کی ۔ [illegible] تو یہ [illegible] نسیان [illegible]

القبول الا لجمیعھا۔ | نسیان نہ ہو۔ بلکہ اس مصلحت سے یاد رہے کہ ہمیشہ استغفار کرکے مدارج قبول میں ترقی کرتا رہے) از رسالہ الہادی ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ

اور امداد الفتاوی میں بھی ایک سوال کے جواب میں اس مضمون کا حاصل ایک خاص عنوان سے مذکور ہے اسکو بھی نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا۔

سوال فتوحات میں حضرت شیخ اکبر فرماتے ہیں قبول توبہ کی علامت یہ ہے کہ اس گناہ کا نقش بالکلیہ ذہن سے محو ہو جائے کہ کبھی عمر بھر وہ یاد نہ آسکے۔ اس مسئلہ کا نام قاصمۃ الظہر رکھا ہے اور شعرانی رح نے اپنی کتاب میں اسطرح نقل کیا ہے گویا ان کو بھی یہ مسلم ہے۔ اور عام کتب طریقت میں جمہور لکھتے ہیں کہ سالک کو لازم ہے کہ ہمیشہ ہر وقت اپنے گناہوں کو پیش نظر رکھے کبھی نہ بھولے۔ امام شعرانی رح علی الخصوص اس مسئلہ پر بہت زور دیا کرتے ہیں بظاہر دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے حقیقت کیا ہے اور وجہ تطبیق۔

الجواب: محو ہو جانے سے یہ مراد نہیں کہ یاد نہ رہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اسکا اثر خاص یعنی قلق طبعی نہ رہے گو یاد بھی رہے اور قلق اعتقادی بھی رہے تو یہ امر گناہ کو یاد رکھنے کی تعلیم سے معارض نہیں ہوا اور یہ بھی کلیا نہیں بعض طبائع کے اعتبار سے ہے جن کے لئے قلق طبعی حاجب ہو جاتا ہے انشراح فی الطاعۃ سے اور اسوقت اصل عبارتیں میری نظر میں نہیں عبارت منقولہ سوال کی بنا پر لکھدیا ورنہ ممکن ہے کہ اس سے بھی اچھی کوئی وجہ جمع ہو۔ ۲۵ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ (از رسالہ النور رجب ۱۳۴۹ھ)

یہ دونوں تقریریں تو علمی رنگ میں ہیں۔ اور ایک تقریر اسی کی کلید مثنوی قصۂ پیر چنگی میں تحت عنوان گردانیدن عمر رض نظر او را از مقام گریہ کہ ہستی است بمقام استغراق۔ الی قولہ۔ ایں زاری تو الی قولہ آگاہ باشی۔ بیان میں مذکور ہے لیکن وہ تطویل کے سبب یہاں نقل نہیں کی گئی جن کو شوق ہو وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

یہ سب مضمون اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلہ کی تفصیل بیان کرنے کے ضمن میں استطراداً اعتراضاً بیان میں آگیا۔ میں اب پھر اسی مسئلہ کی طرف عود کرتا ہوں۔ حضرت والا اسی اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلہ کو دیگر عنوانات سے بھی ارشاد فرمایا کرتے ہیں مثلاً عقلی اور طبعی۔ اعمال اور احوال۔ افعال اور انفعالات۔ مقصود اور غیر مقصود۔ یہ کل پانچ عنوان ہوئے لیکن ان سب کا مضمون ایک ہی ہے۔ یعنی حضرت والا کا وہ ارشاد جو اس مضمون کے شروع میں ہدیۂ ناظرین کیا گیا ہے کہ انسان اختیاری امور کا مکلف ہے۔ غیر اختیاری امور کا مکلف نہیں۔ حضرت والا ان پانچوں عنوانات سے دوران تربیت میں کثرت کام لیتے ہیں اور انکے ذریعہ سے سالکین کی بڑی بڑی مشکلات کو حل فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ بہت سے طالبین کی تو جانیں انھیں حقائق کی بدولت بچ گئیں اور بہتیروں کے ایمان انھیں کے ذریعہ سے سلامت رہے اور اب بھی بہتیرے انھیں کے سہارے زندہ ہیں۔

Marfat.com

اگر حضرت والا کے یہ حقائق ان کے پیش نظر نہ ہوتے تو وہ اپنے ایمان سے مایوس ہو کر یا تو اپنے کو ہلاک کر ڈالتے یا نعوذ باللہ ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔

اب ان پانچوں عنوانات کے متعلق حضرت والا کے بعض ارشادات مختصراً اور مثالاً پیش کئے جاتے ہیں مثلاً اختیاری اور غیر اختیاری کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ وسوسے لانا اختیاری ہے اس سے اجتناب کرے اور وسوسے آنا غیر اختیاری ہے اسکی کچھ پروا نہ کرے۔ البتہ آئے ہوئے وسوسوں کو اختیاراً باقی رکھنا بھی بوجہ اختیاری ہونے کے مذموم ہے۔ اسی طرح ذکر و تلاوت و نماز میں دل لگانا اختیاری ہے دل لگنا غیر اختیاری ہے اپنی طرف سے دل لگنے کے اسباب کو جمع کرے پھر بھی اگر دل نہ لگے تو بے دل لگے ہی عمل کو تکلف کرتا رہے۔ اسیطرح میلان الی المعاصی کا غم نہ کرے کیونکہ میلان غیر اختیاری ہے۔ البتہ اس میلان کے مقتضا پر عمل کا صدور نہ ہونے دے جو اختیاری ہے محض میلان پر کوئی مواخذہ نہیں بلکہ عمل پر ہے۔ اھ

اور مثلاً عقلی اور طبعی کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ انسان عقلی امور کا مکلف ہے کیونکہ وہ اختیاری ہیں طبعی امور کا مکلف نہیں کیونکہ وہ غیر اختیاری ہیں۔ اھ

چنانچہ ایک طالب نے لکھا کہ پہلے کبھی صبح کی نماز قضا ہو جاتی تھی تو مجکو بہت رونا آتا تھا لیکن اب کچھ رنج نہیں ہوتا۔ دل پر سیاہی معلوم ہوتی ہے اس پر تحریر فرمایا کہ رنج طبعی مقصود نہیں رنج عقلی مقصود ہے وہ حاصل ہے چنانچہ رنج ہونے پر افسوس ہونا یہ رنج عقلی کی علامت ہے۔ اھ

اور مثلاً اعمال اور احوال کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ اعمال مقصود ہیں احوال مقصود نہیں کیونکہ اعمال اختیاری ہیں احوال اختیاری نہیں۔ اھ

اور مثلاً افعال و انفعالات کے متعلق ایک صاحب فضل کو جو طریق باطن کے متعلق حضرت والا سے خط و کتابت کر رہے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح ذوق و شوق حاصل ہو جائے۔ آخر میں قول مختتم اور خلاصہ کے طور پر تحریر فرمایا کہ اس طریق میں افعال کا اعتبار ہے انفعالات کا اعتبار نہیں لہٰذا افعال کا اہتمام چاہیئے جو اختیاری ہیں انفعالات کے درپے نہ ہونا چاہیئے جو غیر اختیاری ہیں۔ اھ بحاصلہ

اور مثلاً شعبہ باطن میں مقصود اور غیر مقصود کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ مقصود مقامات ہیں یعنی اعمال اختیاریہ نہ کہ احوال غیر اختیاریہ اھ

یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ گو احوال محمود و ممدوح ہیں لیکن مقصود نہیں کیونکہ [illegible] لازم [illegible] اگر حاصل ہوں تو نعمت لیکن کمال نہ سمجھے۔ اگر نہ حاصل ہوں یا حاصل ہو کر زائل ہو جائیں تو غم نہ کرے [illegible] قول رومی [illegible]

روزہا گر رفت گو رو باک نیست	تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست

اسپر احقر کو یاد آیا کہ ایک بار احقر نے اپنے عریضہ میں اسپر اظہار افسوس کیا کہ ا کی بار کی حاضری میں ایک ایسی خاص کیفیت لے کر حاضر ہوا تھا جو اس سے پہلے کبھی حاصل نہیں ہوئی تھی لیکن بعد واپسی کچھ دن میں وہ رفتہ رفتہ بالکل زائل ہوگئی۔ اھ اسپر حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ کسی کیفیت کا طاری ہونا اور چند جاری رہنا یہ بھی بسا غنیمت ہے ہمیشہ رہنے کی چیز تو صرف عقل اور ایمان ہے باقی سب میں آمد و رفت رہتی ہے۔ اھ

غرض اختیاری اور غیر اختیاری کے مسئلہ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت والا پر ایسا منکشف فرمایا ہے کہ حضرت والا اسکو مختلف مواقع پر مختلف عنوانات سے حسب اختلاف فہم اور استعداد طالبین بے تکلف کام میں لاتے ہیں اور یہ مسئلہ ہر موقع پر نہایت ہی کارآمد ثابت ہوتا ہے اور حضرت والا کے اس ارشاد میں ذرا مبالغہ نہیں کہ یہ مسئلہ آدھا سلوک ہے بلکہ قریب قریب سارا۔ اھ

واقعی جہاں تک غور کیا جاتا ہے تربیت و اصلاح کی شاید ہی کوئی ایسی جزئی ہو جسکا اس مسئلہ سے بواسطہ یا بلا واسطہ تعلق نہ ہو اور طریق کا شاید ہی کوئی ایسا مرحلہ ہو جسمیں یہ مشعل راہ کا کام نہ دیتا ہو۔

(۶) حضرت والا طالبین کو ثمرات و کیفیات سے بتاکید شدید بالکل یکسو رکھتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ ثمرات کی روح اجر و قرب ہے بس اس ثمرہ پر نظر رکھنا چاہیئے اور کسی ثمرہ کا منتظر نہ رہنا چاہیئے۔ بلکہ جتنے زوائد طریق ہیں اُن سب کے متعلق معاملہ ہی ایسا فرماتے ہیں کہ طالب کو مجبوراً اُن سے ہٹ کر ضروریات و مقاصد طریق ہی میں مشغول ہونا پڑتا ہے۔ مثلاً کسی نے کوئی خواب بغرض تعبیر پیش کیا تو بجائے تعبیر بتانے کے اکثر یہ فرما دیتے ہیں کہ مجھے تعبیر خواب سے مناسبت ہی نہیں مجھ سے تو بیداری کی باتیں پوچھی جائیں ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم ۔ چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

خوابوں میں کیا رکھا ہے بیداری کی حالت کا اعتبار ہے جو اختیاری ہے اگر کوئی اپنی بیداری کی حالت کو درست نہ کرے تو خواب میں اپنے آپ کو عرش و کرسی کی بھی سیر کرتے ہوئے دیکھے تب بھی اسکو ذرہ برابر قرب نصیب نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی کی بیداری کی حالت بدرجہ مطلوبہ درست ہے تو چاہے خواب میں اپنے آپ کو دوزخ ہی میں دیکھے پھر بھی وہ مقرب ہے۔ لیکن اس سے خواب کی نفی مقصود نہیں بلکہ عوام نے جو خوابوں کو مبشرات کے درجہ سے بھی آگے بڑھا دیا ہے اُس سے تنزل کرنا ہے۔ اھ

اور مثلاً اگر کسی نے یہ شکایت کی کہ پہلے رونا بہت آیا کرتا تھا اب نہیں آتا تو فرما دیتے ہیں کہ آنکھ کا رونا مطلوب نہیں دل کا رونا مطلوب ہے وہ حاصل ہے یعنی نہ رونے پر افسوس۔ اھ

ایک بار فرمایا کہ اگر ثمرات وکیفیات کی تمنا بھی ہو تب بھی اُنسے یکسوئی رہنا ضروری ہے [illegible] پیدا ہوتی ہیں یکسوئی سے اور جب کیفیات کی ورود کی جانب توجہ رہی تو یکسوئی کہاں رہی۔

اسی لئے ذہین اور ذکی آدمی کو کیفیات نہیں ہوتیں اور اگر ہوتی بھی ہیں تو بہت کم کیونکہ اسکا ذہن ہمیشہ چلتا رہتا ہے اسکو یکسوئی ہوتی نہیں اور بلا یکسوئی کے کوئی کیفیت ہوتی نہیں۔ اسی وجہ سے عاقل شخص کو کیفیات بہت کم ہوتی ہیں۔ برخلاف اسکے جن میں عقل کا مادہ کم ہوتا ہے ان کو ایسے آثار سے بہت مناسبت ہوتی ہے گو اسکا عکس لازم نہیں لیکن ایسے لوگ اپنے کام کے تو خوب ہوتے ہیں مگر دوسروں کو اُنسے فائدہ کم پہونچتا ہے۔ اھ

غرض حضرت والا طالبین کو کیفیات کی طرف التفات کرنے سے بتاکید منع فرماتے رہتے ہیں اور اگر کوئی اپنی کیفیات کی اطلاع دیتا ہے تو اکثر یہی فرما دیتے ہیں کہ انکی طرف التفات نہ کیا جائے اپنے کام میں لگا جائے۔ اور کام ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ رہا جائے ورنہ غیر مقاصد میں مشغول ہو کر طالب اپنے اصل کام سے بھی رہ جاتا ہے۔ اور پھر کیفیات بھی منقطع ہو جاتی ہیں کیونکہ انکا ورود بھی تو کام ہی کی برکت سے ہوتا ہے جیسے چراغ میں روشنی اسی وقت تک رہتی ہے جب تک بتی میں تیل پہونچتا رہے۔ اور اگر تیل ہی ڈالنا چھوڑ دیا جاوے تو رفتہ رفتہ روشنی کم ہو کر چراغ گل ہو جائیگا۔ اھ

اسی مضمون کے متعلق ایک بار فرمایا کہ کشف اور احوال و مواجید وغیرہ راہ سلوک میں کوئی چیز نہیں بلکہ یہ چیزیں اکثر موانع طریق ہو جاتی ہیں انکا نہ ہونا زیادہ اچھا اور بے خطر ہے لوگ خواہ مخواہ ہوس کیا کرتے ہیں انکی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص تو سواری گاڑی میں سفر کر رہا ہے جو ہر اسٹیشن پر ٹھہرتی ہوئی دلی پہونچتی ہے اور جسکی کھڑکیاں بھی کھلی ہوئی ہیں وہ شخص خوب سیر کرتا ہوا راستہ کے مناظر دیکھتا ہوا ٹونڈلا اٹاوہ وغیرہ بیچ کے اسٹیشنوں پر ٹھہرتا اور اترتا ہوا دلی پہونچا۔ دوسرا اسپیشل ٹرین میں سوار کھڑکیاں بند کئے ہوئے [illegible] چلا تو دھڑ دھڑ [illegible] دلی [illegible] اسکو راستہ کے مناظر کی کچھ خبر ہوئی نہ بیچ کے اسٹیشنوں کا کچھ پتہ چلا اگر وہ دوسرے شخص [illegible] کا حال سنکر یہ استدلال کرے کہ معلوم ہوتا ہے میں دلی پہونچا ہی نہیں کیونکہ مجھے تو راستہ میں یہ چیزیں [illegible] اسکی ناشکری اور لاعلمی ہے کیونکہ وہ تو اسپیشل ٹرین میں سوار ہو کر جو سواری گاڑی سے کہیں زیادہ تیز رفتار [illegible] گھنٹوں ہی میں دلی پہونچ گیا اور دوسرا شخص بہت دیر میں پہونچا کیونکہ وہ سواری گاڑی میں آیا اور راستہ میں جگہ جگہ ٹھہرتی ہوئی بھی آئی۔ بلکہ سواری گاڑی والے کے لئے [illegible] اسٹیشن کے نقش و نگار کو دیکھ کر وہیں نہ اتر پڑے اور اسکو عمر بھر دلی پہونچنا ہی نصیب نہ ہو۔

اسیطرح بعضے سالکین انوار ہی کو مقصود سمجھ کر انہیں میں مشغول رہتے ہیں آگے نہیں بڑھتے اس لئے

Marfat.com

بلا کشف وکیفیات وغیرہ کے جو سلوک ہوتا ہے وہ زیادہ اسلم ہے۔ کشف وغیرہ بعض صورتوں میں نہایت خطرناک ہوتا ہے چنانچہ ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ حجاب نورانی حجاب ظلمانی سے بھی زیادہ اشد ہوتا ہے کیونکہ حجاب ظلمانی میں تو سالک کو اس وجہ سے کوئی دھوکہ نہیں ہوتا کہ اسکا مخل مقصود ہونا بالکل ظاہر ہے بخلاف حجاب نورانی کے کہ اسکی نورانیت سے دھوکہ کھا کر سالک اسی کو مقصود سمجھنے لگتا ہے۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ باوجود اس روک تھام کے بفضلہ تعالیٰ ہر قسم کی کیفیات محمودہ کا ورود بھی حضرت والا کے یہاں طالبین پر بکثرت ہوتا رہتا ہے چنانچہ گریہ وخندہ جوش وخروش ذوق وشوق وجد وحال ہیبت وانس قبض وبسط وغیرہ ہر قسم کے حالات متوسلین پر آئے دن طاری ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک زمانہ میں ایک ذاکر پر تہجد کے وقت ذکر میں اسقدر غلبۂ حال ہوتا تھا کہ سب ذاکرین پریشان ہو جاتے تھے بالآخر ایک روز حضرت والا خود شب کو خانقاہ ہی میں رہے۔ اور ذکر کے وقت ان صاحب حال کو خود اپنے پاس بٹھایا اور جب ان پر کیفیت وجد طاری ہونے لگی تو وہ اٹھ کر بھاگے ادھر حضرت والا بھی انکے پیچھے پیچھے چلے اور ان کو پکڑ کر [illegible] کی اور زور سے ڈانٹا کہ بڑا صاحب حال بنا ہے۔ بس سارا جوش وخروش تیرے [illegible] میں آگیا ہے۔ دیکھیں آج تیرا سب جوش وخروش نکالے دیتا ہوں۔ اھ

چونکہ وقعت نہ دینے سے بھی غلبۂ حال فرو ہو جاتا ہے اسلئے فوراً انکا سب جوش وخروش جاتا رہا اور پھر کبھی نہیں ہوا چنانچہ عرصہ کے بعد حضرت والا سے کلکتہ میں ملے تو کہا کہ اس روز کے بعد پھر کبھی کیفیت سے مغلوب نہیں ہوا۔ اھ

لیکن حضرت والا ہر حال میں ایسا برتاؤ نہیں فرماتے بلکہ کیفیات محمودہ کے متعلق اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ وارد کو مثل نازک مزاج مہمان عزیز کے سمجھنا چاہیے اور اسکی بڑی آؤ بھگت کرنی چاہیے ورنہ وہ ادنیٰ بے التفاتی سے رخصت ہو جائے گا۔

ایک مغلوب الحال طالب جن پر حضرت والا کے استماع تلاوت وملفوظات پر سخت گریہ طاری ہو جاتا ہے ایک بار بعد نماز فجر حضرت والا کے خیال سے رونے کو بجبر روک رہے تھے اسکا حضرت والا کو احساس ہو گیا تو سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ طبیعت کو گھونٹنے کی ضرورت نہیں اگر رونے کو جی چاہے تو خوب جی بھر کر رو لو اور طبیعت کھل کر لو ورنہ زیادہ ضبط کرنے سے مرض لاحق ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اھ

ایک مقیم خانقاہ کے بعض حالات کا جواب حضرت کے ہاتھ دستی بھجوایا تو یہ تاکید فرما دی کہ دیکر فوراً وہاں سے چلا آنا چاہیئے تاکہ جو کیفیت اس جواب کو پڑھکر پیدا ہونے والی ہو اسکے لئے کوئی مانع نہ رہے ایسی حالت میں بالکل آزادی دینی چاہیئے ورنہ دوسرے کی موجودگی میں مضمون کا اثر پورا نہیں ہونے پاتا یا اگر اثر ہوتا بھی ہے تو

خجلت کی وجہ سے اسکو دباتا ہے جس سے اسکو تکلیف ہوتی ہے

غرض جسکے لئے جو مناسب ہوتا ہے اُسکے ساتھ وہی معاملہ فرماتے ہیں لیکن اکثر احوال ایسے ہیں جنکا اسی کو زیادہ ہیں کہ وجد و حال جوش و خروش گریہ و زاری سبھی کچھ ہو لیکن سب اندر ہی اندر ہو باہر کچھ نہ ہو بمطابق اشعار ذیل بمصداق خاں صاحب شیفتہ رح ؎

تو اے افسردہ جاں زاہد یکے در بزم رنداں شو چہ خوش است با تو رزمے بہ نہفتہ ساز کردن	کہ بینی خندہ بر لبہا و آتش پارہ در دلہا در خانہ بند کردن سر شیشہ باز کردن

اور چونکہ خود حضرت والا کا بھی یہی رنگ ہے اسلئے بمصداق ع جمال ہمنشیں درمن اثر کرد۔ منتسبین پر بھی بہ برکت صحبت اقدس رفتہ رفتہ یہی رنگ غالب ہو جاتا ہے اور احقر کے یہ شعر صادق آنے لگتے ہیں ؎

آمدہ بودم بتو نالہ کناں آمدہ بودم بتو نعرہ زناں	مہر بر لب دل پر افغاں میروم دم بخود سر در گریباں میروم

حضرت والا کا ارشاد ہے کہ اس قسم کی کیفیات کے طریاں کے وقت اصل طریق عمل تو یہی ہے کہ ضبط کرے لیکن اگر غلبہ ہو اور ضبط کرنے میں تکلیف ہو تو پھر یہی مناسب ہے کہ اس کیفیت کا اتباع کرے تاکہ غلبہ فرو ہو اور جب غلبہ فرو ہو جائے اور کیفیت حد ضبط کے اندر آ جائے تو پھر فوراً ضبط کرلے۔ اھ

اسپر احقر نے عرض کیا کہ حضرت والا تو بزرگوں کا یہ ارشاد نقل فرمایا کرتے ہیں کہ وارد کو مہمان عزیز سمجھ اور اسکا حق ادا کرے۔ فرمایا کہ وارد کو مہمان بھی کہیں گے جب اس وارد کا غلبہ ہو یاں اسوقت تو ضرور اسکا حق ادا کرے باقی غلبہ سے پہلے پہلے نہ وہ مہمان ہے نہ اسکا کوئی حق قائم ہوتا ہے قبل غلبہ کے اگر اسکا حق ادا کیا جائے تو ایسا جیسے کوئی راہ چلتے مسافر کو زبردستی اپنا مہمان بنالے اور خواہ مخواہ اسکے سر ہو جائے کہ تو تو میرا مہمان ہے میں تیرا حق ادا کروں۔ اھ

اس مضمون کے مناسب کہ احوال و کیفیات تو ہوں لیکن سب اندر ہی اندر ہوں باہر نہ ہوں حضرت والا کا ایک اور ملفوظ بھی یاد آیا۔

فرمایا کہ تقویٰ اور دینداری کا اہتمام تو بہت رکھے لیکن اپنی طرف سے کوئی امتیاز کی شان نہ پیدا ہونے دے جس سے شہرت ہو جائے جب لوگوں سے ملنے جلنے کا اتفاق ہو تو ایسی طرح ملے تاکہ لوگوں کو خواہ مخواہ بزرگی کا گمان نہ ہو لیکن ہنسنے بولنے کی کثرت سے بھی بچے چنانچہ زیادہ ہنسنے کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الضحک یمیت القلب یعنی زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے

اور بولنے کی کثرت کے متعلق حضرت عطارؒ فرماتے ہیں ؎

دل ز پُر گفتن بمیرد در بدن	گرچہ گفتارت بود دُرِّ عدن

واقعی جب چاہو تجربہ کرلو زیادہ بولنے سے دل بے رونق ہو جاتا ہے جیسے اگر ہانڈی میں اُبال آئے اور اسکی ڈرک تھام نہ کی جائے تو بس سارا مصالحہ نکل جائیگا اور ہانڈی پھیکی رہ جائے گی۔ اگر اچھی اچھی باتیں بھی بلا ضرورت کی جائیں تو انکا بھی یہی اثر ہوتا ہے۔ اھ

پھر فرمایا کہ عموماً تو کلام کی تین قسمیں سمجھی جاتی ہیں۔ ایک نافع ایک مضر ایک فضول یعنی نہ نافع نہ مضر لیکن باعتبار مآل کے میرے نزدیک صرف دو ہی قسمیں ہیں نافع اور مضر کیونکہ جو کلام نہ نافع ہو نہ مضر وہ بھی آخر میں مضر ہی ثابت ہوتا ہے۔ جو شخص فضولیات میں مشغول ہوگا عادۃً وہ ضروریات میں ضرور کوتاہی کریگا۔ اور صرف ہنسنا بولنا ہی نہیں بلکہ جتنے بھی مباحات ہیں اُن سب کی کثرت مضر ہے۔ لیکن اگر کثرت نہ ہو بلکہ مباحات میں اعتدال کے ساتھ اشتغال ہو تو پھر وہ بجائے مضر ہونے کے نافع ہیں خصوصاً جب وہ اشتغال کسی مصلحت پر مبنی ہو۔ کیونکہ اس اشتغال سے طبیعت میں نشاط ہوتا ہے اور نشاط سے طاعات میں اعانت وسہولت ہو جاتی ہے۔

جس وقت مباحات کے اشتغال سے قلب کے اندر کدورت پیدا ہونے لگے تو سمجھ لے کہ اب مضرت کا درجہ شروع ہو چکا ہے فوراً الگ ہو جائے لیکن یہ معیار اُسی کے لئے ہے جسکے قلب کے اندر صحبت شیخ اور التزام واہتمام ذکر وطاعت سے احساس پیدا ہوگیا ہو باقی مبتدی اپنے لئے بطور خود کچھ تجویز نہ کرے بلکہ شیخ سے اپنی ہر حالت کی اطلاع کرکے ہر حالت کے متعلق جزوی طور پر طریق عمل دریافت کرتا رہے اور جس حالت کے متعلق جو طریق عمل وہ تجویز کرے اسی پر کار بند رہے۔ اھ

غرض حضرت والا کو اسکا بڑا اہتمام رہتا ہے کہ طالبین کیفیات کو اُنکے درجہ سے آگے نہ بڑھانے پائیں۔ ورنہ بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت والا ایک خلوت نشیں درویش کا ایک قول نہایت افسوس کیساتھ نقل فرمایا کرتے ہیں جنھوں نے حضرت والا کے ایک خادم سے جو ان کو بزرگ سمجھ کر حاضر خدمت ہوا کرتے تھے معمولات پوچھ کر پوچھا کہ کچھ نظر بھی آتا ہے انھوں نے کہا کچھ بھی نہیں تو کہنے لگے پھر کیا فائدہ بس خالی ثواب لئے جاؤ۔ حضرت والا اس قول کو نقل کرکے فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے یہ سنکر نہایت افسوس اور تعجب ہوا کہ انھوں نے ثواب کو جو روح ہے سارے اعمال کی ایسا خفیف سمجھا۔ اھ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اتنی خلوت بھی مضر ہے کہ محققین سے بھی ملنا جلنا چھوڑ دے ایسی ہی خلوت کے بارہ میں تو شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

خیالات نادان خلوت نشیں	بہم بر زند عاقبت کفر ودیں

پھر فرمایا کہ کیفیات کو انکی درجہ سے بڑھانے میں یہ خرابیاں ہیں انکا درجہ تو بس ایسا ہے جیسے شرع میں

بچوں کو پڑھنے کا شوق دلانے کے لئے مٹھائی دیتے ہیں یہی مراد ہے حضرت جنید رح کے اس قول سے تلک خیالات تربی بھا اطفال الطریقۃ۔ تو بعض مبتدیوں کو جو اطفال طریق ہیں راہ پر لگانے کے لئے ذوق و شوق وغیرہ کی کیفیات عطا فرما دی جاتی ہیں۔ اھ

حضرت والا تو اس کیفیت کے متعلق بھی جو ساری کیفیات سے افضل ہے یعنی رسوخ ایک عالی مرتبت اہل علم کو تحریر فرماتے ہیں کہ رسوخ کی طرف التفات نہ فرمایا جائے رسوخ سے مقصود عمل ہے عمل سے رسوخ مقصود نہیں اگر عمل بلا رسوخ ہوتا ہے مقصود حاصل ہے۔ اھ

سبحان اللہ سبحان اللہ حضرت والا کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے حقائق طریق واضح فرمائے ہیں اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کو کیسی کیسی غلطیوں سے نکال کر طریق سنت سنیہ پر ڈالا ہے جو اس زمانہ میں مسدود بلکہ قریب مفقود ہی ہو چکا تھا بالخصوص مشائخ میں ف استفسار پر حضرت والا نے رسوخ اور استقامت میں یہ فرق فرمایا کہ رسوخ حال ہے اور استقامت مقام رسوخ اصلاح کا طبعی درجہ ہے جو ایک کیفیت غیر اختیاریہ ہے اور استقامت اُسکا عقلی درجہ ہے جو اختیاری ہے استقامت مقصود ہے رسوخ مقصود نہیں گو محمود ہے۔ اھ

ایمان اور اعمال کے عقلی اور طبعی درجہ کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ عقلی درجہ افضل ہے [illegible] ہے اور روحانیت سے ناشی ہوتا ہے اور پھر یہ بھی نہیں کہ عقلی درجہ طبعی درجہ سے بالکل [illegible] ضرورت طبعی درجہ بھی ہوتا ہے کیونکہ محض عقلی درجہ صدور اعمال کے لئے عادۃً کافی نہیں [illegible] کچھ نہ کچھ عقلی درجہ بھی ضرور ہوتا ہے غرض دونوں درجوں میں عقل و طبعیت دونوں [illegible] غالب و مغلوب کے تفاوت سے اثر [illegible] فرق ہو جاتا ہے۔ اھ

خلاصہ ان سب تقریرات کا یہ ہے کہ حضرت والا کیفیات کی نہ تو بالکل نفی فرماتے ہیں نہ [illegible] سے بڑھاتے ہیں بلکہ طالبین کو یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ کیفیات محمودہ کو محمود [illegible] کمال اور لازم طریق یا لازم بزرگی نہ سمجھیں۔

حضرت والا بعض صورتوں میں جہاں کوئی مصلحت مانع نہیں ہوتی دل بڑھانے [illegible] مبارکباد بھی دیتے ہیں لیکن سالکین کی ہر کیفیت کو کیفیت باطنہ ہی نہیں سمجھ لیتے بلکہ [illegible] اس طریق میں جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں وہ سب باطنی ہی نہیں ہوتیں [illegible] کی تخیر وغیرہ سے پیدا ہو جاتی ہیں [illegible] طالب [illegible] شبہ پیدا ہو جاتا ہے وہاں حضرت والا یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ کسی طبیب [illegible]

تمکو کوئی مرض مثلاً ضعف قلب خشکی دماغ تبخیر وغیرہ تو نہیں اور ایسی صورتوں میں اکثر حضرت والا کا شبہ صحیح ہی نکلتا ہے اور اس کیفیت کا منشا کوئی مرض ہی ثابت ہوتا ہے۔ ایسوں کو حضرت والا طبیب جسمانی سے رجوع کرنے کے لئے ہدایت فرماتے ہیں۔ اور ضرب وجہر بالکل چھوڑوا دیتے ہیں۔

بعض مشائخ نے اپنے متعلقین کے دماغی تخیلات کو کیفیات باطنہ سمجھ لیا اس پر فرمایا کہ شیخ کو طب سے بھی اتنی مناسبت ہونا ضروری ہے کہ وہ خیالات کو حالات نہ سمجھ لے۔

(۷) حضرت والا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ملفوظ کو نہایت تاکید اور اہتمام کے ساتھ نقل فرمایا کرتے ہیں کہ حب شیخ اور اتباع سنت کے ہوتے ہوئے اگر لاکھ ظلمات بھی ہوں تو وہ سب انوار ہیں اور اگر انمیں سے ایک چیز بھی کم ہو تو پھر لاکھ انوار ہوں وہ سب ظلمات ہیں۔ اھ

حضرت والا حضرت حافظ شیرازیؒ کے اس شعر کو بھی بکثرت فرمایا کرتے ہیں ؎

درطریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست	برصراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

لیکن یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اسمیں دو قیدیں ہیں ایک آید کی ایک صراط مستقیم کی پہلی قید کا حاصل تو یہ ہے کہ وہ حالت آئی ہوئی ہو لائی ہوئی نہ ہو یعنی غیر اختیاری ہو اختیاری نہ ہو کیونکہ اس شعر میں آید ہے آرد نہیں ہے، اور آید کی کوئی فرد مذموم نہیں خواہ بظاہر کتنی ہی بُری معلوم ہوتی ہو۔ کیونکہ غیر اختیاری ہے البتہ آرد میں دو قسمیں ہیں محمود اور مذموم۔ یہ تو پہلی قید کے متعلق تفصیل ہے اور دوسری قید یہ ہے کہ صراط مستقیم پر ہو تو حاصل شعر کا یہ ہوا کہ اگر سالک صراط مستقیم پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے تو پھر اس پر جو بھی کیفیت غیر اختیاری طاری ہو خوشگوار یا ناگوار وہ سالک کے حق میں خیر ہی ہوتی ہے۔ اھ

(۸) حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ذکر وطاعت میں بہ تکلف مشغول رہنا چاہئے نہ سُہولت کا متمنی رہے نہ یہ دیکھے کہ مجھے کچھ نفع ہو رہا ہے یا نہیں۔ ذکر وطاعت میں مشغول رہنا ہی اصل مقصود اور اصل نفع ہے۔ اھ

ایک طالب کو تحریر فرمایا کہ مقصود کے حصول کا قلب میں تقاضا اور انتظار نہ رکھیں کہ یہ بھی حجاب ہے کیونکہ اس سے تشویش ہوتی ہے اور تشویش برہم زن جمعیت وتفویض ہے اور جمعیت وتفویض ہی وصول کی شرط عادی ہے۔ اسکو خوب راسخ کرلیں کہ یہ زرح سلوک ہے۔ اھ

یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ ذکر وطاعت میں مشغول ہونے کے لئے دلچسپی اور سُہولت کا منتظر نہ رہے بلکہ بہ تکلف عمل شروع کردے پھر اسی سے رفتہ رفتہ سُہولت بھی ہونے لگتی ہے اور دلچسپی بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ اھ

اسی مضمون کو ایک بار اس عنوان سے فرمایا کہ لوگ تو اس انتظار میں رہتے ہیں کہ جب دلچسپی پیدا ہو تب کام شروع کریں اور دلچسپی اس انتظار میں رہتی ہے کہ جب کام شروع ہوجائے تب میں پیدا ہوں۔ اھ

Marfat.com

ایک بار فرمایا کہ ذکر میں چاہے جی لگے یا نہ لگے لیکن برابر کیے جاوٗ۔ رفتہ رفتہ اسکی ایسی عادت پڑجاتی ہے کہ پھر بلا اسکے چین ہی نہیں پڑتا جیسے شروع شروع میں حقہ پینے سے گھمیر بھی آتی ہے متلی بھی ہوتی ہے بلکہ قے بھی ہوجاتی ہے لیکن پھر پیتے پیتے ایسی چاٹ لگ جاتی ہے کہ چاہے کھانا نہ ملے لیکن حقہ کے دوکش ملجاویں۔ ایک بار فرمایا کہ نفع تو شروع ہی سے ہونے لگتا ہے لیکن محسوس نہیں ہوتا جیسے بچہ روز کچھ نہ کچھ ضرور بڑھتا ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ آج اتنا بڑھا کل اتنا بڑھا البتہ ایک معتد بہ مدت گذر جانے کے بعد اسکی پچھلی حالت کو خیال میں لاکر موازنہ کیا جاوے تو زمین آسمان کا فرق معلوم ہو یہی حال ذکر کا ہے کہ شروع میں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کچھ بھی نفع نہیں ہورہا حالانکہ دراصل نفع برابر ہورہا ہے۔ ایک معتد بہ مدت گذر جانے کے بعد اپنی پچھلی حالت کو ذہن میں مستحضر کرکے اُس سے حالت موجودہ کا موازنہ کرے تو زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ اھ

بچہ کی مثال پر ایک اور ملفوظ یاد آیا جو حضرت والا نے خود احقر سے فرمایا تھا۔ ذکر و شغل شروع کرکے کچھ عرصہ کے بعد احقر نے عرض کیا کہ جیسا جی چاہتا ہے ویسا نفع نہیں ہوتا فوراً نہایت تسلی آمیز لہجہ میں فرمایا کہ اگر کوئی چاہے کہ میرا بچہ آج ہی دس برس کا ہوجائے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ دس برس کا تو دس برس کے بعد ہی ہوگا۔ اھ

ایک صاحب نے لکھا تھا کہ کچھ نفع نہیں معلوم ہوتا فرمایا کہ اسوقت کے ذکر کو بیکار نہ سمجھا جاوے یہ سب جمع ہورہا ہے اور انشاء اللہ عنقریب سب کھل پڑیگا۔ ایک بار فرمایا کہ پتھر پر پہلے اول قطرہ گرتا ہے پھر دوسرا پھر تیسرا یہاں تک کہ پانی گرتے گرتے اسمیں گڑھا پیدا ہوجاتا ہے تو کیا یہ کہا جائے گا کہ صرف اخیر قطرہ نے گڑھا کردیا۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ گڑھا نتیجہ ہے قطروں کی مجموعی تعداد کا۔ گڑھا کرنے میں اول قطرہ کو بھی ویسا ہی دخل ہے جیسا کہ اخیر قطرہ کو اول قطرہ کو ہرگز بے اثر نہ سمجھنا چاہیے گو بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اسیطرح اول روز کا ذکر بے ثمرہ سمجھا جاتا ہے ہرگز بے ثمرہ نہیں اخیر میں جو حالت خاص پیدا ہوگی اسمیں اول روز کے ذکر کو بھی اتنا ہی دخل ہوگا جتنا کہ اخیر روز کے ذکر کو یہ نہیں ہے کہ صرف اخیر روز کا ذکر اس حالت کو پیدا کردیتا ہے بلکہ ایک مجموعی مقدار تھی کہ اتنے دن بعد یہ کیفیت پیدا ہوگی جب وہ تعداد پوری ہوگئی وہ کیفیت نمودار ہوگئی۔ ہر ہر دن کو اسکے پیدا کرنے میں یکساں دخل ہے یا جیسے کہ ایک شخص کوئی مقوی معجون یا اکسیر کھاتا ہے بیمار کہ معتد بہ مدت کے استعمال کے بعد وہ سرخ و سپید ہوجاتا ہے تو کیا صرف اخیر خوراک نے ... ہرگز نہیں اتنے دنوں کی خوراکوں کی مجموعی تعداد نے اسکی یہ حالت کردی ... بے اثر سمجھا جاوے۔ اھ

کام میں لگے رہنے کی تاکید کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بزرگوں کا ارشاد ہے لا ... (ادہ ...)

Marfat.com

بلکہ یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر ذکر کی بھی توفیق نہ ہو تو کم از کم عزم ذکر اور حسرت ذکر تو ہو۔ اھ

غرض اس طریق میں یہ دو چیزیں نہایت ضروری ہیں دھن اور دھیان۔ عزم ذکر اور حسرت ذکر کے بھی نافع ہونے کے متعلق ایک طالب کو جنھوں نے اپنی ناکارگی کی طویل داستان لکھی تھی یہ تحریر فرمایا مقصود تو مقصود کا مشاہدہ ہے اور اسکا طریق مجاہدہ مگر جب تک اسمیں کمی رہے تو اس مشاہدۂ مقصود کا مقدمہ عدم مجاہدہ ہے جس سے انشاء اللہ تعالیٰ مجاہدہ کی توفیق ہو جاتی ہے۔ پھر اُس سے مقصود کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے جو کہ مقصود ہے۔ اسی ترتیب کا سلسلہ شروع ہے جو انشاء اللہ تعالیٰ تدریجاً بخیر و خوبی ختم اور مکمل بھی ہو جائے گا لگا رہنا چاہیئے اگر کام میں کوتاہی ہو جاوے اس نہ لگے رہنے کے مشاہدہ میں لگا رہنا چاہیئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حرماں نہ ہوگا میں بھی دعا کرتا ہوں۔ اھ

غرض حضرت والا استقلال کے ساتھ بہ تکلف کام میں لگے رہنے کی طالبین کو بہت ہی تاکید فرماتے رہتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ کام ہی سے کامیابی ہوتی ہے اس طریق میں کام کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا کیونکہ وعدہ ہے مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَۃَ وَسَعٰی لَھَا سَعْیَھَا وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰئِکَ کَانَ سَعْیُھُمْ مَّشْکُوْرًا۔ اھ

ایک بار اس مضمون میں ایک یہ ضروری قید بھی لگائی کہ جب کسی شیخ کے واسطہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل کر کے ذکر و شغل کیا جاتا ہے تب کامیابی ہوتی ہے۔ اھ

اسپر احقر نے عرض کیا کہ ذکر و شغل تو ایسی چیز ہے کہ اُسی سے کام بن جایا کرتا۔ شیخ کے واسطہ کی حاجت نہوا کرتی۔ فرمایا کہ دراصل تو کام ذکر و شغل ہی بنا تا ہے لیکن شیخ کا واسطہ بھی ضروری ہے جیسے کاٹ تو تلوار ہی کرتی ہے لیکن اسکا کسی کے قبضہ میں ہونا شرط ہے۔ اھ

حضرت والا صحبت شیخ کی نافعیت اور ضرورت پر اکثر بہت طویل طویل اور پرمذاق تقریریں فرمایا کرتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ شیخ کے پاس رہ کر جیسی اصلاح ہوتی ہے دور سے نہیں ہوتی۔ جیسے طبیب کے پاس رہ کر جیسا معالجہ ہو سکتا ہے دُور سے نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں طالب شیخ کے پاس رہ کر وہ دیدہ طور پر اُسکے اخلاق و عبادات کو اخذ اور کمالات کو جذب کرتا رہتا ہے اور اسطرح روز بروز اُسپر شیخ کا رنگ چڑھتا چلا جاتا ہے جیسے مثل مشہور ہے کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔

نیز صحبت شیخ میں بدون معتد بہ مدت تک رہے شیخ سے مناسبت نہیں پیدا ہوتی اور شیخ کی مناسبت ہی اس طریق میں نفع کی عادۃً موقوف علیہ ہے۔ اھ

چنانچہ ایک طالب جن کو حاضری خدمت کی شاید ایک بار ہی توفیق ہوئی تھی برسوں حضرت والا سے خط و کتابت کرتے رہے اور اسی کو کافی سمجھتے رہے لیکن ایک مصیبت کے موقع پر باوجود بظاہر بہت متصلب فی الدین ہونے کے اُن کے عقائد مذہب میں تزلزل واقع ہو گیا۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ من الحور بعد الکور۔ حضرت والا نے ان کے حالات سنکر

Marfat.com

یہی فرمایا کہ بدون پاس رہے جسکو مناسبت کہتے ہیں وہ پیدا نہیں ہوتی۔ اور جب اُنھوں نے حضرت والا سے مسائل دینیہ کے متعلق اپنے شبہات لکھ کر اُن کا جواب چاہا تو یہی تحریر فرمادیا کہ اگر کوئی ایسا مرض جسمانی ہو جائے جسکے علاج کے لئے طبیب کے پاس رہنے کی ضرورت ہو تو ایسی حالت میں کیا تجویز کیا جائیگا۔ اھ

اس سے حضرت والا کا یہی مقصود تھا کہ پاس رہنے کی ضرورت ہے لیکن بمصلحت بعنوان استغنا تحریر فرمایا

حضرت والا حُبِ شیخ کے متعلق جو مناسبت کاملہ ہی کی مرادف ہے یہ فرمایا کرتے ہیں کہ حُبِ شیخ کلید کامیابی اور کلید جملہ سعادات و برکات ہے۔ اھ

لیکن حُبِ شیخ کو اپنے منتسبین میں حد سے ہرگز متجاوز نہیں ہونے دیتے نیز حُبِ عقلی یعنی اطاعت و اتباع کو بالکل کافی دوافی قرار دیتے ہیں کیونکہ حُبِ طبعی اختیاری نہیں اور عبد غیر اختیاری امور کا مکلف نہیں چنانچہ مثالاً ایک طالب کا خط حسن العزیز جلد اول مکتوبات نمبر ۴۸ سے اس جگہ ملخصاً نقل کیا جاتا ہے۔

(مضمون) درگاہ باری تعالیٰ میں دست بدعا ہوتا ہوں کہ حضور کی محبت میرے قلب میں پیدا ہو جاوے لیکن ذرہ برابر بھی محبت قلب میں نہیں پیدا ہوتی اور اسکی وجہ سے طبیعت بیچین ہو جاتی ہے۔

(جواب) محبت کے الوان مختلف ہیں ایک لون یہ بھی ہے جو آپ کو حاصل ہے اسکی ایک صریح علامت یہی ہے کہ اسکی کمی کے احتمال سے آپ کو بیچینی ہوتی ہے۔ اھ

(مضمون) اکثر حضور کا تصور کر کے اور حضور کو اپنی طرف متوجہ کر کے یہ شعر بڑے ذوق و شوق سے پڑھتا ہوں ؎

تو دستگیر شو اے خضرِ پے خجستہ کہ من		پیادہ میروم و ہمرہاں سوار انند	

(جواب) اسکی اصلا ضرورت نہیں۔

(مضمون) اور تھوڑی دیر تک تو حضور کا تصور رہتا ہے بعد اسکے نسو کا تصور ٹوٹ جاتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف ایک خاص طریق پر توجہ اور کشش محسوس ہونے لگتی ہے۔

(جواب) سبحان اللہ یہ توجہ الی اللہ تو اصل مقصود ہے اور شیخ کی محبت اسی مقصود کا ذریعہ ہے پس اگر خدا تعالیٰ یہ مقصود نصیب کر دے اور شیخ سے ذرا بھی متعارف محبت نہ ہو مگر اطاعت اور اتباع ہو تو وہ شخص حق پر فائز ہے۔ ۲۱۔ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ

ہ اسیطرح ایک خلیفہ مجاز نے عدم مناسبت کی شکایت لکھی تھی اُن کا [illegible] باصواب کے تربیت السالک سے نقل کیا جاتا ہے وھو ہذا۔

(حال) حضور والا کے علوم و معارف کی فراوانی اور اپنی کم لیاقتی کو دیکھتا ہوں تو اکثر مایوسی کی کیفیت

Marfat.com

ہونے لگتی ہے اسکا رنج اب اکثر رہتا ہے کہ حضور سے مناسبت پیدا نہیں ہوئی کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔
(تحقیق) یہ بھی مناسبت ہے کہ عدم مناسبت کا علم ہو جاوے آخر عبد کو حق تعالیٰ سے نسبت ہوتی ہے یا نہیں حالانکہ واجب اور ممکن میں کیا مناسبت مگر وہاں یہی مناسبت ہے کہ اُنکی عظمت اپنی ذلت کا علم ہو جاوے اسی عدم مناسبت لغویہ کے علم کو مناسبت اصطلاحیہ کہا جاتا ہے باقی اس سے آگے "چہ نسبت خاک را با عالم پاک" بفتح اللام چہ جائے عالم پاک بکسر اللام۔

(۱) (حال) جو کچھ دل میں ہے اسکے اظہار کی پوری قوت بھی نہیں۔
(تحقیق) یہ بھی اسی عدم مناسبت مسمیٰ بہ مناسبت کی فرع ہے۔

ف۔ یہ غیر اختیاری مناسبت بالشیخ کے متعلق تحقیق ہے۔ رہی اختیاری مناسبت اُس کی تحصیل ضروری ہے۔
نیز حضرت والا بلا ضرورت قصداً تصور شیخ کرنے سے بوجہ انضمام مفاسد منع فرماتے ہیں لیکن اگر بلا قصد تصور بندھ جائے تو اسکو بہ تکلف دفع نہیں کراتے بلکہ نافع بتاتے ہیں۔

غرض حضرت والا کے یہاں کسی امر میں نہ افراط ہے نہ تفریط اور محقق کی یہی شان ہوا کرتی ہے۔

صحبت شیخ کی نافعیت بیان فرماتے وقت حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ صحبت شیخ جبھی نافع ہوتی ہے جب شیخ کے بتائے ہوئے ذکر و شغل میں بھی مشغول رہے۔ بعضے لوگ بزرگوں سے تو ہمیشہ ملتے جلتے رہتے ہیں لیکن خود کچھ کرتے دھرتے نہیں اُن کو کچھ حاصل نہیں ہوتا ہمیشہ محروم ہی رہتے ہیں۔ اور بعضے زیادہ وقت تو صحبت شیخ میں گذار دیتے ہیں اور تھوڑا سا وقت نکالکر کچھ الٹا سیدھا ذکر و شغل بھی کر لیتے ہیں یہ بھی کافی نہیں۔ غالب حصہ ذکر و شغل کا ہونا چاہیئے تب صحبت شیخ نافع ہوتی ہے۔ اھ۔ حضرت والا مقدار ذکر کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ نہ اتنی زیادہ مقدار ہو کہ بہت تعب ہو اور نہ اتنی کم کہ کچھ تعب ہی نہو بلکہ اتنی مقدار ہونی چاہیئے جسمیں تعب تو ہو لیکن جسکی مداومت قابل عمل ہو کیونکہ تھوڑا تعب ہونا بھی نفع کے لئے ضروری ہے تاکہ نفس کو کسی قدر مجاہدہ بھی کرنا پڑے۔ اھ

مقدار ذکر کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے ذمہ تو صرف اُتنی ہی مقدار رکھے جسپر دوام ہو سکے باقی جب فرصت اور نشاط دیکھے تو زیادہ کر لے۔ اسمیں یہ مصلحت ہے کہ ناغہ کی بے برکتی اور قلق سے حفاظت رہیگی اور یہ دونوں چیزیں مضر ہیں اور جب کبھی زیادہ کی توفیق ہوگی تو مسرت ہوگی اور ہمت بڑھیگی۔ اھ

یہ تو کمیت ذکر کے متعلق ارشادات ہیں اور کیفیت کے متعلق فرمایا کرتے ہیں کہ جس طرز میں زیادہ دلچسپی ہو وہی اختیار کرے کیونکہ وہی طرز زیادہ نافع ہوتا ہے جسمیں زیادہ دل لگے۔ لیکن اسکا خاص خیال رکھے کہ قلب میں ورد کے جلدی پورا کرنے کا تقاضا نہ پیدا ہونے دے اگر کسی کا طرز ہی روانی کے ساتھ ذکر کرنے کا ہو تو اسکا مضائقہ نہیں

باقی طبیعت میں یہ تقاضا نہ ہونا چاہئے کہ کسیطرح جلدی ختم کیا جاوے۔ اھ

اس مضمون کے متعلق ایک مکتوب صد پند اشرف میں بھی نقل کیا جاچکا ہے بمناسبت مقام مکرر نقل کیا جاتا ہے

ایک مبتدی طالب نے لکھا کہ حضور سے دور ہوں اذکار صحیح طریقہ سے کیونکر ادا کردں اھ۔ جواب تحریر فرمایا کہ یہ معلوم کرنا کیا مشکل ہے قلب اور زبان دونوں کو شریک کرنا یہی طریق صحیح ہے۔ اھ

انہیں طالب نے یہ بھی درخواست کی تھی کہ اپنے فلاں مجاز سے فرمادیں کہ مجھے دو ایک مرتبہ دوازدہ تسبیح کا ورد کرادیں۔ اھ

اسکا یہ جواب تحریر فرمایا کہ اسکی حاجت نہیں یہ قیود غیر مقصود ہیں مقصود صرف ذکر ہے اگر کوئی نہایت موزوں رفتار سے چلتا ہوا اور دوسرا غیر موزوں سے تو اصل مقصود منزل پر پہونچنا ہے جو دونوں رفتار سے حاصل ہو جاتا ہے آگے رہی موزونیت اسمیں اور مصالح زائدہ ہیں جنپر منزل کی رسائی موقوف نہیں اھ

حضرت والا قیود ذکر کے متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس زمانہ کی طبائع چونکہ ضعیف ہیں اسلئے اکثر یہ قیود موجب تشویش و تشتت ہوجاتی ہیں۔ لہذا انکے اہتمام میں نہ پڑے۔ اسیطرح لطائف ستہ کی فکر میں بھی نہ پڑے کہ یہ بھی موجب تشویش ہے۔ اصل چیز لطیفہ قلب ہے بس ساری توجہ اسی پر رکھے۔ اسکے نورانی ہوجانے سے اور لطائف بھی خود بخود نورانی ہوجاتے ہیں ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کا یہی طریق تھا جو اس حدیث سے مؤید ہے ان فی الجسد مضغة اذا اصلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب۔ اھ

حضرت والا کو ایک طالب نے لکھا کہ میں لطائف ستہ کے جاری کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ جواب تحریر فرمایا کہ حقائق مقصود ہیں لطائف مقصود نہیں۔ اھ

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ ذکر کے دوران میں اگر بسہولت ہوسکے تو مذکور کی طرف ورنہ ذکر کی طرف توجہ [illegible] اور احقر کو ابتدا میں یہ مراقبہ تعلیم فرمایا تھا کہ گویا زبان کے ساتھ ساتھ قلب سے بھی کلمات ذکر نکل رہے ہیں اور دونوں ساتھ شریک ذکر ہے۔ اھ

جہانتک احقر کو یاد ہے ایک مبتدی طالب کو دوران ذکر میں یہ مراقبہ بھی تعلیم فرمایا تھا کہ گویا بیت اللہ [illegible] میرے سامنے ہے۔

اسیطرح دوران ورود درود شریف کے لئے یہ مراقبہ تعلیم فرمایا تھا کہ گویا میں حضور اقدس [illegible] روضۂ اقدس کے مواجہہ میں درود شریف پڑھ رہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

غرض جس طالب کی جیسی استعداد اور دلچسپی دیکھتے ہیں توجہ قائم رکھنے کا ویسا ہی طریقہ اسکو تعلیم فرماتے ہیں اور اگر بسہولت ہوسکے تو تصور ذات حق کو سائر مراقبات سے افضل و انفع بتاکر اصل مقصود قرار دیتے ہیں لیکن ہر صورت

ہیں اسکی تاکید فرماتے رہتے ہیں کہ توجہ واستحضار میں زیادہ کاوش نہ کیجائے ورنہ قلب ودماغ ماؤف ہوجائیں گے اور یکسوئی فوت ہوجائے گی۔ زیادہ کاوش سے تعب اور پریشانی ہوتی ہے جس سے نفع بند ہوجاتا ہے بس معتدل توجہ ہی کافی ہے۔ اسی سے شدہ شدہ ملکہ تامہ حاصل ہوجاتا ہے۔ اور توجہ کامل کی توفیق ہونے لگتی ہے۔ غرض زیادہ کاوش مضر ہے بس اتنی توجہ کافی ہے جیسے کچا حافظ سوچ سوچکر قرآن سناتا ہے۔ اھ

حضرت والا ذکر کے نافع ہونے کی ایک یہ بھی نہایت ضروری شرط بڑے اہتمام سے بیان فرمایا کرتے ہیں کہ خالی الذہن ہوکر محض تعداد ہی پوری کرنے کی نیت سے نہ کرے بلکہ اس نیت سے کرے کہ مجھے اس سے نفع اور برکت حاصل ہو اور برابر یہی نیت رکھے لیکن نفع کے حصول کی نگرانی اور انتظار میں نہ رہے کہ یہ موجب تشویش ہونیکے سبب مضر ہے۔ لوگ جو اکثر برکات ذکر سے محروم رہتے ہیں اسکی یہ بھی ایک بڑی وجہ ہے کہ نفع اور برکت کی نیت سے ذکر نہیں کرتے۔ اھ

حضرت والا نے اس مضمون پر اپنے وعظ طریق القلندر میں بھی بہت زور دیا ہے جسکا ضروری اقتباس ایک موقع پر اوراق ماسبق میں ہدیۂ ناظرین کیا جاچکا ہے اسکا بھی خلاصہ یہی ہے کہ اعمال سے جو محبت حق پیدا نہیں ہوتی اسکا سبب یہ ہے کہ محبتّ حق کی نیت سے اعمال نہیں کئے جاتے۔ خالی الذہن ہوکر کئے جاتے ہیں۔ اھ

حضرت والا ذکر میں خفیف جہر و ضرب تعلیم فرمایا کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمادیتے ہیں کہ اگر بعد کو جوش میں آواز بلند ہونے لگے تو بلند ہونے دے طبیعت کو گھونٹنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اگر سونے والوں یا مصلیوں کو تکلیف یا تشویش ہو تو بالکل خفی کی تاکید فرماتے ہیں کیونکہ ایسی صورت میں جہر جائز ہی نہیں۔ چنانچہ ایک صاحب کو جو اتنی بلند آواز سے تہجد کے وقت ذکر کرتے تھے کہ محلہ میں دور تک آواز پہونچتی تھی اتنے جہر سے بتاکید ممانعت فرمادی۔ اسیطرح ایک بوڑھے طالب نے لکھا کہ کچھ تو سونے والوں کی وجہ سے اور کچھ رفع تکان کے سبب سے چند روز سے بجائے ذکر جہر کے ذکر خفی کرلیا کرتا ہوں کوئی حرج تو نہیں جواب تحریر فرمایا کہ نہیں بلکہ افضل وانفع ہے۔ اھ

لیکن حضرت والا محض ذکر قلبی پر اکتفا نہیں فرماتے کیونکہ اسمیں اکثر ذہول ہوجاتا ہے اور طالب اسی دھوکہ میں رہتا ہے کہ میں ذکر قلبی میں مشغول ہوں چنانچہ ایک طالب کو جنھوں نے ذکر قلبی سے اپنی دلچسپی کا حال لکھا تھا تحریر فرمایا کہ محض ذکر قلبی پر اکتفا نہ کیا جائے ذکر لسانی بھی اسکے ساتھ ضروری ہے خواہ قلبی میں اُس سے کچھ کمی ہی ہوجائے۔ اھ

حضرت والا اسکا راز یہ فرمایا کرتے ہیں کہ اگر ذکر قلبی کے ساتھ ذکر لسانی بھی ہو تو اسمیں یہ مصلحت ہے کہ اگر کبھی ذکر قلبی سے ذہول ہوگیا جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا ہے اور قلب ذاکر نہ رہا تو کم از کم زبان تو ذاکر اور مشغول عبادت رہیگی۔ بخلاف نرے ذکر قلبی کی حالت کے کہ اگر اُس صورت میں ذہول ہوا تو نہ قلب ذاکر رہیگا نہ زبان کیونکہ زبان تو پہلے ہی سے غیر ذاکر ہے اور اب قلب بھی ذاکر نہیں۔ غرض غفلت محضہ میں وقت گذریگا اور ذاکر کو خبر بھی نہ ہوگی۔ اھ

حضرت والا اذکار تجویز کرنے کے قبل اکثر طالب کے موجودہ معمولات بھی دریافت فرمالیتے ہیں اور اگر ان میں کوئی معمول عملاً یا اعتقاداً خلاف شرع ہوتا ہے تو اسکو چھوڑوا دیتے ہیں لیکن بقیہ کو زیادہ تر بدستور رکھتے ہیں کیونکہ فرمایا کرتے ہیں خیر العمل ما دیم علیہ۔ مداومت سے اوراد میں برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اھ

چنانچہ ایک بار احقر نے کم فرصتی کے زمانہ میں پانچوں نمازوں کے بعد کے جو مختصر مختصر اوراد ہیں انکے ترک کو پوچھا فرمایا کہ نہیں انھیں نہ چھوڑئیے وہ بڑی برکت کے اوراد ہیں۔ انھیں مختصر سمجھ کر معمولی نہ سمجھئے۔ اھ

علاوہ برکت کے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جن اوراد پر پہلے سے مداومت ہو اُن سے طالب کو دلچسپی بھی ہوتی ہے۔ اور دلچسپی کی وجہ سے وہ سہولت اور جمعیت کے ساتھ اُن پر مداومت رکھ سکتا ہے جس سے بہت نفع ہوتا ہے بنسبت نئے اوراد کے۔ لہذا انھیں کو برقرار رکھنا مصلحت ہے لیکن اگر پچھلے اوراد اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ اگر ان سب کو برقرار رکھا جائے تو اذکار و اشغال [illegible] ذکر کے [illegible] بجائے بعض کو بالکل حذف کرانے کے انکی مقدار میں بقدر ضرورت کمی کرادیتا ہوں اور کمی کا معیار بجوائے آیہ کریمہ من جاء بالحسنة فلہ عشر امثالہا یہ تجویز کر رکھا ہے کہ دسواں حصہ باقی رکھتا ہوں تاکہ کم از کم اصل ثواب تو بدستور قائم رہے بالکل حذف کرانے کو جی نہیں چاہتا۔

جس طالب کو جس حالت اور جس زمانہ میں جس ذکر سے مناسبت اور دلچسپی ہوتی ہے اسکے لئے اسوقت حضرت والا وہی تجویز فرماتے ہیں اور ہر طالب کے لئے اُسی ذکر کو افضل سمجھتے ہیں جو اسکے لئے باعتبار خصوصیت حالت انفع ہو چنانچہ ایک صاحب کو بجائے اذکار کے کثرت تلاوت تجویز فرمائی تو وہ بہت مسرور ہوئے اور عرض کیا کہ مجھکو تلاوت سے عشق ہے۔ اسی طرح ایک صاحب کے لئے کثرت نوافل تجویز فرمائی تو انھوں نے بھی نوافل سے اپنی غایت دلچسپی کا اظہار کیا۔

اگر کسی کو کثرت اذکار اور طول خلوت سے طبیعت میں ملال پیدا ہو کر قبض لاحق ہو جاتا ہے تو اسکو ہدایت ہوتی ہے کہ کچھ دن کے لئے سفر کرو۔ دوست احباب سے ملو اور مباحات میں مشغول رہو اور جب طبیعت میں نشاط پیدا ہو جائے پھر خلوت میں بیٹھ جاؤ۔ ویسے بھی مباحات کے بالکلیہ ترک سے منع فرماتے رہتے ہیں جیسا کہ پہلے کسی موقع پر بہ تفصیل بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت والا بتاکید فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے معمول کو پورا ضرور کر لینا چاہیے خواہ عذر کی حالت ہی میں سہی یا چلتے پھرتے ہی سہی کیونکہ معمول کو مقرر کر لینے کے بعد ناغہ کرنے میں بڑی بے برکتی ہوتی ہے [illegible] میں بھی اسکی تاکید ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یا عبد اللہ لا تکن مثل فلان کان یقوم بالليل ثم ترکہ۔ یہ ایسا ہے جیسے کسی نے اپنے حاکم کے پاس آنا جانا شروع کیا اور خصوصیت کا تعلق قائم کرنے کے بعد

Marfat.com

پھر آنا جانا موقوف کر دیا تو حاکم کو بہت ناگوار ہوگا اور جو خصوصیت کا تعلق پیدا ہی نہیں کرتا اس سے کوئی شکایت نہیں ہوتی بشرطیکہ نیاز مندانہ اطاعت کا تعلق قائم رکھا جائے جو بہرحال ضروری ہے۔ اھ

حضرت والا عموماً طلبہ کو زمانۂ تحصیل میں ذکر و شغل میں مشغول ہونے کی تعلیم نہیں فرماتے تاکہ حرج واقع نہ ہو کیونکہ علاوہ وقت صرف ہونے کے ذکر و شغل سے پھر دلچسپی اتنی پیدا ہو جاتی ہے کہ تحصیل علوم سے دلچسپی کم ہو جاتی ہے لیکن چونکہ اصلاح اعمال بہرحال فرض ہے اور اسمیں کوئی حرج اوقات بھی نہیں بلکہ ترک فضولیات کی وجہ سے وقت اور بچ جاتا ہے اسلئے اسکے متعلق خط و کتابت کی اجازت بلکہ کبھی ابتدائً مشورہ بھی دیدیتے ہیں چنانچہ بندہ زادہ سے جو تحصیل علوم میں مشغول تھا نہایت شفقت و دلسوزی سے فرمایا کہ جو جو فلاں موٹی موٹی عیب کی باتیں اپنے اندر محسوس ہوں انکے متعلق مجھے وقتاً فوقتاً لکھتے رہنا میں انشاء اللہ تعالیٰ ایسی سہل سہل تدابیر بتلاتا رہوں گا جن پر عمل نہایت سہل ہوگا۔ اور اس سے زیادہ کیا سہل ہوگا کہ تمکو میں اجازت دیتا ہوں کہ چاہے مشوروں پر عمل کبھی نہ کرنا لیکن اپنی اصلاح کے متعلق مجھ سے مشورے ضرور حاصل کرتے رہنا اس سے بھی انشاء اللہ تعالیٰ تم دیکھو گے کہ بہت نفع ہوگا۔ اھ

چونکہ یہ نمبر طویل ہوگیا ہے اور استیعاب مقصود نہیں اسلئے اسکو یہیں ختم کیا جاتا ہے ورنہ مضامین تو اور بھی بہت سے قابلِ ذکر ہیں۔

(۹) حضرت والا نہایت اہتمام کے ساتھ فرمایا کرتے ہیں کہ اس طریق کا اول قدم فنا ہے جسمیں یہ صفت نہ پیدا ہوئی ہو بس سمجھ لو کہ اسکو طریق کی ہوا بھی نہیں لگی اور یہ جو بزرگوں کا قول ہے کہ طریق کا آخر قدم فنا ہے وہ بھی بالکل صحیح ہے اُس سے مراد کمال فنا ہے کیونکہ فنا کے بھی تو آخر درجات ہوتے ہیں۔ اھ

ایک مشہور فاضل ندوی آنفاقاً تقریباً گھنٹوں کے لئے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چلتے وقت عرض کیا کہ مجھ کو کچھ نصیحت فرمائیے حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے تردد ہوا کہ ایسے فاضل شخص کو میں کیا نصیحت کروں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فوراً میرے دل میں ایک مضمون ڈالا جو بعد کو معلوم ہوا کہ اُن کے بالکل مناسب حال تھا میں نے کہا کہ حضرت آپ جیسے فاضل کو میں نصیحت تو کیا کر سکتا ہوں لیکن ہاں میں نے جو اپنی اس تمام عمر میں سارے طریق کا حاصل سمجھا ہے وہ عرض کئے دیتا ہوں وہ حاصل جو میں سمجھا ہوں وہ فنا و عبدیت ہے یہی یہاں تک کہ میں ہوا ہے آپ کو فنا کیا جائے بس اسی کے لئے سارے ریاضات و مجاہدات کئے جاتے ہیں۔ اور بس اپنی ساری عمر فنا اور عبدیت ہی کی تحصیل میں گذار دینی چاہیئے۔ اس تقریر کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ وہ آبدیدہ ہوگئے اور واقعی یہ ہے بھی ایسی ہی چیز سارے بزرگ اسی کی تعلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ بالخصوص چشتیہ کے یہاں تو بس یہی ہے

اے برادر بی نہایت درگہیست	ہر چہ بروے میرسی بروے مایست
پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت	گم شدن گم کردن کمال است و بس

ہو فنا ذات میں کہ تو نہ رہے	تیری ہستی کی رنگ و بو نہ رہے
آئینہ ہستی چہ باشد نیستی	نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی اھ

(۱۰) اس نمبر میں حضرت والا کے دو زریں اصول لکھے جاتے ہیں جنمیں سے ایک تو تخلیہ (بالخاء المعجمہ) کے متعلق ہے اور دوسرا تحلیہ (بالحاء المہملہ) کے متعلق لیکن دونوں میں امر مشترک ایک ہی ہے یعنی بتکلف عمل کرنا۔

تخلیہ (بالخاء المعجمہ) کے متعلق تو یہ ہے کہ ایک طالب نے لکھا کہ بدنظری سے بچنا نفس پر بہت شاق ہوتا ہے کوئی تدبیر ایسی ارشاد فرما دیجئے کہ جس پر عمل کرنے سے اس فعل شنیع سے طبعاً نفرت پیدا ہو جائے اھ

جواب تحریر فرمایا کہ بجز ہمت اور تحمل مشاق کے کوئی تدبیر نہیں اور معین اسکی دو چیزیں ہیں تصور عقوبت اور ذکر کی کثرت اھ

اور تحلیہ (بالحاء المہملہ) کے متعلق یہ ہے کہ ایک طالب نے لکھا کہ حصول یقین کا طریقہ ارشاد فرمایا جاوے

جواب تحریر فرمایا کہ اول بہ تکلف عمل کرنا اسکی برکت سے یقین پیدا ہو جاتا ہے اور کوئی طریقہ نہیں اھ

غرض حضرت والا بہ تکلف عمل کرنے پر بہت ہی زور دیا کرتے ہیں اور یہ اشعار بکثرت تحریراً و تقریراً فرمایا کرتے ہیں (للعارف الرومی ؒ)

اندریں رہ می تراش و می خراش	تا دم آخر دمے فارغ مباش
تا دم آخر دمے آخر بود	کہ عنایت با تو صاحب سر بود
دوست دارد دوست ایں آشفتگی	کوشش بیہودہ بہ از خفتگی
کار کے می کن تو و کاہل مباش	اندک اندک خاک چہ را می تراش
چوں زچاہے میکنی ہر روز خاک	عاقبت اندر رسی در آب پاک
چوں نشینی بر سر کوئے کسے	عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

اور یہ اشعار بھی اکثر فرمایا کرتے ہیں

دست از طلب ندارم تا کار من بر آید	یا تن رسد بجاناں یا جان ز تن بر آید
یا برا ورا یا بیابم جستجوئے میکنم	حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم
کار کن کار بگذر از گفتار	اندریں راہ کار باید کار
قدم باید اندر طریقت نہ دم	کہ اصلے [illegible]

اب اس عنوان دوم یعنی اصول متعلقہ اعمال [illegible]

اس قابل ہے کہ ہر طالب اصلاح اسکو اپنا دستور العمل بنا لے۔ اُن طالب کا خط مع حضرت والا کے جواب باصواب کے تربیت السالک سے نقل کیا جاتا ہے۔ وہو ہذا۔

(حال) مجھمیں ایک بڑا مرض ہے کہ جب میں حضرت والا کو عریضہ لکھنا چاہتا ہوں تو میری یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں جب اپنی برائیوں پر نظر کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ حضرت والا کو لکھوں تاکہ اصلاح ہو تو اُس وقت اس خیال میں پڑ جاتا ہوں کہ پہلے کس برائی کے واسطے لکھوں اکثر اس ہی میں عریضہ لکھنا رہ جاتا ہے اور جب ایک برائی تجویز کرلیتا ہوں کہ اسکو لکھوں تو یہ خیال آتا ہے کہ یہ تو خود بھی ذراسی ہمت پر چھوڑی جاسکتی ہے پہلے خود ہی چھوڑنے کی کوشش کرلیجاوے اگر کامیابی نہ ہو تو حضرت والا کو لکھا جاوے۔ ان ہی خیالات میں اُلجھ کر عریضہ لکھنا رہ جاتا ہے اور برائیاں ویسی کی ویسی ہی موجود رہتی ہیں اور بندہ بارہا کوشش کرتا ہے لیکن کامیابی ہی نہیں ہوتی جتنا بھی پختہ عزم کرتا ہے اُتنا ہی جلدی ٹوٹتا ہے اسلئے بندہ اس تشویش اور پریشانی میں مبتلا ہے کہ میری اصلاح کیسے ہوگی جبکہ کسی امر پر دوام ہی نصیب نہیں ہوتا اب عرض یہ ہے کہ اس مرض کے واسطے ازراہ کرم علاج تجویز ہو اور دعا بھی ہو کہ بندہ کو تمام رذائل سے نجات حاصل ہو جائے۔

(تحقیق) علاج یہ ہے کہ ایک کاغذ پر اپنی سب برائیاں لکھ لو اور جو یاد آتی رہیں اُس میں لکھتے رہو اور اُن کا علاج بھی کرتے رہو اور علاج سے جو بالکل زائل ہو جاویں ان کا نام کاٹ دو اور جو رہ جائیں پوری یا ادھوری اُن کو لکھا رہنے دو پھر جب خط لکھنے بیٹھو اُن برائیوں کا تعین نہ کرو بلکہ جو پہلی برائی کا نام نکل آوے خط میں وہی لکھ دو اور اگر اس کا کچھ علاج کیا ہو اسکی بھی اطلاع کرو بس اسطرح خط لکھتے وقت تشویش نہ ہوگی باقی دعا کرتا ہوں۔ والسلام۔

عنوان سوم

(اُصول متعلقۂ خط و کتابت)

(۱) حضرت والا مختلف النوع مضامین کا ایک خط میں اجتماع گوارا نہیں فرماتے مثلاً اگر مسائل فقہیہ اور احوال و مسائل سلوک ایک ہی خط میں پوچھے جاتے ہیں تو چونکہ مسائل فقہیہ زیادہ اہم ہیں اور ان کے جواب میں تعجیل ضروری ہے اسلئے صرف انکا جواب مرحمت فرما دیتے ہیں بشرطیکہ مراجعت کتب کی ضرورت نہ ہو جبکی حضرت والا کو اکثر فرصت نہیں ملتی اور احوال و مسائل سلوک کے متعلق تحریر فرما دیتے ہیں کہ جدا خط میں پوچھے جائیں اور بعض اوقات زجر کے لئے بالکل

جواب نہیں دیا جاتا اس جمع نہ کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ مختلف مضامین کے جواب دینے میں الجھن بھی ہوتی ہے اور یہ انداز ہ بھی نہیں ہوتا کہ اصل مقصود کس مضمون کا جواب حاصل کرنا ہے اور جانبین کے لئے خلط بحث کا بھی اندیشہ ہے جو واجب الاحتراز ہے۔ اور وقت بھی بہت صرف ہوتا ہے جسکی بوجہ کثرت خطوط و مشاغل گنجایش ہی نہیں۔

نیز جو خدمت خلق کا حق ادا کرنا چاہیگا اور سب اہل حاجت کی بقدر ضرورت کاربرآری کرنا چاہیگا اسکو بجز اسکے چارہ نہیں کہ اس قسم کی ضروری قیود عائد کرے ورنہ طلب الکل فوت الکل کا مضمون صادق آنا لازمی ہے چنانچہ حضرت والا ہمیشہ فرمایا کرتے ہیں کہ میں اگر ایک ہی کے کام کو لے بیٹھوں تو دوسروں کے کام یوں ہی پڑے رہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تھوڑے تھوڑے سب کے کام ہو جائیں کیونکہ سبھی کا حق ہے۔ اھ

اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ لوگ بڑے بڑے رسالے بھیج دیتے ہیں کہ انکا جواب لکھو۔ میں یہ لکھدیتا ہوں کہ میرے پاس اتنا وقت تو کہاں ہے کہ سب کا یکجائی جواب لکھوں۔ ہاں آپ یہ کریں کہ پہلے ایسے مقامات منتخب کرلیں جو آپ کے نزدیک محتاج جواب ہوں پھر ان مقامات میں سے ایک خط میں صرف ایک مقام میرے پاس بھیجا کریں جب اسکا جواب پہونچ جائے اور وہ طے ہو جائے خواہ ایک ہی خط میں یا متعدد خطوط میں [illegible] اسطرح دوسرا مقام بھیجکر اسکا جواب حاصل کرلیں اسیطرح برابر مجھ سے خدمت لیتے رہیں اور جب سب مقامات کا جواب ہو جائے اسکو جمع کرکے شایع کردیں۔ اھ

یہ فرمایا کرتے ہیں کہ مجھے خدمت سے انکار نہیں بشرطیکہ [illegible] سے خدمت لیا جائے [illegible] کام مجھ سے لیا جائے جو میرے کرنیکا ہو اور جو خود کر سکیں اسکو خود کیا جائے سارا بوجھ مجھ ہی پر نہ ڈالدیا جائے اسطرح تو اگر کوئی تمام عمر بھی مجھ سے خدمت لیتا رہے تو میں نہایت خوشی کے ساتھ [illegible] کیونکہ میرا تو کام ہی یہ ہے [illegible] کی خدمت کروں جتنی بھی ہو سکے اور جیسی بھی ہو سکے۔

پھر فرمایا کہ لوگوں کو دوسرے پر بوجھ ڈالدینا تو آسان ہے لیکن جب خود ان کو [illegible] کام [illegible] دیا جائے تو بیٹھ رہتے ہیں چنانچہ میں نے بہت لوگوں کو یہ طریقہ مذکورہ بتلایا لیکن چونکہ اس میں خود بھی ان کو [illegible] اسلئے بیٹھ رہے البتہ ایک صاحب نے [illegible] ایک مقام [illegible]

انھوں نے فرقہ بہائیہ کے شبہات کے جوابات چاہے [illegible] ان [illegible] نے [illegible] ایک [illegible]

اور اسکو اپنی طرف منسوب کیا جاوے نہ کسی دوسرے کی طرف کیونکہ [illegible] غائب [illegible]

چنانچہ انھوں نے ایک بار ایک شبہ لکھکر بھیجا میں نے اسکا جواب لکھدیا [illegible]

برابر جاری رکھنے کے لئے آمادہ ہو گیا اور اس جواب کو [illegible] تعلق [illegible] چلا جاؤں لیکن انکا بھی بس ایک ہی خط آکر رہ گیا اور اتنا التزام بھی ان سے نہ ہو سکا۔ اھ

Marfat.com

حضرت والا کے اصول مذکورہ بالا کے یعنی ایک خط میں مختلف مضامین جمع کرنے کی ممانعت پر بعض صاحبوں نے لکھا کہ ہمیں اس قاعدہ سے مستثنیٰ کر دیا جائے کیونکہ ہم دور دراز ہیں بار بار خط بھیجنے کے لیے ہمارے پاس دام نہیں۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ اگر میں مستثنیٰ کرنا شروع کر دوں تو اول تو مواقع استثناء کو میں یاد کیسے رکھ سکتا ہوں دوسرے یہ کہ جب مستثنیٰ کرنا شروع کر دیا تو وہ قاعدہ قاعدہ ہی کیا رہیگا۔ اور جس ضرورت و مصلحت سے وہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہے وہی کب پوری ہوگی۔ اسلئے یہ تو گوارا نہیں لیکن اگر ناداری ہے تو اس غرض خاص کے لئے چندہ کر لیا جائے اور اس میں بھی نہایت خوشی کے ساتھ شریک ہونگا۔ اھ

احقر جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ بعض نے ایسا ہی کیا اور اسمیں حضرت والا بھی نہایت خوشی کے ساتھ شریک ہوئے چنانچہ بعض اب بھی ایسے موجود ہیں جن کی حضرت والا اس مد میں برابر اعانت فرماتے رہتے ہیں یہ تو گوارا ہے لیکن مصالح ضروریہ کے مختل ہونے کی وجہ سے اپنے اصول توڑنا ہرگز گوارا نہیں۔

(۲) حضرت والا خط و کتابت میں عبارت کے تکلف اور تصنع کو بہت ناپسند فرماتے ہیں کیونکہ اسمیں تلبیس کی زیادہ گنجائش ہوتی ہے اور کاتب کے مافی الضمیر کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص طالبین طریق باطن کو تو بہت اہتمام کے ساتھ اس سے روکتے ہیں چنانچہ اگر کوئی محض اظہار لیاقت کے لئے بلا ضرورت عربی میں خط لکھتا ہے تو بجائے عربی میں جواب لکھنے کے اردو ہی میں یہ تحریر فرما دیتے ہیں کہ میں تو بے تکلف عربی عبارت لکھنے پر قادر نہیں اور آپ ماشاء اللہ قادر ہیں تو آپ مجھ سے اکمل ہوئے لہذا اکمل کو ناقص سے رجوع نہیں کرنا چاہیئے آپ کسی کامل سے رجوع کیجئے۔ اھ

اتفاق سے ایک عربی کا خط بھی ابھی آیا تھا جسکا جواب بلفظہٖ نقل کیا جاتا ہے تحریر فرمایا کہ افادہ کی شرط مفید کا مستفید سے اکمل ہونا ہے آپ عربی لکھتے ہیں گو غلط لکھتے ہیں میں غلط بھی نہیں لکھتا پس آپ اکمل ٹھہرے پس شرط مفقود ہوئی اسلئے مشروط بھی مفقود ہوا۔ اھ

ایک صاحب نے پوچھنے پر عربی میں خط لکھنے کی یہ وجہ لکھی کہ لسان اھل الجنۃ عربی۔ اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ قسم کھا کر لکھو کہ اسکی بنا پر اگر تم یہاں آؤ تو کیا عربی ہی میں کلام کرو گے اس کا وہ کوئی معقول جواب نہیں دے سکے اھ جو بلا ضرورت عربی میں خط لکھتے ہیں صرف ان کو یہ جواب دیا جاتا ہے ورنہ جہاں واقعی ضرورت ہوتی ہے جیسے ممالک عرب سے کوئی خط آجاوے وہاں حضرت والا عربی خطوط کا عربی ہی میں جواب تحریر فرماتے ہیں۔ اھ

حضرت والا کے اس جواب [illegible] رجوع کیجئے عربی میں خطوط بھیجنے والے پھر اردو میں خطوط بھیجنے لگتے ہیں اور ان میں سے بعض تو صراحۃً [illegible] واقعی ہمیں اظہار لیاقت ہی مقصود تھا

حضرت والا [illegible]

Marfat.com

سامنے اشعار پڑھنا خلاف تہذیب اور خلاف ادب ہے لیکن مغلوب الحال لوگوں کو معذور رکھتے ہیں۔

اسی طرح جو از راہ تکلف بہت زیادہ تعظیمی الفاظ استعمال کرتے ہیں ان کو بھی حضرت والا روک دیتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں ایک نئے طالب نے جو ایک انگریزی داں اور ذی وجاہت ذیل میں اپنے عریضہ میں اپنے آپ کو حضرت والا کے دربار کا ادنیٰ غلام لکھا تو حضرت والا نے سبحان اللہ ایسے جامع اور لطیف عنوان سے متنبہ فرمایا کہ سوائے مان لینے کے کوئی چارہ ہی نہ رہا۔ تحریر فرمایا کہ ایسے الفاظ سے اگر مجھ میں کبر ہو تو میرا مرض بڑھتا ہے اور اگر تواضع ہوئی تو تنگی ہوتی ہے ہر حال میں ضرر ہی ہے بدنی یا نفسانی۔ اھ

انہیں صاحب نے اپنے پچھلے خط کے گم ہو جانے کا بہت افسوس لکھا جسکو بہت شوق سے لکھ کر بھیجا تھا اور لکھا کہ یہ میری بدقسمتی ہے حضرت والا نے اس پر بھی متنبہ فرمایا کہ مجھکو مسلمان کے منہ سے بدقسمتی کا اقرار اچھا نہیں معلوم ہوتا مسلمان تو بدقسمت ہوتا ہی نہیں مثلاً اسی واقعہ میں آپ کا خط گم ہوا آپ کو قلق ہوا اس پر آپ کو اجر ملا تو یہ خوش قسمتی ہوئی! بدقسمتی البتہ جو معاصی اختیار یہ ہیں انکو بیشمار دے سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اھ

انہیں صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ حضور اس نادان اور ناتربیت یافتہ کو تربیت دیں۔ اس پر تحریر فرمایا کہ تربیت تو بڑے لوگوں کا کام ہے میں ناکارہ خود ہی محتاج تربیت ہوں کسی کی کیا تربیت کرتا البتہ خدمت سے کسی کی بھی انکار نہیں جب طریقہ سے مجھ سے خدمت لیجئے۔ اھ

انہیں صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ حضوری میں جناب عالی سے مرعوب ہوں اور غائبی میں کتابت کے وقت با قلم ترساں [illegible] اس پر تحریر فرمایا کہ ان خیالات کو دل میں کبھی نہ آنے دیجئے بلا رعایت [illegible] خاص قاعدہ ضابطہ کے بے تکلف جو دل [illegible] لکھئے صرف دو تین باتوں کا خیال کافی ہے [illegible] اور طریقہ سے تعبیر کیا ہے ایک تو واقعہ [illegible] آزادی نہ ہو دوسرے [illegible] ایک خط میں متعدد مضامین [illegible] تو وہ ایک ہی مضمون شمار ہوگا۔ [illegible]

[illegible] مجھے اپنے دامن [illegible] توجہ فرما دیجئے [illegible] صاف الفاظ [illegible] اگر کوئی طالب لکھتا ہے کہ [illegible] دستگیری فرمائیے [illegible] لکھتا ہے کہ [illegible] فرماتے ہیں کہ [illegible] اگر وہ ان الفاظ سے [illegible] متعین نہیں کہ اپنے تعلیم [illegible] شروع فرماتے [illegible] تعلیم و تربیت سے عذر فرما دیتے ہیں اور تحریر فرما دیتے ہیں [illegible] الدین [illegible] اگر آپ

Marfat.com

تنزہ ایک ہے تو کسی اور سے رجوع کیجئے مجھے اسکے حصول کی تدبیر معلوم نہیں اھ

چنانچہ ایک اور سلسلہ کے ایک اہل علم طبیب آیۂ کریمہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کا صحیح مفہوم نہ سمجھ اسکے حوالہ سے طبعی اطمینان قلب کی تحصیل کے ذرائع بار بار دریافت کرتے رہے اور حضرت والا برابر اسکا غیر مقصود ہونا اپنے خاص طرز تفہیم پر سمجھاتے رہے جب اسپر بھی انکا اصرار باقی رہا تو حضرت والا نے پھر وہی جواب لکھدیا جو ابھی مذکور ہوا۔ اُن کے ایک خط کے مضامین کے ضروری جوابات دیکر آخری مضمون کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ اول تو سب مقدمات تسلیم نہیں ہیں فاین الدلیل لیکن میں بین قیل وقال پسند نہیں کرتا اگر آپ کے ذوق میں سب دعاوی صحیح ہیں اور ایسا اطمینان مطلوب فی الدین ہے تو اخیر جواب یہ ہے کہ مجھکو اسکا نسخہ معلوم نہیں کسی اور طبیب سے رجوع کیجئے۔ اھ

اس تنبیہ سے انکی آنکھیں کھل گئیں اور حسب ذیل عریضہ بھیجا۔

حضرت اکرم نفعنا اللہ بطول بقائکم و دام لنا برکاتکم۔ السلام علیکم گرامی نامہ موصول ہوکر موجب شرف و برکت ہوا جسے سابق خطوط کے ساتھ مکرر بغور میں نے پڑھا اور مجھے اپنی غلطی فکر وراے پر تنبہ ہوکر حقیقت حال منکشف ہوئی اور یہ حضرت کی توجہ کی برکت ہے۔ واقعی حسن کار اطمینان طبعی پر موقوف نہیں (اور اسکے لئے صرف علم وقدرت کی ضرورت ہے) اور نہ ایسا اطمینان مطلوب فی الدین ہوسکتا ہے حضرت نے میرے خطوط کے جواب میں جو مختصر مگر لطیف انتباہات وہدایات فرمائے ہیں وہ میرے واسطے نافع ہوئے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی نفعمند ہونگے۔

اسپر حضرت والا نے اظہار مسرت فرمایا اور تحریر فرمایا ھنیئاً لکم العلم۔ اھ

اس سلسلہ کی پوری خط وکتابت امداد الفتاویٰ میں موجود ہے اور النور بابتہ شعبان ورمضان وشوال ۵۰ھ میں تحت عنوان احکام الایقان لاقسام الاطمینان شایع بھی ہو چکی ہے۔

اس واقعہ سے حضرت والا کے خاص طرز افہام وتفہیم کا بدرجۂ کمال نافع ہونا ثابت ہوتا ہے فللہ الحمد۔ اھ

(۳) حضرت والا باستثناء مواقع خصوصیت غیر جوابی خطوط کے جواب نہیں دیتے کیونکہ قاعدہ سے ڈاک کا محصول خود جواب طلب کرنے والے پر ہے نہ کہ جواب دینے والے پر اور حضرت والا خود بھی اس قاعدہ کے اسقدر سختی کے ساتھ پابند ہیں کہ اگر کسی جان نثار خادم کو بھی اپنی ضرورت سے جواب طلب خط تحریر فرماتے ہیں تو ہمیشہ جوابی ہی تحریر فرماتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ جب میری ہی غرض ہے تو اُن پر خواہ مخواہ کیوں محصول کا بار ڈالا جائے۔ گو اکثر ایسے خدام اپنے ہی پاس سے محصول دیکر جواب بھیجتے ہیں اور حضرت والا کا جوابی کارڈ یا لفافہ واپس کر دیتے ہیں لیکن حضرت والا اپنی طرف سے کبھی اُن پر بار نہیں ڈالتے۔

(۴) حضرت والا کو خطوط کے بلا تاخیر جواب دینے کا اسقدر اہتمام ہے کہ شاید و باید۔ یہاں تک کہ خطوط لکھنے والے پہلے سے حساب لگا لیتے ہیں کہ فلاں دن جواب آئیگا۔ اور اگر ڈاک خانہ کی غلطی سے (اور اکثر یہی سبب

ہوتا ہے یا اور کسی خاص وجہ سے اُس روز جواب نہیں پہونچتا تو متردد ہوجاتے ہیں چنانچہ بعض نے یہ خیال کرکے کہیں تاخیر کا سبب نصیب اعداء علالت طبع نہ ہو ہر وقت خط نہ پہونچنے پر فوراً دریافت خیریت کا عریضہ لکھا۔

اکثر دیکھا گیا کہ پچاس پچاس خطوط روزانہ آئے جن میں اکثر طویل ہوتے ہیں۔ مگر سب کے جواب سے ہم روزہ فارغ ہوتے رہے خواہ عصر سے مغرب تک اور مغرب سے عشاء بلکہ عشاء کے بعد تک برابر مشغول رہنا پڑا۔ اور جن دنوں میں سفر فرمایا کرتے تھے تو کئی کئی دن کی ڈاک یکجائی پہونچتی تھی اُس حالت میں خود احقر نے بارہا دیکھا کہ جب تک آخر خطوط کا جواب لکھ کر کام کو اپنے قابو میں نہیں کرلیا راتوں کو سوئے نہیں بلکہ ایسا بھی ہوا کہ وعظ سے آدھی رات کو فارغ ہوکر تشریف لائے اور واپسی پر ڈاک کو لے بیٹھے اور درد سر کی حالت میں بھی سر کو بار بار ہاتھ سے دباتے جاتے اور جواب لکھتے جاتے۔ جب کوئی عرض کرتا کہ حضرت اسوقت آرام فرمالیں اور خطوط کے جوابات صبح تحریر فرما دیجئے گا تو فرماتے کہ میری طبیعت پر کام کا تقاضا اتنا ہوتا ہے کہ اگر میں کام پڑے رہنے کی حالت میں سونا بھی چاہوں تو نیند نہیں سکتی پھر کام ہی کیوں نہ کروں۔ اھ

حضرت والا کے انضباط اوقات اور روز کا روز کام ختم کردینے پر بڑے بڑے اہل تکیہ اور اہل ضابطہ حیران ہو ہو گئے ہیں اور اُن کو ماننا پڑا ہے کہ بلا اعانت خداوندی اور قوت روحانی کے کوئی شخص اتنا اور اس شان کا کام شب و روز کر نہیں سکتا اور ایک دو روز کی بات نہیں بلکہ حضرت والا کی تو ساری عمر اسی حالت میں گذری ہے اور اس ضعف پیری میں بھی بعون اللہ تعالیٰ وہی عادت ہے۔

واقعی دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے کہ اکثر وبیشتر بعد مغرب کبھی بعد عشاء کبھی قبل فجر بھی لالٹین جلا کے اور بعد عصر بھی وقت غروب تک آنکھوں پر زور دے دے کر برابر مطالعہ اور تحریر کا کام کرتے رہتے ہیں بس بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مشین ہے جو کسی قوت غیبیہ ربانیہ کے سہارے رات دن بلا تکان چل رہی ہے وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحت و عافیت کاملہ دائمہ اور فیوض و برکات عامہ تامہ کے ساتھ عمر نوح نصیب فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین

(۵) حضرت والا ڈاک کے پہونچتے ہی فوراً اس کی جانب متوجہ ہوجاتے ہیں اور جو [illegible] کے ہوتے ہیں انکو چھانٹ کر الگ رکھتے جاتے ہیں تاکہ جواب تحریر فرماتے وقت ان کو تقدیم [illegible] محض شان خط پہچاننے کی بنا پر ہوتی ہے پھر جو کو سرسری مطالعہ فرمانے سے جو خطوط [illegible] ہوتے ہیں انکو بھی الگ رکھ لیتے ہیں نیز جن خطوط کے جواب طلب یا طویل [illegible] مراجعت کتب کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ بعض حالات میں [illegible] فارغ

Marfat.com

اور گنجائش کا وقت ہوتا ہے رکھ لیتے ہیں جن خطوط میں کوئی ناگوار مضمون ہوتا ہے انکا جلدی سے جواب لکھ کر فوراً قبل از وقت ہی ڈاک میں ڈلوا دیتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ ایسے خطوط کا پاس رکھا رہنا بھی مجھے اذیت دہ ہوتا ہے۔

(۶) حضرت والا اب ضعف پیری اور قلت فرصت کی وجہ سے بہ استثناء مواقع خصوصیت ایسے استفتوں کے جواب لکھنے سے عذر فرما دیتے ہیں جن میں مراجعت کتب کی ضرورت ہو اور تحریر فرما دیتے ہیں کہ مجکو مراجعت کتب کی نہ فرصت نہ قوت کسی اور جگہ سے تحقیق کرلیا جائے اھ

بعض صاحبوں نے اصرار فرمایا کہ ہمیں تو حضور ہی کے فتوے پر اطمینان ہوتا ہے تو تحریر فرما دیا کہ اس اطمینان کی یہ بھی تو صورت ہو سکتی ہے کہ جب اور جگہ سے فتویٰ حاصل کرلیا جائے تو اس فتوے کو میرے پاس بھیجکر مجھ سے بھی اسکی تصدیق کرالی جائے۔

حضرت والا عرصہ سے اس اہتمام میں ہیں کہ اپنی مختلف دینی خدمات کو رفتہ رفتہ دوسروں کی طرف منتقل فرما دیں چنانچہ فتویٰ نویسی تو بہت ہی کم کردی ہے اور بعض خاص صورتوں جنکی بقدر ضرورت تفصیل قریب ہی عنوان دوم صول متعلقہ تعلیم و تربیت میں گذر چکی ہے طالبین کو بھی اپنے خلفاء مجازین کے سپرد فرما دیتے ہیں اور ایک بار اسکا راز یہ فرماتے تھے کہ دین کی بہت سی خدمات کا کسی ایک ہی شخص سے وابستہ ہو جانا ہرگز مناسب نہیں کیونکہ انسان کے ساتھ موت اور حیات لگی ہوئی ہے۔ اسکے انتقال کے بعد ایک ساتھ اتنی خدمات بند ہو جائینگی۔ گو چند روز ہی کیلئے سہی تو اسکا دین پر بُرا اثر پڑیگا یا کم از کم اہل حاجت چند روز مشوش ہی رہینگے۔ اھ

ایک بار یہ بھی فرمایا کہ میں اسلئے بھی دینی کاموں کو مختلف جگہوں میں تقسیم کرتا رہتا ہوں کہ بس چاہتا ہوں کہ میرے مرنے کا بھی کسی کو صدمہ نہو۔ کہ اتنے کام ایک ساتھ بند ہوگئے ہیں تو مسلمانوں کی اتنی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتا کہ کوئی میرے مرنے کا بھی افسوس کرے گو طبعی افسوس کا انسداد قبضہ سے باہر ہے۔

• غرض حضرت والا کو اب ایسے کاموں کی ہرگز تکلیف نہ دینی چاہیئے جو اور جگہ بھی ہو سکتے ہیں بس تو حضرت والا سے صرف اصلاح اعمال ہی کے متعلق خط و کتابت کرنی چاہیئے کیونکہ یہ خدمت اور جگہ اس اہتمام و انتظام سے نہیں ہو رہی گو حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ یہ خدمت اور خدمتوں سے چھوٹی ہے لیکن ہے یہ بھی ضروری جیسے بڑے بڑے مدرسوں کے مقابلہ میں جہاں بڑی بڑی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں بغدادی قاعدہ اور الف بے تے نہیں پڑھائی جاتی چھوٹا مکتب جسمیں اب ت پڑھائی جاتی ہے کوئی چیز نہیں لیکن اگر کسی زمانہ میں بڑے ہی بڑے مدرسے رہ جائیں تو اسوقت اسکی ضرورت ہوگی کہ کوئی چھوٹا مکتب بھی قائم کیا جائے جسمیں قاعدہ بغدادی کی تعلیم ہو۔ اھ

(۷) متعدد مصالح کی بناء پر جنمیں سے بعض مختلف مواقع پر غالباً ذکر بھی کی جاچکی ہیں حضرت والا کسی عورت کے

خط کا جواب سوقت تک نہیں تحریر فرماتے جبتک وہ اُس خط پر اپنے شوہر یا کسی محرم کے دستخط کرا کر نہیں بھیجتی۔ یہاں تک کہ ایک بے پردہ بڑے درجہ کی عورت کو بھی جو ایک کالج کی پرنسپل تھی اپنے اس معمول سے مطلع فرما دیا اور پھر اسنے بھی اپنے شوہر کے دستخط کرا کر بھیجے۔ اس معمول سے وہ عورتیں مستثنیٰ ہیں جو اہل قرابت ہیں یا جن کے مردوں سے مثل اہل قرابت کے تعلق ہے۔

(۸) اگر کسی کے خط میں حضرت والا کے کسی پچھلے جواب کا حوالہ ہوتا ہے تو جب تک اسکو طلب فرما کر ملاحظہ نہیں فرما لیتے جواب نہیں تحریر فرماتے اور محض نقل کو کافی نہیں سمجھتے کیونکہ عموماً لوگوں کو پوری بات نقل کرنے کا اہتمام نہیں ہے۔ ایسے موقعوں پر تحریر فرما دیتے ہیں کہ میرا پہلا خط بجنسہ بھیجدیں۔ اھ

اگر ایسے متعدد خطوط ہوں تو ہدایت فرما دیتے ہیں کہ انپر ترتیب وار نمبر ڈالدئے جائیں لیکن پن یا ڈورے سے نتھی کرنے کو ناپسند فرماتے ہیں کیونکہ ڈورے سے نتھی ہونے کی صورت میں سارے خطوط کو ایک ساتھ لئے ہوئے پڑھنا پڑتا ہے اور جواب لکھنا پڑتا ہے جو وقت طلب و موجب خلجان ہے۔ راحت اسی میں رہتی ہے کہ سب خطوط جدا جدا ہوں اور نمبر پڑے ہوئے ہوں تاکہ جس خط کو چاہیں نکال کر آسانی کے ساتھ پڑھ لیں اور جواب لکھدیں۔ اور پن لگانے میں چبھ جانے کا اندیشہ ہے چنانچہ کئی بار حضرت والا کے ہاتھ میں چبھ چبھ گئی جس سے بہت تکلیف ہوئی۔ اھ

پچھلا خط طلب فرمانے کا یہ مطلب نہیں کہ کاتب خود اسکے متعلق کچھ نہ لکھے بلکہ اسکو چاہئے کہ جس مضمون کا حوالہ دے اسکو خود بھی اپنے خط میں پورا پورا نقل کردے پچھلا خط تو محض اسلئے منگوایا جاتا ہے کہ اگر [illegible] کاتب کی نقل عبارت محولہ کے سمجھنے کے لئے ناکافی ہو تو اصل خط کو دیکھ لیا جائے۔ یہ مطلب نہیں کہ کاتب تو محض حوالہ دیکر سبکدوش ہو جائیں اور حضرت والا خود ہی اس مضمون کو ڈھونڈھنے اور پڑھنے اور حوالہ کے سمجھنے کی دقت اُٹھائیں۔ اھ

ایک طالب کو ایسی ہی بے عنوانی پر تحریر فرمایا کہ دو خط سابق رکھنا خلاف اصول ہے تازہ خط کے ساتھ ایک اخیر کا خط آنا چاہیے اور تازہ خط میں بھی مضمون پورا لکھنا چاہیے۔ خط سابق صرف احتیاطاً منگایا جاتا ہے [illegible] پاس وقت زیادہ نہیں ہے اسلئے میرے ساتھ آسانی کی بیحد رعایت چاہیے۔ اھ

(۹) حضرت والا خط کے ہر مضمون کا جواب اس کے محاذ میں ارتباط کے لئے لکیر کھینچکر ساتھ کے ساتھ فرماتے جاتے ہیں تاکہ مضمون اور جواب دونوں بیک وقت مکتوب الیہ کی نظروں کے سامنے [illegible] طرح سمجھ سکے اسی لئے حضرت والا کی یہ ہدایت ہے کہ خط کے ہر صفحہ پر نصف صفحہ [illegible] چھوڑ دینا چاہیے۔

اسی مصلحت سے کہ مضمون اور جواب دونوں ساتھ ہوں حضرت والا ایسے مضامین کا جواب جنمیں سوال جواب

انطباق کی ضرورت ہو کارڈ پر نہیں تحریر فرماتے بلکہ تحریر فرما دیتے ہیں کہ ایسے امور کے جواب کیلئے کارڈ کافی نہیں لیکن لفافہ کے انتظار میں خطوط کو محفوظ نہیں رکھتے ورنہ انبار کے انبار خطوط امانت رکھنے پڑیں بعض کم فہم حضرت والا کے اس تحریر فرمانے پر کہ جواب کیلئے کارڈ کافی نہیں محض لفافہ بھیجدیتے ہیں جس پر حضرت والا تحریر فرما دیتے ہیں کہ وہ مضمون کہاں ہے جسکا جواب چاہا جاتا ہے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ میرے پاس محفوظ ہے حالانکہ تمکو اس سمجھنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ کسی قاعدہ سے اُسکا محفوظ رکھنا میرے ذمہ نہیں ۔ اھ

حضرت والا خود تو مصالح مذکورۂ بالا اپنا جواب مکتوب الیہ ہی کے خط پر تحریر فرماتے ہیں لیکن اگر مکتوب الیہ جواب الجواب کو حضرت والا ہی کے جواب پر لکھکر بھیجتا ہے تو چونکہ جواب الجواب کی صورت میں بھی ایسا کرنا موجب خلجان ہوتا ہے نیز اپنے سے بڑے کے لکھے ہوئے خط پر اُسکا جواب لکھنا خلاف تہذیب بھی ہے اسلئے بہت تاکید کے ساتھ اس کی ممانعت فرماتے ہیں اور تحریر فرما دیتے ہیں کہ جس کو آدمی بڑا سمجھے گو وہ واقع میں بڑا نہو اُسکے لکھے ہوئے پرچہ پر جواب لکھنا خلاف تہذیب اور خلاف ادب ہے ۔ اھ

اور اپنا ادب کرانے کے متعلق حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اسکا منشا یہ نہیں ہے کہ میں اپنے آپ کو قابل تعظیم سمجھتا ہوں یا میں اپنی تعظیم کرانا چاہتا ہوں لاحول ولاقوۃ میں کیا چیز ہوں جو میری تعظیم کی جائے لیکن اس عدم تعظیم پر اسلئے نکیر ہے کہ جب کسی نے ایک شخص کو اپنے اعتقاد میں معظم سمجھ لیا ہے تو پھر وہ اب اپنے اعتقاد عظمت کا حق کیوں نہیں ادا کرتا ۔ اپنے اعتقاد کے خلاف اسکے ساتھ کیوں معاملہ کرتا ہے ورنہ مجکو تو واللہ اس تصحیح معاملہ کی تعلیم کرتے ہوئے بھی نہایت خجلت ہوتی ہے مگر بضرورت اصلاح کہنا ہی پڑتا ہے ۔ اھ

(۱۰) اس نمبر میں چند ایسے ضروری امور کی رعایت نہ کرنے سے حضرت والا کو سخت اذیت ہوتی ہے بطور نمونہ کے مختصراً عرض کر کے عنوان ہذا کو انشاء اللہ تعالیٰ ختم کر دیا جائے گا ۔ کاتبین خطوط ان باتوں کا خاص طور سے لحاظ رکھیں ۔

وہ اُمور یہ ہیں :-

کاتبین خطوط کو چاہیئے کہ جواب کے لئے بجائے ٹکٹ بھیجنے کے لفافہ یا کارڈ بھیجیں جس پر اپنا پُورا پتہ اور نام صاف طور پر خود ہی لکھدیں اور اسپر ٹکٹ بھی خود ہی چسپاں کر دیں اور اگر دستی بنا ہوا لفافہ ہو تو سوائے ایک طرف کے اسکے بقیہ اطراف کو خود ہی چسپاں کر دیں بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ اس کھلی ہوئی طرف پر بھی گوند لگا کر اور خشک کر کے چھوڑ دیں تا کہ حضرت والا کو سوائے جواب لکھنے اور خط کو لفافہ کے اندر رکھ کر بند کر دینے اور روانہ کرا دینے کے اور کوئی زحمت نہ کرنی پڑے ۔

اگر ایسا نہیں کیا جاتا تو دیکھنے والے روزمرہ دیکھتے ہیں کہ حضرت والا کو سخت اذیت ہوتی ہے اور سخت زحمت

Marfat.com

اٹھانی پڑتی ہے کیونکہ ٹکٹ رکھنے کی صورت میں بعض اوقات باوجود خطوط کو بحفاظت کھولنے کے ٹکٹ گر جاتے ہیں اور بعض اوقات حضرت والا ٹکٹوں کو چسپاں کرنے کی غرض سے نکالکر رکھتے ہیں تو ہجوم خطوط اور ہجوم مشاغل کی وجہ سے جو دوران تحریر جوابات میں بھی برابر پیش آتے رہتے ہیں ٹکٹوں کے رکھنے کی جگہ یاد سے اتر جاتی ہے۔ بہر صورت ٹکٹوں کو ڈھونڈھنے میں بڑی دقت ہوتی ہے اور بڑا وقت صرف ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بہت دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی گرا ہوا ٹکٹ نظر پڑا تو سارے لفافے کھول کھول کر دیکھنے پڑے تاکہ یہ پتہ چلے کہ وہ کس خط کا ٹکٹ ہے۔ اور بعض مرتبہ پتہ نہ چل سکا تو حسب معمول اسکو ایک مہینہ تک امانت رکھ کر پھر بھی پتہ نہ لگنے کی صورت میں مصارف لقطہ خیرات کر دینا پڑا۔ اور بعض مرتبہ دو خطوط کے جوابی لفافے بلا ٹکٹ ملے تو اس احتمال پر کہ نہ معلوم ان میں سے کون سے لفافہ کا یہ ٹکٹ ہے ایک لفافہ پر تو وہ ملا ہوا ٹکٹ لگایا اور ... [illegible] بھی اپنے پاس سے ٹکٹ لگایا۔ ٹکٹوں کو ... [illegible] ن پر کافی گوند نہیں ہوتا تو وہ اچھی طرح چپکتے ... [illegible] ردیا لیکن بعد کو وہ خود بخود اکھڑ گیا اور ... پڑا ہوا پایا ... اس خط کو تلاش کرنے کے لئے پشتارہ خطوط الٹنا پلٹنا پڑا۔ اگر ٹکٹ خود لگا کر نہ بھیجنے میں یہ مصلحت ہو کہ جس طرف سے لفافہ بند کیا جاتا ہے اسطرف لگایا جاسکے تاکہ مضبوطی ہو جائے اور لفافہ راستہ میں کھلنے نہ پائے جیسا کہ بعض نے پوچھنے پر بھی مصلحت لکھی تو اسکی یہ بھی صورت ہو سکتی ہے کہ جس پرت کو بند کیا جاتا ہے اسکے کنارہ پر ٹکٹ کے آدھے حصہ کو خود چسپاں کر دیا جائے اور آدھا حصہ یوں ہی چھوڑ دیا جائے۔ اسطرح ٹکٹ بھی گرنے سے محفوظ ہو جائے گا اور وہ مصلحت بھی پوری ہو جائے گی اور حضرت والا آسانی کے ساتھ لفافہ کو بند کر سکیں گے۔ اسی ہفتہ کی بات ہے ایک صاحب نے ... لفافہ بنا کر بھیجا جسکی سب اطراف کھلی ہوئی تھیں اور کسی طرف بھی گوند نہیں لگا ہوا تھا نہ ٹکٹ چسپاں تھا حضرت والا نے تنبیہا لفافہ کی اطراف کو بدستور کھلا ہوا ہی رکھا لیکن ٹکٹ کو گرنے سے محفوظ کرنے کے لئے ... ڈورے کا ایک چھوٹا سا ٹانکا لگا دیا۔ غرض حضرت والا کو ان سب باتوں سے ... اذیت ہوتی ہے۔

اسیطرح پتہ لکھا ہوا جوابی لفافہ نہ ہونے کی صورت میں بھی حضرت والا کو ... ہوتی ... حضرت والا کاتب ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا پتہ جواب کے لفافہ پر ہونا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ... احتمال ہی نہ رہے اور اگر خود کاتب ہی کا لکھا ہوا پتہ غلط یا ناصاف ہو تو خط نہ پہنچنے ... حضرت والا کو افسوس اور خجلت نہ ہوگی چنانچہ ایک دفعہ ہوا ایک خط پتہ کی غلطی کی وجہ سے ... حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھئے اگر میرے ہاتھ کا لکھا ہوا پتہ ہوتا تو مجکو کسقدر افسوس ہوتا ... [illegible]

Marfat.com

کا معمول ہے کہ اگر جوابی لفافہ پر پتہ لکھا ہوا نہیں ہوتا تو خط کو اسطرح تہ فرماتے ہیں کہ خط کے اندر کا وہ مقام جہاں خود کاتب کے ہاتھ کا پتہ لکھا ہوا ہوتا ہے اوپر رہتا ہے پھر اسکو لفافہ کے اندر رکھ کر لفافہ کے اوپر کے حصہ کے کاغذ کو کاٹ دیتے ہیں کہ وہ کاتب کا لکھا ہوا پتہ لفافہ کے اندر سے دکھائی دینے لگتا ہے ۔ پھر اس پتہ لکھے ہوئے مقام کو لفافہ کے کٹے ہوئے حصہ کے کناروں سے بذریعہ گوند چپکا دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکے اور پتہ برابر نمایاں طور پر دکھلائی دیتا رہے یا اگر کافی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ گوند اچھی طرح نہ لگیگا اور راستہ میں خط الگ ہوکر گر جائیگا یا یہ احتمال ہوتا ہے کہ گوند کے لگ جانے سے کھولتے وقت خط کا ایسا حصہ پھٹ جائیگا جسپر مضمون ہے تو بجائے گوند لگانے کے ڈورے سے سی دیتے ہیں. پھر لفافہ کے اندر رکھ دینے اور چپکا دینے یا سی دینے کے بعد پتہ کے آس پاس جو عبارت زائد ہوتی ہے اسکو اچھی طرح قلم زد فرما دیتے ہیں تاکہ صرف پتہ ہی پتہ رہ جائے اور ڈاک والے آسانی کے ساتھ اسکو پڑھ لیں ۔ اگر کوئی ٹکٹ بھیجتا ہے لفافہ نہیں بھیجتا تو خط کو اسطرح تہ فرما کر جسطرح مذکور ہوا خط ہی پر ٹکٹ چسپاں کرکے ڈاک میں ڈالوا دیتے ہیں ۔

اوپر کے بیان سے ناظرین کرام نے اندازہ فرما لیا ہوگا کہ حضرت والا اپنے اصول کو برتنے میں اس امر کا کسقدر اہتمام رکھتے ہیں کہ نہ ڈاک والوں کو کوئی پریشانی ہو نہ خط کے ضایع ہو جانے کا احتمال رہے نہ خط پانیوالے کی کوئی مصلحت فوت ہو حالانکہ وہ بوجہ اپنی کوتاہیوں کے اتنی رعایت کا مستحق بھی نہیں ہوتا ۔

اس سارے اہتمام میں حضرت والا کا بہت وقت صرف ہو جاتا ہے اور سخت دقت اٹھانی پڑتی ہے اور گو حضرت والا اپنا ایک منٹ بھی فضول صرف فرمانا اور خواہ مخواہ دقت اٹھانا ہرگز گوارا نہیں فرماتے لیکن چونکہ یہاں اسکی ضرورت اور مصلحت ہوتی ہے اسلئے باوجود بہت تعب ہونیکے نہایت سکون کے ساتھ یہ سب کارروائی کرتے رہتے ہیں حالانکہ اسکو دیکھ دیکھکر پاس بیٹھنے والوں کو بھی سخت خلجان ہوتا ہے لیکن چونکہ حضرت والا کی طبع مبارک بفضلہ تعالیٰ فطری طور پر نہایت با اصول ہے اسلئے جہاں واقعی ضرورت ہوتی ہے وہاں تو سخت سے سخت تعب بھی موجب پریشانی نہیں ہوتا اور جہاں ضرورت نہ ہو وہاں ذرا سا تعب بھی برداشت نہیں فرما سکتے

اسی ہفتہ کی بات ہے ایک لفافہ کو اسیطرح کاٹ چھانٹ رہے تھے اتفاق سے جناب مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند بھی تشریف فرما تھے ۔ انھوں نے عرض کیا کہ اسمیں تو خود پتہ لکھدینے سے بھی کہیں زیادہ تعب صرف ہو جاتا ہے فرمایا کہ بلا سے کیونکہ مصلحت ہے اور میں اسلئے بھی ایسا کرتا ہوں کہ خط بھیجنے والے صاحب کو تو معلوم ہو جائے کہ انکی اس حرکت سے مجھے کتنی تکلیف پہونچی اور آیندہ ایسی حرکت نہ کریں اور ہمیشہ کے لئے عملی تنبیہ ہو جائے ۔ اھ

اس عملی تنبیہ کے علاوہ حضرت والا لفافہ پر بالتصریح بھی تحریر فرما دیتے ہیں کہ اگر پتہ لکھا ہوا لفافہ بھیجدیتے

Marfat.com

ہوجکو یہ تکلیف نہ ہوتی۔ بعض کو زجرًا بلاجواب ہی خط واپس فرما دیتے ہیں اور تحریر فرما دیتے ہیں کہ جتنا وقت جواب لکھنے میں صرف ہوتا ہے وہ پتہ کو لفافہ پر لانے اور تنبیہی عبارت کے لکھنے ہی میں صرف ہوگیا اب دوسرے خطوط کے جواب لکھنے ہیں اسلئے خط بلاجواب واپس ہے۔ اھ

غرض اسطرح کاتب کو عمر بھر کے لئے سبق ہوجاتا ہے اور پھر کبھی اُس سے ایسی اذیت وہ حرکت سرزد نہیں ہوتی۔

دیگر

بعض کاتبین لفافہ کو اسطرح چسپاں کرتے ہیں کہ کھولتے وقت بڑی دشواری ہوتی ہے اور بعض اوقات اندر کا خط پھٹ جاتا ہے۔ اسیطرح بعض کاتبین لفافہ اتنا تنگ بناتے ہیں یا خط کی تہ اتنی بڑی بناکر رکھتے ہیں کہ اوپر کا لفافہ کھولنے کے لئے کوئی جگہ ہی نہیں رہتی ایسی صورت میں بھی دقت کے علاوہ بعض اوقات خط ہی پھٹ جاتا ہے۔

دیگر

کاتبین کو یہ بھی چاہیئے کہ جواب کے لئے جو ٹکٹ بھیجیں وہ بالکل صاف ہو میلا یا داغدار یا چھلا ہوا یا اور کسی طرح سے مشکوک حالت میں نہ ہو کیونکہ حضرت والا ایسے ٹکٹ لگاتے ہی نہیں تاکہ خدانخواستہ کوئی قصہ نہ کھڑا ہو جائے جیسا بہت سے لوگوں پر ایسی صورتوں میں ڈاک خانہ کی طرف سے فوجداری کے مقدمات قائم کردیئے گئے ہیں۔

چونکہ حضرت والا بلاضرورت شرعیہ خلاف احتیاط کام کرنا جسمیں اپنی آبرو کا یا اور کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ ہو خلاف مصلحت بلکہ خلاف شریعت سمجھتے ہیں اسلئے مشکوک ٹکٹ ہرگز نہیں لگاتے بلکہ جن مستعمل ٹکٹوں پر مُہر کا نشان بہت کم یا بالکل نہیں ہوتا ان کو فورًا چاک فرمادیتے ہیں تاکہ کوئی ردی میں سے بھی نکال کر مکرر استعمال نہ کرسکے۔

دیگر

حضرت والا رنگین روشنائی سے لکھے ہوئے خطوط کو بھی پسند نہیں فرماتے کیونکہ گو بعض اقوال پر گنجائش ہے لیکن پڑیہ کے رنگ میں اسپرٹ کی شبہ ہونے کی وجہ سے حضرت والا اس سے احتیاط ہی فرماتے ہیں۔

بعض اوقات دیکھا گیا کہ اچکن کی جیب میں کوئی رنگین روشنائی سے لکھا ہوا خط رکھ لیا پھر نماز کے وقت یاد آیا تو نماز کی حالت ہی میں اسکو جیب میں سے نکالکر پھینکدیا لیکن بوجہ اختلافی گنجائش ہونے کے نماز کو نہ دہرایا بعض اوقات اسپر ہاتھ بھی لگ جاتا ہے جسکو دھونا پڑتا ہے اور بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ پورے طور پر نہیں چھوٹا اور کپڑوں پر لگ گیا تو کپڑے بھی خراب ہوئے غرض چونکہ حضرت [illegible] خطوط سے تکلیف پہنچتی ہے اسلئے طالبین اسکی بھی حتی الامکان احتیاط رکھیں تو بہتر ہے اگر کسی وقت اور سیاہی نہ ہو تو پنسل ہی سے لکھ دیں لیکن ذرا ہاتھ دبا کر تاکہ تحریر دھندلی نہ ہو جو پڑھنے ہی میں نہ آئے یا پڑھنے میں دقت ہو اسلئے

بھی اسکا بہت خیال رکھیں کہ جو کچھ لکھیں بہت صاف حروف میں روشن سیاہی سے لکھیں تاکہ خط آسانی سے پڑھا جاسکے اور عبارت بھی بہت واضح لکھیں کہ مطلب فوراً سمجھ میں آتا چلا جائے۔ جو خطوط پڑھے نہیں جاتے یا آسانی سے سمجھ میں نہیں آتے انکا بہت غور کرکے مطالعہ کرنے یا مطلب سمجھنے میں حضرت والا اپنا وقت صرف نہیں فرماتے کیونکہ اتنا وقت ہی نہیں ملتا۔ اور تنبیہ لکھ کر بلا جواب واپس فرما دیتے ہیں ورنہ اور سب کام پڑے رہ جائیں۔

بعض ایسے ہی خطوط کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ حروف باریک روشنائی تاریک خط پڑھنے میں بہت تکلف ہوتا ہے اسلئے بلا جواب واپس ہے اسیطرح بہت لمبے خطوط کو یہ لکھ کر واپس فرما دیتے ہیں کہ نصف صفحہ یا دس بارہ سطروں سے زیادہ کا مضمون ایک خط میں نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔

دیگر

حضرت والا سے دنیوی امور کے متعلق کوئی مشورہ دریافت نہ کرنا چاہیئے نہ کوئی اور استدعا کرنی چاہیئے۔ کیونکہ حضرت والا کو نہ ایسے امور سے دلچسپی نہ ایسے امور کا تجربہ چنانچہ اسی بنا پر حضرت والا عموماً اس سے عذر فرما دیتے ہیں۔ اور اگر مواقع خصوصیت میں کوئی مشورہ دیتے بھی ہیں تو اکثر اس عنوان سے کہ اگر آپکی جگہ میں ہوتا تو یہ کرتا۔

حضرت والا مشورہ دینے سے اسلئے بھی گریز فرماتے ہیں کہ آج کل لوگ عموماً مشورہ کی حقیقت ہی نہیں سمجھتے اور اسکے مضر ہونے پر یا مفید نہ ہونے پر خود مشیر کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ مشورہ تو محض دوسرے کی اعانت کیلئے ہوا کرتا ہے کہ رائے قائم کرنے میں اسکو سہولت ہو۔ اھ

اور حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ آج کل مشورہ دینے میں اکثر یہ بھی خرابی ہے کہ معتقدین بوجہ غلو فی الاعتقاد کے مشورہ کے متعلق یہ غلط عقیدہ رکھتے ہیں کہ شیخ کے قلب میں مضر یا غلط بات آہی نہیں سکتی اور اسمیں یقینی خیر سمجھتے ہیں اور اسکے خلاف کرنے میں یقینی ضرر سمجھتے ہیں یہ سب غلو فی الاعتقاد ہے جسکی اصلاح ضروری ہے۔

دیگر

اسیطرح حضرت والا تعویذ گنڈوں کے شغل کو بہت ہی ناپسند فرماتے ہیں کیونکہ اول تو اسمیں عوام کا اور زیادہ دنیادار کا بہت ہجوم ہو جاتا ہے جس سے دینی ضرر اور تضییع اوقات کا قوی اندیشہ ہے دوسرے اسکے متعلق لوگوں نے عقیدہ میں بھی بہت غلو کر رکھا ہے اور اسکو اسکے درجہ سے بھی آگے بڑھا رکھا ہے چنانچہ اسکے برابر نہ دعا کو مؤثر سمجھتے ہیں نہ ان تدابیر کو جو ایسے مقاصد کے لئے موضوع ہیں اور اگر اثر ہو جائے تو اسکو بزرگی کی علامت سمجھتے ہیں۔

حضرت والا اسکے متعلق ہمیشہ تقریراً و تحریراً علماً و عملاً اصلاح عقیدہ فرماتے رہتے ہیں۔ اور عملیات کے اثر کو زیادہ تر قوت خیالیہ کا ثمرہ قرار دیا کرتے ہیں جسکی تحقیق میں بعض بہت مبسوط تقریرات قلمبند بھی ہو چکی ہیں چنانچہ حسن العزیز جلد اول کے ایک بڑے ملفوظ نمبر ۱۳۵ میں مسمریزم اور قوت خیالیہ کے حیرت انگیز کرشمے بیان فرمائے گئے ہیں۔ جو قابل

Marfat.com

ملاحظہ ہیں۔

غرض حضرت والا تعویذ گنڈوں کے شغل کو بہت ناپسند فرماتے ہیں لیکن چونکہ حضرت حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر لوگ تعویذ مانگنے آئیں تو جو کچھ اسوقت سمجھ میں آیا کرے لکھ کر دیدیا کرنا اسلیئے حضرت والا امتثالاً للامر معمولی شکایات درد سر بخار نظر وغیرہ کے تعویذ اسی طرح مرحمت فرمادیا کرتے ہیں کہ نہ عاملوں کی قیود کا لحاظ فرماتے ہیں نہ انکے خاص عملیات کی کوئی پابندی فرماتے ہیں بلکہ اکثر تو کوئی مناسب حال آیت یا حدیث یا دعا لکھ کر دیدیتے ہیں جو عین وقت پر خیال میں آجاتی ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ اکثر مواقع پر مقصد برآری بھی فرمادیتے ہیں چنانچہ حال ہی میں بندہ زادہ نے دوکان کھولی تو حضرت والا سے برکت کے لیئے تعویذ منگوایا اور دعا بھی کرائی جس کی برکت سے بفضلہ تعالیٰ باوجود بالکل نئی دوکان ہونے کے توقع سے کہیں زیادہ مال فروخت ہونے لگا۔ والحمد للہ

بندہ زادہ ہی کے عرض کرنے پر وسعت رزق کے لئے حضرت والا نے پانچوں نمازوں کے بعد یا باسط ۷۲ بار پڑھنے کو بتادیا۔ کچھ عرصہ بعد اُسنے پھر کوئی اور وظیفہ پوچھا تو تحریر فرمایا کہ دواؤں میں تو یہ بات ہوتی ہے کہ اگر ایک دوا نافع نہ ہو تو دوسری دوا نافع ہو جاتی ہے لیکن دعاؤں میں یہ تفصیل نہیں۔ وہی پہلی دعا کافی ہے اسی کو معمول رکھا جائے جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا قبول فرمالیں گے۔ اھ

ایک صاحب نے اپنی تشویشات بیان کر کے کچھ پڑھنے کو پوچھا تو فرمایا کہ تشویشات کا علاج پڑھنا نہیں بلکہ تدبیر ہے۔ انھوں نے پوچھا کہ کوئی تدبیر ہی بتادیجئے فرمایا کہ ہر تشویش کی جدا تدبیر ہے۔ جب کوئی خاص تشویش پیش آئے اسکے متعلق دریافت کیا جانا چاہیئے۔ اھ

اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ لوگ ان غلطیوں میں مبتلا ہیں حالانکہ وہ پڑھے لکھے سمجھدار آدمی تھے۔ اھ

غرض حضرت والا تعویذات اور عملیات کے متعلق بھی جو لوگوں نے غلو کر رکھا ہے اُسکی بحیثیت مجدد وقت اور مصلح امت ہونے کے اصلاح فرماتے رہتے ہیں۔

حضرت والا آسیب سحر وغیرہ یا ان جیسے امراض کے تعویذات عموماً بالکل انکار فرمادیتے ہیں اور یہ کہ میں عامل نہیں ہوں مگر از راہ شفقت یہ بھی فرمادیتے ہیں کہ اگر کسی عامل کا مجھ سے پتہ پوچھا جائے گا تو بتادوں گا چنانچہ اگر کوئی پوچھتا ہے تو بتا بھی دیتے ہیں تاہم اگر کوئی باوجود انکار کے اور اپنے عامل نہ ہونے کو ظاہر کر دینے کے تو اس شرط پر تعویذ عطا فرمادیتے ہیں کہ اگر اثر نہ ہو تو کہ مجھ سے دوبارہ نہ کہنا بلکہ اگر تعویذ سے نفع نہ ہو تو دوسرا لکھ دوں۔ اھ

چونکہ حضرت والا کو تعویذ گنڈوں کے شغل سے طبعی مناسبت بالکل نہیں ہے بار بار پوچھنے پر یہ فرمایا کہ ایک صفحہ کا مضمون لکھنا اتنا گراں نہیں ہوتا جتنا دو سطر کا تعویذ لکھنا گراں ہوتا ہے نیز حضرت والا غیر مباح کام کے لئے ہرگز

تعویذ نہیں دیتے بلکہ جہاں احتمال بھی کسی فساد کا ہوتا ہے وہاں بھی انکار فرما دیتے ہیں چنانچہ ایک بار کسی نے کسی عورت کو اپنے نکاح پر راضی ہو جانے کے لئے تعویذ لیا اسکے بعد وہ عورت کچھ متوجہ ہوئی تو تعویذ لینے والا بلا نکاح بدکاری میں مبتلا ہو گیا جسکی خود اسی نے آکر حضرت والا کو اطلاع کی اور کہا کہ اب اس تعویذ میں اثر نہ ہو اسکا دوسرا تعویذ دیجئے بس اس واقعہ کے بعد سے حضرت والا نے اس قسم کے تعویذ دینے موقوف فرما دیئے۔

اسی طرح ایک صاحب نے تفریق کا تعویذ مانگا اور لکھا کہ ایک نوجوان فاروقی النسل اپنے تمام رشتہ داروں کی مرضی اور اپنے خاندان کے خلاف ایک دوسری نسل کی ایک ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے جسکے تمام رشتہ دار بلکہ اسکی والدہ تک اس بات سے ناراض ہیں۔ اسکا حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرمایا کہ اگر اتنا آمل ہے کہ تفریق والا کافر ہے جہاں اتفاق حرام ہو کیا کسی عورت سے نکاح کرنا حرام ہے جو تفریق کی ہو کیا اسلئے اگر اس نزد میں مجلس لعن کر دیا جاوے تو تعویذ لکھدونگا اھ

حضرت والا بوجہ قلت فرصت نیز درخواستوں کی کثرت کو روکنے کے لئے ایک خط میں ایک سے زیادہ تعویذ نہیں بھیجتے نہ زبانی درخواست پر ایک بار میں ایک سے زیادہ تعویذ دیتے ہیں۔ اور زبانی درخواست پر جمعہ کے دن بالکل تعویذ دیتے ہی نہیں کیونکہ اس روز اطراف و جوانب سے بہت لوگ نماز پڑھنے آتے ہیں اگر جمعہ کے روز بھی یہ سلسلہ جاری رکھا جاوے تو پھر دیکھ کر آتے رہیں گے لاؤ تعویذ بھی لیتے چلو بہت کثرت سے لوگ بلا ضرورت و بلا ضرورت تعویذ مانگیں اب تو وہی شخص اس غرض کے لئے خاص طور سے آتا ہے جبکو واقعی ضرورت ہوتی ہے اھ

غرض حضرت والا کا ہر معمول نہایت اصول صحیحہ کے مطابق ہے اور ضرورت و مصلحت پر مبنی ہے اور بہت تجربوں کے بعد مقرر کیا گیا ہے اور سب معمولات کا حاصل یہی ہے جو پہلے بھی کسی موقع پر عرض کیا گیا ہے کہ نہ خود حضرت والا کو تکلیف ہو نہ دوسروں کی ضرورت واقعیہ اٹکی رہے۔

بعض تعویذ مانگنے والے لوگ اسقدر بے اصول اور نا تمام طریق سے درخواست کرتے ہیں کہ حضرت والا کو سخت اذیت ہوتی ہے۔ اکثر یا تو صرف یہ لکھتے ہیں کہ تعویذ دیجئے اور جس بات کا تعویذ چاہئے اسکا نام نہیں لیتے یا صرف حال لکھدیتے ہیں اور یہ درخواست نہیں کرتے کہ تعویذ چاہتے ہیں یا محض دعا یا مشورہ اور بعض لوگ صرف حالات تو لکھ دیتے ہیں لیکن انکا سبب خود متعین نہیں کرتے کہ انکے خیال میں یہ حالات کسی مرض سے ناشی ہیں یا آسیب سے یا نظر وغیرہ سے اور ان امور میں سے کس چیز کا تعویذ لکھانا چاہتے ہیں ایسی صورت میں حضرت والا فرما دیتے ہیں کہ حالات سنکر تشخیص سبب کرنا میرا کام نہیں کیونکہ یہ تو طبیب کا منصب ہے طبیب تو حالات سنکر

سبب کی تشخیص کر لیتا ہے مگر میں تو طبیب نہیں ہیں ان حالات سے کیا سمجھوں کہ کیا سبب ہے اور کس چیز کا تعویذ لکھ دوں۔ بجائے مفصل حالات کہنے کے مجھ سے تو بس صرف یہ ایک مختصر سی بات کہدو کہ فلاں چیز کا تعویذ چاہیے۔ اھ

غرض اکثر لوگ ادھوری ہی بات کہتے ہیں اور جیسی کہ عام بیہودہ اور بے اصول رسم ہو گئی ہے ہر شخص ادھوری بات کہہ کر اسکا منتظر رہتا ہے کہ مخاطب خود ہی سوال کر کر کے بات کو پورا کر لے جو کسی قاعدہ سے بھی اُسکے ذمہ نہیں۔

چونکہ حضرت والا خود اس امر کا انتہا درجہ کا لحاظ رکھتے ہیں کہ کسی پر ایسا بار نہ ڈالا جائے جو اسکی وسعت [illegible] اسلئے خود بھی کسی کا بیجا طور پر ڈالا ہوا بار اٹھانا حضرت والا کا اصول نہیں۔ لہذا مذکورہ بالا [illegible] وہ خود پوری بات واضح طور پر نہیں کہتا اور باصول درخواست نہیں کرتا تعویذ مرحمت نہیں فرماتے [illegible] یہاں کے علاوہ اپنے وقت یا کسی حاکم سے درخواست کرنے کے وقت [illegible] ادھوری بات کرتے ہو پھر اسکا سبب سوائے بے فکری اور دل میں یہاں کی وقعت نہ ہونے کے اور کیا ہے۔ اھ

غرض ایسے لوگوں سے فرما دیتے ہیں کہ جب پوری بات کہو گے تب تعویذ ملے گا۔ اگر کوئی شخص [illegible] تنبیہ سے سمجھ جاتا ہے اور پوری بات کہہ دیتا ہے تب بھی اکثر اسکی درخواست فی الحال قبول نہیں فرماتے [illegible] ہیں کہ اب تو [illegible] بعد آکر پھر سلیقہ سے درخواست کرو گے تب [illegible] قلب کو مکدر کر دیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر تعویذ لکھ دیا گیا [illegible] اور [illegible] کہ [illegible] نہ کرو گے۔ اھ

مگر وہ حضرت والا [illegible] کیا بری بات [illegible] ایسا ہی ہوا ہے تو اس [illegible] فرما دیتے ہیں کہ بار بار کسی سے پوری بات کہنے کا اور درخواست کرنے [illegible] سیکھ کر کوئی [illegible] سلیقہ سیکھ کر آتا ہے اور پوری بات کہتا ہے [illegible] اب تو جب [illegible] بعد آکر پوری بات کہو گے تب تعویذ ملے گا [illegible] سے تو حضرت والا [illegible] مرحمت فرما دیتے ہیں۔

حضرت والا [illegible]

[illegible] اور [illegible]

کر لکھوا کر پیش کرے اور [illegible]

ڈاک سے منگاؤ۔

غرض یہ ہرگز گوارا نہیں ہے کہ کسی کا کام نہ ہو لہذا کام لینے کے پورے اُصول اور قواعد بتا دئے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی خود ہی اُن طریقوں سے کام نہ لے تو کام نہ ہونے کا وہ خود ہی ذمہ دار ہے نہ کہ حضرت والا۔

دیگر

اگر کوئی طالب حضرت والا سے حزب البحر یا دلائل الخیرات یا بزرگوں کے اسی قسم کے دوسرے اوراد واحزاب کی اجازت طلب کرتا ہے تو اول یہ سوال فرماتے ہیں کہ اس طلب اجازت کی غرض کیا ہے اگر جواب ملتا ہے کہ دنیوی حاجات کے لئے بطور عمل کے معمول بنانا ہے تو تحریر فرما دیتے ہیں کہ میں عامل نہیں ہوں۔ اور بعض نے اپنی یہ نیت ظاہر کر کے اجازت حاصل کرنی چاہی کہ اس سے ہمارا مقصود قرب و رضائے حق حاصل کرنا ہے تو انکی اس ہوشیاری کا یہ جواب تحریر فرمایا کہ کیا ان دعاؤں سے پہلے قرب حق حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں تھا اگر نہیں تھا تو جن بزرگوں سے یہ دعائیں منقول ہیں انکو قرب حق کس طریق سے حاصل ہوا جو وہ اس قابل ہوئے کہ ان پر یہ دعائیں الہام فرمائی گئیں لہذا ظاہر ہے کہ تھا تو بس تم بھی وہی طریقہ کیوں نہ اختیار کرو تاکہ تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ اھ

اس پر وہ ساکت ہو جاتے ہیں اور ان کے غلو فی الاعتقاد کی اصلاح ہو جاتی ہے بعضوں کو جنکا معمول دلائل الخیرات کی قرأت تھی یہ تجویز فرمایا کہ ایک منزل پڑھ کر یہ دیکھا جائے کہ اس میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے بس روزانہ اتنی ہی دیر کوئی ماثور درود شریف پڑھنا زیادہ افضل ہے۔ اھ

دیگر

حضرت والا باستثناء مواقع خصوصیت باوجود اجازت کے بیرنگ خطوط نہیں بھیجتے کیونکہ مکتوب الیہ کا پتہ نہ لگنے کی صورت میں احتمال ہے کہ وہ حضرت والا ہی کے پاس لوٹ کر آجائے اور خواہ مخواہ حضرت والا کو محصول برداشت کرنا پڑے جیسا کہ بعض اوقات مکتوب الیہ کی بے اہتمامی سے واقع بھی ہو چکا ہے۔

دیگر

ایک صاحب نے ایک بہت ہی چھوٹا سا پرچہ لکھ کر بھیجا حضرت والا نے حاضرین سے فرمایا کہ یہ تو مختصر نویسی میں مجھ سے بھی بڑھ گئے اور پھر یہ جواب تحریر فرمایا کہ جواب لکھنے کے لئے جگہ ہی نہیں اس لئے جواب نہیں دیا جاتا۔ اھ

اس سے حضرت والا کا مقصود ان کو متنبہ کرنا تھا کہ جس سے کام لیا جائے اسکا ادب یہ ہے کہ یا تو

جواب کے لئے ایک پرچہ رکھا جائے یا خط میں کافی جگہ چھوڑ دی جائے۔

دیگر

اگر کوئی جوابی رجسٹری بھیجتا ہے تو اس کے متعلق حضرت والا کا یہ معمول ہے کہ اگر قرائن سے معلوم ہو کہ کوئی جھگڑے کا معاملہ ہے اور بھیجنے والا اسلئے رسید طلب کرتا ہے کہ مرسل الیہ خط پانے سے انکار نہ کر سکے تو واپس فرمادیتے ہیں۔ اور جہاں اس قسم کا شبہہ نہیں ہوتا وہاں وصول فرما لیتے ہیں لیکن جوابی رجسٹری بھیجنے کو پسند نہیں فرماتے اور فرمایا کرتے ہیں کہ رسید تو وہاں طلب کی جاتی ہے جہاں یہ احتمال ہو کہ مرسل الیہ خط پانے سے انکار کردیگا جسکا حاصل یہ ہوا کہ مرسل کو مرسل الیہ کے کاذب ہونے کا احتمال ہے اور کسی مسلمان پر بلا دلیل شرعی کاذب ہونے کا احتمال ظاہر ہے کہ معصیت ہے نیز اس سے مرسل کا مقصود بھی تو حاصل نہیں ہوتا کیونکہ [illegible] مقصود تو یہ ہے کہ مرسل الیہ اسکے خاص مضمون کے پہونچنے کا انکار نہ کر سکے لیکن رسید سے صرف اس امر کا ظاہر ہوگا کہ کوئی خط پہونچا۔ مگر اسکو ظاہر نہیں کرسکتی کہ کس مضمون کا خط پہونچا۔ لہذا ہر حال میں رسید طلب کرنا ایک فضول حرکت ہے رہی حفاظت وہ غیر جوابی رجسٹری سے بھی ہوسکتی ہے۔ اھ

دیگر

اگر کوئی طالب اپنے خطوط میں کسی بات کی معافی طلب کرتا ہے کہ بہت دن سے حضرت والا کی خدمت میں عریضہ نہیں لکھا تو اسکو آئندہ اس سے بے فکر کرنے کے لئے تحریر فرما دیتے ہیں کہ [illegible] معافی چاہنے کی ضرورت نہیں اطمینان رکھو۔ اھ

حضرت والا ایسے موقع پر حاضرین سے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کوئی خط نہ لکھے گا تو میرا کیا نقصان کریگا خود اپنا نقصان کریگا۔ مجھ سے معافی مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ [illegible] معافی چاہنا بالکل بے اصل ہے کیونکہ [illegible] حضرت والا کو طالبین کے خطوط کا انتظار رہتا ہے [illegible] انتظار کی کیا ضرورت پڑی ہے۔

دیگر

اگر منی آرڈر کے کوپن میں کوئی مضمون نہیں ہوتا یا مضمون [illegible] یا اور کوئی ضروری جزو [illegible] بھی [illegible] بھیجا [illegible]

Marfat.com

کو پڑھ کر وہ رقم قابل واپسی سمجھی گئی تو پھر علاوہ امانت رکھنے کی ذمہ داری کے واپسی میں بڑی دقت اور مزید صرف ہے پہلے حضرت والا رقم وصول کر کے خط کا انتظار فرمایا کرتے تھے لیکن جب اسمیں گوناگوں خلجانات پیش آئے تب ایسی کا معمول مقرر فرمایا۔

اسیطرح اگر کوئی بذریعہ بیمہ یا رجسٹری کے رقم بھیجتا ہے تو بجز مواقع اطمینان کے اسکو بھی واپس فرما دیا جاتا ہے کیونکہ اسمیں بھی وہی سب دقتیں ہیں جو ابھی مذکور ہوئیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ ہوا ایک بڑی رقم جو میری یاد میں تقریبًا پانچسو روپیہ کی تھی بذریعہ بیمہ آئی تو اسکو حسب معمول واپس فرما دیا پھر جب انھوں نے جداگانہ عریضہ میں تفصیلات ضروریہ لکھکر پھر بھیجنے کی اجازت مانگی تو چونکہ وہ کسی ترکہ کی رقم تھی اور مصارف خیر میں صرف کرنے کے متعلق بعض ورثہ کی اجازت نہیں حاصل کی گئی تھی اسلئے حضرت والا نے بھیجنے سے ممانعت فرمادی اور جب بعد کو انھوں نے سب ورثہ کی رضامندی حاصل کر کے اجازت طلب کی تب اجازت مرحمت فرمائی۔ اگر اول ہی بار بیمہ وصول کر لیا جاتا تو بڑی دقت ہوتی اور سخت خلجان پیدا ہوجاتا۔ اس قسم کے اکثر واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ اور ایسے مواقع پر ہمیشہ حضرت والا حاضرین کو متوجہ فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ دیکھئے لوگ مجھے وہمی سمجھتے ہیں اگر میں وہمی ہوں تو پھر سب سے وہم اکثر صحیح کیوں نکلتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ میں نے اپنے اکثر معمولات بہت سے تجربوں کے بعد مقرر کئے ہیں اگر اوروں کو ایسے تجربے ہوں تو وہ مجھ سے بھی زیادہ وہمی ہو جائیں۔

اسیطرح ایسے مواقع پر جہاں حضرت والا کی تشخیص و تجویز اور احتمالات صحیح ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا ہے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کسی طبیب کو اللہ تعالیٰ نبض کی پہچان عطا فرما دے اور وہ نبض دیکھ کر لوگوں کے باریک باریک امراض بھی پہچان لیا کرے تو اسکو بھی وہمی کہیں گے اھ

حضرت والا اکثر بڑے بڑے بیمے اور منی آرڈروں کو خلاف اصول ہونے کی بنا پر واپس فرماتے رہتے ہیں اور جب وہی واپس کردہ رقوم اصول کے مطابق ہو کر موصول ہوتی ہیں جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو اسوقت حضرت والا حاضرین سے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ دیکھئے جو آنے والی چیز ہوتی ہے وہ آتی ہی ہے چاہے اسکو لاکھ واپس کیا جائے پھر کیوں اپنی حالت خراب کی جائے اور خلاف اصول کا ارتکاب کیا جائے اھ

الغرض سلسلہ متعلق حضرت والا کی احتیاط کے بعض اور واقعات بھی بمناسبت مقام نیز اس خیال سے بھی عرض کئے جاتے ہیں کہ سبق آموز ہوں کیونکہ گو اس قسم کی احتیاط صریح طور پر واجب ہے اور جن جزئیات متعلقہ پر حضرت والا کا عمل ہے وہ سب کے نزدیک واجب العمل ہیں کسیکو مجال انکار نہیں لیکن انکی طرف آجکل عام طور سے ذہن ہی نہیں جاتا۔

حضرت والا کی خدمت میں حال ہی میں ایک صاحب نے کسی مصرف خیر کے لئے ایک معتدبہ رقم بھیجی اور لکھا کہ

Marfat.com

میں بہت بیمار ہوں یہاں تک کہ صحت سے مایوسی ہے۔

چونکہ حضرت والا کو حفظ حقوق کا غایت درجہ اہتمام ہے اور معاملات میں ہمیشہ احکام شرعیہ اور جزئیات فقہیہ عامضہ و دقیقہ کو پیش نظر رکھتے ہیں لہذا یہ ہوا کہ چونکہ ان کے خط میں کوئی لفظ وصیت کا نہ تھا حضرت والا نے ان کو شرعی وصیت کا ایک مضمون لکھ کر بھیجا کہ وہ اس پر اپنے دستخط کر کے واپس بھیج دیں تاکہ وصیت شرعاً بھی صحیح ہو جاوے اور خیال تھا کہ اگر وصیت نامہ دستخط ہو کر آ گیا تو بہتر ورنہ وہ رقم واپس کر دی جاوے گی لیکن چونکہ ان صاحب نے وہ رقم بہ نیت وصیت ہی بھیجی تھی اسلئے انہوں نے بلا تامل وہ مضمون اپنے دستخط کر کے حضرت والا کی خدمت میں بھیج دیا اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت والا اس رقم کو واپس فرما دیتے بلکہ اگر حضرت والا کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ وہ رقم ان صاحب کے ترکہ کے ثلث سے بہت کم ہے جس کی وصیت بحالت یاس بھی جائز ہے تو اسکو فوراً ہی واپس فرما دیتے۔

چنانچہ جب جناب حاجی محمد یوسف صاحب رنگونی رحمۃ اللہ علیہ کا جو حضرت والا کے ایک نہایت مخلص اور متمول خادم مجاز تھے انتقال ہوا تو انکے بالغ ورثہ نے ایک کثیر رقم بھیجی جس کی مرحوم نے حضرت والا کے نام بذریعہ تحریر وصیت فرما دی تھی لیکن حضرت والا نے تحریر فرما دیا کہ چونکہ مرحوم [illegible] اسلئے اگر یہ وصیت کسی شرعی حجت سے ثابت ہو جب تو وہ نابالغ ورثہ کے حصہ میں شرعاً نافذ ہو سکتی ہے ورنہ نہیں لہذا وہاں کے علماء کے سامنے شرعی حجت پیش کر کے اور انسے یہ جواب ظاہر کر کے کہ وہ وصیت [illegible] کے اسکے لکھا گیا حاجی صاحب نے کس کس کے سامنے تحریر کی اور اقرار کیا اور کس کس کے پاس [illegible] باقاعدہ فتوے حاصل کیا جاوے اور پھر وہ فتوے یہاں بھیجا جاوے اگر مجھے بھی وہ حجت شرعاً کافی ہوگی تو وصیت کردہ رقم بخوشی قبول کر لوں گا ورنہ عذر کر دوں گا۔ چنانچہ [illegible] باقاعدہ فتوے کو حجت شرعیہ کے ساتھ آگیا جس پر حضرت والا کو بھی پورا اطمینان ہو گیا اور پھر وہ رقم بخوشی قبول فرما لی گئی۔

اسیطرح جناب حاجی صاحب ممدوح مرحوم کے انتقال کے بعد حضرت والا نے انکی ایک [illegible] سے ایک خاص مصرف خیر کے لئے امانت تھی واپس فرما دی اور یہ نہیں کیا کہ پہلے دریافت فرماتے کیونکہ اس صورت میں تو وہ ازراہ مروت واپس کرنے سے ممانعت ہی کر دیتے بلکہ [illegible] رقم پہنچ جانے کے بعد انکو پورا بالکل آزادی سے رائے قائم کرنے [illegible] حصہ میں نکلوا کر دیں بالغوں کے حصہ کا عوض ان کو اپنے پاس سے دیکر واپس بھیجدیا [illegible] فرمایا جاوے۔

چونکہ اب اس صورت میں کوئی محذور شرعی نہ رہا تھا اسلئے حضرت والا نے بلا تامل منظور [illegible] مصرف خیر میں صرف فرما دیا۔

حضرت والا کی اسی قسم کی احتیاط اور اہتمام تحفظ حقوق کا ایک اور واقعہ بھی اس جگہ بمناسبت مقام استطراداً نقل کیا جاتا ہے۔

جناب حکیم نور احمد صاحب کانپوری رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت والا کے مجازین میں سے تھے مرض الموت میں اپنے تین قطعہ مکانات کی حضرت والا کے نام بذریعہ تحریر وصیت تملیک کر دی اور بحالت ضعف و تکالیف مرض بمشکل تمام عدالت میں پہونچکر وصیت نامہ کی رجسٹری بھی کرا دی لیکن چونکہ وہ کانپور میں تھے اور حضرت والا تھانہ بھون میں اسلئے بعد مسافت اور تنگی وقت کی وجہ سے وہ حضرت والا کو بالکل اطلاع نہ کر سکے چنانچہ حضرت والا اس ساری کارروائی سے بالکل بے خبر رہے یہاں تک کہ اتفاق سے حضرت والا کا بسلسلہ سفر کانپور تشریف لیجانا ہوا تو اسوقت ان سب واقعات کی اطلاع ملی۔ چونکہ حقوق العباد کا معاملہ تھا اسلئے حضرت والا نے حکیم صاحب مرحوم کے ورثہ کی نہایت اہتمام سے تحقیق کی لیکن معلوم ہوا کہ انہوں نے کوئی وارث نہیں چھوڑا البتہ یہ سنا کہ انکے کوئی عزیز تھے جو مفقود ہیں۔

حضرت والا کو مرحوم کی اس ساری کارروائی سے ذوقاً یہ مفہوم ہوا کہ اگر ان کو گنجائش وقت ملتی تو وہ بوجہ کوئی وارث نہ ہونے کے مصارف خیر میں وقف کر دیتے لیکن چونکہ ان کو کوئی آدمی قابل اعتماد نہ ملا اسلئے ان کو خیال ہوا کہ حضرت والا کے نام وصیت نامہ لکھ دوں اور یہ اس اعتماد پر کیا کہ حضرت والا ان مکانات کی آمدنی کو مصارف خیر ہی میں صرف فرمائینگے۔ یہ سب ذوقاً معلوم ہوا۔

غرض حضرت والا نے ان تینوں مکانات کو بجائے اپنی ملک میں رکھنے کے غایت احتیاط کی بنا پر تعلیم خانہ کانپور پر شرائط خاصہ کے ساتھ وقف فرما دیا اور وقف نامہ کی باقاعدہ رجسٹری بھی کرا دی۔ نیز رسالہ تنبیہات وصیت کے تتمہ سابعہ کے ضمیمہ ثالثہ میں اسکا اعلان بھی شائع فرما دیا جسمیں یہ بھی تحریر فرما دیا کہ اس اعلان کی غرض یہ ہے کہ پھر کوئی وارث دعوی نہ کرے۔ اور چونکہ مرحوم کے ایک عزیز مفقود الخبر سنے گئے تھے اس لئے انکی حفاظت حقوق کیلئے نیز اگر اسی طرح کوئی اور وارث بعد میں معلوم ہوں ان سب کی حفاظت حقوق کی یہ صورت فرمائی گئی کہ وقف نامہ میں انکے لئے اسکے متعلق بھی مضمون تحریر فرما دیا گیا اور مزید احتیاط یہ فرمائی گئی کہ تنبیہات وصیت کے ضمیمہ ثالثہ تتمہ سابعہ کے مضمون رابع میں بھی اسکے متعلق اعلان فرما دیا گیا جو ذیل میں بلفظہ نقل کیا جاتا ہے۔

مضمون رابع متعلق مکانات و آراضی

نمبر ۱ حکیم نور احمد صاحب کے جن مکانات کا ذکر ضمیمہ ثالثہ تتمہ سابعہ کے مضمون رابع میں ہے کہ شرائط خاصہ کے ساتھ تعلیم خانہ کانپور پر وقف کر دئے گئے۔ ان شرائط میں شرط اہم جو بخیال حفاظت حقوق العباد خاص طور پر قابل اشاعت ہے

یہ ہے کہ مرحوم کے کسی شرعی وارث کی مجھ کو تحقیق نہیں ہوئی سو اگر واقع میں بھی ایسا ہی ہے تب تو یہ مکانات کل وقف ہیں اور اگر کوئی شرعی وارث حجت شرعیہ کے موافق ثابت ہو جاوے تو اگر وہ اس وقف کو جائز رکھے (اور شرعاً جائز رکھنے کے شرائط کا پایا جانا ضروری ہے) تب بھی کل وقف ہے اور اگر وہ جائز نہ رکھے یا اسکا جائز رکھنا کسی عارض کے سبب جائز نہو تو مجموعہ مکانات کا ایک ثلث وقف ہے اور دو ثلث اُس وارث کا حق ہے اور اب سے لیکر اُسکی میراث شرعی ملنے تک حساب سے جو کچھ اس وقف کی آمدنی ہوا اسکا دو ثلث بھی اُس وارث کو واپس کیا جاوے اور اگر وقف مذکور کی آمدنی میں اسوقت اسقدر رقم موجود نہو تو اس دو ثلث کی آمدنی کو بقیہ ایک ثلث کی آمدنی سے اول پورا کیا جاوے اُسکے بعد مصارف یتیم خانہ میں صرف کیا جاوے۔ اھ

احتیاطاً اس وقف نامہ کی رجسٹری عدالت کا نپور کا پورا پتہ لکھے دیتا ہوں تاکہ حقدار کو حاجت کے وقت اسکی نقل لینا سہل ہو۔ تاریخ ۱۶ مارچ ۱۹۲۳ء بہی نمبر ۱ جلد ۱۰۵ صفحات ۳۹۷ و ۹۸ نمبر ۱۲۹ فقط۔

غرض حضرت والا نے تمام شرعی پہلوؤں کا لحاظ فرما کر اُن مکانات کا وقف نامہ مرتب فرمایا تھا جس کو دیکھ کر سب رجسٹرار نے بھی بہت تحسین کی اور کہا کہ میں نے اس سے قبل ایسا واضح اور ہر پہلو سے مکمل وقف نامہ نہیں دیکھا حالانکہ حضرت والا قانون داں بھی نہ تھے۔

اسیطرح اگر کسی رقم کے متعلق حضرت والا کو یہ علم ہو جاتا ہے کہ اسکے وصول ہونے سے قبل بھیجنے والے کا انتقال ہو چکا ہے تو اسکو بھی واپس فرما دیتے ہیں کیونکہ [illegible] کی ملک [illegible] محض [illegible] رقم کافی نہیں بلکہ قبضہ شرط ہے اور یہاں چونکہ وہ رقم بھیجنے والے کے انتقال [illegible] ہوئی اور قبل انتقال یعنی اسوقت جبکہ وہ رقم معطی کی ملک تھی حضرت والا کا قبضہ نہیں ہوا اسلئے وہ رقم باوجود وصول ہو جانے کے بھی حضرت والا کی ملک نہیں ہوئی بلکہ وارثوں ہی کی ملک رہی اور اگر قبل بھیجنے [illegible] بھیجنے والے کے انتقال کی خبر ملجاتی ہے تو اسکو وصول ہی نہیں فرمایا جاتا۔

اسیطرح اگر کسی رقم کے [illegible] بھیجنے والے کے انتقال کا علم ہو جاتا ہے تو [illegible] اسکا صرف کیا جانا روک دیا جاتا ہے اور بقیہ رقم کے متعلق خصوصیت کے [illegible] استفسار [illegible] جاتا ہے اگر جواب ہر پہلو سے اطمینان بخش ہوا تو اس پر عمل فرما لیا جاتا ہے ورنہ رقم کو واپس فرما [illegible] جو خصوصیت کے [illegible] نہیں [illegible] ان میں بلا استفسار ہی واپس فرما [illegible] کے متعلق بھی کی جاتی ہیں [illegible] ختم کی [illegible]

ختم کی مختصر حقیقت [illegible]

کی حالت کی مصلحت روزانہ بعد [illegible] ختم خواجگان کا وظیفہ پڑھا جاتا ہے [illegible] لیکن [illegible]

شریک وظیفہ ہوتے ہیں اور جو صاحبان اپنی کسی دینی یا مباح حاجت کے لئے دعا کرانا چاہتے ہیں وہ ایک آنہ یومیہ کے حساب سے داخل کر دیتے ہیں اور ایسے سب صاحبوں کے لئے وظیفہ ختم ہونے کے بعد روزانہ نام لے لے کر انکی حاجت مطلوبہ کی دعا مانگی جاتی ہے اور چونکہ عملیات اور رقیٰ پر اجرت لینا جائز ہے اسلئے رقوم موصولہ سب شرکاء وظیفہ کو حصہ رسد تقسیم کردی جاتی ہیں۔ اگر کوئی بلا اجرت دعا کرانا چاہتا ہے تو سات دن تک اسکے لئے مفت بھی دعا کردی جاتی ہے۔

اس مد قسم کی جو رقوم موصول ہوتی ہیں ان کے متعلق حضرت والا کی بعض اہم احتیاطیں عرض کی جاتی ہیں مثلاً جو صاحب صرف دینی دعا کرانا چاہتے ہیں انکی رقم نہیں قبول کی جاتی کیونکہ ایسی دعا دینی ہے اور باستثناء واقع اندر کتب فقہ دین پر اجرت لینا جائز نہیں۔

اسیطرح اگر کسی مریض نے صحت کی دعا کے لئے کوئی رقم بھیجی اور قبل اس رقم کے ختم ہونیکے اسکے انتقال کی خبر ملی تو فوراً اسکی رقم کی تقسیم بند کرادی جاتی ہے۔ اور بقیہ رقم واپس فرمادی جاتی ہے۔ بعض ورثہ نے چاہا کہ بقیہ رقم میں مرحوم کیلئے دعائے مغفرت کیجائے تو انکار فرما دیا گیا کہ دعاء مغفرت پر اجرت لینا جائز نہیں اور مثلاً اگر کوئی متمول شخص ایک آنہ یومیہ سے زائد بھیجنا چاہتا ہے تو زائد رقم نہیں قبول فرمائی جاتی چنانچہ ایک بار ایک والی ملک نے اور ایک بار ایک تالک نے ... یومیہ سے زیادہ رقم بھیجنی چاہی تو انکار فرما دیا گیا اور وہی ایک آنہ یومیہ لیا گیا البتہ اول اللہ ... بعد ... کی دعوت اور کپڑوں کیلئے بھیجنے کی اجازت چاہی تو اسکی اجازت مرحمت فرمادی گئی ... اور اسکو اسکے مصرف میں صرف فرمادیا گیا۔

غرضکہ اس قسم کی سینکڑوں احتیاطیں ہیں جو حضرت والا ... برتتے رہتے ہیں جن سے حضرت والا کی نہایت درجہ اہتمام حفظ حقوق و صفائی معاملات جو بحمد اللہ تعالیٰ شہرۂ آفاق اور موافقین و مخالفین سب کے نزدیک مسلم ہے ظاہر ہوتا ہے اور ان سے مشاہدہ کرنیوالے ... سبق حاصل کرتے رہتے ہیں جو ہزاروں تقریروں اور تحریروں سے بڑھکر موثر ہوتی ہیں۔ ... اشرفیہ کے اس عنوان سوم کو ختم کیا جاتا ہے اور عنوان چہارم شروع کیا جاتا ہے۔

عنوان چہارم

اصول متعلقہ واردین

(۱) حضرت والا نو واردین کو جو ابتداءً ضروری سوالات کا بھی واضح جواب نہیں دیتے ایک چھپا ہوا نقشہ بغرض خانہ پری عطا فرماتے ہیں تاکہ وہ اطمینان سے ان ضروری سوالات کا جواب خود لکھ کر یا ... کسی سے لکھوا کر اس مطبوعہ نقشہ کو واپس کردیں اور اسطرح جانبین کو ... سے محفوظ ... مشغولیت ...

Marfat.com

خانقاہ ہذا میں آنیوالوں سے ابتدائی سوالات کے نقشہ کی مصلحت اور اسکی ضرورت

بعض حضرات احقر کے پاس خاص مقاصد کیلئے تشریف لاتے ہیں جسکی بجا آوری اُنکے مفصل حالات دریافت کرکے مطلع ہونے پر موقوف ہوتی ہے مگر اکثر کا یہ حال ہے کہ سوال کرنے پر بھی جواب نہیں ملتا یا بہت ہی ناتمام ملتا ہے یا کئی کئی بار کے پوچھنے پر ملتا ہے جس سے طبعاً اذیت ہوتی ہے اور وقت تنگی و کدورت ہوتا ہے اُنکے مقاصد میں خلل ہوتی ہے چونکہ اسکی وجہ پوچھنے پر اکثر نے تصریحاً یہ وجہ بیان کی کہ زبانی سوال سے انتشار ہو جاتا ہے اسلئے سہولت کیلئے ذیل کا نقشہ تجویز کرتا ہوں کہ میں یہ نقشہ پیش کر دیا کروں اور وہ اسکی خانہ پری خود یا کسی سے کرا کر عنایت فرماویا کریں جانبین کو اس میں راحت ہوگی۔ اشرف علی

۱	نام	
۲	وطن اصلی	
۳	اس وقت کس مقام سے آنا ہوا اور اس مقام میں کتنا قیام رہا ہے۔	
۴	شغل و وجہ معاش	
۵	موروثی زمین تو آپکے پاس نہیں۔	
۶	علمی استعداد اردو یا عربی یا انگریزی میں کسقدر ہے۔	
۷	آنیکا مقصد کیا ہے کہ کچھ خاص بات کا کہنا یا دریافت کرنا یا محض ملنا اور مجمع میں یا تنہائی میں۔	
۸	کسی سے بیعت ہیں یا نہیں اور کس سے	
۹	اگر مجھ سے بیعت ہیں تو بیعت کو کتنا زمانہ ہوا اور تعلیم اسکے متعلق ہے	
۱۰	میرے مواعظ و رسائل کیا کیا دیکھے ہیں۔	
۱۱	اگر پہلے خط و کتابت کی ہے تو وہ پرچے واپس کر دیئے ہیں یا	
۱۲	کتنا قیام ہو گا	
۱۳	کہاں قیام ہو گا	
۱۴	خانقاہ میں آنا ہوا ہے پہلے بھی یا نہیں اگر پہلے بھی آنا ہوا تو کتنا قیام ہوا تھا	
۱۵	یہاں کے انتظام طعام کی آپکو خبر ہے یا نہیں	
۱۶	باہر والا بڑا اعلان قلمی دیکھ لیا یا نہیں	[illegible]

Marfat.com

(۴) نیز نو وارد دین کی سہولت اور اپنے بھی حرج اوقات کے انسداد کے لئے حضرت والا نے اپنی نشستگاہ کے باہر اپنا نظام الاوقات بصورت اعلان آویزاں فرما رکھا ہے جسمیں اسکی پوری رعایت ہے کہ دوسروں کو بھی غرض حال اور مجالست کا کافی موقع ملسکے اور اپنا بھی حرج اوقات نہو۔ اس اعلان کی نقل یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعلان انضباط اوقات احقر

تاکہ نہ اہل حاجت کا حرج یا تکلیف ہو نہ احقر کا

نمبر ۱۔ صبح سے بارہ بجے تک مجکو متفرق ایسے کام رہتے ہیں جو تنہائی میں ہو سکتے ہیں اسوقت کسی سے ملنے میں یا بات چیت کرنے میں تکلیف بھی ہے حرج بھی ہے۔

نمبر ۲۔ البتہ اوپر کے نمبر سے تین شخص مستثنےٰ ہیں۔ ایک وہ شخص جو تازہ آیا ہو اور صرف ملاقات کا مصافحہ کرنا چاہتا ہو دوسرا وہ جو جارہا ہے اور صرف رخصت کا مصافحہ کرنا چاہتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جسکو ایسی حاجت ہو کہ اسمیں مہلت نہیں ہو سکتی مثلاً دردزہ وغیرہ کا تعویذ لینا ہو یا فوری ضرورت کا کوئی مسئلہ پوچھنا ہو جسمیں تاخیر نہ ہو سکے مگر ان تینوں شخصوں کو چاہیئے کہ آتے ہی کہدیں کہ ہمارے اسوقت آنے کی یہ وجہ ہے تاکہ معلوم نہ ہونے سے پریشانی نہ ہو۔

نمبر ۳۔ پھر بارہ بجے سے نماز ظہر سے فارغ ہوکر اپنی مجلس میں بیٹھنے تک میرے قیلولہ و نماز کا وقت ہے اسمیں ملاقات سے اور نیز سب خدمات سے معافی چاہتا ہوں۔

نمبر ۴۔ پھر جب ظہر پڑھکر اپنی مجلس میں حاضر ہو جاؤں اسوقت سے عصر کی اذان ہونے تک عام اجازت ہے آنے کی بیٹھنے کی ہر قسم کی بات چیت کی تعویذ وغیرہ مانگنے کی البتہ جمعہ کا دن تعویذ سے مستثنیٰ ہے۔

نمبر ۵۔ پھر اذان عصر سے نماز سے فارغ ہونے تک کے لئے وہی قاعدہ ہے جو قیلولہ کے وقت کا ہے جو نمبر تین میں مذکور ہے۔

نمبر ۶۔ پھر عصر سے فارغ ہونے کے بعد سے عشاء سے فارغ ہونے تک کیلئے وہ قاعدہ ہے جو صبح سے بارہ بجے تک کے وقت کا ہے جو نمبر ا میں مذکور ہے اور وہی لوگ یہاں بھی مستثنےٰ ہیں جو نمبر ۲ میں مذکور ہیں۔

نمبر ۷۔ عشاء کے بعد تو علی الاطلاق معذوری ظاہر ہے، باستثناء اضطرار شدید۔

نمبر ۸۔ یہ قواعد تو ان صاحبوں کے لئے ہیں جو مجمع میں اپنا مقصود ظاہر فرما سکتے ہیں اور جو کسی کو کچھ پوشیدہ

Marfat.com

کرنا ہوا سکے لئے یہ قاعدہ ہے کہ اگر تحریر کو کافی سمجھیں تو میری مجلس سے ملحق سہ دری کی دیوار میں ایک بکس لگا ہے اسمیں لکھ کر ڈالدیں اور جس موقع پر جواب چاہتے ہوں اُسکا پورا پتہ لکھدیں مثلاً فلاں نمبر کے حجرہ میں یا مسجد کے ممبر پر ہمیشہ بعد نماز فجر کے ایسے پرچے نکالے جاتے ہیں۔ اس طریقہ سے تحریری جواب ملجاویگا اور اگر وہ پوشیدہ بات زبانی ہی کہنا چاہیں تو ایسے ہی پرچہ کے ذریعہ سے تنہائی کا وقت پوچھ لیں۔ میں جو وقت بتلاؤں اُسوقت بات کرلیں اور اکثر بعد مغرب کا وقت بتلایا کرتا ہوں۔

نمبر۹۔ بعض مہمانوں کو میں خاص اجازت دیکر تنہائی کے وقت میں بٹھلا لیتا ہوں دوسرے حضرات اپنے کو اُنپر قیاس نہ کریں اور اسیطرح ایک دو کو کوئی خدمت پنکھا وغیرہ کی کرتا ہوا دیکھکر دوسرے اُسکی تقلید نہ کریں جب تک خاص اجازت حاصل نہ کرلیں اسیطرح دوسری خدمت بھی بلا صریح اجازت نہ کریں جیسے جوتا اٹھانا یا لوٹا بھر کر رکھنا وغیر ذالک۔

نمبر۱۰۔ راستہ میں بھی کوئی صاحب میرے ساتھ نہ چلیں نہ گھر جاکر پکاریں۔

نوٹ

یہ سب قواعد اُن صاحبوں کے لئے ہیں جو محض عقیدت مندی کے ماتحت ہوکر آتے ہیں اور جن کو کوئی دوسرا تعلق بھی ہو اُن کے لئے یہ ضوابط نہیں۔ البتہ اگر کسی کو کسی خاص قاعدہ کا پابند کردوں اُس کو اُس کی پابندی لازم ہے۔

نوٹ

کسی وقت ضرورت سے کچھ ترمیم کردوں تو ترمیم ہی پر عمل ہوگا۔ اسیطرح ذاتی ملازموں کے لئے دوسرے ضوابط ہیں جو اُن کو زبانی بتلا دئے گئے ہیں فقط

اس نظام الاوقات کے اندر رمضان المبارک کے زمانہ میں بربنا ضرورت وقتیہ بعض تغیرات ہو جاتے ہیں جنکا اعلان خود اپنے قلم مبارک سے لکھکر شعبان کی اخیر تاریخ میں آویزاں کرا دیا جاتا ہے جسکی نقل

دو ضروری اطلاعیں

یہ دونوں اطلاعیں وہی ہیں جو گذشتہ رمضان میں کی گئیں تھیں

اطلاع اول:۔ وقت تنگ ہے اور مشاغل زیادہ اسلئے رمضان گذرنے تک صبح کی مجلس موقوف کردیگئی۔ ایک دوست کے لئے ضروری بات کی زبانی اجازت ہے۔

Marfat.com

اطلاع دوم: جن حضرات کو یہاں کے زمانہ قیام میں مکاتبت کی اجازت نہیں وہ تو کسی قسم کا پرچہ نہ لکھیں اور جنکو اجازت ہے وہ سہ دری والے لیٹر بکس میں نہ ڈالیں بلکہ ڈاک کے ذریعہ سے بھیجیں اور جواب ملنے کا ذریعہ یہ ہوگا کہ عصر کے بعد جو خطوط جسکے پاس جائینگے ان کے لفافہ پر اس کا نام لکھا ہوا رہیگا وہ اسکو کھول کر پرچہ والوں کا نام لیکر پکار پکار کر حوالہ کر دیں گے اور مناسب یہ ہے کہ ڈاک میں ڈالنے سے دوسرے روز جواب کا انتظار کریں اور شاذ و نادر بعض اوقات تیسرے روز ملنا بھی محتمل ہے فقط

کتبہ اشرف علی عفی عنہ یکم رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۵ھ

لیکن احقر نے حضرت والا کو بعض اہل خصوصیت متعلقین کے خطوط کے جوابات بجائے لیٹر بکس میں ڈلوانے کے مجلس شریف ہی میں دیتے ہوئے بھی دیکھا ہے جس سے حضرت والا کا کمال اعتدال ظاہر ہوتا ہے ورنہ جو لوگ اصول کے پابند ہوتے ہیں انکی پابندی اصول اکثر خشکی کی حد تک پہونچ جاتی ہے اور وہ استثنا کرنا جانتے ہی نہیں حالانکہ جہاں پابندی اصول مقتضائے عقل سلیم کا مقتضا ہے وہاں مواقع خصوصیت وضرورت میں استثنیات کا ہونا بھی فطرت سلیمہ ہی کا مقتضا ہے چنانچہ حضرت والا کا کوئی بھی قاعدہ ایسا نہیں جسمیں مستثنیات نہ ہوں گو وہ صرف بقدر ضرورت ہی ہوں رہ گئے یہ کہ استثنیات کا کثرت خود اصول ہی کی ایک فرد ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت والا کے یہاں کا استثنا بھی بہت با اصول ہے یعنی صرف بعض حالات میں اور صرف بقدر ضرورت اور صرف ایسے لوگ مستثنیٰ کئے جاتے ہیں جو خاص الخاص ہیں یا اہل قرابت ہیں یا جو کسی خاص درجہ کا اعزاز واستحقاق رکھتے ہیں یا جو اہل [illegible] مشہور ہیں۔

(۳) اگر کوئی نیا طالب بذریعہ تحریر حاضری خدمت کی اجازت چاہتا ہے تو سب سے پہلے اس سے یہ سوال فرماتے ہیں کہ تمہارے یہاں آنے کی اصلی کونسی غایت وغرض ہے جو یہاں آنے پر موقوف ہے طالبین کی طرف سے اس سوال کے مختلف جوابات ملتے ہیں لیکن جب تک وہ ایسی غایات ظاہر کرتے رہتے ہیں جو یہاں آنے پر موقوف نہیں گو فی نفسہ مقصود بھی ہوں مثلاً اصلاح۔ دعا کرانا۔ تعویذ لینا وغیرہ اسوقت تک حضرت والا ان غایات پر برابر جرح فرماتے رہتے ہیں اور آنے کی اجازت نہیں مرحمت فرماتے۔

البتہ اگر کوئی یہ لکھتا ہے کہ حاضری سے مقصود محض ملاقات ہے اور وعدہ کرتا ہے کہ زمانہ قیام نہ مخاطبت کرونگا نہ مکاتبت بس مجلس میں بالکل خموشی کے ساتھ بیٹھا رہا کروں گا تو پھر حضرت والا بخوشی آنے کی اجازت مرحمت فرما دیتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ بس یہی ایک مقصود ایسا ہے جو بغیر یہاں آئے حاصل ہو ہی نہیں سکتا اور دوسرے مقاصد ایسے ہیں جنکے لئے یہاں آنا ضروری نہیں لہذا بس اسی ایک مقصود کے لئے یہاں آنا چاہیے۔ اور عدم مخاطبت ومکاتبت کی تمہیدی مصلحت عنقریب نمبر ۴ میں مذکور ہونگی

Marfat.com

غرض حضرت والا کسی کو اُسوقت تک آنے کی اجازت نہیں مرحمت فرماتے جب تک وہ صاف طور سے یہ نہیں لکھ دیتا کہ حاضری کا مقصود صرف ملاقات ہے اور اسکے ساتھ ہی یہ وعدہ بھی نہیں کر لیتا کہ دوران قیام میں نہ مخاطبت کرونگا نہ مکاتبت اور جسکو محض اسپر قناعت نہو اسکو اختیار ہے [illegible]

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کوئی اجازت حاصل کر کے آنا چاہیگا [illegible] تو یہی شرط ہے کہ جب تک یہ سب معاملات طے نہ ہو جائیں [illegible] لیکن اگر کوئی بلا اجازت [illegible] میں چوکی نہیں ہو چکا ہے پہلا آنے اور جب پہلا [illegible] سوال ہوگا اور قیام کی بھی وہی شرائط ہونگی اھ

چنانچہ بعض بلا اجازت آنے والوں سے جب یہی سوال ہوا تو [illegible] جواب [illegible] بے ڈھنگی اور بے اُصول اور اذیت دہ باتیں کہیں اور اتنی [illegible] کو دوسری [illegible] پس کر دیا گیا یا وہ خود واپس چلے گئے اور مصلحت بھی یہی تھی کیونکہ [illegible] جانبین [illegible] جب بے لطفی و تکدر رہتا ۔ واپسی کی نوبت تو کم آتی ہے لیکن اکثر [illegible] اذیت دہ حرکات سرزد ہوتی ہیں طلب معافی پر فرما دیتے ہیں کہ [illegible] مجھکو جو [illegible] ہوں رہ گیا یہ خالی ہو گئی [illegible] تدارک کیا جائیگا جب وہ تدارک پر [illegible] تدارک تجویز فرما دیا کرتے تھے لیکن اب اکثر خود کچھ [illegible] تجویز نہیں فرماتے [illegible] تجویز کیا جائے ۔ چنانچہ جب وہ [illegible] فرما دیتے ہیں اپنے لئے کافی [illegible] سے تجویز فرما کر منظور فرما لیتے ہیں اور اگر اسکا [illegible] قدح فرماتے رہتے ہیں [illegible] حضرت والا [illegible] تدارک تجویز فرما دیتے ہیں [illegible] طالب کیفیت اور تجنس کے [illegible] فلاں وقت وہ حرکت سرزد ہوئی [illegible] یہ تجویز فرما دیا گیا [illegible] اظہار کیا جاتا [illegible] نفس کو گرانی [illegible] تنبیہ [illegible]

[illegible] حاصل کر کے جسکو منظور فرما لیا گیا [illegible] اجازت [illegible]

فرمائی تو غلط تاویلات کرنے لگے جن سے حضرت والا کو بوجہ خلاف صدق و خلوص ہونے کے سخت نفرت ہے چونکہ یہ مرض شدید تھا اسکے ازالہ کے لئے شدید اور فریہ تدارک کی ضرورت واقع ہوئی لہذا حضرت والا نے بجائے سہارنپور جانے کے دہلی جانا تجویز فرمایا۔ پھر بار بار افسوس فرماتے رہے کہ واللہ مجکو سخت قلق ہے اور خود ان سے بھی زیادہ قلق ہے لیکن کیا کرتا۔ بدون اس تدارک کے انکی اصلاح ہی نہیں ہوسکتی تھی۔ اھ

وہ چونکہ طالب صادق تھے اسلئے بخوشی دہلی جانا منظور کرلیا اور وہاں سے حاضری کی مکرر اجازت طلب کی اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا پھر حضرت والا نے بخوشی اجازت مرحمت فرمادی لیکن اجازت نامہ پیش کرتے وقت یہ بے تکا پن کیا کہ پہلے تو خط جیب سے نکالا جسکو حضرت والا لینے کیلئے آمادہ ہوئے لیکن پھر اسکو فرش پر رکھکر مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھادئے جس سے حضرت والا کو سخت اذیت ہوئی اگر مصافحہ کرنا تھا تو پہلے مصافحہ کرلیتے پھر جیب سے خط نکالتے اور اگر خط نکالکر حضرت والا کو لینے کیلئے آمادہ کردیا تھا تو خط ہی دیدیتے مصافحہ نہ کرتے یا بعد میں کرتے۔ اسپر حضرت والا نے اپنے پاس سے اٹھادیا۔

ایسے مواقع پر حضرت والا حاضرین سے فرمایا کرتے ہیں کہ اگر میں لوگوں کی ان حرکتوں پر صبر کروں تو انکی اصلاح بھی نہو اور میرے قلب کے اندر ان کی طرف سے تکدر بھی پیدا ہوجایا کرے اور اب تو چونکہ میں اپنی اذیت کا اظہار کردیتا ہوں اور بعض لوگ اذیت کا تدارک بھی کردیتے ہیں اسلئے میری طبیعت صاف رہتی ہے۔

ایک بار ایک شخص مجلس خاص کے وقت آبیٹھا اس سے حضرت والا نے یہ فرمایا کہ یہ مجلس خاص کا وقت ہے بعد ظہر کے پاس بیٹھنا اسوقت جاؤ اسپر وہ چلا گیا۔ بعد کو حاضرین سے فرمایا کہ دیکھئے اگر میں مروت میں آکر کچھ نہ کہتا تو جب تک یہ بیٹھا رہتا مجکو سخت الجھن رہتی اور اسکی طرف سے قلب میں کدورت پیدا ہوجاتی اور اب جو یہ میرے کہتے ہی چپکے سے چلا گیا میرے قلب میں اسکی قدر ہوئی اور اس سے محبت پیدا ہوگئی۔ اسی سے اندازہ کرلیجئے کہ کونسی صورت بہتر ہے۔ اھ

مذکورہ بالا تدارکات کے متعلق جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ بزرگان سلف نے تو اس سے بھی سخت سزائیں تجویز فرمائی ہیں۔ چنانچہ طبقات شعرانی میں ایک بزرگ کے حالات میں لکھا ہے کہ انکی خدمت میں ایک طالب آئے اور یہ کہا کہ میں بہت دور سے آیا ہوں۔ اس احسان جتلانے پر انکے لئے یہ سزا تجویز فرمائی گئی کہ تین برس تک یہاں آنے کی اجازت نہیں اسیطرح اس کتاب میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک طالب مقیم تھے وہ ایک لاکھ درہم تو اپنے پاس سے اور ایک لاکھ قرض لیکر خرچ کرچکے تھے لیکن ہنوز ان کو کلام کرنے کی بھی اجازت نہیں ملی تھی۔

اسی قسم کی اور بہت سی حکایات طبقات شعرانی میں موجود ہیں جنکو حضرت والا نقل فرماکر فرمایا کرتے ہیں کہ آجکل کے طالبین بھی کوئی طالبین ہیں کہ ذرا سی سیاست کا بھی تحمل نہیں اور پھر حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر

پڑھ دیتے ہیں ؎

تو بیک زخمے گریزانی زعشق — تو بجز نامے چہ میدانی زعشق

(۴) جب حضرت والا نے دیکھا کہ حاضرین خانقاہ کی شرائط کے متعلق طالبین بہت گڑبڑ کرتے ہیں اور طے ہونے میں بڑا وقت صرف ہوجاتا ہے تو خاص اپنے صرف سے حاضری کے متعلق ایک مکمل دستور العمل طبع فرمالیا جس کی نقل یہ ہے۔

دستور العمل طالبان تعلق مرکب از مراتب سبعہ

اوّلاً ۔ یہاں کی ابتدائی آمد میں ہر حال میں بدون مخاطبت و مکاتبت کے سکوت محض کے ساتھ چند **مجالست و مصاحبت بغرض حصول بصیرت و مناسبت۔**

ثانیاً ۔ یہاں سے جا کر اگر تعلق رکھنا چاہیں اپنے مستقر سے اپنی اصلاح کے متعلق زیادت مناسبت کے لئے **مراسلت و مکاتبت۔**

ثالثاً ۔ اگر آمد میں اگر یہاں کے قیام میں حسب منشاء مکاتبت چاہیں تو قبل آمد بذریعہ خط مجھ سے تحقیق **موافقت و ضروری مناسبت و اخذ اجازت مکاتبت۔**

رابعاً ۔ بعد حصول اجازت نامہ جس کو آنے کے وقت دکھلانا ضروری ہوگا یہاں کے قیام میں صرف **مکاتبت بلا مخاطبت۔**

خامساً ۔ بعد مناسبت تامہ جو مکاتبت کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتی ہے میری اجازت کے بعد یہاں کے قیام میں **مکاتبت و مخاطبت۔**

اور بسبیل تقضیہ انتہائی تعلق کی صورت یہ ہے

سادساً ۔ اگر اختلاف مذاق کے سبب مناسبت سے مایوسی ہوجاوے تو بھر [illegible] کے کدورت کے سبب **تجویز مفارقت و مجانبت و مشورۂ رجوع بجانب محل مناسبت۔**

سابعاً ۔ لیکن اس حالت میں بھی اگر خواہش کریں تو طلب دعا و دریافت خط بھیجنے کی **اجازت علی المواظبت** و بشرط عدم انقباض [illegible] **و مصاحبت۔**

خلاصہ

(۱) محض مجالست (۲) مستقر سے مراسلت (۳) بعد مناسبت ضروریہ واخذ اجازت مجالست مع مکاتبت بلا مخاطبت (۴) بعد مراسلت طویلہ و مناسبت تامہ واخذ اجازت مجالست مع مکاتبت و مخاطبت۔

در صورت عدم حصول مناسبت

(۱) مشورہ رجوع بجانب محل مناسبت (۲) صرف برائے طلب دعا و خیریت اجازت مراسلت (۳) بشرط عدم انقباض اجازت مجالست بلا مکاتبت و مخاطبت فقط

کتبہ اشرف علی عفی عنہ

اس دستور العمل سے جانبین کو بہت سہولت ہوگئی۔ جب کوئی نیا طالب حاضری کی اجازت طلب کرتا ہے حضرت والا مطبوعہ دستور العمل ملفوف فرما دیتے ہیں۔ پھر اگر وہ عدم مخاطبت و عدم مکاتبت بزمانۂ قیام کی شرط کے ساتھ اجازت حاضری طلب کرتا ہے۔ اجازت مرحمت فرمادی جاتی ہے اور یہ بھی ہدایت تحریر فرمادی جاتی ہے کہ آتے ہی اس خط کو پیش کر دیا جائے۔ چنانچہ آنے والا آتے ہی اس خط کو پیش کر دیتا ہے۔ اس کو بلا تامل قیام کی اجازت مل جاتی ہے اور کسی رد و کد کی نوبت نہیں آتی بشرطیکہ خلاف اصول کوئی حرکت سرزد نہ ہو۔ حضرت والا خود بھی فرمایا کرتے ہیں کہ نئے آنے والوں کے لیے بزمانۂ قیام عدم مخاطبت و عدم مکاتبت کی شرط اللہ تعالیٰ نے خوب میرے دل میں ڈال دی ورنہ عدم مناسبت مزاج اور عدم واقفیت طریق کی وجہ سے لوگ بے اصول باتیں اور بے تکے سوالات کر کر کے مجھ کو بڑی ایذائیں پہنچاتے اور بڑا وقت ضایع کرتے میرا بھی اور اپنا بھی۔ اب اللہ کا شکر ہے میں بھی اپنے کام میں اطمینان سے مشغول رہتا ہوں اور اُن لوگوں کو بھی نہایت یکسوئی اور سکون کے ساتھ میری باتیں سننے اور اطمینان سے اُن پر غور کرنے کا موقع ملتا ہے ورنہ اگر قیل و قال کی اجازت ہوتی تو مجلس کیا ہوتی چوپال ہوتی بڑے پریشان ہوتے اور بڑا پریشان کرتے اور یہاں سے بالکل کورے جاتے۔ اب تو بکثرت اس مضمون کے خطوط آتے رہتے ہیں کہ خموشی کے ساتھ بیٹھنے سے بہت نفع حاصل ہوا۔ خموشی کے ساتھ بیٹھ کر سننے کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک بار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ایک صحابی سے فرمایش کی کہ قرآن سناؤ اُنھوں نے عرض کیا کہ آپ پر تو خود نازل ہوا ہے میں کیا سناؤں فرمایا کہ مجھے یہ محبوب ہے کہ جو کچھ مجھ پر نازل ہوا ہے اسکو میں دوسرے کی زبان سے سنوں۔ اھ

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ قرآن خود پڑھنے میں تو ثواب زیادہ ہے اور دوسرے سے سننے میں لطف اور اثر زیادہ ہے۔ اھ

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ یہاں آنے والوں کے متعلق میرے جتنے معمولات ہیں ان سب کا منشا تعلیم ادب ہے۔ یہ اصل ہے اور سب فروع ہیں کہ زمانہ اور مصالح اور ضرورتوں کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں اور اس اصل کی صریح تائید حدیث کان علی رؤسنا الطیر سے ہوتی ہے۔ بلکہ یوں چاہئے کہ اس معمول کے منافع کھلے ہوئے ہیں اگر یہ تائید نہ بھی ہوتی تب بھی اس کے مستحسن اور قابل عمل ہونے میں کلام نہیں ہو سکتا تھا جیسے کتب طب میں بڑے بڑے مجرب نسخے موجود ہیں اور وہ سب قابل استعمال سمجھے جاتے ہیں حالانکہ ان میں سے کسی کی بھی تائید حدیث سے نہیں ہوتی لیکن اس تائید سے اس معمول کی اور بھی تقویت ہو گئی۔ اور حسن بڑھ گیا۔ اھ

حضرت والا اس عدم مخاطبت و مکاتبت بزمانۂ قیام کی یہ مصالح بھی بیان فرمایا کرتے ہیں کہ آنے والے پہلے خموشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے میرا طرز تربیت میری عادات میری خصوصیات مزاج دیکھیں اور میری باتیں سنیں اور نہایت اطمینان سے غور کریں۔ پھر یہاں سے جا کر آزادی کے ساتھ رائے قائم کریں اگر میرا طریقہ اور مزاج پسند نہ آئے اور مجھ سے مناسبت پیدا ہونے کی توقع نہ ہو تو کسی دوسرے سے رجوع کریں اور اگر میری سب باتیں پسند ہوں تو پھر اصلاح کے متعلق مجھ سے خط و کتابت کریں۔ شروع میں اصلاح خاص کی نیت سے یہاں نہ آئیں بلکہ یہ دیکھنے اور سیکھنے کے لئے آئیں کہ آیا باہم مناسبت ہوگی یا نہ ہوگی اور اگر ہوگی تو اپنی اصلاح کے متعلق خط و کتابت کرنے اور اپنے امراض نفس کے پیش کرنے کا صحیح اور نافع طریق کیا ہے۔

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کی یہ دونوں اغراض سہولت کے ساتھ باحسن وجوہ حاصل ہو جاتی ہیں کیونکہ یوں چاہئے کہ حضرت والا کی فطرت ہی میں بے تکلفی صفائی اور آزادی ہے حضرت والا اپنا مسلک اپنا طرز تربیت اپنی عادات خصوصیات مزاج غرض اپنا کچا چٹھا تقریراً و عملاً قالاً و حالاً نہایت واضح طور پر بلا ادنیٰ خوف لومۃ لائم رات دن ظاہر فرماتے رہتے ہیں اوقات بعض شرعی رخصتوں پر اسی قصد سے عمل فرماتے ہیں کہ آنے والے دیکھ لیں اور ضرورت ... نہیں مثلاً کبھی کبھی نوافل کا بیٹھ کر بھی ادا فرما لینا اکثر بچوں سے خوب ہنسنا بولنا اور بڑا خوب کھل کر غصہ فرمانا اور دور دراز سے نہایت عقیدتمندانہ حاضر ہونے والوں کو ... بلا ادنیٰ پروائے زوال عقیدت نہایت آزادی کے ساتھ ... کی ایک ... حضرت والا یہ بھی بیان فرمایا کرتے ہیں کہ جتنا کسی کو میرے بارہ میں غیر بھروسہ ... ہوں اور ... پیدا ہو ... ہو گی ...

Marfat.com

آجائیں اور ختم بھی ہوجائیں اور پھر عمر بھر کے لئے یکسوئی ہوجائے یا تو ہمیشہ کے لئے معتقد ہوکر یا ہمیشہ کے لئے غیر معتقد ہوکر ورنہ اگر میں اپنے آپ کو بنائے ہوئے رکھتا تو عمر بھر بھی کسی کو یکسوئی نہوتی جب کوئی بات اپنے خیال کے خلاف دیکھتے اپنے دل میں کہتے کہ یہ ایک اور بات نکلی۔ پھر کوئی بات دیکھتے پھر بھی کہتے کہ لو اب یہ ایک اور بات نکلی۔ غرض عمر بھر اطمینان نہ ہوتا۔ اب تو برا بھلا جیسا بھی میں ہوں سب کو سابقہ پڑتے ہی معلوم ہوجاتا ہے پھر چاہے کوئی رہے یا جائے اور مجھے بھی یکسوئی ہوجاتی ہے اور اس خیال کے لوگوں سے میرا شروع ہی میں پیچھا چھوٹ جاتا ہے جو بزرگی اسی کو سمجھتے ہیں کہ بالکل بے حس ہو جائے جیسے بت کہ اگر اُن کے ساتھ تعظیم کا برتاؤ کیا جائے تب انھیں کوئی حس نہیں اور اگر اہانت کا برتاؤ کیا جائے تب انھیں کوئی حس نہیں دوسرے یہ بزرگی کا دعوےٰ کسنے کیا ہے۔ اور بلانے کا اعلان کسنے دیا ہے۔ میں تو ایک طالب علم ہوں۔ اپنے اساتذہ اور بزرگوں سے دین کی جو باتیں سنی ہیں وہ سناتا رہتا ہوں اور انکی صحبت کی برکت سے دین کی جو حقیقت سمجھ میں آئی ہے اسکو ظاہر کرتا رہتا ہوں۔ اگر کسی کے جی کو لگے قبول کرے نہ لگے نہ قبول کرے۔ اختیار ہے۔ لو پتہ مجھے آتی نہیں نہ میں اسکو مفید سمجھوں۔ گو بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ رفتہ رفتہ اپنے طریق پر لانا چاہئے لیکن میں اس کے خلاف ہوں کیونکہ میرا تجربہ ہے کہ جس نے اپنے ذہن میں جو معیار بزرگی کا صحیح یا غلط قرار دے رکھا ہے وہ اس وقت تک اُسکا معتقد ہے جب تک وہ اُس معیار کے مطابق اسکو سمجھے ہوئے ہے اور جہاں ذرا اُس معیار سے ہٹا ہوا پایا بس سارا اعتقاد جاتا رہا۔ معتقد فیہ تو اس خیال میں رہتا ہے کہ یہ شخص ہمارا معتقد ہے حالانکہ وہ درحقیقت اپنے ہی خیال کا معتقد ہوتا ہے۔

اسیطرح اگر کسی معتقد کا اعتقاد جاتا رہے تو معتقد فیہ کو سمجھ لینا چاہے کہ وہ اسکا معتقد تھا ہی نہیں بلکہ ایک خیالی شخص کا معتقد تھا تو ایسے خیالی معتقد کے کم ہوجانے کا افسوس ہی کیا۔ بلکہ خوش ہونا چاہئیے کہ اچھا ہے قبل تعلق ہی پیچھا چھوٹ گیا ورنہ تعلق قائم ہوجانے کے بعد اگر قطع تعلق کی نوبت آتی اور ضرور آتی تو بہت ناگواری ہوتی اور جب تک تعلق رہتا بہت ستاتا اسی لئے میں شروع ہی سے ہر طالب کے ساتھ ایسا صاف معاملہ کرتا ہوں کہ اسکی نوبت ہی نہ آنے پائے شروع ہی میں فیصلہ ہوجائے ادھر یا اُدھر۔ نہ وہ دھوکے میں رہے نہ میں۔ میرا تو بس یہ مذاق ہے ؎

ہر کہ خواہد گو بیاؤ ہر کہ خواہد گو برو ۔۔۔ دار و گیر و حاجب و دربان دریں درگاہ نیست اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ دو قبول خلق کا مطلق خیال نہ ہونا حضرت والا کے اعلےٰ درجہ کے باکمال و اور مخلص و صادق ہونیکی علامت ہے جس پر ایک تاجر نے اپنی اصطلاح میں خوب کہا کہ کیوں کسی کی خوشامد کریں کیا مال گیلا ہے اھ

Marfat.com

حضرت والا کے اس طرز سے تو آنے والوں کو مناسبت و عدم مناسبت کا اندازہ بسہولت ہو جاتا ہے جو آنے کی پہلی غرض تھی اور دوسری غرض یعنی اپنی اصلاح کرانے کا صحیح طریق معلوم کرنا وہ اس طرح پوری ہوتی ہے کہ حضرت والا کی مجلس شریف میں زیادہ تر اسی کا تذکرہ رہتا ہے۔ نیز حضرت والا طالبین کے خاص خاص خطوط کے خاص خاص مضامین بھی مع جوابات کے حاضرین مجلس کو بلا اظہار نام سناتے رہتے ہیں اور ان کی غلطیوں کی زبانی توضیح بھی فرماتے رہتے ہیں جس سے حاضرین کو اپنی اصلاح کے متعلق خط و کتابت کرنے اور اپنے امراض نفس پیش کرنے کا سلیقہ آ جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ پاس رہنے سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ مناسبت پیدا ہوتی ہے اور اپنے امراض کو پیش کرنے کا اور میرے جوابات کو سمجھ کر ان پر عمل کرنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے۔ اھ

اب اس نمبر کو ایک طالب کے خط کی نقل پر ختم کیا جاتا ہے جو حسن اتفاق سے ابھی آیا ہے۔ یہ صاحب خموشی کے ساتھ کچھ دن مقیم خانقاہ رہ کر حال ہی میں واپس گئے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ دوران قیام میں جو سکون اور اطمینان قلب حضرت والا کی صحبت بابرکت سے حاصل ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے خاکسار اپنے نفس کے عیبوں پر بصیرت کے ساتھ اطلاع ہوئی خاکسار بدگمانی کا مرض مجھ میں شدید ہے حضرت والا اس کا علاج تجویز فرمائیں۔ اھ

دیکھئے یہ صاحب پہلی ہی بار کی حاضری میں بفضلہ تعالیٰ اچھی طرح رنگ گئے اور جو اصل مقصود تعلق سے ہے یعنی اصلاح اعمال اس میں صحیح طریقہ پر مشغول ہو گئے اور حضرت والا نے بھی فرمائی بھی تو [illegible] شروع فرما دی ورنہ بہت سے طالبین تو اس مقصود ہی سے اپنی بے اصولی اور بے راہی اور ناواقفی کی وجہ سے مدتوں کی خط و کتابت کے بعد بھی کامیاب نہیں ہو پاتے۔ یہ سب اسی دستور العمل کی برکات ہیں جو حضرت والا نے طالبان تعلق کے لئے مقرر فرما رکھا ہے جس کی نقل اس نمبر کے شروع میں بعنوان "دستور العمل طالبان تعلق" از مراتب سبعہ ہدیۂ ناظرین کیجا چکی ہے۔

اب طالب مذکور کے اس خط کا جس کی ابھی علی طور بالا میں نقل پیش کی گئی ہے جو جواب حضرت والا نے ارقام فرمایا ہے وہ بھی تتمیم فائدہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے کیونکہ وہ جواب بھی حضرت والا کے طرق تعلیم کو ظاہر کرتا ہے وہ بھی نئے طالبین کے لئے سبق آموز ہوگا۔

طالب مذکور نے جو بدگمانی کا علاج پوچھا تھا اسکے متعلق [illegible] اختیار سے ہوتی ہے یا بلا اختیار اور صرف بدگمانی ہوتی ہے یا اسکے موافق عمل بھی ہوتا ہے اور کیا ہوتا ہے [illegible] دو مثال کے لکھو۔ اھ

Marfat.com

سبحان اللہ حضرت والا کے استفسارات کیا ہوتے ہیں جوابات ہوتے ہیں جن سے نہ صرف جزئیات بلکہ کلیات طریق بھی بہ ادنیٰ تامل مستنبط کئے جا سکتے ہیں ۔

(۵) حضرت والا طالبین کا بالقصد مجتمع ہو کر آنا ناپسند فرماتے ہیں لیکن اگر اتفاق سے اجتماع ہو جائے تو اسکا مضائقہ نہیں ۔ اس عدم اجتماع کی مصالح کے متعلق حسن العزیز جلد اول کا ملفوظ نمبر ۳۶ بلفظہ نقل کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے وہو ہذا ۔

احقر کے چند احباب کا قصد حضرت کی خدمت میں بمقام تھانہ بھون حاضری کا ہوا حضرت اُس زمانہ میں کانپور تشریف لائے ہوئے تھے حضرت نے فرمایا کہ اگر محض ملاقات کے لئے آئیں تو جسطرح چاہیں چلے آئیں لیکن اگر کچھ اور ارادہ ہو (یعنی اصلاح کا) تو مجموعی طور پر نہ آئیں بلکہ ہر شخص تنہا آئے ورنہ نفع نہ ہوگا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اسکے مناسب حال برتاؤ کرنا چاہیئے اور اگر سب ایک ساتھ آئے تو سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا پڑیگا ۔ اور اگر کسی کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا مناسب ہوا تو اُس کو اپنے ساتھیوں سے شرمندگی ہوگی ۔ بس ہر شخص کا الگ الگ آنا ہی ٹھیک ہے یہ تو آخرت کا سفر ہے مُردے قبروں میں علٰحدہ علٰحدہ ہی جاتے ہیں ۔

ایک صاحب نے عریضہ میں اپنے ہمراہ اپنے والد صاحب کو بھی لانے کا قصد ظاہر کیا تو تحریر فرمایا کہ آپ کے ساتھ تشریف لائے تو اُن کو بھی دو مہمان کر رکھنا پڑیگا جس کے لئے میں تو بسر و چشم آمادہ ہوں لیکن اُن کو نفع نہ ہوگا ۔ مذکورہ بالا مصالح کی بنا پر حضرت کسی کا کسی کے ساتھ آنا پسند نہیں فرماتے ۔ " انتہیٰ بلفظہ"

اسی کے متعلق ایک اور خاص واقعہ بھی یاد آیا ۔

ایک طالب کو ایک خاص حالت پر ایک خلیفۂ مجاز کے سپرد فرما دیا گیا تھا جو مدت تک انہیں خلیفۂ مجاز کے ہمراہ سالانہ حاضر خدمت ہوتے رہے پھر ایک بار تنہا حاضر ہوئے تو رخصت کے وقت فرمایا کہ میں آپ کے اِکی بار کے آنے کا خاص اثر اپنے قلب میں پاتا ہوں کیونکہ اس مرتبہ آپ تنہا آئے اس سے قبل چونکہ آپ دوسرے کے تابع ہو کر آئے تھے اسلئے آپکو کوئی خاص توجہ نہ ہوتی تھی ۔ یہ خیال ہوتا تھا کہ یہ تو ان کے ہمراہی ہیں ۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ چونکہ حضرت والا کی طبع مبارک فطرۃً نہایت حساس اور سلیم ہے اسلئے جو بات جس درجہ کی ہوتی ہے اسکا حضرت والا پر اسی درجہ کا اثر ہوتا ہے ۔

اسپر ایک اور واقعہ یاد آیا ۔ ایک صاحب نے ایک مریض کے لئے دعائے صحت کی درخواست کی، حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ آپ اپنی طرف سے یہ درخواست کر رہے ہو یا مریض نے یہ درخواست کی ہے انھوں نے عرض کیا کہ مریض نے درخواست کی ہے اسپر اظہار ناراضی فرمایا کہ پھر تم کو یہی کہنا چاہیئے تھا کہ مریض نے

درخواست کی ہے ۔ تمنے تو اسطرح کہا جیسے خود تم ہی اپنی طرف سے اُنکے لئے دعا کر رہے ہو ۔ ان دونوں عنوانوں کے اثر میں زمین آسمان کا فرق ہے ۔ خود مریض کی درخواست سے قلب پر زیادہ اثر ہوتا ہے اور زیادہ توجہ کے ساتھ دعا نکلتی ہے ۔ ایسی باتوں کا بہت خیال رکھنا چاہیئے تم کو جذبات کی اتنی بھی حس نہیں اھ

(۶) اصول متعلقہ بیعت میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت والا محض بیعت کے لئے سفر کی نہ اجازت مرحمت فرماتے ہیں نہ بوجہ غیر ضروری ہونے کے محض اس غرض کے لئے کسی کا آنا پسند فرماتے ہیں کیونکہ بیعت بذریعہ خط کے بھی ہو سکتی ہے ۔ اسیطرح محض دعا یا محض تعویذ کے لئے بھی کسی کا آنا پسند نہیں فرماتے کیونکہ یہ غرض بھی بذریعہ خط کے بآسانی اور صرف چند پیسوں کے خرچ میں حاصل ہو سکتی ہے بلکہ تعویذ تو قصداً ایسے لوگوں کو نہیں دیتے اور فرماتے ہیں کہ بذریعہ خط کے گھر بیٹھے بیٹھے منگوا لینا تاکہ اسکی عام شہرت ہو جائے اور یہ سلسلہ آگے کو نہ چلنے پائے اور دوسرے لوگ اس غرض کے لئے سفر کر کے نہ آئیں اور بے ضرورت پریشانی اور خرچ سے [illegible]

(۷) حضرت والا کے یہاں آنے والوں کے لئے کوئی لنگر خانہ نہیں ہے [illegible] آنے والوں [illegible] کے لئے اُنکی درخواست پر بعض لوگ بطور خود بقیمت کھانے کا انتظام کر دیتے ہیں میں نہایت سکون اور [illegible] آزادی اور راحت رہتی ہے ورنہ اگر لنگر خانہ ہوتا تو بڑی جھگڑے رہتی اور بہت سے تو [illegible] کے لئے پڑے رہتے صادق اور غیر صادق طالبین کا امتیاز ہی مشکل ہو جاتا [illegible] کے لئے نکلے تو منجملہ اور شرائط کے [illegible] نہ ہوگا کیونکہ لنگر خانہ نہ ہونے کی صورت میں تو اگر طالبین کا [illegible] ہوگا ۔

حضرت والا اسکی یہ مصلحت بھی بیان فرمایا کرتے ہیں [illegible] نظر ہوتی کہ آنے والے کچھ دیں اور اب تو بفضلہ تعالیٰ کبھی [illegible] کے خلاف ہدیہ دیتا ہے میں نہایت استغنا کے ساتھ واپس کر دیتا ہوں [illegible] انشاء اللہ تعالیٰ ملاحظہ سے گذرینگے ۱۲ جامع)

اسکے متعلق حضرت والا نے ایک پیر صاحب کا واقعہ بھی نقل فرمایا کہ ایک پیر [illegible] چھ ہزار کے مقروض ہو گئے تھے میرے پاس (یعنی حضرت والا کے پاس ۱۲ جامع) [illegible] لکھوانے آئے تھے کہ دو چار ہزار روپیہ قرض نہ دیدیں سکتے تھے کہ مرید [illegible] مہینوں پڑے رہے لیکن کچھ دیا نہیں ۔ میں نے پوچھا کہ اب جو کسی سے قرض لینے [illegible] ادا کیجئے گا کہا مریدوں ہی سے وصول ہوگا اور [illegible] کہاں سے آئیگا میں نے دل میں کہا کہ [illegible]

بھی آپ کو مریدوں سے ہی توقع ہے۔ اگر وہ ایسے ہی دینے والے ہوتے تو قرض ہی کیوں ہوتا۔ غرض یہ خرابیاں ہیں لنگر خانہ کی۔ پھر لنگر خانہ کے انتظام کا کھیڑا کون اپنے سر لیتا میری طبیعت تو ایسی ہے کہ مجھے ہر وقت اسی کا شغل ہو جاتا اور ہر وقت کا ایک روگ لگ جاتا کیونکہ اول تو میں کسی پر اونٹے بار کبھی نہیں ڈالتا دوسرے میں انتظامات کو دوسروں کے سپرد کر کے مطمئن ہو جانے کو ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے کافی نہیں سمجھتا۔ چنانچہ میرے اس خیال اور معمول کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ سے بھی ہوگئی جو کسی کتاب میں میری نظر سے گذرا تھا۔ آپ نے ایک بار بعض خاص خاص حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا کہ چونکہ خلافت کے متعلق کام اب بہت بڑھ گئے ہیں ان کا اکیلا کرنا مشکل ہے۔ اسلئے اگر میں صرف اہم اہم امور کی نگرانی تو اپنے ذمہ رکھوں اور بقیہ کو دوسرے معتمدین کے سپرد کردوں تو کیا یہ سپردگی مجکو نگرانی سے بری الذمہ کرنے کے لئے کافی ہو جائے گی یا نہیں۔ اسپر سب نے بالاتفاق کہا کہ یہ کافی نہیں بلکہ کام سپرد کرنے کے بعد یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ آیا وہ کام اچھی طرح ہوا بھی یا نہیں۔ اھ

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اس بارہ میں میرا بھی یہی فیصلہ ہے کہ جب تک کسی کام کو خود کر سکے اسوقت تک تو کرے اور جب اپنے قابو کا نہ رہے تو بجائے اسکے کہ دوسروں کے ذریعہ سے اسکو کرائے اسکو بالکل چھوڑ ہی دے۔ کیونکہ میرا تجربہ ہے کہ محض دوسروں کے اعتماد پر کام چھوڑ دینے سے وہ کام اکثر مکمل نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایکبار ایک بزرگ کے استغنا کو کہ میں نے یہ حال سنا کہ وہ خود روپیہ پیسہ کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے بلکہ نقد اور غیر نقد سب ہدایا محض انکے سامنے رکھدیئے جاتے ہیں پھر ان کو خدام فوراً اٹھا کر مناسب مواقع اور ضروریات میں صرف کر دیتے ہیں اور وہ بزرگ خود سارے انتظامات سے بالکل الگ تھلگ اور یکسو رہتے ہیں چونکہ مجھ میں بھی فطرۃً بہت آزاد مزاجی ہے اسلئے مجھے انکا یہ معمول بہت پسند آیا اور جی چاہا کہ میں بھی اسیطرح سب انتظامی امور سے علیحدگی اختیار کر لوں لیکن اللہ تعالیٰ نے فوراً میری اسطرح دستگیری فرمائی کہ اسی روز شام کے وقت اپنے ملازم سکو گھر میں سے گیہوں دیئے گئے کہ جلال آباد جاکر مشین میں پسوا لائے وہ خلاف معمول جلدی سے آٹا لیکر چلا آیا میں نے اظہار تعجب کیا کہ بڑی جلدی پس گئے اسنے کہا کہ رات ہونے والی تھی اور مجھے دو ڈھائی میل چلکر واپس آنا تھا اسلئے مشین والوں نے میری رعایت سے پسا ہوا آٹا دیدیا اور اسکے بدلے میں پسائی کے پیسے اور گیہوں رکھ لئے میں نے کہا کہ یہ معاملہ تو ناجائز ہوا اگر یہ آٹا کھایا جائے گا تو سب کو سود کا گناہ ہوگا اسکو جاکر واپس کر دو اور اپنے ہی گیہوں کا آٹا پسوا کر لاؤ۔ اس واقعہ سے مجھے فوراً تنبیہ ہوا کہ انتظامات کو دوسروں کے سپرد کر دینے میں یہ خرابیاں ہیں پھر میں نے دل میں کہا کہ میں جی وہی طرز ٹھیک ہے جو اپنے بزرگوں کا رہا ہے اسکو نہیں بدلنا چاہیئے اور جو معاملات اپنے متعلق ہوں ان میں خود بھی ضرور دخل دینا چاہیئے۔ اھ

Marfat.com

اس استطرادی مضمون کے بعد پھر لنگر خانہ کے مضمون کی طرف عود کرتا ہوں ۔ گو حضرت والا کے یہاں لنگر خانہ تو نہیں ہے لیکن جن مہمانوں کو کھانا کھلانا ہی مناسب اور مصلحت ہوتا ہے وہاں نہایت فراخ دلی کے ساتھ کھانا کھلاتے ہیں اور ملازمین کو حکم ہے کہ ریل گاڑیوں کے آنیکے بعد آکر پوچھیں کہ کوئی مہمان تو نہیں ہے ۔ اکثر مہمانوں کو تو خانقاہ ہی میں کھانا بھیجدیا جاتا ہے اور بعض خاص مہمانوں کو دولت خانہ پر بلا کر اپنے ساتھ بھی کھانا کھلاتے ہیں لیکن اگر خود بھوک نہیں ہوتی تو خواہ مخواہ کا تکلف بھی نہیں فرماتے اُن کو کھانا کھلا دیتے ہیں اور خود عذر فرما دیتے ہیں اور بعض دفعہ کھانے میں تو شریک نہیں ہوتے لیکن کھانا کھانے کے وقت مہمانوں کے پاس بیٹھے رہتے ہیں ۔ اگر مختلف مرتبہ کے مہمان ہوتے ہیں تو ملازم کو تاکید فرما دیتے ہیں کہ ہر ایک کو الگ الگ کھانا دیا جائے تاکہ اگر کوئی مہمان کسی دوسرے مہمان کے ساتھ کھانا گوارا نہ کرے تو اسکو تنگی نہو ۔ پھر اگر وہ خود ہی ساتھ کھائیں تو ان کو اختیار ہے ۔

حضرت والا ہر ایک مہمان کے ساتھ اُسکے درجہ کے مطابق برتاؤ فرماتے ہیں ۔ ایک بار حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ مہمان ہوئے تو ایک نکتہ چیں صاحب نے گن کر بتایا کہ بہتر ترنوں کھانا تھا حالانکہ صرف چار پانچ کھانے والے تھے ۔ مولانا نے فرمایا کہ اتنا تکلف کیوں کیا ۔ حضرت والا نے عرض کیا کہ اس تکلف کے باعث تو خود حضرت ہی ہیں ۔ اگر جلد جلد تشریف لاویں تو پھر ایسا نہو چونکہ سالہا سال میں تو کبھی تشریف لانا ہوتا ہے اسلئے جی چاہتا ہی ہے کہ جو جو اچھی چیزیں ہو سکیں پیش کر دی جائیں ورنہ پھر موقع نہ ملے گا ۔

اسی طرح ایک بہت بڑے درجہ کے نواب مہمان ہوئے تو اُنکے لئے بھی متعدد کھانے پکوائے گئے اُن کے عذر تکلیف دہی پر فرمایا کہ بفضلہ تعالیٰ کوئی چیز باہر سے نہیں منگوانی پڑی یہاں تک کہ گوشت بھی گھر ہی کے مرغ کا ہے ۔ یہ بھی فرمایا کہ اسکا ایک سبب یہ بھی ہے کہ میں آپ کو دکھاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو بفضلہ کھانے پینے کو کافی دے رکھا ہے تاکہ آپ کو مسرت بھی ہو اور میری طرف سے بےفکری بھی رہے کہ خدا کے تعالیٰ نے سب سامان راحت کا عطا فرما رکھا ہے ۔ حاجتمند نہیں ہوں

تعطیلات کے واقع پر دیوبند اور سہارنپور کے مدارس سے بڑی بڑی تعداد میں طلبہ آتے ہیں ۔ اگر ان سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کو کھانے کے لئے خرچ کی ضرورت ہے تو ہر ایک سے جدا [illegible] جاتا ہے جو ضرورت ظاہر کرتا ہے اسکی بقدر اعانت فرما دی جاتی ہے اور [illegible]

اسی طرح بعض دفعہ بہت سے علما کرام دارالعلوم مدارس دینیہ بھی دینی امور کے مشورہ کے لئے تشریف لاتے ہیں اور حضرت والا کے مہمان رہتے ہیں ۔

Marfat.com

غرض مہمان داری کا کوئی معین ضابطہ نہیں ہے حسبِ وقت جیسی ضرورت اور مصلحت دیکھی عمل فرمالیا۔ چنانچہ ایکبار بہت سی مستورات کسی گاؤں سے بلااطلاع اور بلاحصول اجازت مُرید ہونے کو چلی آئیں گھر میں کھانے کے انتظام کیلئے متفکر ہوئیں لیکن حضرت والا نے فرمادیا کہ کیوں فکر میں پڑیں جنس دیدو چولھا بتادو اور کہدو کہ آپ ہی پکائیں اور کھائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

غرض حضرت والا کے یہاں صرف بقدر ضرورت و مصلحت ہی مہمانداری ہوتی ہے۔ حضرت والا ضرورت سے زیادہ جھگڑا اپنے سر نہیں لیتے بلکہ جو خاص مہمان ہوتے ہیں انکی مہمانداری میں بھی اپنا معتدبہ حرج اوقات نہیں ہونے دیتے۔ کچھ دیر خصوصیت کے ساتھ متوجہ رہ کر اور راحت و آرام کے سب ضروری انتظامات کرکے اور اجازت لیکر پھر اپنے کام میں مشغول ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ حضرت والا کے استادِ مکرم حضرت مولانا محمود حسن صاحب رح کی تشریف آوری پر بھی یہی عمل فرمایا اور سب ضروری انتظامات فرمانے کے بعد جب تصنیف کا وقت آیا تو نہایت ادب کے ساتھ تھوڑی سی دیر کے لئے تصنیف کا کام کرنے کی اجازت حاصل کرلی گو پھر جلدی ہی تشریف لے آئے کیونکہ کام میں بوجہ غایت تعلق خاطر دل ہی نہ لگا لیکن بالکل ناغہ اُس روز بھی نہ کیا۔

جب کسی خاص مہمان کی آمد ہوتی ہے تو معمول سے زیادہ تعب برداشت فرماکر پہلے ہی ضروری کاموں سے فارغ ہو لیتے ہیں تاکہ انکی جانب متوجہ ہونے کے لئے کافی وقت مل سکے۔ بعض خاص مہمانوں سے بات چیت کرنے کے لئے جو ہمروزہ واپس جانے والے ہوتے ہیں اپنا قیلولہ بھی ناغہ فرما دیتے ہیں اور ڈاک کا کام بھی کچھ دیر کے لئے ملتوی فرما دیتے ہیں اور پھر اسکو خاص تعب برداشت فرماکر، وانگی ڈاک سے قبل پورا فرماتے ہیں۔ جہاں کوئی خاص مقتضی ہوتا ہے یا مصلحت دیکھتے ہیں وہاں کم قیام کرنے والوں کو پاس بیٹھنے کا زیادہ سے زیادہ موقع عطا فرماتے ہیں اور اسکی کوشش فرماتے ہیں کہ جہاں تک ہوسکے انکے مناسب حال دین کی باتیں اُن کے کانوں میں پڑ جائیں۔ چنانچہ یہ ہمیشہ دیکھا جاتا ہے کہ جب کم قیام کرنے والے جمع ہوجاتے ہیں تو بہت زیادہ وقت افادات میں صرف فرماتے ہیں اور بہت جوش و خروش اور سرگرمی کے ساتھ نہایت عجیب و غریب اور نافع حقائق و معارف دیر دیر تک (یہاں تک کہ بعض اوقات کھانے کا وقت بھی بہت مؤخر ہوجاتا ہے)۔ زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرماتے رہتے ہیں تاکہ آنے والوں کی تسلی بھی ہوجائے اور اشاعت طریق بھی خوب ہوجائے جس کے حضرت والا بہت ہی حریص ہیں بشرطیکہ سچے طالبین کا مجمع ہو اور یہ فن کا مسلم مسئلہ ہے کہ شیخ کو اشاعت طریق کا حریص ہونا چاہیئے۔ بحمد اللہ تعالیٰ حضرت والا تو شفاءً و قالاً تحریراً و تقریراً اشاعت طریق کے ایسے حریص ہیں کہ بس رات دن اسی کی دُھن ہے اور یہی کام ہے۔

کم قیام کرنے والوں کی موجودگی میں علاوہ ظہر کے بعد کی عام مجلس کے صبح بھی ضروری کاموں سے فارغ ہونیکے

بعد خاص مجلس منعقد فرماتے ہیں جسکی ایسے حضرات کو اطلاع کرا دی جاتی ہے اور اطلاع دینے کی سہولت کے لئے ان کو ہدایت فرما دی جاتی ہے کہ مجلس کے وقت کے قریب سب صاحب فلاں جگہ موجود رہا کریں تاکہ یکجائی اطلاع ہو سکے۔ اور فرداً فرداً ہر شخص کے پاس اطلاع کنندہ کو نہ جانا پڑے۔

غرض حضرت والا آنے والوں کی مصالح کی بیحد رعایت فرماتے ہیں لیکن اسی حد تک جس حد تک واقعی ضرورت ہوتی ہے اور اپنا معتد بہ حرج اوقات بھی نہیں ہوتا۔

بعض بہت ہی خاص اعزاز و امتیاز و خصوصیت والے مہمانوں کی آمد کے وقت حضرت والا اپنی جگہ سے اُٹھ کر معانقہ بھی فرماتے ہیں لیکن اکثر ایسے موقعوں پر حاضرین مجلس کو کھڑے ہونے سے یہ فرما کر روک دیتے ہیں کہ سب کی طرف سے میں ہی اُٹھتا ہوں اور سب صاحب بیٹھے رہیں بالخصوص دنیوی اعزاز رکھنے والوں کیلئے اُٹھنے کے وقت تو اوروں کو اُٹھنے سے بہت کچھ ضرور منع فرما دیتے ہیں بعض خاص اہل تعلق کے لئے حضرت والا کا یہاں تک جی چاہتا ہے کہ اسٹیشن پر ان کے استقبال کے لئے پہونچیں لیکن محض اس خیال سے کہ ان کو سخت شرمندگی ہوگی اپنی اس خواہش پر عمل نہیں فرماتے۔ اسی طرح چاہے جتنا عزیز مہمان ہو اور اسکے زیادہ قیام کو چاہے کتنا ہی دل چاہتا ہو لیکن قیام پر کبھی اصرار نہیں فرماتے بلکہ قصد ارادگی سنتے ہی فوراً فرما دیتے ہیں کہ جسمیں راحت ہو وہی کیا جائے گو بعض بے تکلف موقعوں پر مزاحاً یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ یہ آنا کیا ہوا پانی بھی نہ ہوا۔ اگر ریل کے وقت کے قریب اُنسے تغافل بھی ہوتا ہے تو عام دستور کے خلاف حضرت والا خود اطلاع فرما دیتے ہیں کہ جانے کا وقت آگیا ہے تاکہ ریل کے نکل جانے سے اُن کو اُن کے عزم کے خلاف رکنا نہ پڑے اور افسوس نہ ہو۔

(۹۰) اگر کوئی ایسا طالب جس کو آمد و رفت کی عام اجازت حاصل ہے کسی وقت پر اتفیا جا سا ضری کی خاص اجازت حاصل کرتا ہے تو اسکو اس شرط پر اجازت مرحمت فرما دی جاتی ہے کہ کوئی حرج نہ ہو اور قرض نہ لینا پڑے اور کسی کی حق تلفی نہ ہو۔

ایک خادمہ سماۃ نے نہایت اشتیاق و آرزو کے ساتھ حاضری کی [illegible] اجازت [illegible] فرمایا کہ اگر کبھی تمہارے شوہر اپنی خوشی سے ہمراہ لے آویں بشرطیکہ قرض نہ کرنا پڑے اور کوئی [illegible] کا نہ ہو اور تم اُنپر تقاضا کر کے تنگ کبھی نہ کرو اور پردہ میں اور نماز میں بھی [illegible] خلل [illegible]

یہ جواب مکتوبات حسن العزیز جلد اول سے نقل کیا گیا ہے

غرض حضرت والا بدون ضروری قیود و شرائط کے حاضری [illegible]

(۹۱) حضرت والا تاکید فرمایا کرتے ہیں کہ آنے والوں کی [illegible]

خانقاہ میں سے کوئی دوسرا روک ٹوک نہ کرے نہ انکو بلا پوچھے کوئی مشورہ دے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ روک ٹوک کے لئے کیا میں اکیلا کچھ کم ہوں۔ میں ہی بہت کچھ روکتا ٹوکتا رہتا ہوں۔ اگر دوسرے بھی روکیں ٹوکیں تو بیچارہ آنے والا پریشان ہی ہو جائے پھر ہر ایک کا روکنا ٹوکنا گوارا بھی تو نہیں ہوتا۔ میرا روکنا ٹوکنا تو خیر اسلئے زیادہ ناگوار نہیں ہوتا کہ میرے ہی قصد سے یہاں آتے ہیں دوسروں کے روکنے ٹوکنے سے دلشکنی ہوگی جو مجھے ہرگز گوارا نہیں۔ پھر ہر شخص کو نصیحت کرنا آتا بھی نہیں نیز اسمیں بڑی خرابی یہ ہے کہ آنے والے دوسرے روکنے ٹوکنے والوں کو مقرب اور دخیل سمجھ کر اُن سے مرعوب و مغلوب ہونگے اور اپنی حاجات کا وسیلہ بنائیں گے اور اس طمع میں ہدایا وغیرہ سے انکی خدمت بھی کرینگے جس سے فریقین کے لئے سیکڑوں مفاسد کا باب مفتوح ہو جائیگا اور اسمیں خود میرے لئے بھی خرابی ہے کیونکہ اپنے بہت سے معین اور مددگار دیکھ کر میرا بھی دماغ خراب ہو جائیگا۔ اب تو الحمدللہ میں کسی کو اپنا معاون و مددگار نہیں سمجھتا اللہ کے سوا کسی پر میری نظر نہیں کہنے کی تو بات نہیں لیکن اسوقت ذکر آ ہی گیا تو کہتا ہوں کہ میں دنیا میں اپنے آپ کو بالکل اکیلا سمجھتا ہوں سوائے اللہ تعالیٰ کی اکیلی ذات کے کسی کو اپنا نہیں سمجھتا بس یہ سمجھتا ہوں کہ میں دنیا میں بالکل اکیلا ہوں اور ایک اکیلے شخص کے ساتھ ایک اکیلی ذات ہے اور کوئی نہیں۔ لوگوں کو تو اپنے خدام پر اور محبین پر نظر ہوتی ہے میری کسی پر بھی نظر نہیں۔ میں کسی کو اپنا محب اور معین و مددگار نہیں سمجھتا۔ یہ بھی ایک وجہ ہے میری خشکی کی کہ میں کسی کو اپنا محب بنانا یا رکھنا نہیں چاہتا۔ ہر شخص سے آزادی کے ساتھ جو مناسب سمجھتا ہوں برتاؤ کرتا ہوں۔ الحمدللہ یہ کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا۔ کہ ایسا برتاؤ نہ کرو کہیں فلاں شخص ہمارا ساتھ نہ چھوڑ دے۔ اور یہ میں دعوے سے نہیں کہتا بلکہ یہ کہتے ہوئے ڈر بھی لگتا ہے کہ خدا جانے اسمیں کتنی واقعیت ہے۔ اپنے نزدیک تو واقعیت کے خلاف نہیں کہہ رہا اگر کمی بیشی ہو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ جیسے مرنے کے وقت ہر شخص اکیلا ہی جائے گا میں مرنے سے پہلے ہی اپنے آپ کو بالکل اکیلا سمجھتا ہوں کسی کو اپنا ساتھی نہیں سمجھتا اھ۔

اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ مبنیٰ اسکا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے میری اس وضع کو محض اپنے فضل و کرم سے نباہ رکھا ہے کیونکہ وہ عین وقت پر غیب سے میری ہر حاجت پوری فرما دیتے ہیں اور ایسے طریق سے میری راحت کا سامان مہیا فرما دیتے ہیں جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا۔ اسی لئے میرا یہ طرز آزادی و استغنا کا نبھ بھی رہا ہے ورنہ اگر احتیاج ہوتی تو سارا استغنا دھرا رہ جاتا اور ساری آزادی رکھی رہ جاتی۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ کس درجہ رفیع حالت ہے جسپر اس نااہل کا رائے زنی کرنا بھی آفتاب کو چراغ دکھانا ہے باوجود رات دن خدمت خلق اللہ میں مشغول و منہمک رہنے کے کیا انتہا ہے۔

Marfat.com

اشدت تعلق مع اللہ کی اور کیا ٹھکانا ہے غلبۂ فنا کا اور کیا حد ہے کمال عبدیت کی اور کیا شان ہے استغنار عن غیر اللہ کی ایسے ہی حضرت تو بے ہمہ و باہمہ اور جامع بین الاضداد اور موتوا قبل ان تموتوا کے مصداق ہوتے ہیں ؎

ایں سعادت بزور باز و نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔

(۱۰) اس نمبر میں آداب ملاقات آداب کلام آداب مجلس وغیرہ کے متعلق بعض ایسے امور بطور نمونہ عرض کئے جاتے ہیں جنکی رعایت رکھنا بوجہ ان کے فطری اور طبعی اور غیر محتاج الی التعلیم ہونے کے حضرت والا دین کے ذمہ سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے ان میں اخلال حضرت والا کو سخت موجب گرانی ہوتا ہے اور فرمایا کرتے ہیں کہ یہ تو ایسے عام اصول ہیں جنکا ہر شخص کو ہر شخص سے ملنے کے وقت لحاظ رکھنا ضروری ہے

ابتدائی ملاقات کے آداب

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی نئے شخص سے ملنے جائے تو اسکے اوقات ملاقات وغیرہ کے متعلق وہاں کے مقیمین سے ضروری باتیں دریافت کرلینے کے بعد ملاقات کرے ۔

دیگر

ابتدائی ملاقات کے لئے حضرت والا نے کوئی وقت مقرر نہیں فرما رکھا تاکہ آنے والوں کو انتظار نہ کرنا پڑے اصولاً پہونچنے کے بعد جلدی ہی ملاقات کرلینی چاہیئے ورنہ اجنبی شخص کو دیکھکر حضرت والا تعارف کے منتظر رہتے ہیں ایک صاحب نے آکر ملاقات نہ کی اور حضرت والا کو انہیں دیکھ دیکھ کر الجھن ہوتی رہی جب رخصت کے وقت انہوں نے مصافحہ کیا تو بہت اظہار ناراضی فرمایا اور آئندہ آنے کی اور خط و کتابت کی بالکل ممانعت فرما دی انہوں نے واسطہ کے ذریعہ سے معافی طلب کی تو اس شرط پر آنے کی اجازت دینے کا وعدہ فرمایا کہ اپنی اصلاح کا تعلق کسی خلیفہ مجاز سے رکھا جائے اور فرمایا کہ جب ایسی موٹی موٹی باتوں میں بھی غلطیاں کیجاتی ہیں تو ... مناسبت ہو سکتی ہے غرض آنے والوں کو پہونچنے کے بعد جلدی ہی ملاقات کرلینی چاہیئے لیکن سلام و مصافحہ کے وقت ... کا لحاظ کرلینا چاہیئے ... باتوں میں مشغول نہ ہوں اور ہاتھ بھی مصافحہ کے لئے خالی ہوں ... موقع و محل دیکھکر ملنا بہر حال ضروری ہے اگر مشغول دیکھیں تو ... منتظر رہنا چاہیئے کیونکہ تقاضے کی صورت سے ... قلب پر بار ہوتا ہے ۔

Marfat.com

دیگر

سلام و مصافحہ کے بعد فوراً اپنا پورا تعارف کرا دیا جائے اور اگر قبل حاضری حضرت والا سے خط و کتابت ہو چکی ہو تو سب سے اخیر کا خط بھی پیش کر دیا جائے گفتگو بیٹھ کر کی جائے اور صاف اور اتنی آواز سے کہ بہ آسانی سنائی دے سکے بات پوری کہی جائے ادھوری بات کہہ کر اسکے متوقع نہ رہیں کہ جب حضرت والا مزید سوال کرینگے تب پوری بات کہینگے گو ابتدا میں حضرت والا خود ہی سوال فرماتے ہیں کہ جو کچھ کہنا ہو وہ کہہ لیجئے تاکہ اجنبی آنیوالے کی طبیعت کھل جائے لیکن اسکے یہ معنی نہیں کہ جب اپنا حال کہنے بیٹھیں تب بھی بار بار حضرت والا ہی کیطرف سے سوالات کے متوقع رہیں سوال کا فوراً جواب دیں منتظر رکھنے میں سخت ایذا ہوتی ہے اگر اسوقت کوئی جواب سمجھ میں نہ آئے تو یہی کہہ دیں کہ پھر سوچکر جواب دونگا۔ اکثر نووار دین باوجود بار بار مطالبۂ جواب کے کچھ جواب ہی نہیں دیتے سکوت محض کئے بیٹھے رہتے ہیں جس پر حضرت والا یہ فرما کر اٹھا دیتے ہیں کہ جب میرے سوالات کا جواب ہی نہیں دیا جاتا تو پھر یہاں بیٹھنے ہی سے کیا فائدہ بلکہ بعض اوقات ایسے شخص کو جس سے زیادہ اذیت پہونچتی ہے مجلس میں بھی نہیں بیٹھنے دیتے کیونکہ ایسے شخص کے پاس بیٹھنے سے بھی اذیت ہوتی ہے بعض لوگ مجلس سے اٹھائے جانے کے بعد دیوار کی آڑ میں کھڑے ہو جاتے ہیں اسکی بھی اجازت نہیں دیتے کیونکہ یہ تو مجلس ہی میں بیٹھنا ہوا بلکہ یہ تو ایک طرح سے دھوکہ دینا ہے اور تجسس کی صورت ہے جو کہ منہی عنہ ہے۔

دیگر

یہ بات بھی خاص طور سے خیال رکھنے کے قابل ہے کہ اگر کوئی غلطی ہو جائے تو بلا تاویل اور بلا تامل اسکا اقرار کر لینا چاہیئے اور اگر اسکا سبب دریافت فرمایا جائے جیسا کہ حضرت والا کا اکثر معمول ہے تو جو اصل سبب ہو اسکو ظاہر کر دیا جاوے اور سبب اسلئے دریافت فرمایا جاتا ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ آیا اپنی غلطی کی حقیقت بھی سمجھی ہے یا نہیں اگر کوئی اصل سبب نہیں ظاہر کرتا تو اس سے برابر استفسارات فرماتے رہتے ہیں اور جو عذرات غیر واقعیہ مثلاً ناواقفی حماقت کم فہمی وغیرہ وہ پیش کرتا رہتا ہے انکو بدلائل رد فرماتے رہتے ہیں اور وہ دلائل ایسے صاف اور معقول ہوتے ہیں کہ ان کو ماننا ہی پڑتا ہے اور چونکہ اکثر غلطیاں نری بے فکری ہی سے ہوتی ہیں۔ لہذا بے فکری ہی کے سبب سے ہوتی ہیں اور بےفکری قلتِ ادب و عظمت کے سبب سے ہوتی ہے جسکی اکثر حضرت والا اسکا ت فرمایا کرتے ہیں اور حاکموں کی مثال دیا کرتے ہیں کہ وہاں یہ لوگ کیوں ایسی غلطیاں نہیں کرتے وجہ یہی ہے کہ دنیا کی طلب اور عظمت قلب میں ہے دین کی نہیں۔

Marfat.com

دیگر

اگر کوئی خط یا پرچہ پیش کرنا ہو تو سامنے رکھ دیں اور کہہ بھی دیں کہ یہ پرچہ ملاحظہ ہو اسکو ہاتھ میں لئے رہیں کیونکہ اس میں تقاضا ہے کہ اگر ہاتھ کسی کام میں گھرے بھی ہوں تب بھی فوراً ہاتھوں کو خالی کر کے لو۔

دیگر

اگر پرچہ بھی پیش کرنا ہو اور مصافحہ بھی کرنا ہو تو پہلے مصافحہ کرلیں پھر پرچہ جیب سے نکالکر پیش کریں بعضوں نے پرچہ لئے ہوئے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دئیے تو حضرت والا کو سخت اذیت ہوئی کیونکہ حضرت والا یہی نہ سمجھ سکے کہ آیا پرچہ پیش کرنا مقصود ہے یا مصافحہ کرنا اسی طرح بعض نے پہلے تو پرچہ جیب سے نکالا اور جب حضرت والا پرچہ لینے کے لئے آمادہ ہوئے تو انہوں نے جھٹ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دئے اس سے بھی سخت اذیت ہوئی۔

دیگر

آنے کی جو غرض ہو اسکو صاف صاف بیان کر دیا جائے اور اگر کسی اور سفر کے ضمن میں حضرت والا کی خدمت میں حاضری ہوئی ہو تو اسکو بھی ظاہر کر دیا جائے بعض لوگ دور دراز سے آنا ظاہر کرتے ہیں اور بہت ہی مختصر قیام کا ارادہ بتاتے ہیں تو حضرت والا کو کھٹک پیدا ہو جاتی ہے پھر استفسارات کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کسی قریب کے مقام تک تو آنا کسی اور کام سے ہوا تھا اور اس مقام سے یہاں حضرت والا کی زیارت بھی کر آئیں ایسے مواقع پر حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میرے اوپر صرف اتنے ہی سفر کا احسان رکھا جائے جتنا میرے لئے ہوا ہے نہ کہ اتنے لمبے سفر کا اور دو گھڑی اتنے مختصر قیام کے لئے غرض حضرت والا کو اس وقت تک قناعت نہیں ہوتی جب تک کوئی اپنا پورا تعارف نہیں کرا دیتا اور اپنا اصل مقصود صاف صاف نہیں ظاہر کر دیتا تاکہ اسی کے مطابق اسکے ساتھ معاملہ کیا جائے بعض بظاہر ذی وجاہت آنے والوں نے باوجود استفسارات اپنا پورا تعارف نہیں کرایا تو صاف فرما دیا کہ میری کوئی غرض [illegible] آپ ہی کی مصلحت سے تعارف حاصل کرنا چاہتا ہوں اگر آپ تعارف نہیں کراتے آپ کو اختیار ہے لیکن [illegible] صورت میں اگر میری طرف سے بھی محض ضابطہ کا برتاؤ ہو تو مجکو بھی معذور سمجھا جائے چنانچہ ایک معمر اور رئیس اہل علم نے بھی یہی کیا [illegible] حضرت والا کے استفسارات سے اپنا کافی تعارف نہیں کرایا جب حضرت والا [illegible] گو حضرت والا کو بعد میں اوروں کے ذریعہ سے انکا تعارف ہو گیا لیکن [illegible] نہیں فرمایا نہ مجلس میں ممتاز جگہ بیٹھنے کے لئے فرمایا [illegible] حضرت والا کا معمول ہے جب تقریباً ہفتہ عشرہ قیام کر [illegible] نہوں نے خود ہی بذریعہ تحریر اپنا تعارف کرایا [illegible] بعد اظہار

شکایت اُن کے ساتھ خصوصیت کا برتاؤ شروع فرما دیا اور مجلس میں بھی ممتاز جگہ بٹھانے لگے۔
غرض حضرت والا کی یہ ایک خاص امتیازی صفت ہے کہ ہر شے کو اپنی حد پر رکھتے ہیں اور جس حالت اور جس وقت کا جیسا مقتضا ہوتا ہے اسکے مطابق عمل فرماتے ہیں طبیعت کو مصلحت اور عقل پر غالب نہیں ہونے دیتے۔

دیگر

جن کو حضرت والا کی طرف سے کھانے کے لئے کہہ دیا گیا ہو اُن کو کھانے کے وقت خانقاہ ہی میں رہنا چاہیئے تاکہ تلاش کرنے میں دقت نہ ہو۔

دیگر

"حضرت والا کو واردین و مقیمین خانقاہ کا آپس میں تعلقات پیدا کرنا ہرگز پسند نہیں بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ بس خانقاہ کا یہ رنگ ہو ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

چنانچہ بفضلہ تعالے و بتوجہات حضرت والا ماشاء اللہ یہی رنگ ہے البتہ جن میں پہلے ہی سے تعلقات قائم ہیں ان کو آپس میں بقدر ضرورت ملنے جلنے کی ممانعت نہیں لیکن کثرت سے ملنا جلنا اور فضول باتیں کرنا اور وقت ضائع کرنا ان کے لئے بھی پسند نہیں فرماتے چنانچہ ایک بار فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہاں ہر شخص اپنے اپنے کام میں لگا رہے بلکہ یہ جی چاہتا ہے کہ بلا ضرورت کوئی کسی سے بات بھی نہ کرے۔ اھ
جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے رسالہ الامر المحکم المربوط فیما یلزم اھل طریق اللہ من الشروط کو اسی شرط پر ختم فرمایا ہے کہ لا یترک الشیخ المریدین یجتمعون اصلا دونہ الا اذا جمعھم بحضرتہ ومتی ترکھم یجتمعون دونہ فقد اساء فی حقھم یعنی شیخ کو چاہیئے کہ مریدین کو آپس میں بھی اپنی مجلس کے علاوہ جمع نہ ہونے دے اور جو شیخ اسمیں مسامحت کرے وہ مریدین کے حق میں بُرا کرتا ہے اھ
نئے آنے والوں سے بالخصوص اُمراء سے میل جول پیدا کرنے کی مقیمین خانقاہ کو خاص طور سے ممانعت ہے بلکہ بعض کو اسپر زجر و توبیخ بھی فرمائی گئی اور بعض کو خطاب عام کے پیرایہ میں متوجہ کیا گیا چونکہ حضرت والا خود نہایت استغناء کے ساتھ رہتے ہیں اسلئے چاہتے ہیں کہ میرے اہل تعلق بھی نہایت استغناء کے ساتھ رہیں۔ لیکن خشونت اور بداخلاقی کی اجازت نہیں مقیمین خانقاہ کا خواہ مخواہ بطور معمول کے آپس میں ملکر کھانا کھانا یا بلا اذن اجازت ایک دوسرے کی دعوت کرنا بھی خلاف قواعد خانقاہ ہے۔ اور اہل قصبہ سے تعلقات

پیدا کرنے کی تو سخت ممانعت ہے یہاں تک کہ اسی بناء پر ایک مقیم خانقاہ کو جو مثل بعض دیگر حضرات کے اپنے وطن کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر چلے آئے تھے خانقاہ سے باہر جانے کی بالکل ہی ممانعت فرما دی گئی تھی۔ اور انھوں نے بھی اسکو ایسا نباہا کہ پھر وہ سالہا سال خانقاہ سے کبھی باہر نکلے ہی نہیں یہاں تک کہ اب بفضلہ تعالے اُن کو مدینہ طیبہ ہجرت کر جانیکا موقع ملگیا اور وہیں مقیم ہیں۔

خدمت کے آداب

حضرت والا کسی سے اُسوقت تک خدمت لینا گوارا نہیں فرماتے جب تک اُس سے بالکل دل نہ کھلجاتا بلکہ جن سے دل کھلا ہوا ہے انسے بھی بطیب خود شاذ و نادر ہی اور کسی بہت ہی خفیف کام کی فرمایش کرتے ہیں۔ البتہ اگر وہ خود سبقت کرتے ہیں تو منع نہیں فرماتے لیکن مسلط ہوجانا انکا بھی گوارا نہیں کبھی کبھار کا مضائقہ نہیں حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بعض کام خود ہی کرنے سے اچھا ہوتا ہے اور یہ بھی شکایت فرمایا کرتے ہیں کہ بعضوں کی خدمت تو خدمت کیا راحت ہوتی ہے کیونکہ انکو خدمت کرنے کا سلیقہ ہی نہیں ہوتا مثلاً بعض نے استنجے کیلئے ایسا پانی دیدیا جو بہت تیز گرم تھا جسکی اُسوقت خبر ہوئی جب پانی [illegible] بدن تر ہو گیا جسکا استعمال بغیر کرائے [illegible] نہیں کیا جاسکتا تھا [illegible] استنجا کرنا پڑا جس سے سخت تکلیف ہوئی [illegible] میں [illegible] گرم اور ٹھنڈا پانی منگوا [illegible] پورا بھرا ہوا منگوا تا ہوں اور [illegible] بعضے لوگ سہ دری کا پنکھا جھلنے لگتے ہیں حالانکہ [illegible] نہیں [illegible] سے تو حضرت جھلانا تو پسند ہی نہیں کرتے اور ان بیچارہ کے سر [illegible] پنکھا جھلنے کی اجازت دے رکھی ہے ان کو یہ بھی بتلا رکھا ہے کہ جب کوئی [illegible] تو فوراً [illegible] [illegible] کر [illegible] اسکا [illegible] جانے کا اندیشہ [illegible] تقاضے [illegible] ہوتی ہے [illegible] میں بات [illegible] اطمینان اور آزادی [illegible]

اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں کہاں تک بیان کی جائیں۔ پھر ہر شخص کی طبیعت اور مزاج اور عادت بھی جدا ہے واقفکار ہی سمجھ سکتا ہے کہ کس طرح سے خدمت کرنے میں راحت پہونچے گی اور ہر شخص پر اطمینان بھی نہیں کہ خلوص ہی سے خدمت کریگا کیونکہ بعد کو اغراض نکلتی ہیں اور بعض سے خدمت لینا طبعًا گراں ہے مثلاً اہل علم سے سید سے اور بوڑھوں سے خدمت لیتے ہوئے مجکو بہت گرانی ہوتی ہے اھ

دیگر

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ سب اپنے اپنے کام میں لگے رہیں خواہ مخواہ میری خدمت کے لئے مجھ پر مسلط نہ ہوں تاکہ وہ بھی آزاد رہیں اور میں بھی آزاد رہوں کیونکہ آزادی بڑی دولت ہے خلاصہ میرے مذاق کا حریت ہے کہ چاہے اہانت ہو چاہے تعظیم جس سے آزادی میں فرق آئے اپنی یا دوسرے کی اس سے مجکو اذیت ہوتی ہے اور ہر مسلمان کا یہی مذاق ہونا چاہیئے کہ غیر اللہ سے بالکل آزاد رہے کیونکہ خدا کی عبدیت مخلوق کی عبدیت کے ساتھ کیسے جمع ہوسکتی ہے اھ

حضرت والا لوگوں سے خدمت نہ لینے کی یہ مصلحت بھی بیان فرمایا کرتے ہیں کہ کسی پر لوگوں کو مقرب و خصوصی ہونے کا گمان نہو جس میں خود اسکے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی بڑی بڑی خرابیاں ہیں اور ایک یہ بھی خرابی ہے کہ بعض احوال میں ایسا شخص خدمت کرکے بس یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میں نے حق ادا کر دیا اور اپنے کام میں مشغول نہیں ہوتا اھ

دیگر

اس جگہ حسن العزیز جلد اول سے بھی ملفوظ نمبر ۹۹ کا وہ حصہ جو اس مقام کے مناسب ہے نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا ۔ ایک دیہاتی نے بعد عشاء جب حضرت گھر تشریف لیجانے لگے حضرت کا جوتا اٹھا کر پہننے کے واسطے آگے بڑھ کر رکھدیا حضرت کے استعمال میں دو جوڑے رہتے ہیں ایک مضبوط جوتا جو صبح کے وقت جنگل جانے کے لئے پہنا جاتا ہے اور ایک معمولی جوتا گھر کے استعمال کے لئے ۔ ان صاحب نے وہ جوتہ رکھدیا جسکو شب کے وقت گھر جاتے ہوئے پہننا حضرت کا معمول نہ تھا ۔ اسوجہ سے حضرت کو دوبارہ خود تکلیف کرنی پڑی اور رنجان ہوا وہ جدا۔ حضرت نے فرمایا کہ ارے بھائی جس شخص کو کسی کے معمولات کی خبر نہو اسکو خدمت نہیں کرنا چاہیئے ۔ اب دیکھو اس تمہاری خدمت سے کسقدر زحمت ہوئی بھلا ایسی خدمت سے کیا فائدہ نکلا ۔ اسی لئے مجھے اپنے کام خود ہی کر لینے میں راحت رہتی ہے کیونکہ جو شخص معمولات سے باخبر نہو وہ خدمت کسطرح کر سکتا ہے ۔ اسی شخص نے شب گذشتہ بھی جوتا لا کر رکھا تھا ۔ اسوقت چلتے ہوئے صرف یہ بات فرمائی تھی کہ ادھر

آپ نے بڑا بھاری کام کیا دس بیس کوس سے اتنا بھاری اسباب لاد کر لے آتے ارے میاں یہ بھی بھلا کوئی خدمت ہوئی کوئی ایسا کام کیا ہوتا جس سے کچھ آرام تو پہونچتا جو تا کیا میں خود نہیں لا سکتا تھا دوسری شب کو پھر وہی کام کیا اور ایسے بے ڈھنگے پن سے جیسا اوپر مذکور ہوا - پھر راستہ بھر یہی فرماتے رہے کہ قلوب میں رسوم کچھ ایسی غالب ہو گئی ہیں کہ چھوٹتی ہی نہیں - بس انھوں نے یہ دیکھ لیا کہ سب لوگ جوتے اٹھا اٹھا کر رکھتے ہیں لاؤ ہم بھی یہی کریں محض رسم پرستی رہ گئی ہے - مجھے شرم بھی آتی ہے کہ ایک شخص محبت سے خدمت کرتا ہے اُسے کیا منع کروں لیکن کیا کروں میرا سخت حرج ہو جاتا ہے - اور مجھے اپنا ایک منٹ بھی ضایع ہونا سخت گراں لذرتا ہے - ہاں جسے سوائے مخدومیت کے اور کچھ نہ کرنا ہو وہ چاہے اسی قصہ میں رہے اب دیکھئے میں کتاب گھر لئے جا رہا ہوں رات کو بھی لکھوں گا - انکی خدمت سے اتنی پریشانی فضول ہوئی اور جھک جھک میں وقت ضایع ہوا وہ الگ اب آج ان کو سمجھایا یہ رخصت ہو جائیں گے کل کو دوسرے نئے صاحب تشریف لے آئینگے اب میں بس اسی قصہ کا ہو لیا کہ روز یہی سبق پڑھایا کروں اور بعضی بات عمل میں تو معمولی ہوتی ہے لیکن اسکو دوسرے کو سمجھانا بہت مشکل ہوتا ہے - جوتا رکھنے کی حرکت اس احمق نے بھی کی تھی - فرمایا کہ بس جناب آپ پابندی کیجیے نہ میں اوروں کو مقید کرنا چاہتا ہوں نہ خود مقید ہونا چاہتا ہوں اللہ کے فضل سے بہت سے خدمت کرنیوالے ہیں آپ کی ضرورت نہیں - آپ جس کام کے لئے آئے ہیں اسی میں لگے رہئے مجھے راحت اسی سے ہوتی ہے بلکہ خدمت سے الٹی کلفت ہوتی ہے - اھ

ان ارشادات کی بنا پر ایسے لوگوں کے لئے بھی جن سے دل کھلا ہوا ہے [illegible] قبل کسی خدمت کے لئے سبقت کرنے کے حضرت والا سے اجازت لے لیں جیسا کہ خود بھی فرمایا کرتے ہیں اور جن سے دل کھلا ہوا نہ ہو وہ تو کسی خدمت کا ارادہ ہی نہ کریں بلکہ اجازت بھی نہ لیں کیونکہ ایسوں کی خدمت سے سخت اذیت و [illegible] ہوتی ہے - اور تاکید کے ساتھ روک دیتے ہیں - اور اگر کبھی مروت میں آکر اجازت بھی عطا فرما دیتے ہیں تو [illegible] بعد کو تکلیفیں پہونچتی ہیں اسوقت ممانعت کرنی پڑتی ہے -

جسوقت حضرت والا کسی خدمت سے روک دیں فوراً رک جانا چاہیئے ورنہ اصرار [illegible] اور اصرار ادب کے بھی خلاف ہے بعض نے جوتا لینے پر اصرار کیا تو فرمایا کہ اچھا لے لیجئے لیکن [illegible] ہی گا نہیں - ننگے پاؤں گھر جاؤں گا جب یہاں تک ارشاد فرمانے کی نوبت پہونچی تب [illegible] اور ایک اسی بات کی کیا تخصیص ہے جسوقت جس بات کے لئے ارشاد فرما [illegible] بار بار کہنے کا منتظر نہ رہنا چاہیئے کیونکہ حضرت والا کوئی بات منہ سے [illegible] خوب سوچ سمجھ کر فرماتے ہیں [illegible]

Marfat.com

بالکل عبث بلکہ مضر اور جانبین کے لئے موجب تکدیر و تکدر ہوتا ہے ۔لوگ عام عادت کے موافق تعمیل ارشاد بلا بار بار کہے اس امید میں نہیں کرتے کہ شاید رائے ڈھیلی ہو جائے پھر جب لتاڑ پڑتی ہے تب مانتے ہیں یہ بہت ایذا دہ حالت ہے ۔

حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے اپنی ضروریات اتنی مختصر کر رکھی ہیں کہ ان کو میں خود ہی پورا کر لیتا ہوں کسی دوسرے کا محتاج نہیں چنانچہ آجکل فلاں فلاں سے میں نے کام لینا چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان سے ہمیشہ تکلیف پہونچتی تھی گو پہلے ان سے بہت کام متعلق تھے اور ایک تو تنخواہ دار ملازم ہی ہے لیکن الحمد للہ مجھے کوئی تنگی پیش نہیں آئی بلکہ کوئی بات ہو سکتا ان سے کسی قسم کا کام نہیں لیا گیا یہ اسی کی برکت ہے کہ بوجہ آزاد مزاجی کے میری ضروریات ہی بفضلہ تعالیٰ بہت کم ہیں جنکو میں خود ہی پورا کر لیتا ہوں اھ

کسی کی طرف دیکھنے کے آداب

اکثر نووارد یں حضرت والا کی نشست و برخاست کو اسطرح تکا کرتے ہیں کہ حضرت والا کو بھی انکا علم ہو جاتا ہے جو نہایت ناز یبا حرکت ہے کیونکہ اس سے دوسرے کی آزادی میں فرق آجاتا ہے اور قلب پر بڑا بار ہوتا ہے ایسے موقعوں پر حضرت والا اکثر اظہار ناراضی میں یہ فرمایا کرتے ہیں کہ کیا کوئی تماشا ہو رہا ہے جو اسطرح مجھے تک رہے ہو۔

اگر دیکھنے ہی کا شوق ہو تو اسطرح کہ حضرت والا کو یہ محسوس نہو کہ فلاں شخص مجھکو مسلسل تک رہا ہے یا جانب کے ساتھ دیکھ رہا ہے ۔

دیگر

اسیطرح بعض لوگ جو پہلے سے صف میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں حضرت والا کے مسجد میں آنے کے وقت اس غرض سے کہ مصلی پر جانے کے لئے جگہ دیدیں یا تو منہ موڑ موڑ کر حضرت والا کو دیکھنے لگتے ہیں یا کھڑے ہو جاتے ہیں یا ہٹنے لگتے ہیں اس سے بھی حضرت والا کو سخت اذیت و گرانی ہوتی ہے ۔فرمایا کرتے ہیں کہ میرے آنے کی وجہ سے کوئی تغیر نہ ہونا چاہیئے جو جسطرح بیٹھا ہے بیٹھا رہا کرے یہ مجھے سخت گراں گذرتا ہے کہ میرے آتے ہی ایک ہلچل پیدا ہو جائے میرے لئے جگہ دینے کا کوئی اہتمام نہونا چاہئے ۔میں خود جدھر سے چاہونگا آزادی کے ساتھ مصلے پر چلا جاؤں گا اگر جگہ نہوگی کندھے پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کر دوں گا صرف اپنے بدن کو ذرا جھکا کر جگہ رہی کی جگہ نکلنے کے لئے دیدی جایا کرے اور یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ یہ تو انکو تکلیف سے بچانا ہوا اور ایک تکلیف ایسی خود مجھکو بھی ہوتی ہے کہ بعض اوقات میں کسی طرف جگہ دیکھ کر اس طرف سے نکلنا چاہتا

ہوں اور بیٹھنے والا اسی طرف جھک کر دوسری طرف سے جگہ دینے لگتا ہے تو مجھ کو [illegible]
اس ارادہ بد سننے کے بعد بھی بعض اوقات [illegible] ہوتی کیونکہ دوسرے [illegible]
خلجان ہوتا ہے نکلنے کے موقع کو بس [illegible]
چلا جاؤں گا میں چاہتا ہوں کہ نہ مجھ کو تکلف ہو نہ میری وجہ سے کسی دوسرے کو تکلیف ہو [illegible]
معاملہ کیا جائے جس سے میری شان ظاہر ہو کیونکہ مجھے اس سے بھی تکلیف ہوتی ہے۔ [illegible]
میں نماز پڑھانے کے لئے آتا ہوں تو بعضے لوگ خواہ مخواہ تعظیماً پیچھے ہو لیتے ہیں اس سے بھی مجھے سخت
اذیت ہوتی ہے اول تو شبہ سا ہوتا ہے کہ گویا میرے ہی منتظر بیٹھے تھے اور یہ بھی کسی کا ایسا استقبال کرنا محض
لغو حرکت ہے دوسرے اس صورت میں مقید بھی ہو جاتا ہوں کیونکہ اگر کسی ضرورت سے لوٹنا ہو تو یہ خیال کر کے
کہ پیچھے پیچھے لوگ آ رہے ہیں لوٹنے کو طبیعت گوارا نہیں کرتی کہ ان کو ہٹنا پڑے گا اور تکلیف ہو گی [illegible]
حالت سے جانا کہ لوگ پیچھے پیچھے چلے آ رہے ہیں برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ ایک شان [illegible]
بعضے اس سے یہ ناجائز فائدہ بھی اٹھاتے ہیں [illegible]
جو اکثر باوجود میری ممانعت کے میرے نکلنے کے لئے چھوڑ دی جاتی [illegible]
کھڑے ہونے کا کوئی استحقاق نہیں ہوتا اور چونکہ وہ جگہ بہت تنگ ہوتی ہے اس لئے [illegible]
ہونے میں ان کو تنگی ہوتی ہے

اور بعضے مسجد کے اندر عین اس وقت جب میں نماز [illegible]
[illegible]
ہوں جلدی اور ادھر ان کو ایسے وقت سوجھتی ہے مصافحہ کی جس سے قلب میں سخت تنگی واقع ہوتی ہے
بعضے نماز ہو چکنے کے بعد جب میں کچھ وظیفہ پڑھنے لگتا ہوں [illegible]
یکسوئی نہیں رہتی ایک بار ایک صاحب نے وظیفہ [illegible]
کہا مصافحہ میں نے بھی [illegible]

میں اس کی بڑی احتیاط رکھتا ہوں کہ کسی کے وظیفہ میں خلل نہ ہو [illegible]
اللہ تعالیٰ [illegible]
پڑھتے [illegible]
[illegible]
اور بہت [illegible]

Marfat.com

اطمینان سے اپنا وظیفہ پورا کر چکا اُسوقت میں نے اسکو اُٹھنے کی اجازت دی۔ پھر میں نے پوچھا کہ کچھ تکلیف بھی ہوئی اُسنے کہا جی بڑی تکلیف ہوئی لیکن ڈر کے مارے بیٹھا رہا میں نے کہا کہ بس ایسے ہی کسی کے پیچھے بیٹھنے سے مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے اُسنے کہا کہ آپ تو بزرگ ہیں میں نے کہا کہ آپ بھی بزرگ ہیں کیونکہ مسلمان ہیں اور میں ہر مسلمان کو بزرگ سمجھتا ہوں خبردار جو پھر کبھی ایسی حرکت کی۔ اھ

حضرت والا اس قسم کی تنبیہات فرماکر فرمایا کرتے ہیں کہ یہ سب سخت ایذاء دہ اور خلاف تہذیب حرکات ہیں انکا صرف یہیں نہیں بلکہ ہر جگہ خیال رکھنا ضروری ہے اھ

سلام و پیام دیگراں

حضرت والا کو طالبین کا دوسروں کی طرف سے سلام و پیام خط ہدیہ وغیرہ لانا بھی پسندیدہ نہیں بالخصوص جنسے حضرت والا کو بے تکلفی نہو۔ بعضے تو اہل خصوصیت کے ہدایا اور خطوط وغیرہ لاکر ان کو ذریعۂ تقرب بناتے ہیں اور خصوصیت کے برتاؤ کے متوقع رہتے ہیں اور بعضے صرف دوسروں ہی کے سلام و پیام پہونچانے میں رہتے ہیں اور اپنی ذکر نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ بس ہمنے تعلق کا حق ادا کر دیا۔ جو طالبین پوری طرح اپنی اصلاح کے اہتمام میں مشغول ہوں وہ اگر کبھی کبھار کسی کا سلام پیام بھی پہونچا دیں تو خیر اسکا مضائقہ نہیں۔ اھ

سفارش کرنا

طالبین کسی کا سفارشی خط بھی نہ لائیں نہ کسی سے سفارش کرائیں کیونکہ امر دین میں سفارش کا کیا کام جسکے ساتھ جیسا معاملہ کرنا مناسب ہوگا حضرت والا اسکے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمائیں گے سفارش لانے کے تو معنی ہیں کہ اثر ڈال کر اپنی مرضی کے موافق معاملہ کرانا چاہتے ہیں جسکا طالب کو نہ حق ہے نہ اس امر میں اسکی مرضی کا اتباع اسکے لئے نافع ہے۔ حضرت والا ایسی سفارشوں کا کوئی خاص اثر نہیں لیتے بلکہ اکثر ایسے سفارشیوں کو بے نیل مرام ہی واپس کر دیتے ہیں تاکہ اس حرکت کا ناز یبا اور غیر نافع بلکہ مضر ہونا اُن کو اور اُن کے سفارش کرنے والوں کو معلوم ہو جائے اور آیندہ کے لئے سفارشوں کا سلسلہ بند ہو۔ چنانچہ ایک صاحب مدت تک ایک اور صاحب کے ذریعہ سے بیعت کی درخواست کرتے رہے لیکن کامیاب نہ ہوئے اور جب انھوں نے خود لکھا تو پہلے ہی خط میں بیعت فرما لیا۔

Marfat.com

ہدیہ پیش کرنا

نوواردین بلکہ ایسے سب آنے والوں کو جنسے حضرت والا کا خوب اچھی طرح دل کھلا ہوا نہ ہو حضرت والا کی خدمت میں کسی قسم کا ہدیہ نہ پیش کرنا چاہیئے اور اگر بہت ہی جی چاہے تو پہلے اجازت حاصل کرلیں پھر اگر حضرت والا شرائط ہدیہ موجود نہ ہونے کے عذر سے انکار فرما دیں تو اسکے بعد ہرگز اصرار نہ کریں۔ ہدیہ کے متعلق شرائط و آداب انشاء اللہ تعالیٰ آگے عنوان پنجم "اصول متفرقہ" میں آتے ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔

مجلس کے آداب

آجکل مجلس عام کا وقت ظہر کے بعد سے تا اذان عصر ہے جیسا کہ اعلان انضباط اوقات میں مذکور ہے جو نشستگاہ کے باہر دیوار پر آویزاں ہے اور جسکی نقل اپنے موقع پر اوپر کے کسی عنوان میں گذر چکی ہے دیگر اوقات میں بجز ابتدائی اور رخصتی ملاقات کے حضرت والا کی خدمت میں نہ جائیں۔ اگر صبح کی مجلس خاص ہو رہی ہو تو اسمیں بھی بلا خاص اجازت حاصل کئے نہ بیٹھیں۔ اور اگر ایسے وقت محض ابتدائی یا رخصتی ملاقات کرنی ہو تو ملاقات کر کے اور اپنا کافی تعارف کرا کے اور اپنی غرض صاف صاف بیان کر کے فوراً وہاں سے چلے آئیں۔ مجلس نشست میں جہاں حضرت والا بیٹھتے ہیں اسکی بائیں میں جو گوشہ ہے وہ صرف ان لوگوں کیلئے ہے جن کو کوئی بات کہنی ہوتی ہے یا صرف ملاقات کرنی ہوتی ہے بعض لوگ اس جگہ مستقل طور پر بیٹھنے لگے تو متنبہ فرمایا کہ یہ تو دیکھنا چاہیئے کہ اگر یہ مستقل طور پر بیٹھنے کی جگہ ہوتی تو خالی کیوں ہوتی لوگ پہلے سے بیٹھے ہوئے ہیں وہ یہاں کیوں نہ بیٹھتے ایسی باتوں کی طرف خیال نہ کرنا آداب مجلس کے خلاف ہے اھ

غرض حضرت والا کی بائیں میں جو جگہ ہے وہاں مستقل طور پر نہ بیٹھیں بات کر کے یا ملاقات کر کے چلے آئیں اور اہل مجلس کے بیٹھنے کی جگہ ہے وہاں جا بیٹھیں لیکن اسطرح کہ جو پہلے سے بیٹھے ہوں ان کو تنگی نہ ہو اور کسی کو اسکی جگہ سے اٹھایا یا ہٹایا نہ جائے اگر قریب جگہ ہو تو بلا ضرورت دور نہ بیٹھیں بعض بار [illegible] ہونے کے دور بیٹھے یا قریب کی جگہ خالی ہو جانے کے بعد بھی دور ہی بیٹھے رہے تو اسپر تنبیہ [illegible] آپ تو اسطرح بیٹھے ہیں کہ آنے والے دیکھکر خواہ مخواہ مرعوب ہوں کہ انکو دربار [illegible] پاس بیٹھنے کی بھی ہمت نہیں تو کیا آپ مجکو لوگوں کی نظر میں ہیبت [illegible]

اسی طرح بعض بے ڈھنگے لوگ بوقت ملاقات [illegible] کہ اگر ادب کرینگے تو اتنا کہ تکلف اور تصنع کی حد تک [illegible] کہ جو

Marfat.com

بیہودگی کی حد تک پہونچ جاتی ہے یا ایسا مذاق خراب ہو گیا ہے کہ اعتدال پر کوئی رہا ہی نہیں الا ماشاء اللہ۔ یا تو افراط ہے یا تفریط۔ حالانکہ حضرت حق جل شانہ کا ارشاد ہے وکذالک جعلناکم امۃ وسطا جسکی تفسیر تائید ان روایات سے ہوتی ہے خیر الامور اوسطہا وخیر الاعمال اوسطہا کلاھما فی المقاصد الحسنۃ والاول فی کنوز الحقائق ایضا وھما یصلحان للتائید وان لم یثبت سندھما) اور اعتدال ہی کو دین تقاضا ہے اھ

دیگر

دوران مجلس میں حضرت والا کی سہ دری کا مغربی حصہ خاص خصوصیت سے بیٹھنے کے لئے مخصوص ہے وہاں صرف ایسے صاحبوں کو بیٹھنا چاہئے جن کو حضرت والا خود وہاں بیٹھنے کے لئے ارشاد فرمائیں یا جن کو پہلے سے معلوم ہے کہ حضرت والا ان کو وہیں بٹھایا کرتے ہیں بلکہ موخر الذکر صاحبوں کو تو از خود وہیں بیٹھنا چاہئے تکلف نہ کرنا چاہئے کیونکہ جب حضرت والا کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عام جگہ پر بیٹھے ہیں تو حضرت والا کو خاص طور سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ وہاں کہاں جا بیٹھے یہاں آ جائیے اگر جگہ بھی کم ہوتی ہے تو فوراً خاص فرما کر بلا لیتے ہیں کہ آئیے انشاء اللہ جگہ ہو جائیگی کیونکہ حضرت شیخ سعدی رح فرما گئے ہیں کہ دو درویش در گلیمے بخسپند۔ اھ

دیگر

جو آدمی اپنے سے بڑا ہو اسکے سامنے بلا اس طور پر تسبیح لیکر بیٹھنا خلاف ادب ہے کیونکہ یہ ایک دعوے کی سی صورت ہے بعض لوگ حضرت والا کے روبرو تسبیح لیکر بیٹھیں یا تو رومال اوڑھ کر ذکر پڑھیں یا مصحف زبانی سے پڑھتے ہیں اور جس وقت حضرت والا مجلس میں کچھ ارشاد فرما رہے ہوں اس وقت تو زبان سے بھی کوئی وظیفہ وغیرہ نہ پڑھیں بلکہ ہمہ تن گوش ہو کر حضرت والا کے ارشادات کو سننے لگیں لیکن جیسا کہ اوپر بھی عرض کیا جا چکا ہے حضرت والا کی جانب ٹکٹکی باندھ کر مسلسل نہ دیکھتے رہیں نہ دوران ملفوظات میں نہ ویسے کیونکہ ایسا کرنے سے حضرت کے قلب پر سخت بار ہوتا ہے اور وہ اپنی حرکات وسکنات میں آزاد نہیں رہتا اور یکسوئی نہیں رہتی کیونکہ ہر وقت یہی خیال لگا رہتا ہے کہ یہ شخص اہتمام کے ساتھ مسلسل مجھ کیوں تک رہا ہے

دیگر

مجلس میں کھانسنا یا جمائی لینا بھی خلاف آداب مجلس ہے اسکی حضرت والا ممانعت فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر ایسی ضرورت ہو تو مجلس سے باہر جا کر کریں۔ اگر کسی سے کوئی بہت ہی سخت مجبوری ہو تو جو کچھ کرنا ہو نہایت آہستہ اور منہ پر ہاتھ رکھ کر کریں کہ حضرت والا بھی نہ سن سکیں اور آس پاس والوں کو بھی ناگوار نہ ہو متوسط آواز سے اور ذرا تکلف کر کے کہیں۔

دیگر

حضرت والا عام ارشادات میں صرف اہل خصوصیت کو اپنا مخاطب بناتے ہیں۔ مخاطب کو چاہیے کہ وہ خاص طور سے حضرت والا کی جانب متوجہ رہے اور جو قابل تحسین باتیں ہوں اُن پر بشرہ سے اور اگر موقع ہو تو زبان سے بھی اظہار بشاشت کرے کیونکہ حسب ارشاد حضرت والا یہ آداب تخاطب میں سے ہے۔ ورنہ بے حس و حرکت اور ساکت و صامت بیٹھے رہنے سے خطاب کرنے والے کو یہی پتہ نہیں چلتا کہ میرا مخاطب بات کو سمجھا بھی یا نہیں اور پھر مضامین کی آمد ہی بند ہو جاتی ہے۔ اھ

اسیطرح حسب ارشاد حضرت والا آداب مخاطبت میں سے یہ بھی ہے کہ سنی ہوئی بات کو بھی اسطرح سنے کہ جیسے پہلے سے سنی ہوئی نہیں ہے تاکہ بات کہنے والے کا دل افسردہ نہ ہو جائے اھ

دیگر

جن کو مخاطبت کی اجازت بھی ہو وہ بھی بلا ضرورت نہ بولیں زیادہ تر حضرت والا ہی کو کلام فرمانے دیں کہ سب حاضرین کو جو زیادہ تر اسی غرض سے مجلس شریف میں حاضر ہوتے ہیں حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے مضامین نافعہ سننے کا زیادہ سے زیادہ موقع نصیب ہو۔ دوسروں کے زیادہ بولنے سے اہل مجلس کو تنگ ہوتے میں نے خود دیکھا ہے۔ یہ فعل علاوہ خلاف آداب مجلس ہونے کے بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ طریق محبت کے بھی خلاف ہے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

عجب است با وجودت کہ وجود من بماند
تو بگفتن اندر آئی و مرا سخن بماند

دیگر

حضرت والا کے دوران کلام میں دخل در معقولات نہ کریں نہ بے جوڑ سوالات کریں نہ اس وقت کوئی اشکال پیش کریں کہ ان سب باتوں سے کلام کا لطف برباد ہو جاتا ہے اور مضامین کی آمد بند ہو جاتی ہے۔ اگر کسی تقریر کے متعلق ضروری بات پوچھنی ہو تو ختم مضمون کے بعد سلیقہ کے ساتھ پوچھیں بشرطیکہ مخاطبت کی اجازت بھی پہلے حاصل ہو۔ اھ

دیگر

مجلس میں بیٹھے ہوئے پاؤں یا ہاتھ کو فضول نہ ہلائیں جیسے کہ بعضوں کی عادت ہوتی ہے بالخصوص قرآن خوانوں کی۔ ایک بار احقر سے یہی حرکت سرزد ہوئی کہ بیٹھا ہوا پاؤں ہلا رہا تھا فوراً تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ یہ آداب مجلس کے خلاف ہے اگر سب اسیطرح اپنے اپنے پاؤں ہلانے لگیں تو ساری مجلس میں ایک زلزلہ کی سی کیفیت

Marfat.com

پیدا ہو جائے اس عادت کو بہت اہتمام کے ساتھ ترک کرنا چاہیئے کیونکہ علاوہ لغویت کے اسمیں آزاد خیال لوگوں کے ساتھ تشبیہ بھی ہے اھ

اسی طرح کسی پاس رکھی ہوئی چیز کو فضول بطور مشغلہ کے خواہ مخواہ چھیڑیں نہیں جیسی کہ بعضوں کی عادت ہوتی ہے نہ نشستگاہ کی موجودات پر نظر دوڑائیں۔

یہ سب امور آداب مجلس کے خلاف ہیں انسے باہتمام خاص احتراز رکھیں۔

راستہ چلنے کے آداب

مصافحہ یا بات چیت راستہ چلتے میں نہ کریں اگر اتفاق سے سامنا ہو جائے تو صرف سلام کا مضائقہ نہیں۔

دیگر

راستہ چلتے پشت کی جانب سے کسی قسم کا تخاطب نہایت بدتہذیبی ہے۔ چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رح نے حضرت امام ابو یوسف رح کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر تم کو کوئی پشت کی طرف سے خطاب کرے تو اسکا جواب مت دو کیونکہ اُسنے تمہاری بڑی اہانت کی اور تم کو اُسنے گویا جانور سمجھا۔ جانوروں ہی کو پشت کی طرف سے خطاب کیا جاتا ہے۔

دیگر

حضرت والا کو راستہ چلتے وقت کسی کا خواہ مخواہ ساتھ ہو لینا پسند نہیں کیونکہ چلنے میں آزادی نہیں رہتی حضرت والا اپنے اس معمول کی تائید طبقات کبریٰ میں دیکھ کر بہت مسرور ہوئے۔ اسمیں لکھا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رح بھی راستہ میں اپنے ہمراہ کسی کو نہیں چلنے دیتے تھے اھ

اسمیں علاوہ آزادی نہ رہنے کے یہ بھی خرابی ہو کہ حضرت والا باقتضائے مروت ہمراہی کو اچھا راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور خود ناہموار راستہ پر ہو لیتے ہیں جسکی وجہ سے ویسے بھی تکلیف ہوتی ہے اور بعض اوقات تو پاؤں نالی میں چلا جاتا ہے یا ٹھوکر لگ جاتی ہے جس سے اذیت ہوتی ہے۔ جب کئی بار ایسا ہوا تو پھر حضرت والا نے اپنے اس اقتضائے طبعی پر عمل کرنا بہ تکلف چھوڑ دیا مگر اول تو خلاف طبیعت عمل کرنے میں اذیت ہوتی ہے۔ دوسرے بعض اوقات ذہول ہو جاتا ہے۔

دیگر

حضرت والا کو راستہ میں کسی کا پیچھے چلنا بھی ناگوار ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ بعض اوقات کسی وجہ سے رکنا ہو گیا تو پیچھے آنے والا ٹکرا جاتا ہے۔ حضرت والا کو یہ بھی گوارا نہیں کہ جو شخص راستہ چل رہا ہو وہ حضرت والا کی

سے رک جائے یا اپنی رفتار سست کر دے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اپنی چال چلتا رہے اور جب حضرت والا تک پہنچے تو ایک پہلو ہو کر آگے نکلا ہوا چلا جائے۔ اس بے تکلفی سے تو حضرت والا کو بہت راحت اور مسرت ہوتی ہے لیکن اگر کوئی بہت ہی مؤدب ہو اور وہ آگے نہ نکلنا چاہے تو زیادہ فصل سے پیچھے چلے تا کہ حضرت والا پیروں کی آہٹ نہ سنیں ورنہ اس علم سے کہ کوئی پیچھے پیچھے آرہا ہے حضرت والا کو سخت الجھن ہوتی ہے۔ غرض راستہ چلنے میں حضرت والا کے ساتھ نہ رہنا چاہیے۔ البتہ اگر خود ہی ساتھ لے لیں یا باتیں فرمانے لگیں تو اور بات ہے۔ راستہ میں کسی کا ساتھ ہو لینا علاوہ مقید ہو جانے کی وجہ سے ناگوار ہونے کے اسلئے بھی ناگوار ہوتا ہے کہ انہماک مشاغل کثیرہ کے بعد تو کہیں تھوڑی دیر کے لئے فراغ کی نوبت آتی ہے اس میں بھی لوگ آکر مخل ہو جاتے ہیں چنانچہ ایسے مواقع پر مثلاً راستہ چل رہے ہوں یا وظیفہ پڑھ رہے ہوں اگر کوئی مخل ہوتا ہے تو خفا ہو کر فرمانے لگتے ہیں کہ آپ لوگوں کو خدا کا خوف نہیں آتا کسی وقت [illegible] ہی نہیں لینے دیتے وظیفہ تک بھی اطمینان سے نہیں پڑھنے دیتے۔ راستہ چلتے بھی آگھیرتے ہیں [illegible] ظلم وستم کی بھی کوئی انتہا ہے۔ کیا ہر وقت آپ صاحبوں ہی کے کام میں رہوں اپنا کام کسی وقت کروں ہی نہیں۔ اھ

نیز اکثر راستہ چلتے ہوئے بھی حضرت والا مسائل مشکلہ میں غور وفکر فرماتے رہتے ہیں اس [illegible] بھی کسی کا مخل ہونا ناگوار ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ فلاں مسئلہ کا حل جب میں گھر جا رہا تھا [illegible] فلاں مکان کے قریب پہونچا اسوقت اللہ تعالیٰ نے قلب میں ڈالا۔ فلاں [illegible] فلاں [illegible] جب میں تلاوت کرتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ فلاں اشکال اُس وقت حل [illegible] اسکو قلمبند کر لینے کے لئے لوٹا تاکہ ذہن سے نکل نہ جائے اور پھر [illegible]

بعض اوقات حضرت والا قریب مغرب تک کام کر [illegible] اخبار یا مضمون پڑھتے ہوئے تشریف لے جاتے ہیں غرض دیکھنے [illegible] سے خالی نہیں رہتا توجو ہر وقت اسدرجہ مشغول رہتا ہو ظاہر ہے کہ اسکو کسی [illegible] کسدرجہ ناگوار ہوگا۔ لہٰذا انکا سب لوگوں کو بہت خیال رکھنا چاہیے کہ [illegible] مشغول نہ کریں اور اس میں انکا کوئی حرج بھی نہیں کیونکہ حضرت والا نے [illegible] بقدر ضرورت سب کے [illegible] کے لئے اوقات مقرر فرما رکھے ہیں [illegible] یوں چاہتے کہ جس طرح میں حساب لگا کر تا ہوں اسی طرح اور [illegible] تابع بنانا ہو اجسکا اسکو کسی قاعدہ سے بھی حق حاصل نہیں۔

رخصت ہونیکے آداب

ابتدائی ملاقات کی طرح رخصتی ملاقات کا بھی کوئی وقت مقرر نہیں لیکن جب رخصتی ملاقات کے لئے آئیں تو آتے ہی کہہ دینا چاہیئے کہ میں جا رہا ہوں کیونکہ بعض اوقات محض سلام و مصافحہ کرنے سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ آمد کا مصافحہ ہے یا رخصت کا اور دونوں کے آثار و لوازم جدا جدا ہیں اشتباہ سے خلجان ہوتا ہے۔

دیگر

عین چلتے وقت تعویذ وغیرہ کی درخواست یا اور کوئی حاجت پیش نہ کریں بلکہ بہت پہلے سے پیش کریں تاکہ حضرت والا کو قلت وقت کی وجہ سے اسکے پورا کرنے میں تنگی پیش نہ آئے۔ بعضوں نے تنگ وقت میں کوئی درخواست کی تو اظہار ناپسندیدگی فرماکر اسکو رد فرما دیا اور فرمایا کہ اسکے تو یہ معنی ہوئے کہ جب آپ کا حکم ہو چاہے مجھے فرصت ہو یا نہ ہو فوراً مجکو سب کام چھوڑ کر تعمیل حکم کرنا چاہیئے جس سے کام لینا ہو کیا اس کو اس طرح مقید کرنا چاہیئے۔ اھ

بس اب احقر اس نمبر کو ختم کرتا ہے کیونکہ استیعاب مقصود نہیں نہ استیعاب ہو سکتا ہے اسلئے کہ ہر شعبۂ اخلاق کے متعلق سیکڑوں آداب ہیں جن کی حضرت والا رات دن علماً و عملاً حالاً و قالاً تعلیم فرماتے رہتے ہیں کہاں تک بیان کئے جا سکتے ہیں اور کہاں تک یاد آسکتے ہیں۔ جتنے عرض کئے گئے فہم سلیم کو نمونہ کے لئے اتنے ہی کافی و وافی ہیں۔ انہیں سے انشاء اللہ تعالیٰ بشرط تدبر و تفکر و اہتمام و التزام بقیہ آداب ضروریہ کے بھی سمجھ لینے کی مناسبت پیدا ہو جائے گی کیونکہ اس قسم کے سب آداب طبعی اور فطری ہیں۔ تھوڑی سی تنبیہ بھی کافی ہے بقول مشہور "اگر در خانہ کس است یک حرف بس است۔"

بس اس نمبر کے ساتھ عنوان چہارم بھی ختم ہوا۔ الحمد للہ اب عنوان پنجم شروع کرتا ہوں

وباللہ التوفیق

عنوان پنجم

اصول متفرقہ

اس عنوان کے تحت میں مختلف امور کے متعلق حضرت والا کے متفرق اصول [illegible] جو بعض اصول متعلقہ عنوانات سابق ضمن میں یاد آ گئے اُن کو لکھکر اس مضمون ہی کو انشاء اللہ تعالیٰ ختم کر دیا جائیگا اور اس کے ساتھ ہی اس باب ارشاد و افاضۂ باطنی کو بھی ختم کر دیا جائیگا کیونکہ وہ بلا قصد بہت طویل ہو گیا گو باوجود طول کے بھی وہ ہنوز بالکل ناتمام اور تشنۂ تکمیل ہے اور ہمیشہ تشنۂ تکمیل ہی رہیگا [illegible] خامہ فرسائی کی جائے بفحوائے ؎

	نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں		بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

ہدیہ کے متعلق اصول

حضرت والا کے یہاں ہدیہ کے متعلق بہت سی شرائط اور بہت سی قیود [illegible] ضوابط ہیں جو سراسر مصلحت بلکہ شرعی و عقلی ضرورت پر مبنی ہیں [illegible] کے مطابق ہیں ان سب کا حاصل یہ ہے کہ جب تک ہدیہ دینے والے کے متعلق حضرت والا کو پورا اطمینان اور شرح صدر نہیں ہو جاتا [illegible] بالکل صدق و خلوص [illegible] دھوکا نہیں [illegible] اس ہدیہ کے قبول کرنے میں کوئی دینی یا دنیوی [illegible] نہیں [illegible] خواہ [illegible] ہدیہ قبول نہیں فرماتے [illegible] پورا اطمینان [illegible] ان سب امور کی رعایت [illegible] ضوابط نہیں بلکہ [illegible]

ہدیہ کے متعلق احقر [illegible] بعض پرانے ملفوظات [illegible]

حسن اتفاق سے ایسے نظر [illegible] حضرت والا [illegible]

اور اپنے بہت سے اصول و شرائط متعلق [illegible]

فرمائے ہیں ان میں سے بعض [illegible] انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین [illegible] موضوع

کے متعلق کافی معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ ہوگا اور احقر مکرر لکھنے کے تعب سے بچ جائیگا جس کے لئے بوجہ
قرب انعقاد رخصت میرے پاس وقت بھی نہیں۔

نقل ملفوظات متعلق ہدیہ از حسن العزیز جلد اول

(ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ ۵۰)

ایک کاشتکار پٹی ملحقہ تھانہ بھون مسمی مساوی کا کچھ گڑ ہدیہ لایا حضرت نے فرمایا کہ مساوی میں تو موروثی زمین کی بہت کثرت ہے اس نے کہا کہ یہ گڑ موروثی زمین کا نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ جو کھیت موروثی کا ہے اس میں ایکھ نہیں حضرت نے فرمایا کہ پیداوار تو سب ملی جلی ہوتی ہے اس نے کہا کہ نہیں علیحدہ علیحدہ ہے پھر بعد کو وہ شخص یہ کہنے لگا کہ میرے پاس موروثی کوئی کھیت نہیں حضرت نے فرمایا کہ ابھی ابھی تم خود اقرار کر چکے ہو کہ جو کھیت موروثی ہے اس میں ایکھ نہیں اب میں کیسے یقین کروں کہ کوئی کھیت موروثی کا نہیں ابھی ہم ایسے متقی تو کہاں ہیں کہ دور تک کی تحقیق کریں لیکن اس طرح بھی آنکھیں نہیں بند کیجاتیں بھائی دیکھ کر تو مکھی نہیں نگلی جاتی پھر بنام خطاب کے طور پر فرمایا کہ ایک تو یہ بات ہے کہ دل میں شبہ پڑ گیا دوسرے یہ کہ باوجود اس کے کہ مساوی بالکل تھانہ بھون سے ملا ہوا ہے لیکن وہاں کے لوگوں کو اسقدر اجنبیت دین سے ہے جیسے کوئی دیہات پانچسو کوس پر اہل علم سے ہو۔ کوئی بندہ خدا کا کبھی کوئی دین کی بات پوچھنے نہیں آتا ہاں اگر آتے ہیں تو کوئی دودھ دینے آتا ہے کوئی گڑ چاول لاتا ہے اور میں لیتا نہیں کیونکہ اس شخص سے کوئی چیز لینے میں نہایت ذلت معلوم ہوتی ہے جس کو خود کوئی نفع نہ پہونچا سکے بار جو دینی نفع حاصل کرتا ہے وہ اگر محبت سے کبھی کچھ دے تو کس کو انکار ہے کیونکہ آخر میری گذر بھی اسی پر ہے لیکن یہ شرط ہے کہ دینے میں بجز محبت کے اور کوئی نیت نہ ہو یہانتک کہ ثواب کی بھی نیت نہ ہونی چاہیئے گو جب حق تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے دیا تو ثواب اس کو مل ہی گیا۔ دیکھئے اگر کوئی اپنے باپ یا لڑکے کو کچھ دے تو نیت ثواب کی نہیں ہوتی لیکن ثواب ملتا ہے جیسے حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے تو اس کو ثواب ملتا ہے حالانکہ بیوی کو کوئی ثواب کی نیت سے نہیں دیتا بلکہ اگر اس کو ثواب کی نیت کی خبر ہو جاوے تو اس کو ناگوار ہو اور وہ انکار کردے کہ کیا میں خیرات خوری ہوں پھر فرمایا کہ ان لوگوں کی نیت بھی ہم لوگوں کے دینے میں وہی ہوتی ہے جو پیر شہید کی قبروں پر چڑھاوا چڑھانے میں ہوتی ہے کہ اگر ان ملانوں کا حصہ اس میں ہو جاوے گا تو برکت ہو جاوے گی کھیت میں خوب ایکھ پیدا ہوگی غرض دینے میں نیت بھی خراب ہوتی ہے پھر حضرت۔

Marfat.com

اس شخص سے فرمایا کہ بھائی اگر محبت سے کوئی چیز لاسکتے تھے تو ڈھنگ سے لاسکتے ہوتے اب تم دو برس تک برابر یہاں آتے جاتے رہو اور دین کی باتیں پوچھتے پاچھتے رہو اور لاؤ کچھ نہیں گو دینے کے لیے نہ آؤ بلکہ گویا لینے کے لیے آؤ یعنی دین کی باتیں سیکھنے جب تعلق بڑھ جائے تب کوئی چیز لانے کا بھی مضائقہ نہیں لیکن پھر بھی پہلے پوچھ جاؤ کہ فلاں چیز لانا چاہتا ہوں کیونکہ اگر کسی وجہ سے نہ لینا ہوا تو قبل لانے ہی کے انکار کر دینے سے اتنا رنج نہیں ہوتا جتنا لائی ہوئی چیز کے انکار کر دینے سے ہوتا ہے اس کا ہمیشہ خیال رکھنا وہ شخص ایسی واضح گفتگو کے بعد بھی پھر اصرار کرنے لگا اس پر ترش ہو کر فرمایا کہ بھلا دیکھئے کہاں تک طبیعت میں تغیر نہ آوے آخر میں بھی بشر ہوں لوگ مجھ کو سخت کہتے ہیں اگر کوئی میرے پاس رہ کر ان حرکتوں کو دیکھے تو امید ہے کہ وہ مجھ سے بھی زیادہ سخت ہو جاوے جب حضرت نے خود انکار فرما دیا تو کہنے لگا کہ طالب علموں کو تقسیم کرا دو حضرت نے ناراضی کے لہجہ میں فرمایا کہ تم نے طالب علموں کی اچھی قدر کی گویا وہ ایسی گری پڑی چیز کے مستحق ہیں جو چیز یہاں سے مردود ہو گئی وہ ان کے لائق ہوئی سو ہمارے یہاں کے طالب علم گو نادار سہی لیکن بحمد اللہ وہ ایسے نہیں کہ ہر گری پڑی چیز پر رال ٹپکاتے پھریں کچھ دیر بعد اس شخص نے پھر پوچھا کہ جی تو پھر کیا کہو ہو۔ غرض برابر ایسی ہی حرکتیں کرتا رہا جو پاس بیٹھنے والوں کو بھی ناگوار ہوتی تھیں آخر میں اس نے ایک شخص سے اشارہ کیا کہ تم ہی کہدو یہ حرکت مزید بر آں تھی آخر میں معلوم ہوا کہ یہ گڑ زکوٰۃ عشر کا تھا یہ سب سے بڑھ کر ہوئی اس پر حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے لوگ مجھ کو خواہ مخواہ وہمی کہتے ہیں گو گذشتہ واقعات نہ یاد رہیں لیکن ان کا اثر تو قلب پر رہتا ہے اب دیکھئے اگر میں بلا پوچھے گچھے لے لیتا اور بعد کو معلوم ہوتا تو طبیعت کو کس قدر ناگوار ہوتا اور اس کی زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوتی وہ تو اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قلب میں پیشتر ہی نفرت پیدا ہو گئی تھی [illegible] طرف سے کیا کسر رکھی تھی پھر یہ شعر فرمایا ؎

ورنہ ہیچ از دل بے رحم تو تقصیر نبود	قتل این خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود

بھلا ایسی صورت میں سوچنے سے کوئی کہاں تک احتمالات نکال سکتا ہے لیکن وہ تو خود [illegible] دستگیری فرماتے ہیں قلب میں بحمد اللہ ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی آ کہ گیا ہو اس [illegible]

ارشاد فرمایا کہ جو دین کا پابند نہیں ہوتا اس کی دنیا بھی خراب ہو جاتی [illegible]

ہے گو تجربہ دنیا کا [illegible] لیکن دنیاوی امور میں بھی اس کی [illegible]

اثر ہے بر خلاف اس کے حرام روزی سے فہم مسخ ہو جاتا ہے [illegible]

دیہاتی اور [illegible] ہونے کے اس سے یہ حرکتیں سرزد ہوئیں فرمایا کہ [illegible] زیادہ [illegible] ثابت ہوا

Marfat.com

کہ ان کی خطا نہیں لیکن اگر کوئی بے عنوانی ناسمجھی ہی سے کرے لیکن دوسرے کو تو اس سے پریشانی اور تکلیف ہوتی ہی ہے اگر کوئی شخص بلا قصد شکار کے کسی کو چھرا مار دے تو وہ مجرم نہ سہی لیکن دوسرے کے چوٹ تو آخر لگے ہی گی اور اگر سب لوگ جاہلوں کی جہالت پر تحمل ہی کر لیا کریں تو ان کی جہالت کی اصلاح کبھی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس طرح سے تو اس کو اپنی جہالت کا علم ہی نہ ہوگا اور ہمیشہ بے تہذیب اور بے سلیقہ ہی رہے گا اب یہ شخص کبھی کسی کے ساتھ ایسی حرکت نہ کریگا اور گو طالب علموں کے واسطے لے لینے میں بعض فوائد سے گنجائش تھی لیکن مصلحت اصلاح نہ لیناہی ضروری تھا کیونکہ پھر یہ شخص یہ سمجھتا کہ اجی ہم لے گئے تھے اور وہ لے ہی لیا گیا کبھی اس کو جائز ناجائز کی فکر بھی نہ ہوتی اب اس کو ہمیشہ کے لئے یہ بات معلوم ہو گئی کہ ناجائز چیز ایسی بری ہوتی ہے اور آئندہ اس کے متعلق احتیاط رکھنے کی فکر ہو گی قطعی بے پروائی اس باب میں اس کو اب نہ رہے گی اور جب کبھی کوئی چیز لانے کا قصد ہوگا تو بہت احتیاط مدنظر رکھکر لائے گا گویا ہمیشہ کے لئے کافی سبق ہو گیا ورنہ اگر اس کی حرکتوں کا تحمل کر لیا جاتا تو اس کی کچھ بھی اصلاح نہ ہوتی۔

دیگر

(ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ ۹۳)

یکم جمادی الاول ۱۳۴۴ھ یوم پنجشنبہ ایک صاحب جو عرصہ ہوا بیعت ہوئے تھے آئے اور انار اور کیلا بطور ہدیہ کے پیش کیا ان صاحب نے اس عرصہ میں نہ کبھی کوئی خط بھیجا تھا نہ کوئی دین کی بات پوچھی تھی غلطی کے سامنے سب چیزیں پیش کردہ اٹھا کر واپس کر دیں اور تیز لہجہ میں فرمایا کہ اب اسی لئے پیر بنایا تھا کہ چڑھاوا چڑھاتے رہیں۔ آپ نے میری سخت ذلت کی گویا آپ نے مجھ کو ایسا سمجھا کہ ابھی روپیہ اور چیزیں دیکھتے ہی کھل جائیں گے تو آپ نے مجھ کو دوکاندار سمجھا سو گو میں متقی پرہیزگار تو نہیں لیکن اللہ کا شکر ہے کہ دوکاندار بھی نہیں گو میری گذر اسی پر ہے لیکن الحمدللہ یہ میری کمائی بھی نہیں جس شخص کو مجھ سے دین کا کچھ بھی نفع نہ پہنچا ہو اس سے کوئی چیز لینا حضرت ذلت کی بات ہے یہ تو ایسا ہوا گویا میں نے آپ کو اسی واسطے بیعت کیا تھا لوگوں نے پیری مریدی کا ناس کر رکھا ہے یہ سب خرابی ڈالی ہوئی ان پیرزادوں کی ہے انھوں نے یہ مسئلہ گھڑ رکھا ہے کہ جو خالی ہاتھ جائے وہ خالی ہاتھ آئے بلا کچھ دیئے کچھ بھی حاصل ہو ہی نہیں سکتا اگر کچھ نہ ہو تو استنجے کے ڈھیلے ہی لیجاوے پیر پر تصوف کا حاصل لوگوں کے ذہنوں میں بٹھا رکھا ہے [illegible] جو کچھ آپ لائے [illegible] اس [illegible] کے دور کرنے کے

واسطے لائے ہیں کہ سامنے جائیں تو خالی لگتا ہے کس طرح جا کر بیٹھے ہوں اور بلا کچھ دئے وہاں روٹیاں توڑیں اس میں تو شیخی کرکری ہوتی ہے ورنہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ اتنے عرصہ میں آج ہی یہ کیوں محبت کا جوش اٹھا اس سے پہلے اگر کبھی خط وغیرہ [illegible] بھیجا ہوتا [illegible] مگر بہت سی چیزیں ڈاک کے ذریعہ سے بھیجی جاسکتی ہیں یہ نہ ہوا کہ کبھی [illegible] اس سے خدا نہ کرے میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ ڈاک کے ذریعہ سے بھیجا کریں [illegible] تعالیٰ مجھ کو واپس کرنا بھی آتا ہے [illegible] اگر آپ ڈاک کے ذریعہ سے [illegible] کچھ بھیجتے تو [illegible] واپس ہی کرتا لیکن اس وقت یہ شکایت تو نہ ہوتی کہ بس منہ دیکھ کر ہی محبت کا جوش اٹھا ان صاحب نے [illegible] تحریک ہونا ظاہر کیا تو فرمایا ایسی قسمیں نہ کھایا کیجئے کیونکہ اس میں حق تعالیٰ کے نام کی [illegible] ہے اور قسم کھانے سے میرا منہ بند ہو جائیگا پھر خواہ آپ کی کیسی ہی [illegible] میں بلا قسم کے بھی تسلیم کرلوں گا اگر آپ [illegible] سوال کا کوئی معقول جواب [illegible] والوں ہی کو تسلی ہو جاوے خواہ خود مجھ کو نہ ہو [illegible] کرتا ہوں [illegible] میں اقاید کرلوں گا وہ سوال یہی ہے کہ اگر محبت کی وجہ سے آپ نے [illegible] اس سے پہلے کبھی کیوں محبت نہ ہوئی ان صاحب نے [illegible] ارشاد فرمایا اچھا [illegible] عمل کرتا رہا ہوں فرمایا کہ کبھی آپ نے [illegible] گھونٹا [illegible] کبھی ہوا [illegible] کار [illegible] حاجی صاحب کی کتاب موجود ہے [illegible] ہوتا اور تعجب ہے آپ کو اتنے عرصے میں کبھی کسی مسئلہ کے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں آئی بھلا [illegible] مرید ہونے سے کیا فائدہ۔ اسی لئے میں نے عام طور سے بیعت کرنا چھوڑ دیا ہے اور اس قدر [illegible] میں نے کسی کو مرید کرلیا ہو تو [illegible] ہوگا لیکن [illegible] کیفیت [illegible] جب [illegible]

کی درخواست کی [illegible]

میں نے آپ کا [illegible]

اور اگر آپ [illegible]

سے [illegible]

Marfat.com

ممکن نہیں کہ اُس کو کچھ پوچھنا پاچھنا نہ پڑے۔ پھر اُن صاحب نے کم از کم کپڑوں کا جوڑا ہی قبول فرما لینے کی درخواست کی اور عرض کیا کہ محض محبت سے سلوا کر لایا تھا فرمایا کہ آپ کو محبت تو ہے لیکن کم سمجھی کے ساتھ کم سمجھی کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں باوجود ایک مرتبہ کے انکار کے پھر اصرار کرنا تو گویا مجھکو رائے دینا ہے میں آپ کی رائے کا اتباع کروں یا آپ کو میری رائے کا اتباع کرنا چاہیئے گویا آپ شیخ بننا چاہتے ہیں آپ کو یہ سمجھنا کہ میرے انکار ہی میں مصلحت ہے شیخ کا حق ادا کرنا ہے اور اگر آپ نے یہ سمجھا کہ میں نے بے فہمی سے انکار کیا تھا تو آپ نے شیخ کا حق ادا نہیں کیا تو گویا آپ مجھ سے مصلحت فوت کرنے کی درخواست کرتے ہیں اب آپ کو عمر بھر کے لئے تنبیہ ہو گئی کیونکہ قاعدہ ہے کہ عملی تنبیہ کبھی نہیں بھولتی قولی تنبیہ بھی یاد رہتی ہے کبھی نہیں یاد رہتی دوبارہ قبول کرکے یہ ساری مصلحتیں میں کیسے برباد کردوں اپنی تو دنیا سنواروں اور دوسرے کا دین بگاڑوں یہ کیسے ہو سکتا ہے بھلا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں بلا مصلحت کس طرح لینے سے انکار کر سکتا تھا جبکہ میری گذر اسی پر ہے نہ میرے یہاں کوئی تجارت ہوتی ہے نہ کھیتی ہوتی ہے یہی میری آمدنی ہے کوئی بھی شخص ایسا دنیا میں ہے جس کو کوئی چیز آتی ہوئی بُری معلوم ہوتی ہو اور اگر کسی کو اُس کی روزی آتی ہوئی بُری معلوم ہوتی ہو تو یہ اُس کی سخت بُرائی ہے۔ اسقدر تقریر کے بعد پھر اُن صاحب نے ذکر کیا کہ میں ایک جوڑی کھڑاؤں بنوا کر لایا ہوں اس پر فرمایا کہ یہ توجہ کا پھسلانا ہوا کہ بھائی حلوا کھالے اگر حلوا نہیں کھاتا تو لے بھائی چاول کھالے اگر چاول نہیں تو دودھ ہی پی لے کیا آپ نے مجھے بچہ سمجھ لیا ہے یہ تو آپ میرے ساتھ ہنسی سی کر رہے ہیں کچھ سمجھ سے بھی تو کام لینا چاہیئے خیر اب آپ مجھ سے خط و کتابت کرتے رہیں جب میرا دل آپ سے کھل جاویگا اور میں دیکھ لوں گا کہ ہاں اب آپ کام میں لگ گئے ہیں تب ہدیہ کا بھی مضائقہ نہیں لیکن اگر کبھی کوئی چیز بھیجنے کو جی چاہے تو یہ ضرور کیجئے گا کہ پہلے دریافت کر لیجئے گا میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میرے معمول اور قاعدہ اور طبیعت کے خلاف نہ ہوا تو اجازت بھی دیدونگا یہ نہ سمجھئے کہ ہمیشہ انکار ہی کر دیا کروں گا ہاں اگر کوئی ہدیہ خلاف میرے معمول کے ہوگا تو انکار بھی کروں گا یہ صاحب متعدد چیزیں لائے تھے چنانچہ زیادہ مقدار میں گڑ بھی تھا جو رکھے رکھے گھل گیا تھا جس کا ساتھ واپس لیجانا انھوں نے مشکل بتلایا حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو طالب علموں کو تقسیم کیا جا سکتا ہے انھوں نے بہت خوشی سے منظور کر لیا اُن کے رخصت ہو جانے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ میری طبیعت کچھ ایسی ہے کہ متعدد چیزیں اگر کوئی شخص ہدیہ میں دے تو بہت بوجھ معلوم ہوتا ہے مثلاً دس روپے ایک ساتھ کوئی دیدے تو کچھ گرانی نہیں معلوم ہوتی اگر دس روپے کی متعدد چیزیں دے تو ہر ہر چیز کا الگ الگ بار

ہوتا ہے اور مجھے ایسے معاملات میں شبہ بہت ہوتا ہے متعدد چیزوں میں نیت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کی بھی قدر ہو اُس چیز کی بھی قدر ہو پھر فرمایا بس روپیہ سب سے بہتر ہدیہ ہے کیونکہ اس سے جتنی ضرورت کی چیزیں ہیں سب آسکتی ہیں جب میں حج سے واپس آیا تو ایک صاحب نے محبت سے ایک روپیہ کی مٹھائی منگا کر میری دعوت کرنی چاہی میں نے کہا کہ میاں مٹھائی میرے حصے میں بھلا کتنی آئے گی میری خوشی ہی کرنی ہے تو روپیہ ہی مجھے کیوں نہ دیدو اُنھوں نے بہت خوشی سے روپیہ دیدیا میں اپنے صرف میں لے آیا مٹھائی کا میں کیا کرتا ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا کہ میں ایک جوتہ ہدیہ میں بھیجنے کی اجازت چاہتا ہوں میں نے لکھدیا کہ میرے پاس کئی جوڑے موجود ہیں پھر اُنھوں نے لکھا کہ جو چیز پسند ہو وہ بھیجدوں میں نے لکھ بھیجا مجھے دماغ کا کام بہت کرنا پڑتا ہے تھوڑے بادام لیکر بھیجدو چنانچہ اُنھوں نے بادام بھیجدیے میں نے کہا لیجئے یہ بے تکلفی بڑی اچھی بات ہے لیکن ایسی بے تکلفی زیادہ ملنے جُلنے سے یا زیادہ خط وکتابت سے پیدا ہوتی ہے بلا اس کے طبیعت کھلتی نہیں اُن صاحب کا گڑ زیادہ مقدار میں تھا فرمایا کہ میں اس معاملے میں بہت بدگمان ہوں کیونکہ مجھے بہت تجربہ ہو چکا ہے زیادہ مقدار میں دینے والے اس کو یہ سمجھتے ہیں کہ دینے میں ادا کردیا حالانکہ پیچھے وہ رقم نہیں کھلتے زیادہ مقدار میں اہتمام وتکلف بھی بہت کرنا پڑتا ہے یہ کیا ضرور ہے کہ [illegible] ہی بنا کر [illegible] ہمنکر فرمایا کہ تھوڑا تھوڑا دینے میں پیر کی دنیا کا بھی نفع ہے کیونکہ تھوڑا تھوڑا [illegible] ہو جاتا ہے

چرا نستانی از ہر یک جو سیم		کہ گرد آید ترا ہر روز [illegible]

اگر لوگ بہت بہت دیں تو جن کے پاس رہے اُن کی محبت [illegible] بہت نقصان ہے۔

دیگر

(ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ [illegible] صفحہ [illegible])

اُن صاحب کا ذکر فرمایا جن کا ہدیہ رد فرمایا تھا کہ دیکھئے انھیں سے [illegible] کہتا ہوں مجھے نہایت خوف معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ یوں نہ فرمائیں [illegible] میں اور تو واپس کر دیتا ہے نہایت خوف ہوا کرتا ہے حق تعالیٰ [illegible] ہدیہ میں غالب محبت ہی ہو لیکن کچھ آمیزش اس کی بھی ضرور ہی [illegible] نہ دینا ذلت کی بات ہے اس لئے میں نے اب ان ہدیوں کے [illegible] تو قف کر دیا [illegible]

ایک وقت کھانا کھلا دیتا ہوں وہ بھی جہاں مصلحت سمجھتا ہوں پھر کہدیتا ہوں کہ اپنا انتظام کر لیجئے تاکہ لوگوں کو یہ خیال بھی نہ ہو باستقلال خاص خاص ہو گئے پھر فرمایا کہ جو اُن کے ساتھ ہیں وہ بھی مرید ہونے کیلئے آئے ہیں لیکن اب اُن کی ہمت نہ ہوگی کہ یہاں تو بڑی تنگی ہوتی ہے سو گو مجھ سے کوئی مرید نہ ہو لیکن اتنا فائدہ تو ضرور ہوتا ہے کہ اُس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مرید ہونا ایسی معمولی بات نہیں ہے اب اگر کسی دوسری جگہ جائیگا تو اس کے ذہن میں یہ ضرور رہے گا کہ بیعت کی کچھ شرائط بھی ہیں اور اگر اُس کو اتنی سمجھ نہ بھی ہوئی تو اور سننے والوں کو تو حقیقت طریق کی معلوم ہو ہی جاوے گی میں لوگوں کو یہی دکھلانا چاہتا ہوں کہ اصل طریق کیا ہے بس کوئی میری تنگی کو تحمل سے پھر دیکھے کہ میں عمر بھر کے لئے اس کا خادم ہوں احقر نے عرض کیا کہ اخلاق کی ایسی مفصل تعلیم تو بہت مدت سے نہ ہوئی ہوگی فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ علماء درسی کتابیں پڑھاتے ہیں اور یہاں بھی الف بے تے سے الف تا سے سے پڑھانا پڑتا ہے پھر ہوا عرض کیا گیا کہ خدا کرے یہ طریقہ خوب رواج پکڑ جاوے فرمایا کہ مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر ... اس کا اہتمام ہوتا تو امید ہوتی لیکن بعض اہل ضرورت اس قدر حقوق کے خلاف ہیں فرماتے ہیں کہ اس طرح تو پھر کوئی بھی نہ آوے لیکن اپنی اپنی رائے ہے میرا خیال ہے کہ اگر سب جگہ یہی ہونے لگے تو پھر خوب لوگ آنے لگیں کیونکہ پھر آکر جاویں گے کہاں میری نظر ذکر و شغل کی طرف اس قدر نہیں ہے جتنی کہ اخلاق پر کیونکہ ان کا تعلق دوسروں سے ہے۔

دیگر

(ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ)

ہدیہ کے موجب اندیشہ ہونے کے تذکرہ میں فلاں مولانا صاحب نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں ہدیہ لیکر بعد کو اس کی مکافات کر دے فرمایا کہ جناب اس طرح کس کس کے ہدیہ کا یاد رکھے بالخصوص میری طبیعت میں تو اس قدر تعجیل اور تقاضا ہے کہ اگر کسی کا ایک پیسہ بھی میرے پاس ہوتا ہے تو بس یہ تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی سے پہنچا دوں ایک مرتبہ میں نے اپنے گھر کے لوگوں سے ایک پیسہ لیا تھا آدھی رات کو خیال آیا کہ دینا ہے چھت پر اٹھا دیکھا کہ آیا جاگ رہی ہیں یا سو رہی ہیں چونکہ ... اُنہوں نے کہا آیا ہے میں نے کہا یہ روپیہ یا پیسہ لیلو اُنہوں نے کہا یا اللہ ایسی کیا جلدی تھی میں نے کہا کہ میرے پاس سے لے لو ورنہ مجھے رات بھر نیند نہیں آئے گی جب ان کو دیدیا تب چین آئی ایسی بری طبیعت ہے اسی طرح اب جب کوئی

Marfat.com

مضمون ذہن میں آتا ہے تو اسی وقت چراغ جلا کر پرچہ لکھکر سرہانے رکھ لیتا ہوں جب اطمینان ہوتا ہے اسی جلدی اور تقاضا کی بنا پر کبھی بطور ناز کے میں حق تعالیٰ سے دعا کیا کرتا ہوں کہ یا اللہ مجھے تو آپ بلا سزا ہی کے بخشد یجئے گا ورنہ سزا میں مجھے کیسے صبر ہو سکے گا کہ کب مغفرت ہو گی۔

دیگر

(ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ ۳۵۶)

فرمایا کہ اہل علم کو اموال کے باب میں بہت احتیاط چاہیئے لینے میں بھی اور دینے میں بھی ایک صاحب نے جو موافقین میں سے ہیں خط شکایتی لکھا ہے کہ ہدیہ میں سختی نہ کرنا چاہیئے لینا چاہیئے اور مہمانوں میں خرچ کرنا چاہیئے۔ فلاں مولوی صاحب نے خوب کہا کہ احمق ہیں جو یہ مشورہ دیتے ہیں۔ یعنے خواہ مخواہ دو کام اپنے سر لیں۔ ایک تو لینے کا اور ایک اُس کے خرچ کرنے کا اُن صاحب نے یہ بات بطور طعن کے لکھی تھی اس لئے کہ اُن کی مہمانی نہیں کی گئی تھی۔ پھر فرمایا کہ میرے یہاں لینے کے بھی شرائط ہیں کہ ایک معتدبہ مدت تک ملتے جلتے رہنے سے دل خوب مل گئے ہوں اور بے تکلفی ہو گئی ہو ایک دفعہ میں ایک دن کی آمدنی سے زیادہ ہدیہ نہ ہو مثلاً اگر پندرہ روپیہ ماہوار کا ملازم ہے تو ایک بار میں ۸ر آٹھ آنہ سے زیادہ نہ دے۔ اور دو ہدیوں کے درمیان کم از کم ایک ماہ کا فصل ... کے ساتھ نہ دے۔

اسی طرح میں خرچ بھی خواہ مخواہ نہیں کرتا۔ بلکہ قریب قریب سال بھر کا خرچ اپنے پاس جمع رکھتا ہوں مہمانوں میں بھی سرف کا پابند نہیں جس کے ساتھ جیسی خصوصیت ہوئی اُس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا گیا کسی کو گھر پر بلا کر کھلایا کسی کو پیسے بھیجدیے کہ بازار سے لیکر کھا لیں کسی کو کچھ بھی ... ظاہر ہے کہ شرائط کی شدت سے آمدنی کم ہو گی۔ پھر اگر خرچ میں وسعت کی جاوے تو ... خراب ہونے لگے اور شرائط کی پابندی نہ ہو سکے۔ ایک پیر صاحب میرے پاس آئے ... کی بدولت چھ ہزار کے مقروض ہو گئے تھے چاہتے تھے کہ کسی رئیس کو سفارش قرض دینے کی ... میں نے پوچھا کہ یہ قرض خواہ مخواہ کیوں کر لیا کہا کہ یہی خیال تھا کہ جو لوگ کھا جاتے ... لیکن کسی نے کچھ نہیں دیا میں نے کہا اب جو قرض لو گے ... ہی دیں گے میں نے دل میں کہا انا للہ اب بھی ... دین کی یہ خرابیاں ہیں اب الحمد للہ ...

رہتا ہے اس سے اطمینان رہتا ہے حدیث شریف میں بھی ہے کہ حضور ازواج مطہرات کو سال بھر کا خرچ دیدیا کرتے تھے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ سال بھر کا خرچ ذخیرہ کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ اب مجھے کسی بڑے سے بڑے ہدیہ کے واپس کر دینے میں وسوسہ بھی نہیں ہوتا جبکہ میرے شرائط کے موافق نہ ہو بس بیدھڑک خلاف شرائط ہدیہ کو واپس کر دیتا ہوں وسوسہ بھی نہیں آتا کیونکہ کیا سال بھر تک کچھ نہ آوے گا اس سے بہت اطمینان رہتا ہے۔

ایک بار احقر نے کثرت مہمانان دیکھ کر کچھ ہدیہ پیش کیا تو فرمایا کہ یہ زیادتی ہے (پچھلے ہدیہ میں اور اس ہدیہ میں فصل کم تھا) لیکن اصرار پر رکھ لیا جسکو بذریعہ ایک عزیز صاحبزادے کے واپس فرمادیا کہ اس وقت مجھے واپس کرتے ہوئے شرم آئی تھی دلجوئی کے خیال سے یہ بھی کہلا بھیجا کہ اس کو واپس کرنا نہ سمجھیں بلکہ انشاء اللہ کبھی اور موقع پر دیکھا جاویگا بعد کو بالمشافہ فرمایا کہ آپ نے مہمانوں کی وجہ سے دیا تھا لیکن میرے پاس آجکل بحمد اللہ فراغت ہے جس طرح کہ روپیہ کے آنے سے حظ ہوتا ہے اسی طرح اب مجھے معلوم ہوا کہ روپیہ کے زیادہ ہو جانے کی حالت میں خرچ کرنے میں بھی حظ ہوتا ہے۔

ایک مصنف صاحب نے جنھوں نے تعلیم بذریعہ خط حاصل کی ہے لیکن حاضری خدمت کی نوبت نہیں آئی پندرہ روپیہ احقر کے پاس بھیجے کہ ان کی جانب سے حضور میں بطور ہدیہ محض پیش کر دیئے جاویں فرمایا کہ چونکہ ان سے ملاقات نہیں ہوئی اس لئے انکا مذاق نہیں معلوم محض کتابوں کو دیکھکر اعتقاد ہوا ہے کتابیں تو اشتہار ہیں اشتہاری عقیدت کا کیا اعتبار ہاں میرے پاس رہکر میرا طرز عمل دیکھ جاتے اور پھر بھی معتقد رہتے تو وہ دوسری بات تھی مجھے اجنبی شخص سے جس سے پوری پوری بے تکلفی نہ ہو ہدیہ لیتے ہوئے شرم آتی ہے ممکن ہے وہ اپنے اعتقاد میں مجھے نہ معلوم کیا سمجھے ہوں اور پھر بعد ملاقات کچھ اور ثابت ہوں پھر ان کو اس ہدیہ کا بھی افسوس ہو چنانچہ ایک شخص نے ایک مسئلہ پوچھا اس کا جواب ان کے مذاق کے خلاف دیا گیا تو کہنے لگے کہ ہم نے اتنے دنوں خدمت کی اور پھر کبھی موقع پر ہماری مدد نہ کی فرمایا انھیں وجوہات سے مجھے اس ہدیہ کے قبول کرنے میں جو کہ مصنف صاحب نے بھیجا ہے انقباض ہوتا ہے استفسار پر فرمایا کہ یہ لکھدیجئے کہ اس کے معمول کے خلاف ہے اس لئے عذر ہے لیکن یہ بھی لکھدیجئے کہ وہ کسی کے ہدیہ کو تحقیر کی وجہ سے ہرگز نہیں کرتا اس کے قلب میں ہر مسلمان کی بہت قدر ہے بالخصوص جو طالب ہو اس کی تو نہایت قدر ہوتی ہے مراد ملاقات سے جب بے تکلفی ہو جائے گی قبول کرلوں گا۔

Marfat.com

دیگر

(ماخوذ از حسن العزیز جلد اول ملفوظ ۴۵۶ ملخصا)

احقر کے گھر کے لوگوں نے حضرت الاکی دعوت کرنے کا مع متعلقین و چند اعزاء و مہمانان کے ارادہ کیا حضرت نے منع فرمادیا اور احقر کو ہدایت فرمائی کہ آپ یہاں مقیمانہ زندگی نہ بسر کیجئے بلکہ مسافرانہ طور پر رہئے دعوتوں کو بالکل حذف کیجئے نہ میری نہ کسی کی اگر ایک پیسہ بھی کہیں سے بچ سکے [illegible] تنخواہ طویل رخصت لیکر حاضر ہوا ہے اور توسیع کرانے کا بھی ارادہ ہے) احقر نے عرض کیا کہ [illegible] کی دعوت کی تو اجازت ہونی چاہیئے فرمایا کہ اس حالت میں یہ اجازت لینی نہیں چاہئے [illegible] دوسری قسم کا اثر ہے اگر جی چاہتا ہے پھر کسی موقع پر پوچھ لیتے اور تنہا میری دعوت میں [illegible] ہے کہ پہلے سے نوٹس دیا جاوے یا کوئی خاص اہتمام کیا جاوے اس کی بہتر صورت ہو سکتی ہے کہ اگر گھر میں کوئی خاص چیز پکی اور محبت سے کھلانے کو جی چاہا تو ایک پیالہ میں رکھ کر بھیج دی یا [illegible] دو روٹیاں بھی اوپر سے رکھدیں کوئی خاص تکلف کرنے کی ضرورت نہیں [illegible] ہو اور خاص طور سے اہتمام کرکے کوئی نئی چیز بھی پکوائی جاوے اور آپ [illegible] وقت جو آپ کے یہاں سے کھانا آیا تھا وہ زیادہ تھا۔ ابھی ہم دو میاں بیوی ہیں باقی [illegible] جی جوڑا کنبہ ہے جس وقت چاہیں خدمت کردیں اگر کوئی چیز بھیجی جاوے تو [illegible] دونوں ملکر کھالیں مع اس کھانے کی رعایت کے جو خود ہمارے یہاں پکا ہو [illegible] شخص کے لائق ہو پھر ہم چاہتے ہیں [illegible] شخص کے اندازے سے زیادہ نہ بھیجیں۔

پھر فرمایا لوہاری میں ایک دوست نے [illegible] اکیلا ہونگا جا کر رہا ہوں گا وہاں جا کر دیکھا کہ [illegible] بار ہا اگر خیر [illegible] وقت انہوں نے ایک جوڑا [illegible] کہا یہ جوڑا کیسا انہوں نے کہا کہ شادی میں آپ کے لئے بنایا [illegible] ہوں کہ شادی میں جوڑا [illegible] کی بابت بھی کہا [illegible] برباد کردیا مجھے وہ کیا یاد [illegible] معلوم ہوتا ہے [illegible]

پھر فرمایا ہمیں تو دعوت کا [illegible]

اُن کی دعوت ایک طالب علم نے کی۔ مولانا نے فرمایا کہ بھائی اس شرط سے قبول ہے کہ صرف وہی کھانا ہو جو تمھارے لئے دوسرے کے گھر سے آتا ہے (اُن کا کھانا کہیں مقرر تھا) اُنھیں تو مولانا کو کھلانا منظور تھا اسلئے مجبوراً اُنھوں نے اس شرط کو منظور کرلیا جو کھانا اُن کے لئے آیا وہی مولانا کے سامنے لاکر رکھدیا مولانا نے کھالیا۔ پھر فرمایا کہ اس طرز سے دوسرے کا بھی فائدہ ہے کہ خرچ سے بچا اور انتظام کے جھنجھٹ سے بچا اور اپنا بھی فائدہ ہے کہ سستا پیر ہوگا تو بہت آدمی دعوت کیا کریں گے اور اگر مہنگا ہوا تو جب پچاس ساٹھ آدمیوں کے کھلانے کی توفیق ہو جب کہیں پیر صاحب کی دعوت کریں بطرح تو جناب کہیں برسوں میں جاکر دعوت نصیب ہوا کرے اور اگر سستا ہو تو دعوت کرنا مشکل ہی کیا ہے آج یہاں کل وہاں روز دعوت ہوا کرے تین سو ساٹھ دن دعوت ہی میں گذر جائیں میں کہتا ہوں جو سنت کے موافق طریقہ ہوگا اسمیں ہر طرح فائدہ ہی فائدہ ہے یہ طریقہ بالکل سنت ہے۔

حضور کی دعوت ایک صحابی نے کی تھی راستہ میں ایک آدمی باتیں کرتا ہوا ساتھ ہولیا جب میزبان کے دروازے پر پہونچے تو ٹھٹھک گئے اور میزبان سے دریافت فرمایا کہ بھائی ایک آدمی میرے ساتھ زائد ہے کہو تو آوے ورنہ لوٹ جاوے۔ میزبان نے بخوشی منظور کرلیا۔ اس پر لوگ آجکل قیاس فاسد کرتے ہیں میں اسکے متعلق تقریر کرتا ہوں وہ بہت غور کے قابل ہے۔ لوگ کیا کرتے ہیں کہ دعوت میں اپنے ساتھ بے بلائے دو دو اور تین تین آدمی ساتھ لے جاتے ہیں اور اپنے تقویٰ کی حفاظت کیلئے میزبان سے پوچھ لیتے ہیں کہ بھائی ہمارے ساتھ دو اور ہیں یا تین اور ہیں اور تمسک کرتے ہیں اس حدیث سے حالانکہ یہ بالکل قیاس مع الفارق ہے جہاں یہ دیکھا کہ حضور نے اپنے ساتھی کے لئے پوچھ لیا تھا یہ بھی تو دیکھا ہوتا کہ پوچھنے سے پہلے حضور نے اُن میں مذاق کیا پیدا کردیا تھا تم نے تو وہ مذاق اول پیدا کیا ہوتا وہ مذاق کیا تھا آزادی کا تھا۔

ایک نظیر اس امر کی کہ حضور نے صحابہ میں آزادی کا مذاق کس قدر پیدا کردیا تھا بیان کرتا ہوں وہ اتنی بڑی نظیر ہے جس کے قریب قریب بھی آجکل نہیں ملسکتی مسلم میں ہے کہ ایک فارسی تھا شوربا نہایت اچھا پکاتا تھا ایک دن حضور میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ آج شوربا میں نے بہت اچھا پکایا ہے چل کر نوش فرمائیے۔ حضور نے ارشاد فرمایا مگر اس شرط سے کہ عائشہ بھی شریک ہونگی" وہ کہتا ہے "نہیں حضرت عائشہؓ نہیں" غور کیجئے حضرت عائشہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ اُن کے لئے بھی کس آزادی کے ساتھ انکار کردیا یہ مذاق کس کا پیدا کیا ہوا تھا حضور ہی کا۔ اسی مذاق کے بھروسہ پر حضور نے میزبان سے اپنے ساتھی کے لئے پوچھا تھا حضور کو پورا اطمینان تھا کہ اگر جی چاہے گا تو منظور کریگا نہیں تو صاف انکار کردے گا۔ آجکل بھلا یہ بات کہاں ہیں جو شخص ہم سے مغلوب ہو اور جسکی بابت

Marfat.com

یہ یقین نہ ہو کہ اگر جی نہ چاہا تو کچھ لحاظ نہ کرے گا آزادی سے انکار کر دے گا اس سے اس طرح پوچھنا کب جائز ہے اور اگر ایسے پوچھنے پر وہ اجازت بھی دیدے تو وہ اجازت عندالشرع ہرگز معتبر نہیں نہ اس پر عمل جائز۔

ہاں تو وہ صحابی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نہیں حضور نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نہیں تو ہم بھی نہیں دعوت میں شرط لگانے کا اختیار ہے اور داعی کو بھی اختیار ہے کہ وہ اس شرط کو چاہے منظور کرے یا نہ کرے غرض دونوں کو اختیار ہے۔ وہ ایسے بزرگ اور آزاد تھے کہ نہیں تو نہ سہی اور چل دیئے تھوڑی دور چلکر پھر لوٹے۔ محبت کا جوش ہوا حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت شوربا بہت اچھا پکا ہے چلکر نوش فرمالیجئے حضور نے فرمایا کہ اس شرط سے کہ عائشہ بھی ہوں۔ کہنے لگے عائشہ تو نہیں حضور نے فرمایا اچھا تو ہم بھی نہیں پھر لوٹ گئے تیسری بار پھر آئے اور پھر عرض کیا حضور نے پھر وہی فرمایا کہ عائشہؓ بھی اب کی بار اُنھوں نے کہا کہ آپ کی یہی مرضی ہے تو اچھا عائشہؓ بھی۔

اس موقع پر ہمارے حضرت مولانا نے فرمایا کہ میری ایک رائے اس میں ہے وہ یہ کہ شوربا غالباً تھوڑا تھا اُنکا جی چاہتا تھا کہ حضورؐ تنہا پیٹ بھر کر کھالیں اگر حضرت عائشہؓ بھی ہوئیں تو حضور کا پیٹ نہ بھر یگا لیکن جب معلوم ہوا کہ حضور کی یہی خوشی ہے اخیر میں راضی ہو گئے۔ انھوں نے سوچا کہ اپنے نفس کی خوشی کے لئے میرا جی چاہتا تھا کہ حضور پیٹ بھر کر کھاویں اب یہی بھوکا رہنا چاہتے ہیں تو یہی سہی۔ اُس وقت تک حجاب نازل نہیں ہوا تھا حضور آگے آگے حضرت عائشہؓ پیچھے پیچھے تشریف لے گئے غرض حضور قبل پوچھنے کے یہ مذاق پیدا فرما چکے تھے۔ کوئی مولانا صاحب یا شاہ صاحب جو اس حدیث سے تمسک کرنا چاہتے ہیں پہلے یہ مذاق تو پیدا کرلیں ورنہ قبل اس کے پوچھنا بھی حرام اور اگر میزبان عاجز بھی دیدے تو اُس اجازت پر کسی زائد شخص کو لیجانا بھی حرام۔ آجکل تو بس اندھا دُھند ہو رہا ہے۔ کسی کے یہاں دعوت ہوئی تو اپنے ساتھ اوروں کو بھی لیگئے کسی نے اعتراض کیا تو کہدیا کہ صاحب اجازت تو لے لی ہے۔

کسی کو داعی کی طرف سے سفر کے لئے زاد راہ دیا جاتا ہے تو جو کچھ خرچ کرنے کے بعد [illegible] رہ جاتا ہے اکثر تو اُس کا تذکرہ بھی نہیں کرتے حالانکہ اُس کو واپس کرنا چاہیئے [illegible] وہ اس کی ملک نہیں کیا جاتا بلکہ خرچ کرنے کے لئے بطور امانت کے دیا [illegible] ہمت کی تو یہ کیا کہ بھائی اتنا بچ گیا ہے اب جیسا تم کہو بس اس کا جواب تو یہی ہے کہ آپ ہی [illegible] کر لیجئے بڑی آفت برپا ہے واپس ہی کیوں نہ کر دیا جائے یہ ساری خرابی حب دنیا کی ہے مال کی

Marfat.com

محبت رگ و ریشہ میں گھس رہی ہے ذرا سا بہانہ چاہیئے اباحت کے لئے۔

پہلے تو یہ فتویٰ تھا کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے جب تک کہ حرمت نہ ثابت ہو۔ اب تو وہ حالت ہو گئی ہے کہ یہ کہنا چاہیئے کہ اصل اشیاء میں حرمت ہے جب تک کہ اباحت ثابت نہ ہو یہ فتویٰ دینا چاہیئے تب کہیں جا کر لوگ حرام سے بچیں گے بڑی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ میں تو ہدیہ میں بھی یہاں تک سوچتا ہوں کہ بہت زیادہ جوش محبت سے تو نہیں دیا گیا عام طور سے اخلاص کی کمی تو ہدیہ قبول کرنے کی مانع ہوتی ہی ہے میرے یہاں اخلاص کی زیادتی بھی منجملہ موانع کے ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت تو جوش محبت میں کچھ نہیں سوجھتا جب جوش ٹھنڈا ہوگا تب حساب کتاب کا ہوش آئے گا کہ دس تو پیر ہی کو دیدیے اس لئے اگر کسی کو پانچ کی گنجائش ہوئی تو یہ کرتا ہوں کہ ڈھائی ہی لیتا ہوں اس پر بھی بفضلہ خوب ملتا ہے جو قسمت کا ہے وہ کہیں جا ہی نہیں سکتا ہم لوگوں کا یقین ہی خراب ہو گیا ہے۔ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر واپس کر دیں گے تو پھر کہاں سے لے گا۔ میں کہتا ہوں قسمت کا پھر بھی ملکر رہتا ہے اور جو نہیں ملا وہ قسمت کا تھا ہی نہیں۔

پھر فرمایا کہ حضرت دین کی حفاظت بلا اس کے نہیں ہو سکتی۔ ہماری طرف جو کچھ لوگوں کی توجہ ہے وہ سب دین کی بدولت ہے پس ہم کو اس دین کی عزت قائم رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ اگر اسکی عزت نہ رہے پھر ہمیں کون پوچھتا ہے۔ قصبہ گڑھی میں ایک خاں صاحب تھے بڑے بوڑھے آدمی مجھے بڑی شفقت فرماتے تھے وہ مجھ کو کچھ دیتے تو بہت خوشی کے ساتھ دے لیتا۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ تو باپ کے برابر ہیں مجھ کو ان کا دینا ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے کہ اپنے بیٹے کو دے رہے ہوں ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹوں نے بھی وہی برتاؤ کرنا چاہا میں نے صاف انکار کر دیا کہ اب میں نہیں لے سکتا کیونکہ تم تو میرے برابر کے بھائی ہو میں تم سے اس وقت لوں جب تم کو بھی کچھ دوں وہ ماشاء اللہ نہایت خوش فہم و شایستہ ہیں انھوں نے کہا اچھا اب کی لے لو پھر ہم وعدہ کرتے ہیں کہ عمر بھر نہ دینگے میں نے لے لیا اس کے بعد انھوں نے پھر کبھی نہیں دیا۔ اب یہ کرتے ہیں کہ کبھی مچھلی پکا کر بھیجدی کبھی شکار کا گوشت بھیجدیا اس میں کوئی ایسی بات نہیں مگر اللہ جانتا ہے شرم آتی ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے لوجہ اس کے کہ خاں صاحب میرے والد کے دوست تھے اپنے آپ کو خانصاحب کے لڑکے کے برابر سمجھتا تھا اور یہ بھی ان کے لڑکے ہیں اگر علاقہ عقیدتمندی کا یا بیعت کا ہوتا تو وہ دوسری بات تھی ان کا علاقہ تو محض اپنے باپ کی وجہ سے ہے اس لئے وہ تو بھائی کے درجہ میں ہو گئے اور حیثیت دوسری ہو گئی (پھر فرمایا) اب کیا میری آمدنی کم ہو گئی۔ میں نے دیکھا ہے جس روز میں نے

کوئی ہدیہ واپس کیا ایک دو زیادہ کر کے کہیں نہ کہیں سے خدا نے دلوا دیے۔ تو میرا دماغ اور بھی خراب ہو گیا ہے۔ جب کوئی ہدیہ واپس کرتا ہوں تو الحمدللہ پورا وثوق ہوتا ہے کہ ضرور آوے گا اس لئے لوٹانا آسان ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا کہ اب تو یہ باتیں سختی معلوم ہوتی ہیں کچھ دن بعد جب لوگوں کو منافع نظر آدینگے تب قدر ہوگی اور اب بھی بہتوں کو نظر آنے لگے ہیں۔ اور حضرت نے بعض احباب سے یہ بھی کہہ رکھا ہے کہ یہاں آویں تو دینے کی پابندی نہ کریں ورنہ جناب مجھ کو بلکہ سالہا سال بھی توفیق ملاقات کی نہ ہو کیونکہ پہلے کچھ انتظام کرلو تب چلو۔ اب یہ ہے جب جی چاہے آؤ اور بے فکر ہو کر آؤ اور چاہے کچھ پھر بھی کچھ نہ دو۔ لوگوں میں ایسی مشکل ہو رہی ہے کہ کھانا اور کھلانا۔ کھانے والے جاتے وقت حساب کرتے ہیں کہ چار دن میں اتنا کھایا ہوگا آٹھ آنے بڑھا کر دینا چاہئے ذلیل حالت ہے [illegible] ہی نہیں رکھا باستثنا بعض اہل خصوصیت کے تمام [illegible] کبھی ضروری [illegible] ہم بھی بے فکر تم بھی بے فکر۔ یہ حساب کتاب بھٹیاروں کا سا کیسا۔ [illegible] لوگ دیتے ہیں [illegible] ہے لیکن چونکہ خلوص ہوتا ہے لے لیتا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ خلوص [illegible] جہاں خلوص ہوتا ہے وہاں فلوس خود بخود آجاتا ہے کمی تو خلوص کی ہے۔

عرض کیا گیا جی چاہتا ہے کہ حضور کا مجموعی طرز [illegible] آیندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے بھی۔ فرمایا کہ جی [illegible] نہیں کیا الحمدللہ مجھے اس کا بہت خیال رہتا ہے کہ کوئی [illegible] اور شریعت کے خلاف [illegible] خدا تعالیٰ کی یہ بڑی رحمت ہے۔ ایک بات میں میرا خیال تھا کہ شاید سنت کے خلاف [illegible] رقم کا کوئی ہدیہ دیتا ہے تو گو دینے والے کی حیثیت سے [illegible] اور خلوص [illegible] زیادہ معلوم ہوتا ہے اور طبیعت پر بوجھ سا ہوتا ہے اور واپسی کو بھی جی چاہتا ہے [illegible] تھا کہ یہاں کیا عذر شرعی ہے لیکن باوجود عذر سمجھ میں نہ آنے کے [illegible] طبعی بات کی [illegible] ہے اس لئے میں انکار کر دیتا تھا لیکن میں سمجھتا تھا کہ محض طبعی عذر [illegible] نہیں ہے بہت دنوں مجھے یہ شبہ رہا میں اپنے کو اس واپسی میں [illegible] لیکن الحمدللہ میرا وہ شبہ جاتا رہا جب سے کہ میں نے ایک [illegible] پیش کرے تو واپس مت کرو اور خود ہی اس کی علت فرما[illegible] فرحت کی چیز ہے بس عدم رد کی علت خفیف [illegible] ہونے کو بتلایا [illegible]

ثابت ہوگیا کہ بوجھ پڑنا طبیعت پر یہ بھی ایک عذر معقول و مشروع رد ہدیہ کا ہے۔ میں نے احتیاطاً اوروں سے بھی پوچھا کہ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے یا نہیں کیونکہ مجھے خیال ہوا کہ کہیں میرے نفس نے یہ مطلب نہ تراشا ہو مگر وہ کہنے لگے کہ اجی صاف دلالت ہے۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ بھائی نے چاہا کہ میں کچھ ماہوار تمھارے لئے مقرر کردوں سمجھدار آدمی ہیں بے تکلف لکھدیا۔ میں نے لکھا کہ اس میں خرابی ہے اب تو میری نظر کسی خاص شخص پر نہیں اللہ پر ہے اور اگر مخلوق پر بھی ہے تو کسی مخلوق معین پر تو نہیں ہے اگر تم نے ماہوار مقرر کردیا تو بریلی ہی میں دل پڑا رہے گا اول تو حساب لگانا پڑے گا کہ مارچ ختم بھی ہوگیا یا نہیں مئی ختم ہوئی یا نہیں جب پہلی تاریخ ہوگی تو یہ خیال ہوگا کہ آج تنخواہ وصول ہوئی ہوگی۔ آج روپیہ چلا ہوگا۔ آج آرہا ہوگا نہ آیا تو لیجئے پریشانی کہ نہ معلوم کیا جھگڑا ہوگی یہ جھگڑا تو یہاں ہوگا۔ اب تو یہ ہے کہ آکو دتا ہے مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ کی شان تو نہ رہے گی کہ جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا وہاں سے حق تعالیٰ دیتے ہیں دوسرے میں نے یہ لکھا کہ بُرا ماننے کی بات نہیں گو تمھاری تنخواہ ساڑھے چار سو روپیہ ہے لیکن ضرورتیں مختلف ہوا کرتی ہیں بعض دفعہ پانسو کا خرچ پڑجائے گا اُس وقت تم کو گرانی ہوگی کیونکہ ظاہر ہے کہ ہر وقت جوش محبت کا نہیں رہتا۔ وہ بڑے سمجھدار آدمی ہیں انھوں نے لکھا کہ مجھے تعجب ہے کہ ایسی موٹی بات کی طرف لکھنے کے وقت مجھ کو توجہ نہ ہوئی آپ کے خط کو دیکھ کر آنکھیں کھُلیں آپکے خط کا ہر حرف آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ میں رجوع کرتا ہوں اور اپنی رائے کو واپس لیتا ہوں۔ بعد کو انھوں نے کہا کہ آخر اور لوگ بھی تو پیش کرتے ہیں اگر میرا جی چاہے تو مجھے خدمت سے کیوں محروم رکھا جاوے۔

میں نے کہا کہ کیا اور لوگ معین کرتے ہیں جیسا کہ تم کرنا چاہتے تھے۔ غیر معین طور پر کچھ پیش کرو میں وعدہ کرتا ہوں کہ لے لونگا۔ پھر جب میں بریلی جاتا تھا کبھی ٹکٹ لے دیتے تھے کبھی پچیس کبھی بیس روپیہ دیدیئے کبھی کچھ کپڑے بنوادیے اور کبھی کچھ بھی نہیں اور زیادہ وہی ہوتا تھا کہ کچھ بھی نہیں۔ بس وہ میرے مذاق کو سمجھ گئے اور اُس کے موافق عمل کیا۔ محبت کی بات تو یہی ہے پھر میں ایسا کرتا کہ کبھی کبھی قصداً اکبر بھائی کے پاس امانت رکھوا دیتا تاکہ اُنھیں اطمینان ہوجائے کہ ہاں اس کے پاس کافی سرمایہ موجود رہتا ہے۔ میرے گھر میں کہا کرتی ہیں مجھے اُن کی یہ بات بہت پسند آئی کہ ذرا سفر میں اچھی حیثیت سے جایا کرو کپڑے بھی اچھے ہوں جوتا بھی نیا ہو ایک آدھ جوتا اور بھی ساتھ بندھا ہو میں نے کہا کیوں مجھے کسی کو دکھلانا تھوڑا ہی ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ انما الاعمال بالنیات میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر لوگ تمھیں خستہ حالی میں دیکھیں گے تو اُنھیں فکر ہوگی کہ آجکل تنگی میں ہیں کچھ دینا چاہئے

اور اگر کپڑے بھی اچھے اور جوتا بھی نیا ہوگا تو سمجھیں گے کہ کسی چیز کی حاجت نہیں سب بے فکر رہیں گے سو انکو بے فکر کرنے کے لئے اچھی حیثیت بنا کر سفر کیا جاوے تو عبادت ہے ایسی لطیف بات کہی کہ وہ دیکھ کر خوش ہوں گے کہ آرام میں ہیں اور بے فکر رہیں گے جب سے میں یہ کرتا ہوں کہ دو چار جوڑے جو اچھے ہوئے وہی چھانٹ کر سفر میں لے جاتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اس بندی خدا میں ذرا بھی حرص نہیں ورنہ نباہ مصیبت ہوتا حضرت ایسا ہوتا ہے کہ ہدیہ لینے میں اگر میں کبھی اپنے معمول کو بھول جاتا ہوں تو وہ ٹوکتی ہیں کہ تمھارے معمول کے خلاف ہے یہ کیوں لے لیا۔ یہ کبھی سفارش نہیں کی کہ فلاں ہدیہ لے لو یہ بارہا کہا کہ یہ تمھارے معمول کے خلاف ہے یہ کیوں لے لیا۔ پھر فرمایا کہ میں اس واسطے یہ سب باتیں سُنا رہا ہوں کہ اگر ان میں سے کسی کو کوئی بات پسند آوے تو تقلید کی جاوے کیونکہ علمی تعلیم سے اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا عملی تعلیم کا اثر ہوتا ہے۔ واقعات سنکر بہت اثر ہوتا ہے کہ بھائی ایسا ہو بھی رہا ہے۔

فلاں صاحب وکیل یہاں آئے تھے بہت اچھے آدمی ہیں دیندار آدمی ہیں۔ علیگڈھ کے پڑھے ہوئے ہیں وہاں ماسٹر بھی تھے۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ہیں۔ شیخ عبدالحق دہلویؒ کی اولاد میں سے ہیں مجھے تو نقل نہ کرنا چاہئے لیکن اگر نقل بھی کر دوں تو کونسا بڑا کمال ثابت ہو جائیگا کیونکہ میں چیز ہی کیا ہوں۔ انھوں نے ایک بات کہی کہ دو باتیں اس وقت تک گم تھیں ظاہر نہیں کیجاتی تھیں کتابوں میں بھی کہیں پتہ نہ تھا ایک تو فن سلوک کے اُصول۔ یہ کہیں نہیں سُنے جاتے تھے اس کو تربیت السالک (نام کتاب جس میں ذاکرین وشاغلین کے خطوط مع جوابات حضرت والا درج ہیں) نے بالکل صاف کر دیا۔ ایک معاشرت ومعاملات پر گفتگو کسی نے نہیں کی۔ انھوں نے اسکی وجہ بھی تراشی کہ اس لئے گفتگو کی ہمت نہیں ہوئی کہ لوگ کہیں گے کہ تم خود ہی کیا کر رہے ہو الحمد للہ ایک یہ جزو دین کا مخفی تھا اب ظاہر ہوا۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ ناظرین نے ملفوظات منقولہ بالا سے بخوبی اندازہ فرما لیا ہوگا کہ حضرت والا ہدیہ قبول فرمانے میں کتنی احتیاط اور کس درجہ استغنا مشوب بالعبدیت سے کام لیتے ہیں اور اس کے متعلق حضرت والا کے جتنے بھی اصول ہیں وہ کیسے معقول اور ... ہیں

علاوہ ان واقعات کے جو حسن العزیز سے ابھی نقل کئے گئے ...

کثرت سے واقعات اس وقت یاد آتے چلے جارہے ہیں جو نہایت سبق آموز ہیں لیکن بوجہ عدم گنجائش وقت اور بخوف تطویل ان سب کو نظر انداز کر کے صرف دو چار زیب ... مختصر واقعات

Marfat.com

بیان کیا جاتا ہے۔

ایک صاحب نے جو غالباً فوجی ملازم تھے کچھ نقد اور کچھ غیر نقد ہدیہ پیش کیا چونکہ وہ بالکل اجنبی شخص تھے اس لئے حضرت والا نے حسب معمول ملاطفت کے ساتھ عذر فرمادیا کہ بدون کامل واقفیت اور بے تکلفی کی ملاقات کے کسی کا ہدیہ لینا میرے معمول کے خلاف ہے۔ انھوں نے اصرار کیا تو حضرت والا نے پھر نرمی سے سمجھایا کہ کسی کی طبیعت کے خلاف اصرار نہیں کیا کرتے لیکن وہ پھر بھی اصرار سے باز نہ آئے اور حضرت والا کا یہی معمول ہے کہ ابتداءً نہایت اخلاق اور نرمی سے پیش آتے ہیں لیکن جب دوسرے کی طرف سے ایذا شروع ہوتی ہے تو پھر اپنی ایذا کا اظہار تیز لہجہ میں فرمانے لگتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ جب لوگ بلا اس کے مانتے ہی نہیں تو پھر کیا کروں کسی طرح اپنا پیچھا بھی چھوڑاؤں چنانچہ جب وہ صاحب اصرار سے باز ہی نہ آئے تو ایک بار پھر فرمایا کہ دیکھو اب مجھے غصہ آچلا ہے اب بھی اپنی چیزیں اُٹھالو لیکن جیسا کہ بعد کو معلوم ہوگا وہ تو آئے ہی تھے یہ ٹھان کر کہ ہدیہ دیکر ہی ٹلوں گا چنانچہ اس کہنے پر بھی نہ ٹلے۔ تب تو حضرت والا بہت برافروختہ ہوئے اور ڈانٹ کر فرمایا کہ دور ہو نامعقول اُٹھا اپنی چیزیں۔ پھر تو جلدی سے اپنی چیزیں اُٹھا کر مسجد میں جا بیٹھے غرض بڑی ہی مصیبت سے پیچھا چھوٹا۔

پھر دوسرے روز یا اسی روز احقر سے اپنا سب حال صاف صاف بیان کیا کیونکہ بیچارے سیدھے سادے فوجی آدمی تھے کہنے لگے کہ اجی میں اب اپنے یہاں کیا منھ لیکر جاؤں گا۔ بات یہ ہے کہ چلتے وقت مولانا کے ایک مرید سے اور مجھ سے اس ہدیہ ہی پر بحث ہوئی تھی وہ کہتے تھے کہ مولانا ہرگز نہ لیں گے اور میں کہتا تھا کہ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے ہدیہ بھی ایسی چیز ہے کہ کوئی نہ لے میں دیکر ہی آؤنگا۔ انھوں نے کہا اگر تم نے وہاں اصرار کیا تو یاد رکھو کہ پٹو گے۔ چنانچہ واقعی اُنھیں کا کہنا صحیح نکلا۔ میں تو یہ سمجھا تھا کہ جب روپیہ اور چیزیں دیکھیں گے بھلا ممکن ہے کہ نہ لیں کیونکہ ہم نے تو کسی پیر کو انکار کرتے دیکھا نہیں۔ اھ

لیجئے یہ وجہ تھی آپ کے اصرار کی پھر بھلا حضرت والا کا قلب مصفا ایسے ہدیہ کو کیسے قبول کرلیتا۔

دیگر

اسی طرح ایک واقفکار رئیس نے جو ایک بڑے عہدہ دار بھی تھے پچیس روپیہ پیش کئے تو حضرت والا نے ان میں سے صرف دس روپیہ لے لئے اور پندرہ واپس فرمادیئے اور فرمایا کہ بس

Marfat.com

اتنے ہی کافی ہیں۔ پھر وہ تو چلے گئے لیکن اُن کے ساتھی رہ گئے انھوں نے حضرت والا سے اظہار تعجب کیا کہ آپ کو اُن کا ارادہ کیسے معلوم ہوگیا کیا کشف ہوگیا کیونکہ اول اُن کا ارادہ صرف دس ہی روپیہ دینے کا تھا لیکن کہنے لگے کہ دس تو پیش کرتے ہوئے شرم آتی ہے اس لئے پندرہ روپیہ اور ملا کر پچیس روپیہ پیش کئے صرف دس روپیہ پیش کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ نہیں جی مجھے کشف نہیں ہوا کرتا۔ اللہ تعالیٰ ہی دستگیری فرماتے رہتے ہیں۔ دس روپیہ لینے کی تو ایک خاص وجہ تھی وہ یہ کہ گھر میں دس روپیہ کی لکڑیاں یکمشت لے لی گئی تھیں کیونکہ اچھی ملتی تھیں لیکن چونکہ اتفاق سے اُسوقت دام نہ تھے دس روپیہ کا قرض ہوگیا تھا۔ چونکہ میرے قلب پر قرض کا بہت ہی بار ہوتا ہے اسلئے میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میرا قرض ادا کرادیں جب وہ صاحب پچیس روپیہ دینے لگے تو میں نے خیال کیا کہ بالکل نہ لوں لیکن ڈر لگا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہیں ناشکری نہ ہو جائے اور اللہ میاں پھر نہ کہیں کہ مانگتا بھی ہے اور جب ہم دلواتے ہیں تو نخرے کرتا ہے لیتا نہیں اسلئے میں نے اُس میں سے دس روپیہ جو اللہ میاں سے مانگے تھے وہ تو لے لئے باقی واپس کردیئے اھ

دیگر

حضرت والا ہدیہ کے متعلق ایک یہ دلچسپ واقعہ بھی بیان فرمایا کرتے ہیں کہ ایک صاحب آئے تو میں نے اُن سے تعارف حاصل کرنے اور مذاق [illegible] معلوم کرنے کے لئے ضروری سوالات کرنا شروع کئے لیکن انھوں نے کسی سوال کا جواب نہ دیا جس سے مجھے ناگواری پیدا ہونے لگی پھر ان کے ساتھی نے یہ کہا کہ ان کو تو آپ سے اتنی محبت ہے کہ غالباً آپ کی [illegible] سننے کی بھی تاب نہیں لا سکتے [illegible] خود [illegible] [illegible] باقی رہی اور میں نے [illegible] عذر سمجھ لیا۔ پھر انھوں نے [illegible] روپیہ [illegible] تعلق کی بنا [illegible] روپیہ دینے تھے کہ ان کی زبان [illegible] سوالات کرنے لگے جس سے مجھے ایذا ہونے لگی [illegible]

ضروری سوالات کے جواب بھی نہ دے سکتے تھے [illegible] کرنے لگے [illegible] بالکل غیر ضروری [illegible] زبان کھول [illegible] روپیہ [illegible] [illegible]

ہیں کرا تو ہمیں حق حاصل ہو گیا ہے کہ بے تکلف جو چاہیں پوچھیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ ابھی میں آپکے سوالات کا جواب نہیں دیتا ذرا ٹھہر جائیے پہلے میں آپ کے وہ دس روپے واپس کردوں جنھوں نے آپ کی زبان کھول دی ہے پھر میں جو مناسب سمجھوں گا آزادی سے آپ کے سوالات کا جواب دونگا پھر میں نے اُسی وقت نکالکر اُن کے دس روپے واپس دیدیئے اور کہا کہ ہاں اب میں بھی آزاد ہوں اور آپ بھی آزاد ہیں جو کچھ چاہیے پوچھیے لیکن جب روپے اُن کے پاس پہونچگئے تو وہ پھر خاموش ہوگئے اور کسی سوال کی جرأت نہ ہوئی۔ میں خوش ہوا کہ میری تشخیص صحیح نکلی اھ

دیگر

حضرت والا ایک واقعہ بھی بیان فرمایا کرتے ہیں کہ اہل قصبہ میں سے ایک صاحب نے جو کبھی کبھی کوئی کھانے کی چیز ہمارے گھر بھیجا کرتے تھے مجھ سے اپنے کسی معاملے کے متعلق جسکے بارہ میں ایک اور شخص سے اُن کا مقدمہ چل رہا تھا مسئلہ پوچھا میں نے حسب قواعد فقہیہ اُس کا جواب لکھدیا وہ جواب اتفاق سے اُن کے خلاف تھا اور اُن کے فریق مخالف کے موافق۔ اس پر اُنھوں نے اوروں سے شکایت کی کہ دیکھیے جی ہم ہمیشہ تو ان کی خدمت کرتے رہے اور وقت پر ہمارے خلاف فتویٰ لکھدیا۔ میں نے جو سنا تو مجھے نہایت ناگوار ہوا اور میں نے کہلا بھیجا کہ اگر آپنے مجھے کھلایا پلایا ہے تو میرے یہاں سے بھی آپ نے کچھ نہ کچھ ضرور کھایا پیا ہے کیونکہ اہل برادری میں تو باہم لینا دینا رہتا ہی ہے لیکن پھر بھی جو کچھ آپ نے مجھ کو دیا ہے اگر مجھے اُس کا حساب معلوم ہو جاوے تو میں اُس کی قیمت بھی دینے کے لئے تیار ہوں اھ

دیگر

حضرت والا ایک یہ واقعہ بھی بیان فرمایا کرتے ہیں کہ ایکبار حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رح میرے یہاں مہمان تھے اور ایک اور صاحب بھی مہمان تھے۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اُن صاحب نے جیب سے ایک روپیہ نکالکر میرے سامنے پھینکدیا مولانا کو بہت ناگوار ہوا اور اُن سے کچھ فرمانا چاہا۔ میں نے بہت ادب کے ساتھ روک دیا کہ جو کچھ کہنا ہوگا میں خود کہہ لوں گا آپ تکلیف نہ فرمائیں۔ پھر میں نے اُن کو خوب ہی آڑے ہاتھوں لیا اور اظہار ناراضی کرکے اُن کا روپیہ واپس کردیا کہ کیا میں بھٹیارہ ہوں اھ

Marfat.com

حضرت والا ان واقعات کو نقل فرما کر فرمایا کرتے ہیں کہ پہلے میں ہدیہ کے متعلق اتنی تنگی نہیں کیا کرتا تھا لیکن جب سے اس قسم کے تجربے ہوئے ہیں تب سے میں بہت زیادہ احتیاط کرنے لگا ہوں اھ

دیگر

جناب مولوی منفعت علی صاحب بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی وکیل سہارنپور نے احقر سے فرمایا کہ انھوں نے حضرت والا کی خدمت میں بزمانہ طالب علمی جب کبھی ہدیہ پیش کیا تو یہ فرما کر واپس فرما دیا کہ ابھی تو تم طالب علمی ہی کر رہے ہو ابھی تو تمھارا مجھ پر حق ہے پھر فرمایا کہ اگر میں اس طرح ہدایا لینے لگوں تو سونے کی دیواریں کھڑی کر لوں اھ۔واقعی حضرت والا ہدایا قبول فرمانے میں وسعت فرماتے تو لاکھوں کی آمدنی ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کے اندر مقناطیسی کشش رکھی ہے۔ اور شان محبوبیت عطا فرمائی ہے۔

دیگر

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ ہدیہ پیش کرنے والے کا ادب تو یہ ہے کہ دوسروں سے چھپا کر دے بلکہ دیکر خود بھی فوراً علیحدہ ہو جائے اور ہدیہ لینے والے کا ادب یہ ہے کہ اس کو دوسروں پر ظاہر کر دے۔ چنانچہ حضرت والا کو بعض ہدیوں کا بالخصوص بعض بڑی بڑی اور بعض بہت چھوٹی چھوٹی مقدار کے ہدیوں کا مجلس عام میں ذکر فرماتے خود احقر نے سنا ہے چنانچہ ایک بار بہت مسرت کے ساتھ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مجھ کو اکنّی دی اور کہا کہ اس میں سے ایک پیسہ لے لیجئے اور تین پیسے واپس دیدیجئے اس نے کوئی حساب اپنی سہولت کے لئے لگا رکھا ہوگا۔ اس کی اس بے تکلفی سے میرا بہت جی خوش ہوا اھ

دیگر

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ ہدیہ اس طرح پیش کرے کہ جس کو ہدیہ دیا جائے اس کو کسی قسم کی مؤنت نہ اٹھانی پڑے۔ اسی وجہ سے حضرت والا نے عموماً ریلوے پارسل سے ہدیہ کی چیزیں بھیجنے کی ممانعت فرما رکھی ہے کیونکہ اس میں ریلوے اسٹیشن سے منگوانے میں بڑی دقت اٹھانی پڑتی تھی اور ملازموں کو بھی بہت تکلیف ہوتی تھی۔

Marfat.com

ایک بار ریلوے پارسل کے ذریعہ کسی نے نہایت عمدہ خربوزے بھیجے۔ ریل کے بابو نے حضرت والا کے ملازم سے بطور رشوت کے کچھ پیسے مانگے جب ملازم نے آکر اطلاع کی تو حضرت والا نے فرمایا کہ وہ ہدیہ ہی کیا ہوا جس میں ذلت اور بار پڑے۔ لہذا مٹی خربوزے بھیجنے والے کے پاس واپس فرمادی۔ بابو صاحب منتظر ہی رہے جب خربوزے بگڑنے لگے تو اس نے آدمی بھیجا کہ اچھا پیسے نہ دیجئے خربوزے منگوا لیجئے لیکن اس سے کہدیا گیا کہ اب ہم نہیں منگواتے۔ پھر بابو خود لیکر آیا لیکن اس سے کہدیا گیا کہ بلٹی واپس کردی گئی ہے قاعدے کے مطابق جو کارروائی ہو وہ کرو چنانچہ خربوزے نیلام کردیئے گئے۔ پھر حضرت والا سے ایک راوی نے بیان کیا کہ کئی بابو تھے جو سب ہندو تھے وہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ ہم نے چوری کی چیزیں بہت کھائی ہیں لیکن جیسے یہ خربوزے کھائے ویسے کبھی نہیں کھائے۔ گو بہت اچھے تھے لیکن یہ معلوم ہوتا تھا کہ گوہ کھا رہے ہیں ایسی چوری کبھی نہیں کی۔ حضرت والا نے یہ روایت سنکر فرمایا کہ نالائقوں نے ایک مسلمان کا دل دکھایا اسلئے مزا نہ آیا۔ پھر اس واقعہ کی شہرت ہوگئی۔ دوسرے موقع پر نئے بابو نے پیسے مانگے تو دوسرے بابو نے کہا کہ بھائی یہ پیسے نہیں دیا کرتے ان سے نہ مانگو بس پھر کبھی کسی نے کچھ نہیں مانگا لیکن حضرت والا ان کو بوجہ واسطہ ہونے کے خود ہی آئی ہوئی چیزوں میں سے کچھ بھیجدیا کرتے تھے پیسے کبھی نہیں دیئے۔

Marfat.com

ملفوظات متعلقہ ہدایا ماخوذ از اشرف المعمولات ملخصاً

دہلی سے ایک شخص مسئلہ فرائض لیکر آیا اور کچھ نذرانہ دینا چاہا فرمایا کہ میں نہ لونگا۔ اور فرمایا کہ آجکل جو بزرگوں کو بصورت ہدایا دیا جاتا ہے اکثر اس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو بغرض دنیا یعنی رشوت دوسرے بغرض ثواب اُخروی یعنی صدقہ و خیرات تیسرے کسی امر دینی کی غرض سے (مثلاً استفتاء کا جواب) اس کی اُجرت اور میں ان تینوں قسموں میں سے ایک قسم کا بھی ہدیہ نہیں لیتا۔ البتہ جو محبت سے دیا جائے وہ لے لیتا ہوں کیونکہ صدقہ لینا تو مجھے بوجہ غنی ہونے کے جائز نہیں اور اجرت امور دینیہ پر لینا بھی میں جائز نہیں سمجھتا اور رشوت تو سب ہی کے نزدیک حرام ہے۔ اور جو محض محبت سے ہو وہ ہدیہ ہوتا ہے اس کا قبول کرنا سنت ہے۔

دیگر

ایک صاحب نے آکر مصافحہ کے ساتھ ہی کچھ دینا چاہا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ طریقہ پیرزادوں نے

اخفاء کے خیال سے جاری کیا ہے یہ طریقہ خلافِ سنت ہے۔ کہیں ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مصافحہ میں لوگ دیا کرتے ہوں۔ یہ رسم قابلِ ترک ہے۔ اس میں اپنا نفس بھی خراب ہوتا ہے ہر مصافحہ میں انتظار رہے گا کہ شاید کچھ وصول ہو جائے۔ مصافحہ دین کا کام ہے۔ اس کے ساتھ دنیا شامل کرنا ٹھیک نہیں۔

دیگر

ایک مرتبہ ایک شخص نے بذریعہ ریلوے پارسل مولانا مدظلہ کے پاس کچھ بھیجا بابو نے چار آنے رشوت کے مانگے اور رسید دینے سے انکار کر دیا ارشاد فرمایا کہ اب ہم کوئی پارسل ہی نہ لیا کریں گے سب واپس کر دیا کریں گے۔ ہمارے پاس ہدیۃً آیا ہے بیعاً نہیں آیا کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے پاس سے اس قسم کے بیہودہ مصارف گوارا کریں ہمارے پاس بلا نوٹ جو کچھ آئے گا لے لینگے ورنہ واپس کر دیں گے۔ اور مولوی فلاں صاحب سے فرمایا جو پرچہ اپنا سنت لوگوں کی اطلاع کے لئے چھپنے والا ہے اس میں لکھ دیا جائے کہ کوئی شخص ریل پر ہمارے نام کوئی چیز نہ روانہ کرے ہمیں دقت ہوتی ہے اس کے بعد فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مولوی کھانے کمانے ہی کے لوگ ہیں آئی ہوئی چیز کبھی واپس نہ کریں گے۔ ان کو ذلیل سمجھتے ہیں میرا بڑا مقصود یہ ہے کہ اہل علم کی ذلت نہ ہو چنانچہ اسی سلسلہ میں سے ایسا کیا اس کے بعد جو پارسل آئے اُن کی بلٹی واپس کر دی کاتب ملفوظات لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ صاف بتلاتا ہے کہ حضرت مولانا مدظلہ کے دل میں دنیا کی ذرا بھی قدر نہیں اور نظر بڑی دور پہنچتی ہے۔ باریک باریک مصالح پیش نظر رہتی ہیں جن کی طرف لوگوں کو التفات بھی نہیں ہوتا اہل اللہ کے پاس دنیا خود آتی ہے اور وہ دور کرتے ہیں)

دیگر

میرا قاعدہ ہے کہ آس پاس کے گانوں والوں کی جمعہ کی مہمانی موقوف ہے نیز اب اگر ہدیہ لاتے ہیں وہ بھی نہیں قبول کرتا۔ اسی طرح نئے آدمی کا جس کی حالت معلوم نہ ہو تجربہ سے ان کی مصلحتیں معلوم ہوئی ہیں۔ اکثر لوگ جمعہ کی نماز پڑھنے آتے تھے اور خواہ مخواہ میرے یہاں مہمان بن کر ٹھہرتے تھے۔ اس میں ہمیشہ دقت ہوا کرتی تھی۔ اس سے یہ قاعدہ رکھا گیا ہاں جس کو مجھ سے ملنا مقصود ہو وہ جب چاہے آئے سر آنکھوں پر اور جب جمعہ کی مہمانی ایسے لوگوں کی موقوف کی گئی تو جو

Marfat.com

قبول کرنا بھی موقوف کیا گیا کیونکہ یہ مناسب نہ تھا جس میں میرا نقصان تھا اُس کو تو موقوف کردیا اور جس میں میرا فائدہ تھا اُس کو جاری رکھا۔ اسلئے مہمانی کے ساتھ وہ بھی موقوف کیا گیا۔ بعض لوگ آکر پہلے ہدیہ پیش کرتے ہیں پھر کوئی اپنا کام بتلاتے ہیں یہ نہایت ناگوار معلوم ہوتا ہے جب کوئی کام لینا ہے مثلاً وعظ یا تعویذ وغیرہ بے تکلف لو اس کے ساتھ کچھ دینے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے کوئی دوکان خرید وفروخت کی تھوڑا ہی کھول رکھی ہے جب کوئی ہدیہ دیکر کام کرانا چاہتا ہے تو میں کام تو کردیتا ہوں لیکن ہدیہ واپس کردیتا ہوں۔ اگر کوئی محض محبت سے ہدیہ دے تو اُسکے قبول کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ یہ مبادلہ کی صورت اچھی نہیں معلوم ہوتی۔

دیگر

میں نے اپنا یہ معمول مقرر کرلیا ہے کہ جو نیا شخص آتا ہے اُس سے میں ہدیہ نہیں لیتا۔ البتہ اگر قرائن قویہ سے خلوص ثابت ہوجائے تو مضائقہ نہیں۔ رسم پرست لوگوں نے اس ہدیہ لیجانے کی وجہ یہ نکالی ہے کہ اگر پیر کے پاس خالی ہاتھ جاویگا تو وہاں سے بھی خالی ہاتھ آوے گا۔ فقط

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ اب ہدیہ کے متعلق مضمون کو ختم کیا جاتا ہے کیونکہ ناظرین کرام کو حضرت والا کے اصول وشرائط ہدیہ کافی مقدار میں معلوم ہوچکے ہیں اور اس امر میں حضرت والا کا جو مذاق ہے اُس کی کافی بصیرت حاصل ہوچکی ہے۔

تبرکات کے متعلق اصول

چونکہ حضرت والا پر بفضلہ تعالیٰ توحید اور تنزیہ باری تعالیٰ کا بہت غلبہ ہے اور ہر شے کو اُسکے درجہ پر رکھنا اور مقصود وغیر مقصود میں فرق کرنا حضرت والا کا امتیازی وصف ہے جو ایک مجدد اور مصلح اور حکیم الامۃ میں ہونا لازمی ہے اسلئے تبرکات کے باب میں بھی حضرت والا کا مذاق نہایت معتدل ہے اور وہ یہ ہے کہ اُن کی برکت کا انکار نہیں بلکہ بزرگوں کے تبرکات کی برکتوں کے واقعات اپنے بھی اور دوسروں کے بھی مشاہدہ کئے ہوئے اکثر نہایت معتقدانہ طور پر بیان فرماتے رہتے ہیں لیکن جو اصل دولت بزرگوں کے پاس ہے جس نے اُن حضرات کو اس قابل بنا دیا کہ اُس کی وجہ سے اُن کی چیزوں میں بھی برکت پیدا ہوگئی اُس دولت کی تحصیل کی جانب خود بھی ہمیشہ نظر رہتی ہے اور دوسروں کو بھی اُسی کی تحصیل کی ترغیب دیتے رہتے ہیں اور فرماتے رہتے ہیں کہ بزرگوں کے اصل تبرکات تو اُن حضرات کے اقوال واعمال واحوال ہیں اُن سے برکت حاصل کرنی چاہیئے۔

چنانچہ جب حضرت والا کے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز نے بنہایت شفقت و عنایت اپنا کتب خانہ حضرت والا کو عطا فرمانا چاہا تو اُس وقت بھی حضرت والا نے بنہایت ادب و نیاز عرض کر دیا کہ حضرت کتابوں میں کیا رکھا ہے مجھے تو کچھ اپنے سینۂ مبارک سے عطا فرما دیجئے۔ اس پر حضرت حاجی صاحب رح بہت مسرور ہوئے اور جوش میں آکر فرمایا کہ ہاں جی ہاں سچ تو یہی ہے کتابوں میں کیا رکھا ہے اھ اس واقعہ کو نقل فرما کر حضرت والا یہ شعر بھی فرما دیا کرتے ہیں ؎

	صد کتاب و صد ورق در نار کن	سینہ را از نور حق گلزار کن	

غرض حضرت والا کو تبرکات کے متعلق شغف نہیں نہ اعتقاداً نہ عملاً جیسا کہ آجکل لوگوں نے اسمیں غلو کر رکھا ہے۔ بلکہ حفاظت عوام پر یہاں تک نظر ہے کہ جب حضرت والا نے اپنے بیٹے دار بال کٹوائے تو اُن کو خاص اہتمام کے ساتھ دفن کرا دیا تاکہ معتقدین کے ہاتھ میں نہ پڑنے پائیں اور وہ اُن کا کوئی ڈھونگ نہ بنا سکیں حجام کے پاس بھی نہیں رہنے دیئے تاکہ وہ اُن کو بیچنا شروع نہ کر دے۔ چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ حضرت حاجی صاحب رح کے تبرکات بعض لوگ معتقدین کے ہاتھ بڑی بڑی قیمتوں پر بیچنے پر آمادہ تھے۔ اھ

ایک بار اس احقر جامع اوراق کی موجودگی میں بمقام میرٹھ ایک صاحب سلسلہ شیخ نے حضرت حاجی صاحب رح کے ایک خرقہ کو مجلس میں ایک ایک کے سامنے پیش کیا تاکہ اُس کو چوما جائے اور آنکھوں سے لگایا جائے تو حضرت والا نے فرمایا کہ مجھ کو اُن کا یہ فعل اچھا نہیں معلوم ہوا۔ ایک ڈھونگ سا معلوم ہوا اھ یہ بھی فرمایا کہ میرے پاس تو جتنے حضرت حاجی صاحب رح کے تبرکات تھے میں نے ایسوں کو دیدیئے جن سے یہ توقع تھی کہ وہ مجھ سے بھی زیادہ اُن کا ادب ملحوظ رکھیں گے۔ کیونکہ مجھے اُن کے ادب کی نگہداشت دشوار نظر آئی اور میں نے اپنے دل کو یہ کہکر سمجھا لیا کہ برکت کے لئے تو حضرت حاجی صاحب رح کی تعلیمات ہی کافی ہیں اگر اللہ تعالیٰ انھیں پر عمل کی توفیق بخشے تو اُن کے مقابلہ میں ان ظاہری تبرکات کی حاجت نہیں۔ چونکہ حضرت والا کے قلب میں بزرگوں کا بہت ہی زیادہ ادب اور اُن سے انتہا درجہ کی محبت ہے یہاں تک کہ بارہا نہایت تشدد کے ساتھ فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی شان میں ادنیٰ بے ادبی بھی موجب محرومی برکات باطنی ہے اس لئے شغف کے بزرگوں کے تبرکات کا بھی بہت ادب فرماتے ہیں۔

چنانچہ ایک صاحب نے سوال کیا کہ شیخ کے تبرک کو پہنکر پاخانہ میں جانا جائز ہے یا نہیں تو فرمایا کہ جائز تو ہے مگر کچھ واجب بھی تو نہیں اور ہر جائز کام کا کرنا ضروری ہی کیا ہے خود میری یہ حالت ہے

کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام جبۂ شریفہ جو جلال آباد میں ہے اور اپنے اکابر سے اس کی تصدیق وجدانی سنی ہے جب تھانہ بھون میں آتا ہے تو اگرچہ اس مکان کی طرف جہاں وہ رکھا جاتا ہے پاؤں کرنا جائز ہے مگر غلبۂ ادب کی وجہ سے غالب احوال میں اس طرف پاؤں نہیں کر سکتا۔ اھ

جبہ شریف کی زیارت بھی نہایت ذوق وشوق کے ساتھ کی اور اس طرح کہ اس کے خدام سے یہ اجازت لے لی کہ مجھ کو بالکل تنہائی میں زیارت کا موقع دیدیا جائے چنانچہ وہ لوگ خود بھی ہٹ گئے اور حضرت والا نے بالکل تنہائی میں نہایت ذوق وشوق کے ساتھ مخلّٰی بالطبع ہو کر خوب اطمینان سے زیارت کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ اس وقت حضرت والا پر نہ معلوم کیا کیا کیفیات طاری ہوئی ہوں گی جن کی سوائے حضرت والا کے اور کسی کو خبر نہیں مصداق شعر ؎

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد زباغباں		بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد		

چونکہ خدام جبۂ شریف کو حضرت والا کی خاص طور سے خاطر عزیز تھی اس لئے انھوں نے اس طرح تنہائی میں زیارت کرنے کی اجازت بھی دیدی ورنہ وہ لوگ تو ایک لحظہ کے لئے بھی جبہ شریف کو اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے۔

اسی طرح ایک [illegible] صالح اُمّی بزرگ تھے جن کا نام حاجی عبداللہ تھا وہ اول حضرت مولانا گنگوہی [illegible] تھے پھر حضرت والا سے بھی بیعت ہو گئے تھے حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک بالکل [illegible] وار عبا مجھکو ہدیۃً دیا تھا اس کی خود میں نے یہ برکت محسوس کی جس کا بارہا تجربہ [illegible] رہتا معصیت کے وساوس بھی بالکل نہ آتے اھ

[illegible] متعلق یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں برکت کا تو معتقد ہوں لیکن جو آجکل لوگوں نے [illegible] اور عمل میں غلو کر رکھا ہے اس کو ناجائز سمجھتا ہوں اھ

تبرکات حاصل کرنے کا سہل طریق

[illegible] تبرکات حاصل کرنے کا سہل طریق جس میں ان کو کوئی [illegible] کر دیا جائے کہ کچھ دیر اس کو استعمال فرما کر [illegible] اسی طرح تبرک حاصل کرتے دیکھا [illegible] ہیں میں گنہگار اس قابل کہاں کہ مجھ سے تبرکات [illegible] تو اگر اس وقت کوئی چیز نہ ہوئی تو میں ان کو

Marfat.com

بھی یہی ترکیب بتا دیتا ہوں اور یہ صورت ہے بھی بہت راحت کی کیونکہ اس میں جھگڑا کی ...

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کے بعض فہیم خدام ایسا ... کرتے ہیں ...

پر حضرت والا اپنی خاص مستعمل اشیا بھی مرحمت فرما دیتے ہیں۔ نیز چونکہ نو وارد ...

حضرت والا سے کپڑا بطور تبرک مانگا جاتا ہے اس لئے حضرت والا اپنے ...

بچوں کے ناپ کے چند چھوٹے چھوٹے کرتے قطع کرا کر ایسے موقعوں کیلئے ...

نہ کرنا پڑے اور درخواست پر فوراً نکال کر دیا جا سکے۔

حضرت والا نے اپنے وصیت نامہ "الاستغفار للاحتضار" میں یہ وصیت فرمائی ہے کہ ...

چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات کا سا معاملہ نہ کریں البتہ اگر کوئی محبت سے ...

بلکہ مخفی طور پر اپنے پاس رکھے مضائقہ نہیں اعلان اور دوسروں کو دکھلانے کا اہتمام نہ کیا جائے ...

سبحان اللہ کیا انتظام دین اور کیا اہتمام اصلاح امت اور کیا حفظ حدود ہے۔

بعض اصول متعلق عنوانات سابق جو بعد کو قابل اضافہ سمجھے گئے

(اصول متعلقہ عنوان دوم تعلیم و تربیت)

ایک طالب نے لکھا کہ فدوی اصلاح اعمال کی تعلیم کا خواستگار ہے۔ حضرت والا نے ...

تحریر فرمایا کہ اصلاح اعمال کی تفسیر لکھو۔

انھوں نے اس کی یہ تفسیر لکھی کہ بسا اوقات ارکان اسلام کی تعمیل ...

بعض ارکان ہمت کر کے شروع بھی کرتا ہوں تو ... نیت اور دلجمعی ...

عبادت سے جو سرور اور خوشی ہونی چاہئے ...

دنیہ میں بسا اوقات ایسے موانع اور عوائق ...

اور ضیق پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا جناب سے یہی التجا ہے کہ مذکورہ بالا ...

اتباع شریعت کو ہمارے لئے سہل فرما دیں گے۔

اس کا حضرت والا نے یہ جواب ارقام فرمایا کہ ...

اور دلجمعی۔ سرور اور خوشی۔ موانع اور عوائق ...

اس اصلاح سے کوئی تعلق نہیں ... اصلاح کی تعلیم ...

Marfat.com

پھر حاضرین مجلس سے زبانی فرمایا کہ دیکھئے لوگ ان غیر اختیاری چیزوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ یوں چاہے خدا تعالیٰ یہ سب چیزیں عطا فرما دیں لیکن ان کا ذمہ کون لے سکتا ہے۔ لوگ چاہتے ہیں کہ کوئی تعب ہی نہ اُٹھانا پڑے حالانکہ اس طریق میں تو لوہے کے چنے ہیں جو عمر بھر چبانے پڑتے ہیں اھ

دیگر

ایک وکیل صاحب نے اپنی طویل داستان لکھی جس میں ایک ان پڑھ صاحب کشف سے جن کی حالت پہلے مجذوبانہ سی تھی اپنا مرید ہونا لکھا۔ لیکن پھر وہ دنیا کے قصوں میں پھنس گئے نیز فقر کا علم حاصل کرنے سے مانع ہوئے جس کی وجہ سے اُن سے قطع تعلق کر لیا بیعت کے زمانے کی کچھ کیفیات بھی لکھی تھیں سماع وغیرہ میں کیفیات کا طاری ہونا بھی لکھا تھا حضرت والا کی تصانیف سے بہت زیادہ مناسبت بھی لکھی تھی اور لکھا تھا کہ دو سال سے مرشد مذکور الصدر سے اپنا تعلق ترک کر دیا ہے اور خیال آپ کی طرف مائل ہو گیا ہے اور جناب کے خیالات اور مواعظ سے مجھکو خاص لگاؤ ہو گیا ہے براہ کرم مجھے مشورہ دیجئے کہ آیندہ میں کیا کروں اھ

غرض بڑی طویل داستان تھی حضرت والا نے اس کا عجیب عنوان سے جواب ارقام فرمایا تحریر فرمایا کہ کسی نے ایک کبڑے سے پوچھا تھا کہ تو اپنا اچھا ہونا چاہتا ہے یا دوسروں کا کبڑا ہونا اُس نے کہا دوسروں کا کبڑا ہونا تاکہ جس طرح یہ لوگ مجھ پر ہنستے ہیں میں بھی ان پر ہنس لوں بس یہی مثل میری ہے کہ میں ایک طالب علم آدمی ہوں اور صغریٰ کبریٰ میں مقید دوسروں کو بھی اسی رنگ پر لانا چاہتا ہوں اس سے میرے مشورہ کا حال تو معلوم ہو گیا اب آپ اپنے لئے مشورہ سوچ لیجئے اھ

بعض اصول متفرقہ ماخوذ از اشرف المعمولات ملخصاً جنکا طالبین کو بہت اہتمام کے ساتھ لحاظ رکھنا چاہیئے

(مناسب عنوان اول متعلق بیعت)

(۱) ایک شخص نے آکر درخواست بیعت کی۔ دریافت فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو اُس نے بیان کیا کہ میں ایک بارات میں آیا تھا وہاں سے بہ ارادۂ بیعت یہاں آیا ہوں فرمایا کہ یہ کام ایسا نہیں کہ دوسرے کام کے ساتھ ہو یہ تو دلیل ہے بے رغبتی کی ہے اس لئے اب میں بیعت نہ کروں گا۔ خلاصہ

اسی لئے مکان سے آنا چاہیئے اُس وقت گفتگو ہوگی اھ

(۲) ایذاء شیوخ بلا قصد بھی وبال سے خالی نہیں ہوتی۔ اسلئے افراط فی الشفقت مضر ہے کیونکہ جتنی شفقت ہوگی اتنی ہی اس کی بے تمیزیوں سے زیادہ ایذاء ہوگی۔ اور بات بات میں رنج ہوگا۔ اب میں اسپر ایک دوسرے مسئلہ کی تفریع کرتا ہوں۔ جو چند روز سے میں نے تجویز کیا ہے جس میں میں مجبور ہوں مگر لوگ میری مجبوری کو ابتک نہیں سمجھے اس بیان سے یہ تو معلوم ہوگیا ہوگا کہ افراط فی الشفقت مضر ہے اور یہ مقدمہ پہلے سے معلوم ہے کہ مقدمۃ المکروہ مکروہٌ و مقدمۃ الواجب واجبٌ کہ جو چیز کسی بُری شئے کا سبب بنے وہ بھی بُری ہے اور جو ضروری شئے کا ذریعہ ہو وہ ضروری ہے تو چونکہ معلوم ہوچکا ہے کہ افراط فی الشفقت مضر ہے اور مکروہ ہے اسلئے جو چیز افراط فی الشفقت کا سبب بنے وہ بھی واجب الترک ہوگی تو مجھے بیعت کرنے سے افراط فی الشفقت ہوجاتی ہے اسلئے میں نے بیعت کرنا چھوڑ دیا ہے گو اسمیں ایک فتوے کی بات بھی ہے کہ بیعت کی جو اصل تھی آجکل اس سے تجاوز ہوگیا ہے بیعت کا حاصل ہے معاہدہ مرید براتباع و معاہدہ شیخ بر شفقت و اصلاح الیکن لوگوں نے اسکو اپنی حد سے بڑھایا ہے کہ جس سے عقیدہ اور عمل میں تغیر پیدا ہوگیا ہے۔

عقیدہ میں تو یہ کہ جب تک ہاتھ میں ہاتھ لیکر بیعت نہ کیا جاوے صرف زبانی معاہدہ کو کافی نہیں سمجھا جاتا۔ اسلئے کہا جاتا ہے کہ ہم تم کو تعلیم دیں گے اور ہر طرح تمھاری اصلاح کی تدبیر کریں گے مگر وہ کبھی راضی نہیں ہوتا گویا بزرگی کوئی برق ہے جب تک پیر کے ہاتھ سے ہاتھ نہ ملایا جائے وہ برق نہیں دوڑتی اگر یہی بات ہے تو لازم آتا ہے کہ ہمارا سلسلہ ہی منقطع ہوجائے کیونکہ ایک زمانے میں بزرگوں نے اس طریقے سے بیعت کرنے کو ترک کر دیا تھا۔ اس لئے کہ اس زمانے میں بادشاہ رعایا سے اطاعت کی بیعت لیا کرتے تھے۔ تو اگر کسی دوسرے کو بیعت لیتے دیکھا جاتا تھا۔ اس پر بغاوت کا گمان کیا جاتا تھا کہ یہ بھی طالب سلطنت ہے تو بزرگوں نے اس خوف سے کہ کوئی بادشاہ سے چغلی نہ کھادے اس طریقہ بیعت کو ترک کر دیا تھا صرف زبانی معاہدہ پر اکتفا کرتے تھے اور تعلیم فرمایا کرتے تھے تو بتلایئے اگر بدون اس خاص طریقے کے بیعت نہیں ہوسکتی تو آپ کا سارا سلسلہ بیعت ہی منقطع ہوا جاتا ہے۔ اگر ہوسکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس سے انکار کیا جاتا ہے۔ اور زبانی معاہدہ اور تعلیم کو ناکافی خیال کیا جاتا جو چیز موقوف علیہ نہ ہو اس کو موقوف علیہ سمجھنا یہ غلو فی العقیدہ ہے یا نہیں۔ ضرور ہے اور اس [illegible] ہونی چاہیئے اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ ہے کہ اس طریقے کو اسی ہیئت سے جا[illegible] زبان سے سمجھا دیا جائے کہ یہ ہاتھ میں ہاتھ دینا ظاہری بیعت ہے۔ اصل [illegible] اور دوسرا یہ ہے کہ اس ہیئت کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ دوسرے حضرات پہلا طریقہ پر عمل کریں۔ اور مجھے چونکہ [illegible] ہیئت خاصہ سے افراط فی الشفقت ہوجاتی ہے اسلئے [illegible] اختیار کرتا ہوں [illegible]

Marfat.com

غلو فی العقیدہ کی بھی اصلاح ہو گئی اور ضرر کی بھی)۔

(۳) میں بیعت کے وقت اس سے بھی منع کر دیتا ہوں کہ بھی کسی سے لڑنا جھگڑنا نہیں میں نے دیکھا ہے کہ جو کم عقل لوگ لڑتے پھرتے ہیں وہ اپنے بزرگوں کو گالیاں کھلواتے ہیں کیونکہ دو ہی حالتیں ہیں یا تو وہ اپنے بزرگوں کی تعریف کرے گا تو یہ بھی مجھے پسند نہیں یہ استخوان فروشی ہے کہ خواہ مخواہ اپنے بزرگوں کی تعریف کراتے پھریں جسے غرض ہوگی وہ خود آکے دیکھ لیگا تھیں کیا ضرورت ترغیب دینے کی دوسری حالت یہ کہ وہ گالیاں دیگا. لوگ کیا کرتے ہیں کہ ایک مسئلہ کسی کے سامنے بیان کیا اس نے ابھی تک تو انھیں کو برا بھلا کہا تھا اس کے بعد انھوں نے یہ کہہ دیا کہ فلاں بزرگ فرماتے تھے بس اب ان بزرگ پر گالیاں پڑنا شروع ہو گئیں. بھلا اس کی کیا ضرورت کہ ایک مخالف کے سامنے اپنے شیخ کا ذکر کرنا اور گالیاں کھلوانا اول تو آپ کو جوش ہی کیوں آیا اگر آیا تھا تو اپنی ہی طرف منسوب رہنے دیا ہوتا یہ بالکل نادانی ہے کہ جوش آپ کو ہو اور نام لیں شیخ کا تاکہ تبرا جو کچھ ہو وہ انھیں پر ہو۔

(مناسب عنوان دوم متعلق تعلیم و تربیت)

(۱) مجھے طریق میں اس کا بہت خیال رہتا ہے کہ ایسی مختصر بات بتلائی جائے جو سب باتوں کو جامع ہو چنانچہ ایک دفعہ میں نے اخلاق رذیلہ کا علاج دو لفظوں میں تجویز کیا تھا تامل و تحمل کہ جو کام کرے سوچ کر کرے کہ شرعاً جائز ہے یا نہیں اور جلدی نہ کرے بلکہ تحمل سے کام کیا کرے اختصار کے ساتھ قافیہ کا بھی خیال ہے اس سے یاد میں سہولت ہوتی ہے اس لئے ایک دوست کا فیصلہ ہے کہ نثر میں شاعر ہے۔

(۲) میری عادت نہیں کہ خود کسی معاملہ میں دخل دوں میرے اوپر غیرت کا غلبہ زیادہ ہے اسلئے خود کسی معاملہ میں دخل دینے کو جی نہیں چاہتا یہ خیال ہوتا ہے کہ میرا تو کام نہیں میں کیوں دخل دوں۔ کسی کو لاکھ دفعہ غرض پڑے اپنی اصلاح کا طریقہ دریافت کرے ورنہ میری جوتی کو کیا غرض پڑی ہے کہ اپنے آپ تو کسی کو اپنی اصلاح کا قصد نہ ہو اور میں اس کے پیچھے پڑا پھروں۔ اگر کسی وقت شفقت کا غلبہ ہوتا ہے تو میں خود بھی نرمی سے کہہ دیتا ہوں۔

(۳) مولانا نے فرمایا کہ مجھکو بہ نسبت عقیدت کے محبت زیادہ پسند ہے کیونکہ عقیدت خیالی چیز ہے ذرا میں زائل ہو جاتی ہے اور محبت زائل نہیں ہوتی۔

(۴) ایک شخص سے کچھ باتیں دریافت فرمائیں اس نے سوالات کے جواب دینے میں محض تکلف کی راہ سے بلا کسی عذر کے سستی اور دیر کی اور بہت بہت دیر میں ایک ایک سوال کا جواب دیا پھر اس شخص نے

Marfat.com

بیعت کی درخواست کی فرمایا کہ اول ادب اور تمیز حاصل کرنا چاہیئے اس کے بعد بیعت کی درخواست کرنا چاہیئے
اور فرمایا کہ تم کو ابھی تمیز نہیں ہے کہ بلا وجہ تم نے ایک شخص کو دیر میں جواب دے کر انتظار کی تکلیف پہنچائی
اور حرج کیا۔

(۵) کوئی ذکر و شغل کرتا ہو تو مجھے اس وقت تک اس کی قدر نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے اعمال درست
نہ ہوں۔ ذکر و شغل میں تو مزہ ہے اگر نہ کرے تو مر جائے شغل تو وہ ہے کہ جس میں کلفت ہو اور [illegible] اعمال
کرنے کیلئے اسے کرے اس طرح چاہیئے کہ خود تنگی اٹھائے اور دوسروں کے حقوق ادا کرے۔ ایک شاغل
کے ذمہ قرض نکلتا تھا اور انہوں نے اس کے ادا میں بہت کوتاہی کی تھی ایسے شخص پر بکلمات [illegible]
نکال دیا اور فرمایا قرض ادا کرنے کے بعد یہاں آسکتے ہو جب تک قرض ادا نہ کرو یہاں مت آؤ

(۶) فرمایا کہ جب معلوم ہو جائے کہ ایک شخص کو کسی عیب کی عادت ہے تو معاف کرنے کو جی نہیں چاہتا
جب تک کہ اس عیب کو نہ چھوڑ دے۔ اگر اتفاقاً کسی سے کوئی خطا ہو جائے تو معافی کا مضائقہ نہیں
ایسے شخص کو اپنے یہاں ہرگز نہیں رکھنا چاہتا جو دوسروں کے حقوق تلف کرے۔

(۷) مجھ کو علم کے پڑھانے لکھانے کا اتنا اہتمام نہیں ہے جس قدر تہذیب اخلاق و دیانت کا
کیونکہ لکھنے پڑھنے کا اہتمام تو ہر جگہ ہوتا ہے لیکن اخلاق کی طرف کسی کو خیال بھی نہیں ہے [illegible]
زیادہ نظر نہیں کرتا اگر کسی نے جماعت سے نماز بھی نہ پڑھی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

(مناسب عنوان سوم متعلق واردین)

(۱) فرمایا کہ افسوس ہے لوگوں کے اخلاق بکثرت خراب ہو گئے بعض لوگ آتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ خاص آپ سے ملنے کو آیا ہوں اور کوئی دوسرا کام نہ تھا۔ حالانکہ اپنے کسی دنیوی کام کے لئے آتے ہیں۔ میں اپنا مہمان سمجھ کر مہمانوں کا سا برتاؤ کرتا ہوں بعد کو انکا قصد اسکے خلاف ظاہر ہوتا ہے تو سخت رنج ہوتا ہے۔ خرابی یہ ہے کہ صاف بات لوگ نہیں کہتے۔ اخلاق بگڑ گئے ہیں معاملات میں صفائی نہیں رہی اور ضرورت اظہار کی یہ ہے کہ مسئلہ ہے کہ مہمان کا اور حکم ہے اور ابن السبیل کا اور حکم ہے۔ مہمان کی مدارات تو ذمہ خاص شخص کے ہوتی ہے اور جو اپنے کام کے لئے آوے اور پھر راہ میں ٹھہر جائے وہ ابن السبیل ہے اُس کی مہمانی سب کے ذمہ ہے۔

(۲) میں نے خانقاہ میں قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ نہ کسی سے دوستی بڑھاؤ نہ دشمنی پیدا کرو۔ نہ زیادہ مجلس آرائی کرو کیونکہ یہ مجلس آرائی فساد کی جڑ ہے۔

(۳) میری رائے اس باب (خلوت) میں یہانتک ہے کہ گو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بزرگوں سے ملنا خلوت سے ہر حال میں بہتر ہوگا۔ مگر میں آجکل کبھی کبھی اپنے احباب کو ایک مشورہ دیا کرتا ہوں وہ یہ کہ بعض لوگوں کو بزرگوں کی زیارت کا بہت شوق ہوتا ہے وہ آئے دن سفر ہی میں رہتے ہیں۔ آج ایک بزرگ کے پاس جا رہے ہیں کل دوسرے بزرگ کے پاس۔ میں ان کو منع کیا کرتا ہوں کہ بزرگوں سے بہت نہ ملا کرو بس ایک کو اپنا بزرگ بنا لو اور ہمگر اُس کے پاس رہو اور اُس کے پاس بھی زیادہ آمد و رفت نہ کرو بلکہ ایک دفعہ بہت سارہ لو پھر اپنے گھر بیٹھو برس دن ایک دفعہ پھر مل لینا ہر مہینہ اس کے پاس بھی نہ جاؤ۔

(۴) میں تو کہتا ہوں کہ اپنے پیر کے پاس بھی کم جاؤ۔ زیادہ نہ لپٹو کیونکہ گاہے گاہے خاص اوقات میں اُس کے پاس جاؤ گے تو اس کو ذکر میں مشغول دیکھو گے رزانت و متانت کی حالت میں پاؤ گے اس سے اعتقاد بڑھے گا۔ اور اگر ہر وقت لپٹے رہو گے تو کبھی ہگتے دیکھو گے کبھی موتتے ہوئے کبھی تھوکتے سنکتے دیکھو گے اس سے تمھیں اعتقاد کم ہو گا ہاں عقلا کو تو ان حالات کے مشاہدہ سے اعتقاد بڑھتا ہے کیونکہ وہ جانیں گے کہ شیخ فرشتہ نہیں بشر ہے مگر بشر ہو کر بے شر ہے تو بڑا کامل ہے۔ اور ناقص العقل کبھی شیخ میں اور اس کی بیوی میں لڑائی جھگڑا دیکھے گا۔ اس کا ان باتوں سے اعتقاد کم ہو گا اور اگر اعتقاد بھی کم نہ ہو تب بھی ہر وقت نہ لپٹو کیونکہ آخر شیخ کو بھی تو اپنے اوقات کی پابندی ضروری ہے۔ زیادہ

Marfat.com

زیادہ لپٹنے سے اس کو کدورت ہوگی اور شیخ کو مکدر کرنا طالب کے لئے مضر ہے۔ اس کی رعایت بہت ضروری ہے کہ جس کے پاس جاؤ ایسے وقت میں جاؤ کہ اُس وقت تمھارے جانے سے اس کو کدورت نہ ہو۔

(۵) ایک شخص نے آکر درخواست کی کہ مجھے کوئی ایسا تعویذ لکھ دیجئے کہ میری قوم مجھے سردار بنالے۔ لیکن اس مطلب کو اس طرح ادا کیا کہ حضرت مولانا کی سمجھ میں نہیں آیا مولانا نے کئی مرتبہ اس سے پوچھا لیکن اُس نے ناتمام جواب دیا۔ آخر بہت دیر کے بعد اُس کا مطلب سمجھ میں آیا۔ مولانا نے حاضرین کو خطاب کرکے فرمایا کہ جو لوگ سال دو سال میں صرف ایک ہی دفعہ کسی کے پاس ہو آئیں۔ اُن کے اخلاق کی درستی کیا ہو سکتی ہے اور فرمایا کہ افسوس ہے آجکل بزرگوں نے بھی ان امور میں لوگوں کو روک ٹوک کرنا بالکل ترک کر دیا ہے کیونکہ دوسرے کی اصلاح میں اپنے کو کچھ نہ کچھ بداخلاق بننا پڑتا ہے۔ بدون اس کے اصلاح دوسرے کی نہیں ہوتی تو اکثر حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کیوں بُرے بنیں۔

(۶) فرمایا کہ ایک روز ایک صاحب معمر مجھ سے کھانے کے وقت ملنے آئے۔ میں اُس وقت گھر میں تھا وہ آکر دروازہ کے باہر بیٹھ گئے اور جو بچہ بھی گھر میں جاتا اُس سے اپنے آنے کی خبر کہلا کر بھیجتے۔ مگر میں برابر اپنے کام میں مشغول رہا۔ میرے گھر میں کہنے لگیں کہ یہ شخص کتنی دیر سے اطلاع کر رہا ہے آپ کو ہو آنا چاہئے۔ میں نے کہا کہ مجھے صبح سے شام تک بہت سے آدمیوں سے معاملہ پڑتا ہے۔ میرے دل میں اس قدر رحم نہیں کہ اپنا کام چھوڑ کر محض ملنے کے لئے چلا جاؤں آخر ظہر کے قریب اپنے کام سے فارغ ہو کر میں باہر گیا تو وہ شخص کہنے لگے کہ مجھے کچھ عرض کرنا ہے میں نے کہا کہ میں آپ کی بات سنوں گا لیکن پہلے آپ یہ بتلائیے کہ آپ نے اپنی ضرورت کی رعایت کرکے مجھے بار بار اطلاع دے کر پریشان کیا۔ آپ نے یہ بھی سوچا کہ دوسرے کو بھی ضرورت ہے یا نہیں۔ اگر ایسی ہی ضرورت تھی تو کیا میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لئے نہ آتا اُس وقت وہ ضروری بات آپ کہہ سکتے تھے ولو انھم صبروا حتیٰ تخرج الیھم لکان خیرًا لھم۔ یہ سن کر نہایت پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ مولویوں کو ایسا نہ ہونا چاہئے۔ میں نے کہا جناب میں نے مولویت کا دعویٰ ہی کب کیا ہے۔ کہنے لگے کہ میں بہت سے مولویوں کے پاس گیا کسی نے مجھ کو ایسا نہیں کہا میں نے کہا خیر آج فائدہ ہو گیا کہ آیندہ کبھی آپ کسی کے پاس جا کر ایسی حرکت نہ کریں گے۔ آخر وہ شخص نادم ہوئے۔

(۷) فرمایا بعض لوگ مل کر جاتے وقت پچھلے پاؤں چلتے ہیں یہ گرا[illegible] ... نہیں طبعی بات ہے۔ زیادہ تعظیم و تکریم کرنے سے نفس خراب ہو جاتا ہے۔ فرعونیت آتی ہے۔ چنانچہ جب میں ترک ملازمت کرکے کانپور سے آیا تو یہاں لوگوں کے تم کہنے سے بھی انقباض ہوتا تھا کیونکہ

وہاں پندرہ برس تک ہر وقت آپ اور جناب سنتا رہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے لئے کھڑے ہونے کی بھی ممانعت کر دی تھی مجلس میں ممتاز ہو کر بیٹھتے نہ تھے حتیٰ کہ نئے آنے والوں کو پوچھنا پڑتا تھا کہ من محمد فیکم (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۸) بوقت صبح ایک ذاکر شاغل نے مسجد کے لوٹے میں پانی اور مسواک لا کر بخیال وضو رکھ دیا عمر دین موذن سے فرمایا کہ سب سے دریافت کرو کہ کس نے یہ مسواک لوٹے میں لا کر رکھی ہے معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے رکھی ہے۔ فرمایا کہ ان کو بلاؤ جب وہ آئے تو فرمایا کہ جب آداب خدمت سے واقف نہیں ہو تو کیوں خدمت کرتے ہو گو محبت اور میری راحت کے خیال سے کرتے ہو لیکن جس خدمت سے مجھے تکلیف پہونچے ایسی خدمت کرنے کا کیا فائدہ اور میری خدمت تو چند طلبہ جن سے دل کھلا ہوا ہے اور میرے معمولات سے واقف بھی ہیں وہ لوگ کرتے ہیں باقی جو لوگ یہاں رہ کر ذکر و شغل کرتے ہیں ان لوگوں سے خدمت لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے اور درصورت خلاف مرضی مجھ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے خدمت کرنے سے بڑے آدمیوں کو منع کرتا ہوں یہ تو سب طبعی خرابی ہوئی۔ اور شرعی خرابی یہ ہوئی کہ مسجد کا لوٹا وقف ہے اور مال وقف میں سب برابر ہیں جب آپ نے پہلے سے بلا ضرورت مسواک لا کر اس میں رکھدی تو وہ محبوس ہو گیا۔ اب اس سے کوئی کام نہیں لے سکتا اور یہ ناجائز ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ خدمت کرنے سے تقرب ہو گا اور مجھ کو اپنا معبود بنانا چاہتے ہیں۔ میں ہرگز ایسی خدمتوں سے خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ جس کام کے لئے جو آوے اس میں لگا رہے اور جو خدمت چاہے مجھ سے لیوے تو مجھ کو اس میں راحت ہوتی ہے

(۹) ایک صاحب نے حضرت والا کی خدمت میں ایک لفافہ پیش کیا کہ یہ فلاں شخص نے بھیجا ہے دیکھکر فرمایا کہ اس کو واپس کر دو وہ خود کیوں نہیں بھیجتے۔ واسطہ کی کیا ضرورت ہے وہ لوگوں پر اپنا بوجھ کیوں ڈالتے ہیں اور ان صاحب سے کہا کہ آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آئندہ کسی کا سلام و پیام مجھ سے نہ کہا کیجئے آپ اپنا کام کرنے آئے ہیں یا لوگوں کے سفیر ہیں۔

(۱۰) ایک صاحب نووارد حضرت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں سے اٹھ کر سب لوگوں کے پیچھے جا بیٹھے حضرت والا نے فرمایا کہ آپ وہاں کیوں جا بیٹھے۔ آپ میرے پاس آ جائیے۔ ان صاحب نے کہا کہ وہاں جگہ تنگ ہے۔ اس پر حضرت والا نے ایک مولوی صاحب سے فرمایا کہ آج آپ ہی ایثار کریں۔ آپ پیچھے بیٹھ جائیے۔ اور اپنی جگہ خانصاحب کو دیدیجئے۔ آپ تو ہمیشہ کے رہنے والے ہیں۔ نوواردوں کی رعایت کیا کیجئے میں ہمیشہ اس کا خیال رکھتا ہوں۔ میں اکیلا کیا کروں۔ کوئی سنتا ہی نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ زاہدان خشک کا قول ہے کہ ایثار فی القربات میں جائز نہیں مگر محققین نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ بھی ایک قربت ہے اور

Marfat.com

وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ رعایت ادب کی کرنا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اہل مکہ میں یہ بات بہت ہی اچھی ہے کہ وہ حج کے زمانہ میں مسافروں کی رعایت سے خود طواف کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی واجب شرعی نہیں ہے مگر جائز ہے۔ اس میں مسافروں کو بہت سہولت ہے۔

مناسب عنوان چہارم (یعنی خط وکتابت)

(۱) فرمایا کہ سوال اس طرح کرنا چاہئے کہ اس کی عبارت مختصر ہو اور معنی خیز ہو بعض لوگ خط میں سوال اس طرح لکھتے ہیں کہ جس شخص کو اس معاملہ کی حقیقت نہ معلوم ہو وہ اس عبارت سے کبھی نہیں سمجھ سکتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سوال کے اجزا حل کرنے کی کار ضرورت ہوتی ہے۔

(۲) فرمایا کہ دستی خط کی کچھ قدر میرے دل میں نہیں ہوتی اور سمجھتا ہوں کہ اس کے جواب کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر ان کو ضرورت ہوتی تو پیسہ خرچ کر کے ڈاک میں بھیجتے۔

(۳) فرمایا کہ مجھ کو آجکل کی نئی عبارت سے بیحد نفرت ہے عجیب رنگ کی عبارت ہوتی ہے مغالطات جھوٹی باتیں باطل کو حق کے پیرایہ میں دکھا دینا اس کا خاصہ ہے کسی بڑے مکار شخص نے ایجاد کی ہوگی۔

اب احقر اس عنوان پنجم اصول متفرقہ کو بھی جو تنبیج گنج اشرف کا خیر عنوان ہے ختم کرتا ہے۔

حضرت والا کے جتنے اصول، وضوابط پنج گنج اشرف میں بیان کئے گئے ہیں ان سے ناظرین کرام نے بخوبی اندازہ فرما لیا ہوگا کہ حضرت والا کے یہاں ہر بات نہایت منظم ہے اور ہر چیز کا ایک نہایت معقول ضابطہ ہے اور جو اس کے خلاف عمل کرتا ہے اس پر ناخوشی کا اظہار فرمایا جاتا ہے لیکن حضرت والا [illegible] ہرگز نہیں فرماتے البتہ جب خود کسی کی بے عنوانی ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر تنبیہ ضرور فرماتے ہیں [illegible] جو طریق شریعت کے مطابق ہی ہے۔

سب اصول لوگ [illegible] تمام شریعت مقدسہ ضابطہ اور [illegible]
اور [illegible] کا بھی یہی طریق رہا ہے۔

حضرت والا اپنے معمولات کی تائید میں اکثر دلائل شرعیہ اور اقوال [illegible]
[illegible]
[illegible]

ماخوذ از اشرف المعمولات بحاصلہ

فرمایا کہ آجکل لوگوں کو دوسرے کی راحت و تکلیف کا ذرا خیال نہیں۔ اب اگر کوئی انتظام کرنے لگے تو اُسے قانون ساز کہتے ہیں۔ چنانچہ میرے یہاں اس قسم کی باتوں پر روک ٹوک اور انتظام بہت ہے جس پر عنایت فرماؤں نے مجھے بہت کچھ خطاب دے رکھے ہیں ایک صاحب نے تو میرے منہ پر کہا۔ کہ تمھارے مزاج میں تو انگریزوں کا سا انتظام ہے۔ افسوس گویا اسلام میں انتظام ہی نہیں بس اسلام تو اُن کے نزدیک بے انتظامی کا نام ہے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ انگریزوں میں مسلمانوں سا انتظام ہے تو ایک درجہ میں صحیح ہو سکتا ہے۔ اھ

دیگر از اشرف المعمولات

ایک مرتبہ نماز عصر کے وقت مؤذن سے ایک معمار نے کہ وہ اُسوقت اپنی تعمیر کے کام میں مشغول تھا اذان کہنے کی اجازت چاہی مؤذن نے اُس کو اجازت دیدی تو اُس نے خلاف معمول باورچی خانے کی چھت پر کھڑے ہو کر کہ وہاں حضرت مولانا کی نشستگاہ تیار ہو رہی تھی اذاں کہدی جب وہ اذاں کہہ چکا تو مولانا نے اس سے بلا کر دریافت کیا کہ تم نے کس کی اجازت سے اذاں کہی ہے اُس نے عرض کیا کہ مؤذن نے مجھے اجازت دیدی تھی۔ مولانا نے مؤذن کو بُلا کر تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تم نے بلاضرورت کیوں اجازت دی پھر فرمایا کہ بدانتظامی سے دوسروں کو بھی تکلیف پہونچتی ہے اور اپنے کو بھی۔ دیکھئے اسوقت اس واقعہ میں کتنی مصلحتیں فوت ہوئیں اس معمار نے اتنی دیر کام کا حرج کیا اور مؤذن کو اپنے کام سے بفکری ہوئی اور اسکی عادت پڑنا ٹھیک نہیں اور اہل محلہ کو خواہی نخواہی وحشت ہوئی کہ وہ سمجھیں گے کہ اب چھت پر اذاں ہوا کریگی ہمارے گھروں کی بے پردگی ہوگی اور وہ غریب لوگ ہیں بوجہ لحاظ کے کچھ نہیں کہہ سکتے مگر اُن کو کلفت و پریشانی تو ہوئی۔ یہ تمام خرابی معمول بدلنے سے اور بے انتظامی سے ہوئی اور فرمایا کہ کیسا افسوس ہے کہ امور دنیا میں تو ہر شخص کے یہاں انتظام اور اہتمام ہے اور امور دین میں اس قدر بے اہتمامی اور بے انتظامی شائع ہوئی ہے کہ کچھ بھی انتظام نہیں رہا لوگ سمجھتے ہیں کہ دین میں انتظام نہیں ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے شمائل ترمذی میں مروی ہے کان لہ عتاد فی کل شئی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ہر (ضروری) امر کا سامان تھا جس کا منشا ضابطہ کی رعایت و التزام ہے پس اس سے آپ کی انتظامی شان ثابت ہو گئی حتیٰ کہ ایک روز ازواج مطہرات نے بستر مبارک کو دو تہ کر کے بچھا دیا تھا۔ اس روز حضور دیر میں بیدار ہوئے

Marfat.com

فرمایا کہ آج ضرور کوئی جدید بات ہوئی ہے آخر بستر کو ایک تہ کرایا پھر فرمایا حجرے میں نوافل پڑھ لینا تو خیر بغیر انتظام بھی ممکن ہے لیکن عظیم الشان سلطنت کا کام بغیر انتظام کیونکر ہو سکتا ہے۔ تو اگر دین میں انتظام بالکل نہیں تھا تو حضرات صحابہ کرام کو یہ عظیم الشان سلطنت کیا بے انتظامی ہی سے ملگئی تھی۔ حاشا وکلا دین میں تو یہاں تک انتظام ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے تکبیر شروع کی تو آپ نے منع فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ تکبیر اس کا حق ہے جو اذان کہے اور یہ انتظام ہی ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قاضی انصار میں سے ہونا چاہئے اور مؤذن اہل حبشہ میں سے کیونکہ اہل حبشہ قوی ہوتے ہیں اور اس لئے ان کی آواز بھی بلند ہوتی ہے۔

دیگر از اشرف المعمولات

فرمایا کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنے تمام کاموں کو انتظام کے ساتھ کرے اس سے اپنے کو بھی راحت ہوتی ہے اور دوسروں کو بھی۔

دیگر از یادداشت احقر

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ یہ معمولات اور انتظامات میں نے اپنی مدت کے تجربوں کے بعد مقرر کئے ہیں اب اگر کسی کو ان سے اچھے معمولات اور انتظامات معلوم ہوں وہ مجھ کو بتائے میں بجان و دل قبول کرنے کو تیار رہوں بشرطیکہ میری سمجھ میں آجائیں ورنہ ان میں جو خرابیاں مجھ کو نظر آئیں گی وہ ظاہر کرونگا اور جب اس مشیر کی طرف سے ان کا قابل اطمینان جواب ہو جائیگا تو واللہ میں اپنا تمام انتظام بدلنے پر تیار ہوں کیونکہ یہ کوئی شرعی مسئلہ تو ہے نہیں اپنی اور اپنے دوستوں کی سہولت کے لئے اور وہ بھی مدتوں کے تجربوں کے بعد اور الحمد للہ شریعت کے مطابق دستور العمل مقرر کیا ہے اگر اب انھیں باتوں کا خیال رکھکر کہ شریعت کے موافق بھی ہو اور جانبین کی سہولت اور راحت کی بھی پوری رعایت ہو کوئی دوسرا دستور العمل بنادو میں مان لونگا۔ لوگ معمولات میں تو بدلیل صلاح دیتے نہیں اور ان کے نتائج میں اعتراض کرتے ہیں۔

دیگر از یادداشت احقر

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اکثر قانون و مروت ایک جگہ [illegible] ضوابط کو خلاف مروت سمجھا جاتا ہے۔ مگر ان کی قدر بعد میں معلوم ہوگی [illegible] مفاسد پیش آتے ہیں تب ان کی قدر و منزلت معلوم ہو جاتی ہے اور میرا حوالہ دیا جاتا ہے [illegible]

بات یہ ہے کہ یہ قوانین میں نے سوچ سوچ کر نہیں گڑھے ہیں تجربوں نے ان قوانین کے پابند ہونے پر مجبور کیا ہے اور جس کو بھی اس قسم کے معاملات پیش آئیں گے اُس کو ایسے ہی قوانین کی ضرورت پیش آئیگی بلکہ میں تو قانون بنانے میں بھی اہلِ معاملہ کی سہولت اور راحت کی بہت رعایت رکھتا ہوں دوسروں سے تو یہ رعایت بھی نہ ہو سکے گی۔ اھ

دیگر از یادداشت احقر

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بزرگانِ سلف میں تو یہاں تک انتظام کا اہتمام تھا کہ ایک بزرگ نے اپنا یہ معمول مقرر فرما رکھا تھا کہ جب کوئی نیا طالب آکر مہمان ہوتا تو اُس کو روٹی اور سالن تناسب کے ساتھ بھیجتے یعنی جتنی روٹیاں ہوتی تھیں اُنھیں کے لحاظ سے سالن کی بھی مقدار ہوتی تھی اور پھر جو کھانا بچکر آتا اُس کو دیکھتے کہ آیا روٹی اور سالن تناسب ہی سے بچکر آیا ہے یا کم زیادہ اگر ان دونوں چیزوں کی مقدار تناسب نہ ہوتی تو صاف فرمادیتے کہ بھائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمھارے اندر انتظام نہیں ہے اور ہماری طبیعت میں انتظام ہے لہذا ہمارا تمھارا نباہ نہ ہوگا کسی ایسے پیر کو ڈھونڈھو جس میں انتظام نہ ہو۔

اسی طرح دو شخص حضرت سلطان جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے وہ کہیں آپس میں یہ کہہ رہے تھے کہ ہمارے وطن کی مسجد میں جو حوض ہے وہ یہاں کے حوض سے بہت بڑا ہے۔ یہ بات سلطان جی نے بھی سن لی فوراً طلب فرمایا اور پوچھا کہ کیا تم نے دونوں حوضوں کی پیمائش کر لی ہے عرض کیا پیمائش تو نہیں کی اندازے سے کہا ہے۔ فرمایا اندازہ کا کیا اعتبار بلا تحقیق بات کیوں کہی اچھا جاؤ ناپ کر آؤ۔ چنانچہ وہ ڈرتے ڈرتے گئے کہ کہیں ہماری بات غلط نہ نکلے لیکن خیر جب وہاں پہونچکر ناپا تو واقعی وہ حوض ایک بالشت بڑا ہی نکلا اسپر وہ بہت خوش ہوئے کہ ہماری بات غلط نہ نکلی اور جب حاضر ہوئے تو اپنے نزدیک سرخرو بنکر عرض کیا کہ حضرت ناپنے پر بھی وہی حوض بڑا نکلا فرمایا کہ تم نے تو کہا تھا کہ وہ حوض اس حوض سے بہت بڑا ہے کیا صرف ایک بالشت بڑے ہونے پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہت بڑا ہے معلوم ہوتا ہے تمھارے اندر احتیاط تو ذرا نہیں ہے لہذا ہمارے یہاں تمھارا کام نہیں اور کہیں جاؤ چنانچہ اُن کو بیعت میں قبول نہیں فرمایا۔ اھ

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ وہ حضرات تو امتحان لیتے تھے میں تو امتحان بھی نہیں لیتا ہاں ایسا برتاؤ ضرور کرتا ہوں جس سے آنے والے کے جذبات اصلیہ سب ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اھ

اکابر سلف کی کتب میں بھی حضرت والا کے معمولات کی تائیدات بکثرت ملتی ہیں جن کو دیکھکر یا سنکر

Marfat.com

حضرت والا کو بہت اطمینان اور سرور ہوتا ہے اور فرمایا کرتے ہیں کہ گو میں نے کتابیں دیکھ دیکھ کر اپنے معمولات مقرر نہیں کئے لیکن الحمدللہ بزرگوں کی برکت سے قلب میں وہی باتیں آتی ہیں جو سلف کا معمول تھیں۔ لوگ تو سلف کی تائید سے افسردہ ہوجاتے ہیں کہ ہم موجد نہ رہے اور مجھکو اس سے نہایت مسرت ہوتی ہے کہ الحمدللہ اب اپنی بات پر اطمینان ہوگیا اھ

حضرت والا طبقات کبریٰ سے بھی جسکا آجکل انتخاب فرما رہے ہیں اپنی تائیدات بکثرت نقل فرمایا کرتے ہیں۔ غرض حضرت والا کا یہ کوئی نیا طریق نہیں ہے بلکہ حضرت والا نے تو پرانے ہی طریق کو جو مردہ ہوچکا تھا اور جس سے اتنی اجنبیت ہوگئی تھی کہ اس کو ایک بالکل نیا طریق سمجھا جانے لگا تھا از سرِ نو زندہ کیا ہے۔

اب آخر میں حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "الامر المحکم المربوط فیما یلزم اہل طریق اللہ من الشروط" سے حضرت والا کے معمولات کی چند تائیدات مع ترجمہ ملخصاً نقل کر کے ختم تتمہ اشرف کر[illegible] کیا جاتا ہے۔ وھی ھذہ۔

(۱) ولامعنی الشفقۃ والرحمۃ الاان تنقذہ اخاک من النار الی الجنۃ وتنقلہ من الجھل الی العلم ومن الذم الی الحمد ومن النقص الی الکمال	اور شفقت و رحمت کے اس کے سوائے کوئی معنے نہیں کہ تم اپنے بھائی کو عذاب دوزخ سے نکالکر جنت کی طرف لے جاؤ اور جہل سے علم کی طرف اور مذمت سے حمد کی طرف اور نقصان سے کمال کی طرف منتقل کرو۔
(۲) فلابد من مؤدب وھو الاستاذ فان ھذا الطریق لما کان فی غایۃ الشرف والعزۃ حفّت بہ الآفات والقواطع والامور المھلکۃ من کل جانب فلا یسلکہ الاشجاع مقدام یکون معہ دلیل علّام وحینئذ تقع الفائدۃ فعلی الشیخ ان یوفی حق مرتبۃ و علی المرید ان یوفی حق طریقہ علم ان مقام المشیخۃ لیس ھو الغایۃ فان الشیخ ایضا طالب من ربہ مالیس عندہ فان اللہ یقول لنبیہ علیہ السلام	الغرض سالک کے لئے مؤدب کی سخت ضرورت ہے اور اس کا نام اصطلاح میں استاد اور معلم اور شیخ ہے اس لئے کہ یہ طریق چونکہ شرف و عزت میں انتہائی درجہ رکھتا ہے اس لئے اسپر ہر طرف سے آفات اور موانع اور ایسے امور کا ہجوم ہے جو انسان کو ہلاک کرنے والے ہیں اس لئے اس راستہ پر وہی چل سکتا ہے جو بہادر قوی الہمۃ اور پیش قدمی کرنیوالا اور اس کے ساتھ کوئی ماہر تجربہ کار رہبر بھی ہو اس وقت اس سفر پر چلنے کا فائدہ ظاہر ہو سکتا ہے اسلئے شیخ کے ذمہ واجب ہے کہ وہ اپنے مرتبہ تادیب و تعلیم کا حق پورا ادا کرے اور مرید کے ذمہ [illegible] طریق کا حق ادا کرے خوب سمجھ لینا چاہئے کہ [illegible] مصلح ہوجانا یہ انتہائی درجہ [illegible] اپنے رب سے اس چیز کا طالب ہے جو انکو حاصل نہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے۔

Marfat.com

وقل رب زدنی علما فصفة الاستاذ ان یکون عارفا بالخواطر النفسیه والشیطانیة والملکیة والربانیة عارفا بالاصل الذی تنبعث منه هٰذہ الخواطر عارفا بحرکاتها الظاهرة عارفا بما فیها من العلل والامراض الصارفة عن صحة الوصول الی عین الحقیقة عارفا بالادویة واعیانها عارفا بالازمنة التی تحمل المزید فیها علی استعمالها عارفا بالامزجة عارفا بالعوائق والعلائق الخارجة مثل الوالدین والاولاد والاهل والسلطان عارفا بسیاساتهم ویجذب المرید صاحب العلة من ایدیهم هذا کله اذا کان للمرید له رغبة فی طریق الله وان لم یکن له رغبة فلا ینفع

وقل رب زدنی علما (یعنی اور دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم زیادہ فرمادیجئے) اسلئے شیخ اور استاد کی صفت ہونی چاہئے کہ وہ خواطر نفسانی و شیطانی اور ملکوتی و ربانی سے پورا واقف ہو نیز اس اصل کا پہچاننا بھی ضروری ہے جس سے یہ خطرات منبعث (یعنی پیدا) ہوئے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ان خطرات کے ظاہری حرکات سے (یعنی انبعاثات سے جن کا وجود محسوس ہے) اور ان میں جو امراض وعلل ہیں جو عین حقیقت کی طرف پہونچنے سے مانع ہیں پورا واقف ہو (خواطر نفسیہ شیطانیہ میں تو بالذات بھی امراض وعلل واقع ہو جاتے ہیں اور خواطر ملکیہ ربانیہ میں بعض اوقات دوسرے عوارض سے بعض علل کی آمیزش ہو جاتی ہے تو شیخ کا ان سب سے واقف ہونا شرط ہے) اور ضروری ہے کہ امراض کی دواؤں اور انکی کیفیات وحقیقت سے بھی واقف ہو اور ان اوقات سے بھی واقف ہو جن میں مرید کو ان دواؤں کے استعمال پر آمادہ کیا جائے نیز مریدوں کے اختلاف مزاج اور خارجی علائق وموانع کو مثلاً والدین اور اہل و عیال اور بادشاہ وغیرہ (تعلقات کی مانعیت) کو جانتا ہو اور انکی سیاست وتدبیر سے واقف ہو اور غرض مرید کو ان کے (یعنی) ان علائق وموانع کے پنجے سے نکالے اور یہ سب اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ مرید کو اللہ کے راستہ میں رغبت ہو اور اگر اسی کو رغبت نہیں تو پھر کوئی نفع نہیں۔

(۳) ومن شرط الشیخ ان لا یترک المرید یبرح من منزله البتة الا باذنه لحاجة یوجبه فیها

شیخ کے لئے یہ شرط ہے کہ مرید کو آزاد نہ چھوڑے کہ جہاں چاہے جائے بلکہ جب گھر سے نکلے تو اجازت لیکر نکلے اور جس کام کے لئے جائے شیخ کی اجازت سے جائے۔

(۴) ومن شرطه ان یعاتب المرید علی کل هفوة تصدر منه ولا سبیل الی الصفح عنه فی زلة فان فعل فلم یوف حق المقام الذی هو فیه فهو امام غاش لرعیته غیر قائم لحرمة ربه فان النبی علیه السلام

شیخ کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کو ہر لغزش پر جو اس سے صادر ہو تنبیہ وزجر وتوبیخ کرے اور اس میں عفو ومسامحت کو راہ نہ دے اور اگر عفو[عہ] سے کام لیا تو اس نے اس مقام (شیخوخت) کا حق ادا نہ کیا جس پر وہ قائم ہے بلکہ وہ ایک بادشاہ ہے جو اپنی رعیت سے خیانت کرتا ہے اور اپنے رب کی حرمت وعظمت پر قائم نہیں اسلئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے ہیں

عـہ عفو سے مراد عدم مواخذہ ہے ۱۲

Marfat.com

یقول من ابدی لنا صفحۃ اقمنا علیہ الحد۔	من ابدی لنا صفحۃ اقمنا علیہ الحد یعنی جو شخص ہمارے سامنے اپنا چہرہ ظاہر کریگا (مراد یہ ہے کہ جس کا جرم ظاہر ہو جائیگا) ہم اس پر حد قائم کرینگے۔
(۵) الشیخ اذا لم یکن صاحب ذوق واخذ الطریق من الکتاب او افواہ الرجال وقعد یربی بہ المرید طلبا للمرتبۃ والریاسۃ فانہ مھلک لمن تبعہ لانہ لایعرف موارد الطریق ولا مصادرہ فلابد ان یکون عند الشیخ دین الانبیاء وتدبیر الاطباء وسیاسۃ الملوک وحینئذ یقال لہ استاذ ویجب علی الشیخ ان لایقبل مریدا حتی یختبرہ۔	شیخ جبکہ صاحب ذوق نہ ہو اور طریق کو محض کتب تصوف دیکھکر یا لوگوں سے سن سنا کر حاصل کیا اور وجاہت و ریاست کے لئے مریدوں کی اصلاح و تربیت کرنے بیٹھ گیا تو وہ مرید کے لئے مہلک ہے [illegible] طریق کے مصادر و موارد اور تغیر حالات کو نہیں سمجھتا [illegible] انبیاء علیہم السلام کا دین اور اطباء کی تدبیر اور بادشاہوں کی سیاست حاصل ہو اسوقت اس کو استاد کہا جا سکتا ہے اور شیخ پر واجب ہے کہ کسی مرید کو بغیر امتحان و آزمائش کے قبول نہ کرے۔
(۶) ومن شرطہ ان یحاسب المرید علی انفاسہ وحرکاتہ ویضیق علی قدر صدقہ فی اتباعہ فانہ طریق الشدۃ لیس للرخاء فیہ مدخل لان الرخص انما ھی للعامۃ	اور شیخ کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کے ہر سانس اور حرکات کا محاسبہ کرے اور جتنا زیادہ اس کو مطیع و متبع دیکھے اس پر اس معاملہ میں تنگی کرے کیونکہ یہ راستہ ہی شدت کا ہے اس میں نرمی کو دخل نہیں کیونکہ رخصتیں تو عوام کے لئے ہیں۔
(۷) ومتی رأیت الشیخ ترک المرید یستدل علیہ فی المسائل بالادلۃ الشرعیۃ او العقلیۃ ولا یزجرہ ویحجرہ علیھا فقد خانہ فی التربیۃ والاولی بالشیخ اذا رأی المرید یجنح الی استعمال عقلہ فی النظریات ولا یرجع الی رأیہ فی ما یدلہ علیہ فلیطردہ عنہ یفسد علیہ بقیۃ اصحابہ ولا ینفر نفسہ ویجب علی الشیخ اذا علم سرمۃ من قلب المرید ان یطرد [illegible] عن منزلہ بسیاستہ فانہ الکبر الاعداء ویجب لہ الاستدلال بظواھر الشریعۃ وطریق	اور جب تم کسی شیخ کو دیکھو کہ وہ مرید کو آزاد چھوڑے ہوئے ہے اور مرید اس کے مقابلہ (یعنی مخاطبہ) میں ادلہ شرعیہ یا عقلیہ سے استدلال کرتا ہے اور شیخ اس کو زجر و توبیخ نہیں کرتا تو سمجھ لو کہ وہ تربیت میں خیانت کر رہا ہے اور شیخ کے لئے اولی یہ ہے کہ جب [illegible] مرید کو دیکھے کہ وہ نظریات میں اپنی عقل کا استعمال کرتا [illegible] جو شیخ اس کو بتلایا ہے اس میں شیخ کی رائے کی طرف [illegible] نہیں کرتا تو چاہئے کہ اس کو اپنی مجلس [illegible] انتقاد [illegible] اس لئے کہ وہ دوسرے مریدوں کو بھی خراب کر دیگا [illegible] خلاف نہ [illegible] گا۔ [illegible] شیخ کے ذمہ واجب ہے کہ [illegible] میں سے اس کی [illegible] اور [illegible] تو اس کو [illegible] اپنے گھر سے نکال دے کیونکہ وہ سب سے بڑا دشمن ہے [illegible]

بالعبادة فی العموم ۔	ایسے شخص کے لئے ظواہر شریعت اور عام طریق عبادت کا اشتغال واجب ہے ۔
(۸) ویجب علی الشیخ ان یکون له وقت مع ربه ولا یتکل علی ما حصل له من قوة الحضور	اور شیخ پر واجب ہے کہ اپنے لئے کوئی وقت خلوت مع اللہ کے لئے رکھے اور اس قوت حضور پر اعتماد نہ کرے جو اس کو حاصل ہو چکی ہے ۔
(۹) ومن شرطه ان لا یترک مریده یجالس احدا سوی اخوته الذین معه تحت حکمه ولا یزور ولا یزار ولا یکلم احدا فی خیر ولا فی شر ولا یحدث بما ظهر علیه من کرامة وواردة مع اخوته ومتی ترکه الشیخ یفعل شیئا من هذه الاحوال فقد اساء فی حقه	اور شیخ کی شرائط و آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مرید کو کسی کے پاس نہ بیٹھنے دے سوائے اُن برادران طریقت کے جو اس کے ساتھ اس کام میں اسی شیخ کے زیر حکم ہیں اور اس کو ہدایت کرے کہ نہ وہ کسی سے ملنے جائے اور نہ اس کے پاس کوئی ملنے کے لئے آئے اور کسی سے اچھا یا برا کلام نہ کرے اور جو کچھ اس کو حال پیش آئے یا کرامت ظاہر ہو تو اپنے برادران طریقت میں بھی کسی سے بیان نہ کرے اور اگر شیخ مرید کو ان افعال میں سے کسی فعل کے کرنے پر آزاد چھوڑدے تو اس کے حق میں برائی کرتا ہے ۔
(۱۰) ومن شرطه ان لا یجالس تلامذته الا مرة واحدة فی الیوم واللیلة	اور شیخ کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ اپنے مریدین کے ساتھ مجالست رات دن میں ایک مرتبہ سے زیادہ نہ کرے ۔
(۱۱) ولا یترک الشیخ المریدین یجتمعون مع بعضهم الا اذا جمعهم الشیخ ومتی ترکهم یجتمعون دونه فقد اساء فی حقهم	اور شیخ کو چاہئے کہ مریدین کو آپس میں بھی اپنی مجلس کے علاوہ جمع نہ ہونے دے اور جو شیخ اس میں مسامحت کرے وہ مریدین کے حق میں برا کرتا ہے ۔

الحمد للہ تحفۃ الشیخ گنج اشرفی ختم ہوا اور اب باب ہذا ارشاد و افاضۂ باطنی کو بھی ایک خاتمہ لکھ کر ان شاء اللہ تعالیٰ ختم کر دیا جائے گا ۔

خاتمۃ الباب

حضرت والا کے ارشادات و افاضات جو باب ہذا ارشاد و افاضۂ باطنی میں بطور نمونہ ہدیۂ ناظرین کئے گئے ہیں یا ہر گز کسی تبصرہ کے محتاج نہیں کیونکہ وہ بمصداق قول مشہور ع مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید دیدۂ ہوش رکھنے والوں کے سامنے آپ ہی اپنی شوکت و شان بانگ دہل بیان کر رہے ہیں بالخصوص اس ناچیز ناآشنائے طریق کا جو صرف ایک ناقل محض کی حیثیت رکھتا ہے کیا منہ ہے کہ

اُن کے متعلق کوئی رائے زنی کرسکے لیکن اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ گو اس سیہ کار و بدکردار سہل انگار و غفلت شعار کو حضرت والا سے باقاعدہ فیوض و برکات حاصل کرنے اور ارشادات و تعلیمات پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے کی کبھی توفیق نہیں ہوئی لیکن اس سی سالہ تعلق خادمیت کے دوران میں حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے ایسے ایسے حقائق و معارف سننے میں آئے ہیں کہ الحمد للہ طریق بالکل صاف نظر آنے لگا ہے۔ چلنا نہ چلنا اور بات ہے اور حق روز روشن کی طرح واضح ہوگیا ہے ماننا نہ ماننا امر دیگر ہے۔ اور اپنی اس سی سالہ مدت تعلق میں بفضلہ تعالیٰ و بتوجہات حضرت والا اس شعر کا بلا مبالغہ صحیح ہونا محقق ہوگیا ہے ؎

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی	کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

توفیق ہونا نہ ہونا دوسری چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ببرکت حضرت والا فہم سلیم اور توفیق عمل بھی عطا فرمائے اور مکائد نفس و شیطان سے بچائے اور شہرت کی گمراہی اور کجروی سے باز رکھ کر مقصود حقیقی تک پہونچائے آمین ثم آمین غرض احقر جو حضرت والا کے ملفوظات کا محض ناقل ہے بالکل اس شعر کا مصداق ہے ؎

ز رنج خار کشیدم نہ بوئے گل دیدم	ز عندلیب شنیدم کہ نو بہارے ہست

اللہ تعالیٰ ببرکت حضرت والا اس شنیدہ کو دیدہ بھی بنادے اور اس بہار بے خزاں کا مشاہدہ بھی کرادے وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس کی کافی تحقیق و تنقیح نہ فرمادی ہو۔ بالخصوص تصوف کا کوئی ضروری جزو ایسا باقی نہیں رہا جو تشنۂ تحقیق رہ گیا ہو اور جس کی پوری تحقیق تحریراً و تقریراً قالاً و حالاً حضرت والا نہ فرما چکے ہوں۔ غرض دین کے راستہ کو بحمد اللہ بے غبار اور واضح فرمادیا ہے کہ طالب حق کو کوئی وجہ خفا باقی نہیں رہی کیونکہ رسوم و بدعات نے [illegible] حقائق پر پردہ ڈال رکھا تھا اس کو اٹھا کر حضرت والا نے دین کو اس کی اصلی صورت میں جلوہ گر فرمادیا ہے اور اصلاح اخلاق کا باب جو مدت سے مسدود پڑا تھا اس زمانہ شر القرون میں اللہ تعالیٰ نے [illegible] کے مقدس ہاتھوں سے از سر نو مفتوح کرادیا ہے۔ رسوم و بدعات کے غلبہ نے [illegible] و تصوف کے حقائق کو عموماً بالکل مستور اور مخلوط کر رکھا تھا اور لوگ زوائد میں مبتلا [illegible] دور جا پڑے تھے۔ غرض عجیب خلط مبحث ہو رہا تھا اور تجدید دین کی سخت ضرورت [illegible] امت مرحومہ پر رحمت الہیہ متوجہ ہوئی اور حضرت حکیم الامت کے ذریعہ سے [illegible] گیا فللہ الحمد حمداً کثیراً۔

حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ [illegible] کو جو [illegible] واقع ہوگیا تھا دور فرماکر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرکے دکھا دیا ہے اور تمام ضروری [illegible]

Marfat.com

اور واضح فرما دیا ہے کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ صدیوں تک طالبانِ دین کو تلاشِ حق میں کوئی دقت نہ رہے گی۔ اس موقع پر ایک حقیقت شناس کا ایک قول یاد آتا ہے۔ ایک مجمع معتقدین میں اس کا سخت افسوس ظاہر کیا جا رہا تھا کہ حضرت والا کی سی شان کا اب کوئی دوسرا نظر نہیں آتا اس پر انھوں نے کہا کہ ابھی ہمیں اس کی فکر ہی کیا ہے حضرت نے تو بفضلہ تعالیٰ ایک ایسی ہانڈی پکا کر سب کے سامنے رکھدی ہے کہ اب انشاء اللہ تعالیٰ کم ازکم دو صدی تک تو کسی کو کچھ فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں بس اُسی میں سے پکی پکائی نکالتے رہو اور کھاتے رہو اھ

یہ سن کر سب پر ایک خاص سکون کی کیفیت طاری ہو گئی اور افسردگی مبدل بہ انبساط ہو گئی۔

سبحان اللہ واقعی بالکل صحیح کہا کیونکہ حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ صدیوں کے لئے دین کے راستہ اور وصول الی اللہ کے طریق کو تمام جھاڑ جھنکار اور خس و خاشاک سے ایسا پاک فرما دیا ہے کہ سالکین کو قطع طریق میں کوئی دشواری ہی نہیں رہی نہایت سہولت کے ساتھ مقصودِ حقیقی تک رسائی ہو سکتی ہے اسیر آج ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ ہی کا ایک واقعہ یاد آیا حضرت والا نے ایک طالب کی خط و کتابت کا یہ خلاصہ سنایا کہ پہلے انھوں نے آنے کی اجازت چاہی حضرت والا نے حسب معمول غایت پوچھی تو لکھا کہ فیض حاصل کرنے کے لئے آنا چاہتا ہوں حضرت والا نے مکرر استفسار فرمایا کہ اگر فیض حاصل نہ ہوا اس پر انھوں نے لکھا کہ اگر فیض نہ بھی حاصل ہو تب بھی مجھے کوئی شکایت نہ ہو گی مشیت حق پر راضی رہونگا اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا ہے کہ اچھا اب یہ لکھو کہ فیض کس کو سمجھتے ہو اھ پھر یہ خلاصہ سنا کر حضرت والا نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کوئی بات گول نہ رہے راستہ بالکل صاف ہو جائے نہ کوئی کنکر رہے نہ پتھر نہ نشیب رہے نہ فراز بالکل صاف اور ہموار ہو جائے ایسا کہ بس پھر آنکھ بند کئے چلا جائے کہیں کوئی رکاوٹ ہی نہ ہو بس یہی میرا جرم ہے جس پر میں بدنام ہوں۔ اور مجھ پر سختی کا الزام ہے اھ

حضرت والا نے بالخصوص نفس کے تو ایسے ایسے خفی مکائد کو ظاہر فرمایا ہے کہ جو بڑے بڑے اہل بصیرت سے بھی پوشیدہ تھے اور جن کی طرف عموماً التفات نہ ہونے کی وجہ سے اصلاح نفس کی تکمیل ہی سے محرومی رہتی تھی جس کا کہ بہت سے اہل بصیرت کو اقرار کرنا پڑا ہے اور اگر طریق سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والا بھی حضرت والا کے مضامین متعلقہ اصلاح کو بغور و انصاف دیکھے گا تو اُس کو بھی یہی اقرار کرنا پڑے گا چنانچہ ناظرین کرام کو بھی باب ہذا کے مطالعہ سے اس کی فی الجملہ تصدیق ہو گئی ہو گی۔

اسیر بطور تفریح کے بے ساختہ ایک صاحب نسبت اہل علم کا رویاء صادقہ یاد آ گیا جو ایک ہم سلسلہ شیخ کامل سے بیعت تھے انھوں نے اعلیحضرت حاجی صاحب کو خواب میں یہ فرماتے دیکھا کہ ہم کو

نسبت تو حاصل ہے لیکن اگر اپنے اخلاق کی اصلاح چاہتے ہو تو مولوی اشرف علی صاحب سے رجوع کرو۔ اھ اسی قسم کی غیبی ہدایات حضرت والا سے رجوع کرنے کی بذریعہ رؤیا صادقہ بہت سے طالبین کو ہوئی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں جن سے رسالہ اصدق الرؤیا پُر ہے۔

امر اصلاح میں حضرت والا کی اس درجہ دقت نظر کا راز یہ ہے کہ حضرت والا خود اپنے نفس کی ہر وقت نگرانی رکھتے ہیں اور اس کے اتار چڑھاؤ کو بغور دیکھتے رہتے ہیں اس لئے حضرت والا کو نفوس کے اُتار چڑھاؤ اور انسانی جذبات کے مدوجزر کا خوب اندازہ ہے۔ چنانچہ فرمایا کرتے ہیں (جس کی تائید رات دن کے مشاہدہ سے بھی ہوتی رہتی ہے) کہ مجھ سے کسی کا اپنے نفس کی چوریاں پوشیدہ رکھنا بہت دشوار ہے کیونکہ مجھ کو نفس کے اتار چڑھاؤ کا خوب تجربہ ہے اور قلب کے تقلبات کا خوب اندازہ ہے اھ (بمصداق شعر غالب ؎

نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے	کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اول تو حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے خلقۃً غایت درجہ کا لطیف الطبع اور انتہا درجہ کا ذکی الحس پیدا فرمایا ہے چنانچہ دیکھنے والوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ حضرت والا لطافت طبع اور نظافت پسندی اور نزاکت مزاج میں اپنے زمانہ کے گویا حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ ہیں پھر کثرت ذکر و فکر نے اس فطری لطافت کو اور بھی لطیف تر کر دیا ہے۔ ہر اچھی بری بات کا فوراً احساس ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ ایکبار بسلسلہ گفتگو فرمایا کہ میری طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ مجھ پر اچھی بات کا بھی فوراً اثر ہوتا ہے اور اسی طرح بُری بات کا بھی لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ مجھ کو بُری باتوں سے طبعاً نفرت و وحشت ہے اسلئے ان سے الگ رہتا ہوں اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ اس کا سبب سلامت فطرت اور لطافت ... ایسے سلیم ... اور لطیف الحس حضرات کے لئے بُری باتوں سے نفرت و وحشت لازمی ہے کیونکہ ... آفاق ... وتشتت بھی باعث تاثر وتصور اور تاثر وتصور موجب تالم وتکدر اور تالم وتکدر ... توحش وتنفر ... وتنفر سبب تحرز وتجنب ہو جاتا ہے۔

غرض چونکہ ایسی حساس طبیعت رکھنے والا بزرگ لا بد اس عالم کے ... اچھی بُری ہر قسم کی باتیں دیکھنے سننے پر ... ہوتا ہے اس لئے وہ جملہ دقائق و شوائب نفسانیہ ... اور تشخیص و معالجہ امراض نفسانیہ میں خوب ... ایک ...

چوریاں بھی بہ آسانی پکڑ سکتا ہے۔ اور یہی تفسیر ہے حضرت والا کے اس ارشاد بالا کی کہ مجھکو نفس کے اتار چڑھاؤ کا خوب تجربہ ہے اور قلب کے تقلبات کا خوب اندازہ ہے اھ اور اس ارشاد کی صدہا واقعات سے تصدیق ہوتی ہے چنانچہ ایک صاحب نے اپنے بیٹے کی بیوی کے انتقال پر جو خط لکھا اس میں اس عنوان سے اپنے غم و اندوہ کا اظہار کیا کہ اس کی صفات میں ستر و سال کا لفظ بھی لکھا حضرت والا کو فوراً احساس ہو گیا کہ ان الفاظ سے تو بوئے شہوت آتی ہے چنانچہ جب ان سے اس پر مواخذہ کیا گیا تو وہ انکار نہ کر سکے۔

اسی طرح حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ جو طالب آتا ہے اکثر بفضلہ تعالیٰ اس سے سابقہ پڑتے ہی مجھکو اس کے لب و لہجہ اور طرز و انداز ہی سے اس کے نفس کی مجموعی حالت کا اجمالی اندازہ ہو جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے ساتھ فلاں قسم کا برتاؤ مناسب ہوگا اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ واقعی یہ رات دن کا تجربہ ہے کہ جس کے ساتھ جس وقت جس طرح کا برتاؤ حضرت والا فرماتے ہیں آخر میں وہ اسی برتاؤ کا اہل ثابت ہوتا ہے حالانکہ بعض اوقات دوسرے دیکھنے والوں کو بظاہر احوال تعجب بھی ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ عرصہ ہوا ایک نوجوان لڑکا حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت عقیدت کے ساتھ مستدعی بیعت ہوا۔ حضرت والا نے اس کے ساتھ التفات کا برتاؤ نہیں فرمایا بلکہ ضابطہ کا جواب دے کر ٹال دیا کہ اصلاح الرسوم دیکھ کر رائے قائم کرو۔ احقر نے ازراہ ہمدردی اپنے داموں سے اصلاح الرسوم خرید کر اس کو دیدی۔ وہ اس کو دیکھکر چلا گیا بعد کو معلوم ہوا کہ وہ اپنے باپ سے خفا ہو کر بھاگ آیا تھا۔ پھر حضرت والا دیر تک احقر کو متنبہ فرماتے رہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا جس شخص کے ساتھ جیسا برتاؤ ہو اس میں کسی کو مزاحم نہیں ہونا چاہئے پھر دیر تک اس پر تقریر فرماتے رہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ جو کام لیتے ہیں اس کو اس کام کی سمجھ بھی عطا فرما دیتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد تربیت کا کام فرما رکھا ہے اسلئے اس کی پہچان بھی عطا فرما رکھی ہے کہ کس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے اور کون طالب ہے اور کون نہیں جو طالب نہیں ہوتا اس کو قلب ہی قبول نہیں کرتا فوراً رد کر دیتا ہے۔ حالانکہ مجھ کو اس کی حالت کا اس وقت تفصیلی علم بھی نہیں ہوتا جیسے اگر کوئی شخص مکھی کھا جائے تو اگرچہ کھانے کے وقت کھانے والے کو مکھی کا علم بھی نہ ہو لیکن معدہ کو تو مکھی کی خوب پہچان ہے وہ اس کو ہرگز قبول نہیں کرتا فوراً نکال باہر کرتا ہے اھ

یہ تو احساسات کے متعلق واقعات تھے جن سے احقر کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت والا احساسات عجیبہ کا گنجینہ ہیں اور جذبات کے تو حضرت والا ایسے نکتہ شناس ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا ماہر نفسیات بھی اتنا نہ ہوگا اس کے متعلق بھی ایک واقعہ اس وقت بے تکلف یاد آ گیا۔

ایک طالب نے جو افسر پولیس ہیں حال ہی میں اپنی بیوی کی شکایت لکھی کہ آئے دن مجھ سے لڑتی رہتی ہے کہ لڑکی کے بیاہ کے واسطے روپیہ لاؤ رشوت لو یا کچھ کرو اور لکھا کہ اہلیہ کے روز کے طعنوں اور لڑائی جھگڑے سے سخت پریشان ہوں اور خوف ہے کہ کوئی بُری راہ نہ اختیار کر بیٹھوں ایسی حالت میں دعا اور مشورہ کا محتاج ہوں اھ

اس پر حضرت والا نے بُری راہ (اشارہ ہے مخالفت کی طرف) اختیار کرنے کے متعلق تو یہ تحریر فرمایا کہ ایمان کیجئے ممکن ہے کہ آگے نہ ہونے سے اس سے زیادہ تکلیف ہو اور مشورہ کے متعلق تحریر فرمایا کہ مشورہ تو اہل تجربہ دیتے ہیں میں خود اس شعر کا مصداق ہوں ؎

آنراکہ عقل و ہمت و تدبیر و رائے نیست
خوش گفت پردہ دار کہ کس در سرائے نیست

البتہ بجائے تجربہ کے جذبات رکھتا ہوں ان جذبات کی بناء پر رائے دیتا ہوں کہ بی بی کو ایسے وقت شیطان کی مینا سمجھ کر نقال اور تماشا سمجھ لیا کیجئے غیظ نہ ہوگا اھ

اس سے احقر کے اس قول کی کہ حضرت والا جذبات محتاج کا آئینہ ہیں تو حضرت والا کے ارشاد سے تصدیق ہوتی ہے جواب مذکور ان افسر صاحب پولیس کو بہت نافع ہوا چنانچہ انہوں نے حضرت والا کو لکھا کہ حضرت والا کے جواب سے بہت کچھ تسکین ہوئی۔ واقعی حضرت نے عورتوں کی بات عجیب بات فرمائی کبھی ذہن اس طرف نہیں گیا ان کو شیطان کی مینا سمجھوں۔ دراصل شیطان کی مینا ہیں بہت سے تو حصہ ذکر کرنے سے خالی ہوگئے اور بہت سی خلشیں دل سے دور ہوگئیں اور وہ غیظ جو ان کی باتوں پر آیا کرتا تھا اب حضرت والا کے اس فقرے کو ذہن نشین کرنے پر نہیں آتا۔ واللہ کیا بات فرمائی ہے اس فقرے سے بہت ہی لطف آیا اور اب بجائے غیظ کے رحم آنے لگا اھ

حضرت والا نے اس پر تحریر فرمایا کہ الحمد للہ نفع ہوا۔ پھر احقر سے زبانی فرمایا کہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میرے چھوٹے چھوٹے جملوں سے بڑے بڑے [illegible] لوگوں کو جو جو [illegible] الفاظ میں اتنا اثر کہاں کوئی اور تو انھیں الفاظ کو لکھ کر دیکھے [illegible]

حسد چہ می بری اے سست نظم بر حافظ	قبول خاطر و لطف سخن خدا داد است

غرض چونکہ حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے علم اور [illegible] کی دو [illegible] کے تاثرات کا بخوبی اندازہ ہے اس لئے حضرت والا کو [illegible] طور پر [illegible] اور [illegible] روحانیہ میں مہارت کاملہ حاصل ہے جیسا کہ مشاہد اور مسلم ہے اور یہی [illegible] بالکل بجا طور پر حکیم الامت کہا [illegible] اگر [illegible] دیکھا جائے [illegible] کثرت کے ساتھ حقائق و معارف دقیق اور نکات و دقائق [illegible] قلم حقیقت رقم سے ظاہر ہوئے [illegible] تاثرات کی حکایات ہیں مصداق ارشاد [illegible]

بشنوید اے دوستاں ایں داستاں — خود حقیقت نقد حال ماست آں
نقد حال خویش را گر پے بریم — ہم زدنیا ہم زعقبیٰ برخوریم

اور اگر نظر کو ذرا اور تعمیق کیا جائے تو یہ حقیقت بھی منکشف ہو جائے کہ در اصل حضرت والا ہر وقت اپنے ہی تخلیہ اور تجلیہ میں مشغول ہیں اور اس کے دوران میں جو خود اپنے اوپر احوال مختلفہ طاری ہوتے رہتے ہیں اور تجربے حاصل ہوتے رہتے ہیں انھیں کے ذریعہ سے دوسروں کی بھی تربیت فرماتے رہتے ہیں۔

چنانچہ اکثر احوال رفیعہ اور طرق اصلاح کی پُرزور تقریرات کے وقت صاحبان ذوق کو قریب قریب بداہۃً محسوس ہو جاتا ہے کہ یہ خود اپنے ہی احوال بیان فرمائے جارہے ہیں اور بعض اوقات خود اس کی تصریح بھی فرما دیتے ہیں کیونکہ حضرت والا کی طبیعت میں فطری طور پر نہایت بے ساختگی اور سادگی ہے جہاں ضرورت یا مصلحت ہوتی ہے یا یوں ہی سلسلۂ کلام میں اپنے محاسن بھی اور اپنے نفس کی مناعت کے واقعات بھی بے تکلف بیان فرمایا کرتے ہیں اور ایسے مواقع پر بعض اوقات یہ بھی فرما دیتے ہیں کہ نہ کچھ میں تواضع ہے نہ تکبر سچائی اور صفائی ہے۔ اور طبیعت میں بے ساختگی اور سادگی ہے جس کا سبب آزاد مزاجی ہے جو اُن مجذوب صاحب کی روحانی توجہ کا اثر ہے جن کی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں۔ پھر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح کی صحبت سے اُس میں اور بھی قوت پیدا کر دی کیونکہ مولانا کی ایسی سادہ طبیعت تھی کہ اپنے نقائص بھی اور اپنے کمالات بھی سب کے سامنے حتیٰ کہ اپنے شاگردوں اور مریدوں کے سامنے بھی بالکل صاف صاف اور بے تکلف بیان فرما دیا کرتے تھے اھ

حضرت والا نے بارہا فرمایا کہ گو میں متقی پرہیزگار تو نہیں لیکن الحمد للہ اپنی اصلاح سے غافل بھی نہیں ہمیشہ یہی اُدھیڑبن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت میں فلاں تغیر کرنا چاہئے فلاں نقص کی فلاں طریقہ سے اصلاح کرنی چاہئے۔ غرض مجھ کو اپنی کسی حالت پر قناعت نہیں اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ حضرت والا کا عمل درآمد بالکل حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد پر ہے ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش — تا دم آخر دمے فارغ مباش

چنانچہ آجکل بھی سہولت استحضار کے لئے خود ہی ایک شعر تصنیف فرما کر اور اُس کو جلی قلم سے ایک موٹی دفتی پر لکھوا کر اپنے ڈیسک پر رکھ چھوڑا ہے جس کی نقل یہ ہے۔

انتظام للکلام

کثرت ذکر و قلت تبیاں — وقت ہیجان طبع کفّ لساں

Marfat.com

جب احقر نے اس دستی کو بغرضِ نقل طلب کیا تو یہ فرما کر حوالہ فرمایا کہ جی ان فکروں تو سبھی کچھ ہیں لیکن تو فیق کبھی ہوتی ہے کبھی نہیں ہوتی اھ

اسی طرح اس زمانہ میں جب وعظ کثرت سے فرمایا کرتے تھے ایک بار فرمایا کہ جب میں اپنے اندر کوئی امرِ اصلاح طلب پاتا ہوں تو اسکے متعلق ایک وعظ کہہ دیتا ہوں جس سے بہت نفع ہوتا ہے چنانچہ وعظ الغضب اسی غرض سے کہا گیا تھا اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑے بڑے امراضِ نفس کے متعلق ایسے ایسے ہی نکتے دل میں ڈالدیتے ہیں جن سے بفضلہ بسہولت اصلاح ہو جاتی ہے اھ

اسیطرح اسی دستی کی پشت پر سب کا اوپر ذکر کیا گیا ایک اور مضمون بغرضِ یادداشت خوشخط لکھوا لیا ہے پہلے مضمون کا نام النظام للکلام تھا اور اس مضمون کا نام الکلام فی الانتقام ہے اس دوسرے مضمون کو بھی نقل کیا جاتا ہے۔

الکلام فی الانتقام

(نمبر ۱) [illegible] سے جو خطاب ہے تو یا جاوے [illegible] کے واسطے گفتگو کیجاوے۔

(نمبر ۲) [illegible] جو خطا سے کہ اس سے [illegible] الفاظ [illegible] جن سے اسکا عملی کا تدارک کرنا پڑے اور اگر وہ نہ سمجھے تو عدم تاسب کی اطلاع کر کے [illegible] تکرار کی جاوے

(نمبر ۳) اس غلطی کا تدارک انہی سے تجویز کرایا جاوے جب تک کافی تدارک تجویز نہ کر لے

(نمبر ۴) اگر گنجائش ہو اسکے تجویز کردہ تدارک سے [illegible] تدارک تجویز کر دیا جاوے

(نمبر ۵) تدارک تجویز کردہ کی تنفیذ میں احتیاط قدرت و نفعت و نظر تا لی کر لی جاوے اھ حضرت والا یہ یادداشت اپنے مضمون التبدیل من التقتیل الی التعدیل کے [illegible] نقل [illegible] سے [illegible] بغرض سہولت استحضار تحریر فرما کر اپنے پاس رکھ لی ہے

حضرت والا کی نگرانی نفس کا ایک اور واقعہ یاد آیا۔ مکرمی جناب مولوی عبد الکریم صاحب گمتھلوی نے جامعِ اوراق سے بیان کیا کہ وہ ایک سفر میں حضرت والا کے ہمراہ تھے۔ نازول سے [illegible] سے پانی بیت تشریف لیجانا تھا [illegible] حضرت والا نے شب بھر کو [illegible] چاہئے مولوی صاحب نے جنگلی پیڑی میں حضرت والا کا بیگ تھا [illegible] حضرت والا نے فرمایا کہ یہ نہیں ململ کا کرتہ لائیے جب وہ ململ کا کرتہ لائے تو [illegible] اسکو رکھ آئیے سبب وہ پھر نین کا کرتہ لے آئے [illegible] خبر بھی [illegible]

آپ چکن کا کرتہ لائے تو مجھے خیال ہوا کہ یہ تو قصبہ ہے یہاں ململ کا کرتہ پہن لینا کافی ہے۔ یہاں کے بعد دہلی جانا ہے وہاں چکن کا کرتہ پہننا مناسب ہوگا اس مصلحت سے کہ اُمراء کی نظر میں ذلت نہو، میں نے اس خیال کی مخالفت کی ہے۔ اھ

خیر یہ تو ہو چکا۔ اسکے بعد الور قیام فرماتے ہوئے دہلی تشریف لیگئے۔ چونکہ اس درمیان میں کپڑے کافی میلے ہو چکے تھے اسلئے مولوی صاحب ممدوح نے الور سے دہلی کی طرف روانگی کے وقت بھی اور ریل میں بھی کپڑے بدلنے کیلئے عرض کیا لیکن ٹال دیا کہ بعد کو بدل لونگا یہاں تک کہ دہلی پہونچکر بھی نہ بدلے اور وہاں رہتے ہوئے بھی نہ بدلے حالانکہ بہت زیادہ میلے ہو چکے تھے۔ جب دہلی سے پانی پت پہونچے تو پہونچتے ہی فوراً غسل فرما کر کپڑے بدلے کیونکہ بوجہ نفاست مزاج حضرت والا کو میلے کپڑوں سے بہت اذیت ہوتی ہے غرض اپنے اس خیال کا نہایت مجاہدہ کے ساتھ تدارک فرمایا۔

سبحان اللہ یہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی عین سنت ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فتح بیت المقدس کے موقع پر زرق برق لباس کو اتار کر پھر اپنا معمولی لبادہ لباس پہن لینا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے کرتہ کو اسکی ایک آستین قطع کر کے بدنما کر دینا روایات میں منقول ہے۔

ایک اور واقعہ یاد آیا کچھ عرصہ ہوا ایک صاحب نے کسی کے ترکہ سے پانچسو روپیہ بذریعہ منیارڈر بیسے خیرات کے لئے بھیجے چونکہ اس سے قبل اس رقم کے متعلق اجازت طلب نہیں کی گئی تھی اسلئے حضرت والا نے حسب معمول وہ روپیہ واپس فرما دیا پھر اُن صاحب کا بطلب اجازت معذرت نامہ آیا جس سے مفصل حال معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض ورثہ کی اجازت حاصل نہیں کیگئی تو زیادہ حصہ رقم کا ایسا ہی تھا جسکے متعلق ورثہ کی اجازت حاصل کیجا چکی تھی حضرت والا نے کلی طور پر ممانعت لکھ بھیجی کیونکہ بعض ورثہ کی اجازت حاصل نہیں کی گئی اسلئے وہ رقم نہ بھیجی جائے۔ پھر بعد کو حضرت والا نے مجلس عام میں اس واقعہ کا ذکر فرما کر فرمایا کہ ممانعت کلی لکھتے وقت میرے نفس نے کہا کہ رقم کے اس حصہ کو تو بھیجنے کی اجازت دیدی جائے جسکے متعلق ورثہ کی اجازت لیجا چکی ہے اچھا ہے مساکین کا بھلا ہو جائیگا لیکن میں نے اپنے نفس سے کہا کہ اچھا آپ اپنے استاد کو بھی پٹی پڑھانا چاہتے ہیں۔ اھ

حضرت والا نے جو اس موقع پر بیساختہ استاد کا لفظ فرمایا وہ بالکل مطابق واقع کے ہے کیونکہ حضرت والا نفس کے دھوکوں سے خوب واقف ہیں اور اسکی تاویلوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ رات دن کام یہی ہے کہ طالبین کے مکائد نفس پر اُن کو متنبہ فرماتے رہتے ہیں۔ اور نہ صرف طالبین کے نفوس کی بلکہ اپنے نفس کی بھی ہر وقت دیکھ بھال رکھتے ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا واقعات سے ناظرین کرام نے بخوبی اندازہ فرما لیا ہوگا۔ اور اسکا غایت درجہ اہتمام رکھتے ہیں کہ نفس کو ابھرنے کا کوئی موقع ہی نہ دیا جائے اور اسکی ہر وقت نگرانی رکھتے ہیں کہ اسکے اندر شائبہ

Marfat.com

بھی کسی تغیر کا نہ پیدا ہونے پائے۔ چنانچہ فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کبھی گھر میں سے کہدیں گئی ہوئی ہوتی ہیں اور کوئی غیر محرم عزیز یا مہمان یا کام کاج کرنے والی عورت یا لڑکی گھر میں ہوتی ہے تو میں اس زمانہ میں گھر جانا ہی چھوڑ دیتا ہوں اور اگر کوئی ضروری بات کہنی سننی ہوتی ہے تو دہلیز ہی میں سے کھڑے کھڑے کہہ سن لیتا ہوں اندر نہیں جاتا۔ یہ میں اسلئے اوروں کو سناتا ہوں کہ سب کو اس معاملہ میں غایت درجہ احتیاط رکھنی چاہیئے کیونکہ اول تو نفس کا کچھ اعتبار نہیں۔ پھر خیالات کا بھی تو پاک صاف رکھنا ضروری ہے بلکہ نابالغ نامحرم لڑکیوں سے بھی احتیاط ہی چاہیئے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی نابالغ لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیرنے کا سبب تو شفقت ہی ہوتا ہے لیکن سر پر ہاتھ رکھنے کے تھوڑی دیر بعد نفس کی آمیزش ہو [illegible] گئی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو عموماً ایسے دقائق نفس کی طرف اعتنا بھی نہیں ہوتا اور وہ برابر شفقت [illegible] گمان میں رہتے ہیں حالانکہ احتیاط واجب ہے۔ اھ

اسی طرح حضرت والا نے ایک بار فرمایا کہ میں کسی امرد کو بھی اپنے پاس تنہائی میں نہیں [illegible] بات اپنی ذات میں تو معمولی ہے لیکن جو شخص مجھ سے اعتقاد رکھتا ہو اس کے لئے یہ بہت بڑی بات ہے کہ جب یہ پیر ہو کر بھی اپنے نفس کی اتنی حفاظت کرتے ہیں تو ہمیں تو بہت ہی زیادہ حفاظت کرنی چاہیئے اھ

اس سب تقریر کا حاصل یہ ہے کہ حضرت والا اب تک بھی ہر وقت اپنے نفس کی نگرانی اور دیکھ بھال ہی میں رہتے ہیں۔ اور بوجہ دائمی مجاہدہ نفس دائمی ترقی فرما رہے ہیں۔ اور یہ وہ ترقی ہے جو ہر وقت ہو رہی ہے اور [illegible] کسی کو عام طور سے پتہ بھی نہیں چلتا اور یہی وہ اعمال باطنہ ہیں جن کے بارہ میں حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ وہ [illegible] کو کہیں سے کہیں پہونچا دیتے ہیں اور دوسروں کو اسکا علم بھی نہیں ہوتا جتنا اپنے نفس کی نگرانی [illegible] کا اتنا اہتمام نہیں ہوتا جتنا اپنے قلب کی نگہداشت کا اور اعمال قلبیہ کی [illegible] قلب نے اس واقعہ کے متعلق حق تعالیٰ کے ساتھ کوئی معاملہ صبر و شکر و تفویض [illegible] وغیرہ کا کیا [illegible] مستقل باطنی عمل ہو گیا اور اس درجہ کا ہوا کہ دوسرے [illegible] کہیں کا کہیں پہونچ گیا [illegible] ہی رہتے ہیں اور وہ ہر وقت اپنے قلب کی نگہداشت میں رہتا ہے [illegible] اور اس شخص سے بڑھ جاتا ہے جسکو عبادات نافلہ کا اہتمام بہت ہے [illegible] بمصداق ارشاد حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ

سیر عابد ہر شبے یک روزہ راہ سیر عارف ہر دمے [illegible]

[illegible] عرض کرتا ہے کہ [illegible] ترقی [illegible] حاصل کرنے [illegible]

ضرورت ہے کہ اپنے قلب کی ہر وقت نگہداشت [illegible]

[illegible] کے ارشادات بھی ہوتی ہے [illegible]

من الشروط" میں شیوخ کو بھی اپنے حالات کی ہمیشہ نگرانی رکھنے کی سخت تاکید فرماتے ہیں، چنانچہ اس مضمون کے سلسلہ میں کہ شیخ پر بھی واجب ہے کہ اپنے لئے کوئی وقت خلوت مع اللہ کا رکھے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

فمتی لم یتفقد الشیخ حالہ فی کل یوم بالامر الذی حصل لہ بہ تمکین کان تمکین وعًا بحیث ان تسترقہ العادۃ ویجرہ الطبع ویرید الخلوۃ ساعۃ فتفقد الانس ویجد الوحشۃ وکل ذلک فی توکلہ وادخارہ فی کل حال اکتسبہ النفس مما لم تفطر علیہ لانہ سریع الذھاب وقد راینا شیوخنا سقطوا نسأل اللہ لنا ولھم العافیۃ قال اللہ تعالٰی ان الانسان خلق ھلوعا اذا مسہ الشر جزوعا واذا مسہ الخیر منوعا فسدح بعض فی ھذہ الآیۃ کل رذیلۃ فی النفس وابان فیھا ان الفضائل مکتسبۃ لھا لیست فی جبلتھا فتحفظ واجب

جسکا ترجمہ یہ ہے:

پس جبکہ شیخ ہر روز اپنے حالات کی نگرانی اسی طریق سے نہ کرے جس سے اس کو تمکین (یعنی دوام توجہ اور کثرت ذکر کی عادت) حاصل ہوئی ہو تو عجیب نہیں کہ وہ دھوکہ میں پڑ جائے اور آہستہ آہستہ طبیعت اور عادت دبا کر اسکو اپنی طرف کھینچ لے اور پھر وہ خلوت میں بھی رہنا چاہے تو انس حاصل نہ ہو بلکہ خلوت سے وحشت ہونے لگے اور یہی حال ہے ان تمام حالات وکیفیات کا جو نفس کی طبیعت وجبلت کے موافق نہیں کہ ان حالات کے حصول پر اعتماد نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بہت سریع الزوال ہوتے ہیں اور ہمنے بہت سے مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے درجہ سے گر گئے اللہ تعالیٰ ہمیں اور اُن کو عافیت عطا فرمائے (آمین) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ان الانسان خلق ھلوعا اذا مسہ الشر جزوعا واذا مسہ الخیر منوعا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نفس کے تمام رذائل کو جمع فرما دیا ہے اور بیان فرما دیا ہے کہ جتنے فضائل نفس کو حاصل ہیں وہ اسکے جبلی اور طبعی نہیں اس لئے ان کا تحفظ واجب ہے اھ

اسی طرح طبقات کبریٰ سے حضرت شیخ ابو مدین مغربی کا جو حضرت شیخ اکبرؒ کے مشائخ میں سے ہیں حضرت والا کا سنایا ہوا ایک ارشاد یاد آیا جو اس مقام کے مناسب ہے کیونکہ اس سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے اسکو بھی حضرت والا کے انتخاب طبقات کبریٰ سے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے

عن الشیخ ابی مدین المغربی کان یقول کل فقیر لا یعرف زیادتہ ونقصہ فی کل نفس فلیس بفقیر

جسکا ترجمہ یہ ہے:

کہ جو درویش اپنی (باطنی) زیادتی اور کمی کو ہر دم نہ محسوس کرتا ہے وہ درویش نہیں اھ

الحمدللہ حضرت والا کی تو یہ کیفیت مستمرہ اور حالت دائمہ ہے جو ہمیشہ قولاً وفعلاً وحالاً ظاہر ہوتی رہتی ہے چنانچہ

Marfat.com

علاوہ واقعات مذکورۂ بالا کے اس مقام پر بھی بے تکلف دو تین واقعات اور یاد آ گئے جو مختصراً عرض کیے جاتے ہیں۔

ایک بار احقر نے اپنی کوئی باطنی پریشانی عرض کی تو اسکے متعلق حضرت والا نے حسب معمول نہایت موثر عنوان سے فوراً میری پوری تسلی فرمادی پھر نہایت حسرت کے لہجہ میں فرمایا کہ آپ تو مجھ سے اپنا حال کہہ کر اپنی تسلی کر لیتے ہیں۔ اگر مجھکو کوئی پریشانی لاحق ہو تو میں اپنی تسلی کس سے کروں پھر فرمایا کہ ایسے موقعوں پر الحمدللہ اللہ تعالیٰ خود ہی میری دستگیری فرماتے ہیں اور غیب سے میری عقدہ کشائی فرمادیتے ہیں اھ

اسیطرح ایک بار کسی شیخ کے بارہ میں یہ سنکر کہ اپنے مریدین سے دو دو گھنٹہ ذکر جہر کراتے ہیں لیکن وہ لوگ خلاف شرع وضع قطع وغیرہ امور میں بالکل آزاد ہیں تو فرمایا کہ گھنٹہ دو گھنٹہ بلکہ چار گھنٹہ بھی محنت کر لینا کیا مشکل ہے میرے یہاں تو وہ آئے جسکو رات دن اپنے نفس پر آرے چلانے ہوں اھ

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت والا کی خود بھی یہی حالت ہے [illegible] اپنے نفس [illegible] اپنے منتسبین کو بھی اسی کی تاکید فرماتے رہتے ہیں جیسا کہ مثلاً [illegible] ایک [illegible] مبتلا تھے اس سے اجتناب کی اس عنوان سے ممانعت فرمائی کہ چاہے جان نکل جائے [illegible] انھوں نے لکھا تھا کہ مجھ میں اسقدر حسن پسندی ہے کہ معمولی اشیاء کو بھی نہایت [illegible] رکھتا ہوں اسیطرح حسن صورت کی طرف بھی بجد کشش ہوتی ہے اور حظ حاصل [illegible] ارقام فرمایا کہ بعضہ خیر فاشکروا علیہا و بعضہ شر فاصبروا عنہا ای غضوا [illegible] امر الشارع بالغض ولو بتکلف شدید یحتمل زھوق الروح فان اللہ تعالیٰ غیور [illegible] علی النظر الی ما نہی اللہ ان ینظر الیہ فالحذر الحذر ان یسخط المحبوب الاکبر اھ

دیکھئے کس شدت کے ساتھ ممانعت فرمائی ہے۔

نیز یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اس طریق میں تو عمر بھر [illegible] ہے اھ

غرض حضرت والا کے یہاں ظاہری ریاضات و مجاہدات [illegible] رہنا پڑتا ہے مگر وہ بعد چندے نہایت لذت بخش ہو جاتے ہیں بقول [illegible]

[illegible]

[illegible] علیہ وسلم [illegible] ارشاد کا [illegible]

[illegible] مصداق ہو جاتے ہیں [illegible] چند روز [illegible]

[illegible] اور بات [illegible] والا [illegible]

بھی موجود تھا انھوں نے احقر کا حوالہ دیکر عرض کیا کہ انکی حالت دیکھ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہوئے ہمت نہیں پڑتی حضرت والا نے فرمایا کہ اسکو نہ دیکھئے۔ گھڑی کو کسنے والا تو صرف ایک مرتبہ گھڑی کو کوک دیتا ہے پھر جو کچھ اس میں تغیرات ہوتے ہیں وہ تو بے تکلف اور خود بخود ہی ہوتے رہتے ہیں کہ پہلے ایک بجا پھر دو پھر تین۔ وغیرہ اھ

حضرت والا کا مطلب یہ تھا کہ اسوقت تو دشواری نظر آرہی ہے لیکن جب قلب میں تعلق مع اللہ پیدا ہو جائیگا تو پھر کوئی دشواری نہ رہیگی۔ قلب میں خود ہی اپنی اصلاح کا تقاضا پیدا ہوگا اور اسوقت اپنی حالت میں تغیرات [illegible] خود بخود ہی [illegible] خوشی سے [illegible] جائیگا یہ جو قبل از [illegible] معنی ذرا بھی [illegible] پیش نظر کیا جاتا ہے بقول حضرت

بس چلا چل قطع راہ عشق اگر منظور ہے
مشکلیں عاشق کو ہیں بس قبل از دیوانگی

پھر نہ دیکھ لے ہم سفر ریگ ہے یا دور ہے
کچھ دنوں غم سہہ لیا پھر عمر بھر مسرور ہے

بلکہ پھر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ اگر کبھی ذکر باطنی اور ذکر انی نفس میں کمی محسوس ہونے لگتی ہے تو [illegible] غم سے [illegible] غم میں گھلنے لگتا ہے۔ مصداق ارشاد حضرت عارف رومی ہو رہے

بر دل سالک ہزاران غم بود
گر ز باغ دل خلالے کم بود

غرض یہ باطنی مجاہدات جو حضرت والا کے یہاں کے سلوک میں ہیں بعد چندے دار و مدار زندگی اور غذائے روح ہو جاتے ہیں جن کے بغیر سالک کو چین ہی نہیں پڑتا اور جن کے فقدان کو وہ اپنی موت سمجھتا ہے اور فی الواقع [illegible] ہے کیونکہ یہی مجاہدات باطنیہ تو اسباب و علامات حیات قلب اور موجب ترقیات باطنہ دائمہ ہیں۔ [illegible]

گر گیا قلب کی حیات گئی
دل گیا ساری کائنات گئی

گر ز کار شد ز مژگان او دلم خوں شد
خو شم کہ زخم اسباب گریہ افزوں شد

مقصود البیان یہ ہے کہ درحقیقت حضرت والا کے یہاں کے سلوک میں جو سرتاسر قرآن و حدیث ہی سے ماخوذ ہے جیسا کہ حضرت والا کے رسائل مسائل السلوک اور التشرف اور التکشف سے ظاہر ہے۔ بفحوائے ارشاد نبوی الدین یسر [illegible] دشواری نہیں اور ناظرین کرام نے بھی مضامین بالا کے مطالعہ سے یہ اچھی طرح معلوم فرما لیا ہوگا کہ حضرت والا نے طریق کو بحمد اللہ تعالیٰ بہت ہی سہل فرما دیا ہے اور گویا شاہی سڑک بنا دیا ہے جس پر ہر خاص و عام [illegible] سہولت کے ساتھ اور بے کھٹکے چل سکتا ہے کیا عالم کیا عامی کیا فارغ کیا مشغول کیا تندرست کیا بیمار کیا قوی کیا ضعیف کیا امیر کیا غریب۔ چنانچہ اسکے متعلق ایک حقیقت شناس نے خوب ہی کہا کہ حضرت والا

کا سلوک تو شاہی سلوک ہے۔ واقعی یہی بات ہے کیونکہ حضرت والا نہ ریاضات کراتے ہیں نہ مجاہدات نہ ترک تعلقات کراتے ہیں نہ ترک لذات و مباحات۔ بلکہ یہ تاکید فرماتے ہیں کہ خوب راحت و آرام سے رہو تاکہ اللہ تعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا ہو اور طبیعت میں نشاط رہے جو معین عبادات ہو۔ البتہ معصیت کے پاس نہ پھٹکو اور اس کی ہر وقت نگرانی رکھو۔ اور ہمت سے کام لو اور بقدر تحمل و فرصت کچھ ذکر و شغل بھی کرتے رہو۔ بس ان شاء اللہ مقصود کا حصول یقینی ہے۔ نہ کم کھانے کی ضرورت نہ کم سونے کی ضرورت یہ دونوں مجاہدے آجکل متروک ہیں کیونکہ طبائع میں پہلے ہی سے ضعف غالب ہے۔ البتہ کم بولنا اور کم ملنا جلنا ضروری ہے لیکن نہ اتنا کہ جس سے قلب میں انقباض پیدا ہو جائے اور ... لیجئے یہ شاہی سلوک نہیں تو کیا ہے۔

چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ درویشی کے لئے کمبل اور گدڑی کی ضرورت [illegible] اللہ تعالیٰ دے تو دوشالہ اوڑھ کر شاہی میں بھی درویشی حاصل ہو سکتی ہے بشرطیکہ [illegible]

سبحان اللہ حضرت والا نے طریق کو اس قدر آسان فرما دیا ہے کہ کوئی دشواری [illegible]

اتنا کیا ہے آپ نے آسان طریق کو	کہہ سکتے ہیں کہ راہ کو منزل بنا دیا

البتہ اگر بے اصول چل کر اس طریق کو خود ہی دشوار کر لیا جائے تو یہ طریق کا نقص نہیں بلکہ چلنے والوں کا بے ڈھنگا پن ہے بقول حضرت

جو آسان سمجھو تو ہے عشق آساں	جو دشوار کر لو تو دشوار ہاں ہے

اسی پر خود حضرت والا کا ایک تازہ ملفوظ عرض کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ راستہ تو بالکل [illegible] اور [illegible] لیکن لوگ خود ہی اسکو اپنے سوء اعمال اور اوہام سے دشوار بنا لیتے ہیں [illegible] ہیں۔ یہاں تک کہ علماء بھی غلطیوں پر پڑے رہتے ہیں چنانچہ ایک مولوی [illegible] فہیم شخص ہیں وہ بھی اس پریشانی میں مبتلا تھے کہ اب تک تہجد کے وقت [illegible] آنکھ ہی نہیں کھلتی لکھا تھا کہ افسوس ابھی تک ان خارجی چیزوں کی احتیاج باقی ہے [illegible] پیدا نہیں ہوا کہ الارم کی حاجت نہ رہے اور خود بخود تہجد کے وقت آنکھ کھل جایا کرے۔

میں نے انکی تسلی کی کہ آخر کس کس خارجی چیز کی احتیاج سے بچو گے کیونکہ [illegible] چیزوں کی احتیاج ہے۔ لباس کی احتیاج ہے۔ کھانے کی احتیاج ہے اور [illegible] اور یہ سب خارجی چیزیں ہیں ان سب سے [illegible] الارم کی احتیاج ہی کی کیا فکر پڑی ہے۔ [illegible] نعمتوں سے کیوں استغناء کی تمنا کریں۔

گر طمع خواہد زمن سلطان دیں — خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

اگر بغیر الارم کے آنکھ نہیں کھلتی تو اسکا افسوس ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ نے الارم گھڑی دے ہی رکھی ہے اس سے کام لینا چاہیئے مقصود تو جاگ اُٹھنا ہے چاہے الارم سے ہو چاہے بلا الارم کے جب مقصود حاصل ہے تو پھر اسکا کیا غم کہ بلا الارم کے آنکھ کیوں نہیں کھلتی اھ

حضرت والا نے اس واقعہ کو نقل فرما کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُسنے صحیح صحیح باتیں ذہن میں ڈالدی ہیں جنکی وجہ سے لوگ ظلمت سے نکلکر نور میں تو ہو چکے ہیں اور راستہ بالکل صاف نظر آنے لگا ہے جیسے بجلی والے بجلی جلا دیتے ہیں تو ظلمت دفع ہو کر راستہ صاف نظر آنے لگتا ہے اسکے بعد اللہ میاں نے آنکھیں دی ہیں [illegible] سے اور پاؤں سے کام لیا جائے تو جہاں تک راستہ قطع کرے جہاں جاتا ہے وہاں بسہولت پہنچ سکتا ہے اب اگر کوئی پاؤں ہی نہ اٹھائے یا الٹے سیدھے قدم رکھتا ہوا اور ٹھوکریں کھاتا ہوا چلے یا آنکھیں بند کرکے چلے تو بجلی والوں کا کیا قصور، اللہ تعالیٰ نے جو قرآن شریف کی آیت میں فرمایا ہے قد جاءکم بصائر من ربکم [illegible] اسکے متعلق [illegible] گویا آنکھیں ہیں اور [illegible] راستہ [illegible]

ایک [illegible] قوت اور ذوق کے ساتھ فرمایا کہ چاہے مجھے عمل کی توفیق نہ ہو لیکن اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے طریق میں تو کوئی کسی قسم کا ذرہ برابر بھی شک و شبہ نہیں رہا اھ

غرض بحمد اللہ تعالیٰ حضرت والا نے طریق کو بالکل ہی واضح اور آسان فرما دیا ہے اگر کوئی اصول سے چلے تو انشاء اللہ تعالیٰ منزل مقصود تک نہایت آسانی کے ساتھ رسائی ہو سکتی ہے۔

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سہولت اختصار کے لئے چند بہت ہی خاص خاص اصول جنکا پیش نظر رکھنا انشاء اللہ تعالیٰ حضرت والا سے فیض حاصل کرنے میں بہت معین ہوگا مختصر الطور خلاصہ باب ہذا بدیۂ ناظرین کر دئے جائیں اور تفصیل بقدر ضرورت مضامین باب ہذا سے معلوم ہو چکی ہے۔ [illegible] سے یہ اصول بھی مستنبط ہیں

بعض خاص خاص اصول مہمہ استفاضہ از حضرت والا

(۱) سب سے پہلے طالب کو حضرت والا کا رسالہ قصد السبیل ایک بار یا دو بار بغور ملاحظہ کرنا چاہیئے۔ اس سے اس طریق کی حقیقت واضح ہو جائے گی اور مقصود معلوم ہو جائیگا اور اگر خود سمجھ میں نہ آئے تو کسی دوسرے فہیم آدمی سے سمجھ لیا جائے۔ اور اگر حضرت والا سے رجوع کرنے سے قبل حضرت والا کی دیگر تصانیف بھی دیکھ لی جائیں خصوصاً تعلیم الدین، اصلاح الرسوم، بہشتی زیور اور مطبوعہ مواعظ جتنے بھی میسر آسکیں تو طریق کی بقدر حاجت تفصیل بھی معلوم

ہو جائے اور اپنی اصلاح کے متعلق حضرت والا سے خط و کتابت کرنے میں بہت سہولت ہو جائے - ورنہ اکثر طالبین بوجہ ناواقفیت مبادی طریق بے اصول باتیں لکھتے ہیں جن پر حضرت والا کو بار بار استفسارات کرنے پڑتے ہیں اور تحصیل مقصود میں تاخیر ہوتی ہے - یہاں تک کہ بعض کو حضرت والا نے آخر میں یہ تحریر فرما دیا کہ اول میرے سو وعظ دیکھو اس کے بعد لکھو جو لکھنا ہو -

(۲) ابتداءً بیعت کی درخواست نہ کریں نہ بیعت کو ضروری سمجھیں کیونکہ اصل مقصود علم طریق حاصل کرنا ہے لہذا پہلے اسی کی درخواست کریں جب باہم پوری مناسبت ہو جائے اُسوقت بیعت کی درخواست کا بھی مضائقہ نہیں - لیکن اگر حضرت والا یہ فرما دیں کہ ابھی مناسبت پیدا نہیں ہوئی تو بے چون وچرا مان لیں کیونکہ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید - اور ہرگز بیعت پر اصرار نہ کریں بلکہ تحصیل مناسبت کی سعی پہلے سے زیادہ کریں [illegible] ہو جائیں کیونکہ یہ معلوم ہو ہی چکا ہے کہ جب تک حضرت والا کو طلب صادق کا پورا اطمینان نہیں ہو جاتا اور باہم پوری مناسبت کا احساس نہیں ہو جاتا حضرت والا بیعت نہیں فرماتے اور اسی وقت [illegible] بھی بیعت [illegible] اور اس سے پہلے بیعت کچھ مفید بھی تو نہیں بلکہ بعض وجوہ سے مضر ہے -

حضرت والا کے اس اصول پر بعض نادان مدعیان مشیخت نے یہ اعتراض کیا کہ یہ تو فن سلوک کے اس مسلم مسئلہ کے خلاف ہے کہ شیخ کو اشاعت طریق کا حریص ہونا چاہیئے - حضرت والا نے فرمایا کہ اشاعت طریق [illegible] بیعت سے نہیں ہوتی ہے بلکہ تعلیم سے ہوتی ہے اور تعلیم طریق سے مجھے کب انکار ہے بلکہ [illegible] کہتا ہوں کہ تعلیم طریق الحمد للہ میرے یہاں اتنی ہوتی ہے کہ اتنی کہیں بھی [illegible] ہوتی ہوگی کیونکہ میرے یہاں [illegible] سوا [illegible] چرچا ہی نہیں اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ واقعی اشاعت طریق کے تو حضرت والا اسقدر حریص ہیں کہ اتنا [illegible] ہی کوئی دوسرا ہو - بارہا فرمایا کہ میں جو کچھ طریق کی حقیقت [illegible] ہوں [illegible] سمجھا دوں اور سب لوگ نہیں سمجھتے تو سخت الجھن ہوتی ہے کہ کسطرح ان کے دل میں ڈال [illegible] لوگوں سے بیعت [illegible] کی ایک وجہ یہ ہے اھ

واقعی دیکھنے والے ہمیشہ دیکھتے ہیں کہ جب کوئی [illegible] طالب آ جاتا ہے تو حضرت والا [illegible] وجوش کے ساتھ حقائق ومعارف کی [illegible] افادات کے دریا بہا دیتے ہیں -

(۳) حضرت والا سے استفادہ کی [illegible] اجازت لے کر [illegible] کے ساتھ حضرت والا کی مجلس شریف [illegible] افادات توجہ سے سنتے رہیں اور [illegible]

Marfat.com

بغور دیکھتے رہیں تاکہ طریق سے اور حضرت والا سے مناسبت پیدا ہو جائے اور اصلاح کرانے کا طریقہ معلوم ہو جائے پھر اپنے مستقر پر پہونچکر ایک ایک عیب لکھتے رہیں اور اپنی اصلاح کراتے رہیں۔ لیکن جب تک ایک عیب کی اصلاح میں رسوخ نہ ہو جائے دوسرا عیب نہ پیش کریں اور اسی دوران میں بعد چندے خواہ ذکر و شغل بھی پوچھ لیں لیکن بدون سلسلہ اصلاح نفس کے شروع کئے صرف ذکر و شغل کے متعلق کوئی درخواست نہ کریں کیونکہ حضرت والا محض ذکر و شغل کی تعلیم کو حصول مقصود کے لئے ہرگز کافی نہیں سمجھتے اور ذکر و شغل کی درخواست کے ساتھ یہ بھی برابر اطلاع کرتے رہیں کہ اصلاح کے متعلق بھی خط و کتابت جاری کر رکھی ہے کیونکہ بدون اطلاع اتنے طالبین کے حالات کا یاد رکھنا بہت مشکل ہے

(۴) اپنے نفس کی ہر وقت نگرانی رکھیں اور عیوب نفس کی اصلاح کے لئے حضرت والا کے زریں اصول یعنی استحضار و ہمت سے برابر کام لیتے رہیں اور گو شروع شروع میں قدرے تعب ہو لیکن تکرار مخالفت نفس سے پھر انشاء اللہ تعالیٰ سہولت ہونے لگے گی۔

چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ تکرار عمل ہی سے عمل میں سہولت بھی ہونے لگتی ہے لیکن سہولت کے منتظر نہ رہیں عمل بہرحال کرتے رہیں چاہے عمر بھر بھی سہولت نہ ہو اھ

نیز حضرت والا کا ہمت کے متعلق یہ ارشاد بھی پیش نظر رکھیں کہ وہ ہمت ہی نہیں جسکے بعد کامیابی نہ ہو تو ہمت کی نقص نیت سے کیونکہ اختیاری کوتاہیوں سے بچنے کے لئے اگر پوری ہمت سے کام لیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ کامیابی نہ ہو۔ اھ

حضرت والا اکثر یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ کم ہمتی سے کوئی کوتاہی ہو جاوے تو فوراً توبہ کرکے پھر ہمت سے کام لینے لگیں اور مایوس نہ ہوں نہ اس غم میں پڑیں کہ کوتاہی کیوں ہو گئی۔ کوتاہی کا تدارک بھی عمل ہی سے ہو جائیگا اس موقع پر حضرت والا کے مکتوب تسہیل الطریق کے مضمون کا اعادہ بہت کارآمد ہوگا کیونکہ اسمیں طریق کا مکمل دستور العمل مذکور ہے وہ مضمون یہ ہے کہ غیر اختیاری کی فکر میں نہ پڑیں۔ اختیاری میں ہمت سے کام لیں۔ اگر کوتاہی ہو جاوے تو ماضی کا استغفار سے تدارک کرکے مستقبل میں پھر تجدید ہمت سے کام لینے لگیں اور استعمال ہمت کے ساتھ دعا کا بھی التزام رکھیں اور بہت لجاجت کے ساتھ۔ اھ

(۵) جب ذکر و شغل کی اجازت حاصل کر لیجائے تو ذکر کی مقدار بقدر تحمل و فرصت مقرر کریں ورنہ اتنی کم ہو کہ کچھ مشقت ہی نہ ہو نہ اتنی زیادہ ہو کہ نبھ نہ سکے حتی الامکان اپنے معمولات ناغہ نہ ہونے دیں ناغہ سے بڑی بے برکتی ہو جاتی ہے۔ چلتے پھرتے اور فارغ اوقات میں بھی کوئی ذکر اپنا معمول رکھیں۔

حضرت والا نے ایک بار اسطرح سے فرمایا کہ اپنا اصل کام ذکر کو سمجھیں جب ضرورت ہو بول لیں اور پھر مشغول

Marfat.com

ہوجائیں جیسے درزی کپڑا سیتا رہتا ہے اور ضرورت میں بول بھی لیتا ہے لیکن اسکی اصل توجہ کپڑا سینے ہی کیطرف رہتی ہے۔

قلت کلام کی ایک یہ تدبیر بھی حضرت والا نے احقر کو بتائی تھی کہ ابتداءً کلام نہ کریں الا بضرورت اگر دوسرا کوئی بات پوچھے تو بقدر ضرورت جواب دے کر پھر ذکر میں مشغول ہوجائیں۔ اسی طرح بلا ضرورت کسی کے پاس نہ جائیں۔ اھ

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ بلا ضرورت لوگوں سے میل جول نہ بڑھائیں اگر ذکر و خلوت سے جی اکتا جائے تو بال بچوں میں یا ہم مشرب احباب میں کچھ دیر دل بہلالیں جب نشاط پیدا ہوجائے پھر اپنے کام میں لگ جائیں۔ اھ حضرت والا مباحات کے انہماک اور بالکلیہ ترک دونوں کو باعتبار نتائج کے مضر بتلاتے ہیں۔

(۳) اوراد و اذکار نماز و تلاوت وغیرہ جو نیک عمل ہے اس نیت سے کرے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا ہو اور اسکی رضا حاصل ہو۔ خالی الذہن ہو کر محض پابندی عادت کے طور پر نہ کرے اور جو کیفیت حضور حق کی اس عمل سے پیدا ہو اسکو بعد فراغ بھی ملحوظ رکھنے کا اہتمام کرے۔ [illegible] اس طریق میں نہایت ضروری ہے۔

اندریں رہ می تراش و می خراش	تا دم آخر دمے فارغ مباش

(۴) تمام مشوشات قلب سے اپنے آپ کو بچائے رکھے [illegible] جمعیت قلب اس طریق میں مدار نفع ہے۔

(۵) حضرت والا اس طریق میں خود رائی اور خود بینی کو سب سے بڑا مانع سمجھتے ہیں اور اس شعر کو اکثر پڑھا کرتے ہیں۔

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست	کفر است درین مذہب خود بینی و خود رائی

اور فرمایا کرتے ہیں کہ کوئی اپنی رائے اور تجویز کو فنا کرکے تو دیکھے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ [illegible] ہیں جو اسکے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ اسی طرح اتباع شیخ بھی داخل ہے [illegible] اپنی اصلاح [illegible] اور علاوہ بریں طریق میں شیخ کے اتباع [illegible] بھی تو ہے۔ لہذا بہت جلد جلد اپنے حالات کی اطلاع دے [illegible] شیخ بھی اس کے متعلق جو تجویز کرے اسکو بلا چون و چرا [illegible] رہے [illegible] کتنا ہی نفس کو ناگوار ہو حضرت مانع فرماتے ہیں۔

Marfat.com

سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی	مزد اگر می طلبی طاعت استاد ببر

بس اصل چیز کام میں مشغول رہنا ہے ثمرات جو اسکے مناسب استعداد ہوں گے وہ خود ہی مرتب ہوتے رہیں گے۔ حضرت والا اس کے متعلق حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار اکثر فرمایا کرتے ہیں ؎

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن	کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند
در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست	بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

فنا کے متعلق حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ فنا اس طریق کا اول قدم ہے جیسا کہ ایک معنی کر آخر قدم بھی ہے۔ اگر کسی کو یہ حاصل نہیں تو سمجھ لو کہ اسکو اس طریق کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اھ

احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت والا کے یہاں اس صفت کے پیدا کرنے کا سب سے زیادہ اہتمام ہے اگر اس اہتمام کی کامل موافقت کیجاوے اور گو نفس کو طبعًا کتنا ہی ناگوار ہو لیکن عقلاً گوارا کر لیا جائے تو فنا کی دولت جو بڑے بڑے سخت مجاہدات سے سالہا سال میں بھی بمشکل حاصل ہوتی ہے حضرت والا کے طریق اصلاح سے بفضلہ تعالیٰ بہت جلد حاصل ہوجاتی ہے۔

(۹) حضرت والا کے یہاں حقوق العباد کی نگہداشت کی سخت تاکید ہے۔ بالخصوص وہ حقوق جنمیں کوتاہی کرنے سے کسی کو اذیت ہو۔ لہٰذا اسکا بہت ہی خصوصیت کے ساتھ اہتمام رکھیں کہ اپنے کسی قول یا کسی فعل سے کسی کو کسی قسم کی ایذا نہ پہونچے۔

(۱۰) اس اخیر نمبر میں اس طریق عمل کا ذکر کیا جاتا ہے جو ہر طالب اصلاح کو اپنے عیوب کی اصلاح کرانے کے لئے اختیار کرنا چاہیئے۔ وہ حسب ارشاد حضرت والا یہ ہے کہ ایک کاغذ پر اپنی سب برائیاں لکھ لیں اور جو جو یاد آتی رہیں اُس میں لکھتے رہیں اور ان کا علاج بھی استحضار اور استعمال اختیار و ہمت سے کرتے رہیں اور علاج سے جو بالکل زائل ہوجاویں انکا نام کاٹ دیں اور جو رہجائیں پوری یا ادھوری ان کو لکھا رہنے دیں پھر جب حضرت والا کی خدمت میں اپنی اصلاح کے متعلق خط لکھنے بیٹھیں تو ان برائیوں میں سے جو اپنے نزدیک سب سے زیادہ اہم ہو پہلے اس کو لکھیں اور اگر تعیین میں تشویش ہو تو قرعہ ڈال لیں جس عیب کا نام نکل آوے وہی لکھ دیں اور اگر اسکا کچھ علاج کیا ہو تو اسکی بھی اطلاع کردیں۔ ایک عیب سے زیادہ ایک بار میں نہ لکھیں اور اس عیب کی چند مثالیں بھی لکھیں اور جب تک اس عیب کے علاج میں رسوخ نہ ہوجاوے برابر اسی کے متعلق خطوط بھیجتے رہیں۔ اور جب رسوخ ہوجاوے اور حضرت والا بھی اُس رسوخ کی تصدیق فرمادیں اور دوسرا عیب پیش کرنے کی اجازت عطا فرمادیں اُس وقت دوسرا عیب پیش کریں بس اسطرح اپنے سارے عیوب کی اصلاح کرائیں۔

اب ان نمبروں کو ایک دعاء ماثور پر ختم کرتا ہوں جو حسن اتفاق سے مناجات مقبول پڑھتے وقت نظر سے گذری تو

اسی وقت بیساختہ یہ ذہن میں آیا کہ اس میں تو حضرت والا کے سلوک مسنون کا گویا خلاصہ اور فی الحقیقت تصوف کے سارے مقامات عالیہ کے حصول کی دعا موجود ہے۔ جس سے حضرت والا کی تعلیمات و احوال کے مطابق کتاب و سنت ہونے کی بھی تصدیق ہوتی ہے۔ اگر طالبین اس دعا کو بہولت استحضار نیز حصول برکت و توفیق عمل کے لئے کبھی کبھی پڑھ لیا کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ تسہیل طریق اور حصول مقصود میں بہت اعانت ہو وہ دعا ماثورہ یہ ہے

اللھم انی اسئلک توفیق اھل الھدیٰ واعمال اھل الیقین [illegible]

یا اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے توفیق اہل ہدایت کی سی [illegible] اہل یقین [illegible] اور [illegible] اخلاص

اھل التوبۃ وعزم اھل الصبر وجد اھل الخشیۃ وطلب اھل [illegible]

اہل توبہ کا سا اور ہمت اہل صبر کی سی اور کوشش اہل خوف کی سی اور طلب اہل شوق [illegible]

اھل العلم حتی القاک

اہل علم کی سی یہاں تک کہ ملوں میں تجھ سے

بس اب حقر بابت بذا ارشاد وافاضہ باطنی کو حضرت والا کے ایک [illegible] ختم کرتا [illegible] حضرت والا نے خود اپنے سلوک کی حقیقت نہایت واضح اور لطیف عنوان [illegible] بیان فرمائی ہے اور جس کو شاید دوسرے موقع پر نقل بھی کر چکا ہوں۔

کسی سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہاں تو ملا پن ہے ہم نہیں جانتے [illegible] کیا چیز [illegible] بھی نہیں بس قرآن و حدیث پر عمل کرنا بتاتے ہیں پھر اسی میں جو کچھ ہو کہ [illegible]

مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر [illegible]

آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے قلب میں اسکا خطرہ گزرا [illegible]

حال قال ہے نہ وجد و کیف ہے نہ کشف و کرامت ہے پھیکا پھاکا [illegible]

نمک ہوتا ہے۔ اوپر سے نمک ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اسی کے اندر کا نمک چکھنے کے بعد کھلتا ہے یہاں بھی اوپر کا نمک نہیں ہے مگر اندر ہے جو چکھنے کے بعد کھلتا ہے۔ اھ

جامع اوراق عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ تحقیقی اور مدون تصوف تو [illegible]

لیکن اسکے ثمرات مذکورہ کا ظہور [illegible] ہوتا ہے جب طریقہ کے موافق [illegible]

اس طریق میں حسب ارشاد حضرت والا کام ہی سے کامیابی ہوتی ہے

کار کن [illegible]	[illegible]
قدم باید اندر طریقت نہ دم	[illegible]

استاذ حضرت والا نے ملفوظ بالا میں سندر کی نہلی کی مثال میں یہ قید لگائی ہے کہ پکنے کے بعد اسکا نمک کھلتا ہے اسی طرح یہاں کا شروط ہے۔ اور اسی وجہ سے طالبین عموماً کوتاہی کرتے ہیں یا تو کام نہیں کرتے یا بیڈھنگے پن سے کام کرتے ہیں اگر حضرت والا کے ارشاد فرمودہ اصول کے مطابق کام کریں تو وہ خود ثمرات و برکات ارشاد فرمودہ کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر لیں جیسا کہ بفضلہ تعالیٰ بہت سوں نے کر لیا ہے اور جسکو محرومی ہوتی ہے اپنے ہی بےڈھنگے پن سے ہوتی ہے حسب ارشاد حضرت عارف شیرازی رح

ہر چہ ہست از قامت ناساز بے اندام ماست
ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

اصل تقریر حسب ارشاد حضرت عارف شیرازی رح یہ ہے کہ

سعی ناکردہ دریں راہ بجائے نرسی
مزد اگر می طلبی طاعت استاد ببر

اور حضرت والا نے جو اپنے ارشاد بالا میں یہ فرمایا کہ ایسا ملتا ہے کہ ہم جیسوں میں سے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے قلب پر اسکا خطرہ تک گذرا اسکا سبب ایک حقیقت شناس اہل علم کے قول کا حوالہ دیکر حضرت والا یہ فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب رح کے سلسلہ میں جو اس قدر جلد وصول الی اللہ ہو جاتا ہے حالانکہ نہ یہاں کچھ زیادہ ریاضات ہیں نہ مجاہدات تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اس سلسلہ میں وصول بطریق جذب ہوتا ہے بطریق سلوک نہیں ہوتا اور یہ جذب برکت ہے اتباع سنت کی کیونکہ اتباع سنت کا ثمرہ ہے محبوبیت المحبوب سے کہ محبوبیت عند اللہ ہے اور محبوبیت کے لئے جذب لازم ہے اھ

ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علیٰ کل شیء قدیر

شکر نعمت

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ محض اسکے فضل و کرم اور حضرت صاحب سوانح کی توجہات و دعوات کی برکت سے اشرف السوانح کا یہ اہم ترین باب ارشاد و افاضۂ باطنی بھی ختم ہوا جسکے لکھنے کے لئے احقر کو بوجہ عدم اہلیت قلم اٹھانے کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی۔

روز ہجران و شب فرقت یار آخر شد
زدم ایں فال و گذشت اختر و کار آخر شد

صبح امید کہ بد معتکف پردۂ غیب
گو بروں آے کہ کار شب تار آخر شد

شکر ایزد کہ باقبال کلہ گوشۂ گل
نخوت باد دی و شوکت خار آخر شد

آں پریشانیٔ شبہائے دراز و غم دل
ہمہ در سایۂ گیسوئے نگار آخر شد

ساقیا عمر دراز و قدحت پر مے باد
کہ بہ سعی توام اندوہ خمار آخر شد

گرچہ آشفتگی کار من از زلف تو بود	حل ایں عقدہ ہم از روئے نگار آ شد

در شمار ارچہ نیاورد کسے حافظ را
شکر کاں محنت بیحد و شمار آخر شد

جہاں تک ہو سکا اس نااہل و ناکارہ نے اپنی بساط کے موافق اس امر کی بیحد کوشش کی کہ اس سب میں حضرت والا کا مجموعی طرق ارشاد و افاضہ پوری طرح قلمبند ہو جائے اور بعون اللہ تعالیٰ بحمدہ حضرت والا کے ارشاد فرمودہ صدہا مسائل ضروریہ اور تحقیقات نادرہ معرض تحریر میں بھی آ گئے لیکن جب میں حضرت والا کے طرق ارشاد و افاضہ کی اصل جلالت شان کو اپنے ذہن میں متحضر کرتا ہوں تو واللہ اپنی یہ نقل [illegible] بالکل ہی ناکافی نظر آتی ہے اور رہ رہ کر یہ حسرت ہوتی ہے کہ افسوس کچھ بھی نہیں لکھا گیا [illegible]

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے	بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
اور بقول احقر کے	
عیاں ہونا تھا یہ حال دل عیاں ہوا	زبان لاکھ چلائی مگر بیاں نہ ہوا

لیکن اگر احقر اس معیار کے مطابق جو مستحضر ذہن میں ہے حضرت والا کی شان ارشاد و افاضہ کو بیان کرنے پر قادر بھی ہو جاتا تب بھی جو اصل شان ہے وہ پھر بھی مخفی ہی رہتی کیونکہ حضرت والا کی ما حقہ معرفت اس نااہل کو تو کیا ہوتی کسی کو بھی نہیں ہوئی نہ میرے نزدیک ہو سکتی ہے کیونکہ ایسے حضرات کہیں صدیوں میں ایک دو ہوتے ہیں لہٰذا بقول ایک حقیقت شناس کے اگر [illegible] حضرت والا کا کوئی ایسا فیض یافتہ نہیں جس میں حضرت والا کی ساری صفات موجود ہوں ایسا [illegible] کا یہی ہوگا کہ کسی میں حضرت والا کی کوئی صفت ہوگی کسی میں کوئی [illegible] بالکل [illegible]۔

حضرت والا کی ما حقہ معرفت کسی کو نہ ہونے پر خود حضرت والا ہی کا ایک [illegible] ارشاد [illegible] حضرت والا کے خواہرزادہ اور مجاز خاص جناب مولانا مولوی ظفر احمد صاحب [illegible] ایک عریضہ میں نہایت ہی اشتیاق کے ساتھ اور کسی حدیث شریف کا حوالہ دے کر حضرت والا سے [illegible] کہ ایسے خدام یعنی منتسبین میں سب سے زیادہ محبوب آپ کو کون ہے اور یہ بھی [illegible] کے لئے حکم ہوگا تو جھی کسی پر ظاہر نہ کروں گا۔ پر حضرت والا نے بے تکلف [illegible] پیش نہ کرتا اگر کوئی اسکا مصداق ہوتا۔ خود دامن پر یہ بات [illegible]

ہر کسے از ظن خود شد یار من
وز درون من نجست اسرار من

پوری مناسبت کسی کو نہیں ہوئی اور اجنبیت [illegible]

حضرت والا کو بوجہ کسی کی ادنیٰ بھی دلشکنی گوارا نہیں اسلئے اپنے اس جواب کی اشاعت کی ممانعت فرمادی۔ لیکن جناب مولانا ظفر احمد صاحب نے مکرر بذریعہ عریضہ عرض کیا کہ یہ جواب تربیت السالک میں نقل ہو جانا سالکین کیلئے زیادہ نافع معلوم ہوتا ہے شاید کسی اللہ کے بندہ کو حضرت سے پوری مناسبت پیدا کرنے کا شوق پیدا ہو جائے اھ اور یہ بھی لکھا کہ میری جو حالت اس جواب کو دیکھ کر ہوئی واللہ میں کیا عرض کروں سچ فرمایا ؎

هر کسے از ظن خود شد یار من
از درون من نجست اسرار من

راقم کو بھی حضرت کے اسرار معلوم ہو جانے کی بہت طلب ہے اور یہی اس سوال کا منشا ہے۔ اگر اس اظہار سے خاطر عالی پر تحمل سے زیادہ وہ اسرار نہ ہوں تو خدا کرے مجھکو معلوم ہو جائیں اھ

اسپر حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرمایا۔

عزیزم۔ بہتر ہے نقل کرادیا جاوے۔ مجھکو صرف یہ خیال مانع ہوا تھا کہ احباب کی دلشکنی نہو۔ باقی جب اس سے اہم مصلحت نقل ہی میں ہے موافقت کرتا ہوں۔ برخوردار من میرے اسرار ہی کیا ہوتے مولانا کا قول تو میں نے تبرکاً نقل کردیا ہے مراد میری یہ ہے کہ میرے مذاق سے پوری مناسبت کسی نے پیدا نہیں کی سو عزیز من یہ بات پیدا کرنے کی نہیں خود ہی محبت کا فعل ہے۔ تتبع اور استحضار اور اتباع اسکا طریق ہے واللہ الموفق۔ اور اس مناسبت کے بعد خود بخود مجھکو اظہار اسرار کا جوش ہوگا اگر کچھ اسرار ہونگے یا نئے پیدا ہو جائیں۔ اھ

غرض جب کسی کو حضرت والا کے اسرار کا ماحقہ علم ہی نہ ہو سکا تو کوئی لاکھ بیان کرے حضرت والا کی اصل شان بیان ہو ہی نہیں سکتی۔

ہے عقل و فہم سے بالا مقام حضرت والا
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

لہذا باوجود احقر کی کوشش بلیغ اور اس باب کے اتنے طویل ہو جانے کے بھی حضرت والا کی اصل شان ارشاد و افاضہ ذرا بھی نمایاں نہ ہو سکی۔ گو بحق احقر تو حضرت حافظ علیہ الرحمہ کا یہ شعر حرف بحرف صادق آرہا ہے ؎

گداختیم جاں کہ شود کار دل تمام و نشد
بسوختیم دریں آرزوئے خام و نشد

اور حضرت والا پر احقر کا یہ شعر ؎

وہ راز ہوں جو نہاں ہوکے بھی نہاں نہوا
وہ نکتہ ہوں جو بیاں ہوکے بھی بیاں نہ ہوا

اور دونوں کی مجموعی حالت پر حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کا یہ شعر

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

تاہم مجموعاً انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کرام کے سامنے حضرت والا کے طریق ارشاد و افاضہ کا اجمالی خاکہ تو ضرور ہی پیش ہو گیا جس سے صاحبان فہم سلیم اور حضرات اہل ذوق انشاء اللہ تعالیٰ حضرت والا کی اصل شان

Marfat.com

ارشاد و افاضہ کا بھی فی الجملہ اندازہ لگا سکیں گے۔

حضرت والا کا اس زمانہ میں قطب ارشاد اور مرکز رشد و ہدایت ہونا اللہ تعالیٰ نے اس طرح بھی ظاہر فرمادیا ہے کہ اس زمانہ میں چونکہ کوئی اس نمایاں شان کا محقق شیخ نظر نہیں آتا ہر طالب صادق کی نظر حضرت والا ہی کی طرف جاتی ہے چنانچہ اکثر طالبین کے خطوط اسی مضمون کے آتے ہیں کہ سوائے حضور کے اور کوئی محقق شیخ ہی نظر نہیں آتا اس لئے اور کسی پر طبیعت ہی نہیں جمتی۔

غرض حقیقت یہ ہے کہ حضرت والا نے بعون اللہ تعالیٰ تمام ضروری حقائق طریق کو روز روشن کی طرح واضح فرما کر خلق پر حجت تمام فرمادی ہے اور مدت سے خواص و عوام نے جو غلط فہمی سے تصوف کا غلط تخیل اپنے ذہنوں میں جما رکھا تھا اور غیر مقاصد کو مقاصد سمجھ رکھا تھا اسکو دور کر کے اصلی اور حقیقی تصوف کو روز روشن کی طرح جلوہ گر فرمادیا ہے جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء و متعنا اللہ بہ بطول البقاء ؎

خدا مجذوب کو رکھے سلامت اسنے چونکا یا		جسے منزل سمجھ رکھا تھا وہ اک خواب منزل تھا

اس مقطع کو کہتے وقت احقر کا روئے سخن فی الواقع حضرت والا ہی کی طرف تھا اور مجذوب سے مراد حضرت والا ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو بایں فیوض و برکات روز افزوں مدت مدید تک بسلامت و خیر بعافیت تمام سایہ گستر رکھے اور سب کو فیضیاب ہونے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس باب کے ختم ہوتے ہی اشرف السوانح حصہ اول جو زیر طبع ہے اسکا پانچ جزو جو اب تک طبع ہو چکے ہیں آج ہی بطور نمونہ موصول ہوئے اس حسن قِران سے مسرت بر مسرت ہوئی اور بحمد اللہ مجذوب دیوانہ یعنی احقر انقر جامع اوراق ہٰذا اس شعر کا پورا پورا مصداق ہو گیا ؎

نکہیو بوئے گل و زگلبطرف پیام یار آمد
من آں دیوانہ ام کز مردہ سوئے من بہار آمد

اب اس باب ارشاد و افاضہ باطنی کے سب سے آخر میں احقر انقر حضرت صاحب ارشادات و افاضات دامت برکاتہم کی جناب فیض مآب میں عارف شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دعائیہ اشعار پیش کر کے

الا اے یوسف مصری کہ کردت سلطنت مغرور		مبادا خالیت شکر ز منقار
سرت سبز و دلت خوش باد جاوید		کہ خوش نقشے نمودی از خط یار

تیمناً و تبرکاً حضرت عارف رومی کی مثنوی شریف کے ان اشعار پر ختم کرتا ہوں
یعنی حضرت مولانا المحقق بہاء الدین کے ان اشعار پر جو حضرت والا کے نام نامی اسم گرامی کے بالکل شایان شان ہیں [illegible] ؎

شاد [illegible] سعید		مرشد [illegible]

زد بانِ آسمانست ایں کلام نے ببام چرخ کاں اخضر بود	ہر کہ ازایں بر رود آید ببام بل ببامے کز فلک برتر بود

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات

کتبہ احقر الزمن عزیز الحسن عفا عنہ اللہ ذوالمنن وحفظہ عن جمیع الفتن ماظہر منہا وما بطن لاحدی وعشرین من ذی القعدۃ (۱۳۵۴ھ) یوم السبت حال اقامتہ بالخانقاہ الامدادیۃ الاشرفیۃ بتھانہ بھون۔

باب پانزدہم ۱۵

"خلفائے مجازین"

حسب معمول مشائخ حضرت والا نے بعض خاص خاص مسترشدین کو بعد تحقیق اوصاف ضروریہ جن کا ذکر آگے نمبر ۳ میں آتا ہے اپنی طرف سے مجاز بیعت و تلقین طریق بھی فرما دیتے ہیں تاکہ سلسلۂ فیض جاری رہے۔

حضرت والا کے موجودہ خلفائے مجازین کے اسمائے گرامی فہرست خلفائے مجازین میں جو سوانح ہذا کے حصۂ سوم کے آخر میں منسلک ہے مذکور ہیں وہاں ملاحظہ فرمائے جائیں۔

حضرت والا نے بحیثیت ایک مجدد اور حکیم الامت ہونے کے اس امر میں بھی مثل دیگر امور دینیہ کے حسب ضرورت زمانہ بعض خاص اصلاحیں فرمائی ہیں مثلاً

(۱) جن صاحبوں کو اپنا خلیفہ مجاز بنایا جاتا ہے ان کا پورا نام اور پتہ وقتاً فوقتاً اپنے پاس بطور یادداشت کے تحریر فرماتے رہتے ہیں پھر ان کو تنبیہات وصیت کے تتمات میں جو وقتاً فوقتاً شایع ہوتے رہتے ہیں شایع فرما دیا جاتا ہے تاکہ کوئی غیر مجاز اپنے کو اجازت یافتہ نہ قرار دے سکے اور لوگوں کو دھوکا نہ دیا جا سکے۔ چنانچہ بعض نے دھوکا دیا تو لوگوں نے انکے بارہ میں حضرت والا سے دریافت کیا۔ چونکہ حضرت والا کے پاس سب کے نام موجود تھے ہی حضرت والا نے جزماً تحریر فرما دیا کہ وہ شخص جھوٹا ہے۔ ورنہ اس مدعی اجازت کی تکذیب کی کوئی صورت ہی نہ تھی۔ حضرت والا اس اشاعت اسمائے مجازین کی بھی مصلحت بیان فرمایا

Marfat.com

اکرتے ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں نہ اتنے جھوٹے ہوتے تھے نہ ایسے امور میں جھوٹ بولنے کی کسی کو جرأت ہوتی تھی اسلئے اُس وقت اتنی احتیاط کی ضرورت نہ تھی اب ضرورت ہے جس کی تصدیق واقعات سے بھی ہوتی ہے نیز اس اشاعت میں یہ بھی مصلحت ہے کہ طالبین کو حضرات اہل اجازت کا علم ہو جائے اور وہ اُن سے نفع حاصل کر سکیں۔

(۲) خلفائے مجازین میں سے جن بعض کے حالات نہیں معلوم ہوتے یا مشتبہ حالات سُننے میں آتے ہیں حضرت والا احتیاطاً اُنکے نام فہرست سے خارج فرما دیتے ہیں لیکن اُنکو اہانت سے بچانے کے لئے اُنکے نام نہیں شایع فرماتے بلکہ اخراج کی صرف یہ صورت اختیار فرمائی جاتی ہے کہ آیندہ جو فہرست مجازین شایع ہوتی ہے اُس میں اُنکے نام نہیں دکھلائے جاتے بس صرف اُنہیں کے نام دکھلائے جاتے ہیں جن کی اجازت باقی رکھی جاتی ہے۔

یہ تو اختیاراً خارج فرمانے کی صورت کا طریق عمل ہوا۔ اور جن مجازین کی وفات ہو جاتی ہے ان کو اضطراراً خارج فرمانا پڑتا ہے ایسے اضطراری اخراج کے متعلق یہ صورت اختیار فرمائی جاتی ہے کہ جن جن کی وفات کا علم ہوتا رہتا ہے انکے نام یادداشت میں تحریر فرماتے رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً تتمات تنبیہات وصیت میں ان مرحومین کے اسمائے گرامی شایع فرماتے رہتے ہیں اور انکی تعداد کو نیز ایسوں کی تعداد کو بھی جنکو بلا اظہار نام جیسا کہ اوپر لکھا گیا اختیاراً خارج فرما دیا ہو مجازین کی مجموعی تعداد میں سے منہا فرما کر یہ تحریر فرما دیتے ہیں کہ اب تک کل تعداد [illegible] تھی جسمیں سے اتنی تعداد مستثنیٰ کرنے کے بعد اب اتنے باقی رہے ۔اھ

پھر نئے مجازین کا نمبر شمار اسی بقیہ تعداد کے بعد سے شروع فرماتے ہیں تاکہ مجازین موجودین کی باقی تعداد ہمیشہ بسہولت معلوم ہوتی رہے۔

اب اختیاراً خارج فرمانے کی صورت کا ایک نمونہ ضمیمہ ثالثہ تتمہ سابعہ تنبیہات وصیت بابت ۱۳۴۹ھ کے مضمون اول سے نقل کیا جاتا ہے تحریر فرماتے ہیں کہ بعض کے حالات [illegible] نہیں معلوم ہو[illegible] احقر نے تتمہ سابعہ کی اطلاع نمبر۲ میں تنبیہ بھی کی ہے اور بعض کے حالات مشتبہ سننے میں آتے [illegible] احتیاطاً انتخاب کے بعد مجازین کی ایک مستقل فہرست تجویز کرتا ہوں ان کے [illegible]

البتہ اگر کسی کا حال قابل اطمینان ثابت ہو گا اسکا نام از سر نو درج کیا جاوے گا [illegible]

دیکھئے حضرت والا نے اس اعلان میں خارج شدہ انتخاب [illegible] اور اہانت نہ ہو بلکہ صرف ان انتخاب کے نام تحریر فرما دئے [illegible] باقی رہتے ہیں مزید برآں یہ رعایت فرمائی مجازین مختلف کے متعلق تنبیہ بھی بڑھا دی کہ بقیہ اور [illegible] کو مجاز [illegible] منافی [illegible] کی نفی نہیں میرے علم [illegible]

Marfat.com

کی نفی ہے یعنی اُن کے قابل اجازت ہونے کی تحقیق نہیں۔ اھ

البتہ حضرت والا نے اس کلیہ مذکورہ کے خلاف ایک نہایت قوی مقتضی کے سبب ایک صاحب کو بذریعہ خط فسخ اجازت اور فسخ بیعت کی اطلاع دیکر اس خط کی نقل تتمہ تنبیہات وصیت میں بھی شایع فرمادی۔ اسکے ساتھ ہی بخیال غایت تحفظ حدود یہ اطلاع عام بھی بڑھادی کہ مقصود اس سے صرف اُن لوگوں کو اطلاع دینا ہے جو شخص میری بیعت وا جازت کی بناء پر اُنسے رجوع کرتے اور جن کے رجوع کی یہ بناء نہ ہو وہ میرے مخاطب نہیں ہر شخص کو اپنے دین کا اختیار ہے۔ اھ

غرض حضرت والا کے یہاں ہر شے اپنی حد پر ہے کسی بات میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ اور یہی صفت الحقیقت بہت ہی نوابیت دشوار اور کمیاب ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(۴) حضرت والا نے اپنے خلفائے مجازین کی فہرست کے متعلق لوگوں کو افراط و تفریط سے بچانے کے لئے تتمہ رابعہ تنبیہات وصیت کے ضمیمہ عاشرہ کے مضمون اول میں جو النور بابتہ ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۱ھ میں طبع ہوا ہے ایک نہایت مفید تحقیق بھی شایع فرمادی ہے جسمیں اس فہرست کے اندر کسی کو داخل کرنے یا اس سے خارج کرنے کی حقیقت اور بناء کو ظاہر فرمادیا ہے تاکہ نہ تو داخل شدہ اصحاب کے متعلق حسن ظن میں غلو رہے نہ خارج شدہ اصحاب کیطرف سے سوء ظن پیدا ہو۔

اول اس تحقیق کو بلفظہ نقل کیا جاتا ہے۔ پھر بقدر ضرورت اسکی شرح بھی کردی جائیگی تاکہ سمجھنے میں قدرے سہولت ہو جائے کیونکہ وہ باوجود مقصود پر من کل الوجوہ حاوی ہونے کے نہایت مختصر ہے گویا حضرت والا نے کوزہ کے اندر دریا بھر دیا ہے اور اگر وہ باوجود شرح کے بھی سمجھ میں نہ آسکے تو پھر اسکو کسی عالم تجربہ المشائخ سے سمجھ لیا جائے۔ وہ تحقیق یہ ہے

انسداد سوءظن وغلو در حسن ظن

اس فہرست اجازت سے کسی کو اختیاراً خارج کرنے کی بناء انقطاع خبر کے سبب انتفاء علم اہلیت ہے نہ کہ علم انتفاء اہلیت اور کسی کو داخل کرنے کی بناء بظن غالب ان اوصاف کے درجہ ضروریہ کا وقوع یعنی رسوخ تقویٰ و صلاح و مناسبت سالیہ طریق و اہلیت اصلاح اور اوصاف مذکورہ کے درجہ کاملہ کی توقع ہے جیسے علوم درسیہ کی سند کی بناء اسکی نظیر ہے۔ اھ

اب اس عبارت کی شرح عرض کرتا ہوں۔

اس عبارت کے تین جزو ہیں ۔

جزو اول یہ عبارت ۔

اس فہرست اجازت سے کسی کو اختیاراً خارج کرنے کی بنا انقطاع خبر کے سبب انتفاء علم اہلیت ہے نہ کہ علم انتفاء اہلیت اھ" ۔

اس جزو میں حضرت والا یہ فرماتے ہیں کہ میں جو فہرست مجازین میں سے بعض کو اختیاراً خارج کر دیتا ہوں (جسکی تفصیل مع اضطراراً خارج کرنے کی تفصیل کے ابھی نمبر ۱ میں گذر چکی ہے) اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک معتد بہ مدت تک انکے متعلق کوئی خبر نہیں ملتی یا مشتبہ خبر ملتی ہے (جو خبر نہ ملنے ہی کے حکم میں ہے کیونکہ اجازت کے معاملہ میں تو اسی خبر کا اعتبار ہے جو قابل اطمینان ہو اور مشتبہ خبر تو گویا خبر ہی نہیں) اور حالات نہ معلوم ہونے کی وجہ سے یا مشتبہ حالات سننے کی وجہ سے انکی حالت کے متعلق اطمینان باقی نہیں رہتا تو وجہ اخراج کی یہ ہوتی ہے کہ اب انکے اہل ہونے کا علم باقی نہیں رہا یہ وجہ نہیں ہوتی کہ انکے نا اہل ہونے کا علم ہو گیا ۔

اس جزو میں حضرت والا نے خارج شدہ اصحاب کے متعلق سوء ظن پیدا ہونے کا پوری طرح انسداد فرمایا جسکو سرخی میں اس لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے " انسداد سوء ظن "

جزو دوم یہ عبارت

اور کسی کو داخل کرنے کی بنا بظن غالب ان اوصاف کے درجۂ ضروریہ کا وقوع یعنی رسوخ تقوی و صلاح و مناسبت حالیہ طریق و اہلیت اصلاح اور اوصاف مذکورہ کے درجۂ کاملہ کی توقع ہے ۔ اھ

اس جزو میں حضرت والا ان اوصاف کو ظاہر فرماتے ہیں جنکی بنا پر اجازت دیجاتی ہے اور وہ پانچ اوصاف ہیں ۔

وصف اول یہ ہے کہ وہ متقی ہو اور وصف دوم یہ ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کئے ہوئے ہو ۔ اور وصف سوم یہ ہے کہ اسکو طریق سے مناسبت پیدا ہو چکی ہو لیکن محض علمی مناسبت نہیں بلکہ حالی ۔ اور وصف چہارم یہ ہے کہ اسمیں دوسروں کی بھی اصلاح کرنے کی اہلیت پیدا ہو گئی ہو اور وصف پنجم یہ ہے کہ ان سب میں اسکو بقدر ضرورت رسوخ بھی حاصل ہو گیا ہو اور وصف ششم یہ ہے کہ اس ... اوصاف مذکورہ میں رسوخ کا صرف درجۂ ضروریہ حاصل ہے لیکن ... درجۂ کاملہ بھی حاصل کر لے گا ۔ تو یہ سب چھ اوصاف ہوئے لیکن حضرت والا نے ظن غالب کی قید بڑھا کر حقیقت بھی ظاہر فرما دی کہ ان سب اوصاف کے تحقق کا صرف ظن غالب ہوتا ہے یقین نہیں ہو سکتا ہے

اس جزو میں حضرت والا نے اجازت یافتگان کے متعلق حسن ظن میں غلو کرنے کا بھی پوری طرح انسداد فرما دیا جسکو سرخی ذیل اس لفظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے "انسداد غلو در حسن ظن" نیز بظن غالب کی قید سے اُن سب شبہات کا بھی بالکلیہ انسداد فرما دیا جو اُن اجازت یافتگان میں سے کسی کو فی الحال درجۂ کمال حاصل نہونے یا عیاذاً باللہ کسیکی حالت آئندہ تغیر ہو جانے پر اجازت دینے والے کی طرف سے پیدا ہو سکتے تھے۔

جزو سوم یہ عبارت۔

"جیسے علوم درسیہ کی سند کی بنا راسی کی نظیر ہے" اھ

اس جزو میں حضرت والا نے ایک نظیر بیان فرما کر جزو دوم کی توضیح فرمائی ہے اور وہ ایسی واضح نظیر ہے کہ علمائے ظاہر کے نزدیک بھی مسلم اور بلا نکیر انکی معمول بہ ہے

چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس اجازت کی نظیر بالکل ایسی ہے جیسے علوم درسیہ میں جو سند فراغ دیجاتی ہے اسکا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ابھی اسی وقت اسکو ان علوم میں کمال کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ بلکہ محض اس ظن غالب پر سند دیدیجاتی ہے کہ اسکو ان علوم سے ایسی مناسبت پیدا ہو گئی ہے کہ اگر وہ برابر درس و مطالعہ میں مشغول رہا تو قوی امید ہے کہ رفتہ رفتہ اسکو کمال کا درجہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ پھر اگر وہ اپنی غفلت اور نا قدر دانی سے خود ہی اپنی اس مناسبت اور استعداد کو ضایع کردے۔ تو اسکا الزام سند دینے والوں پر ہرگز نہیں بلکہ خود اسی پر ہے،

اسیطرح جو کسی کو اجازت دیجاتی ہے اسکا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ فی الحال ہی اسکو ان اوصاف میں کمال کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ بلکہ محض اس ظن غالب پر اجازت دیجاتی ہے کہ اسکو فی الحال تو ان اوصاف کا درجۂ ضروریہ حاصل ہو گیا ہے اور اگر وہ برابر انکی تکمیل کی فکر اور کوشش میں رہا تو قوی امید ہے کہ رفتہ رفتہ اسکو آئندہ ان اوصاف میں کمال کا درجہ بھی حاصل ہو جائیگا؛

بس اب احقر بعون اللہ تعالےٰ حضرت والا کے مضمون منقول بالا کی شرح سے فارغ ہوا۔ ناظرین کرام نے اس سے بخوبی اندازہ فرمالیا ہو گا کہ حضرت والا نے کتنے کثیر اور کیسے بے نظیر مضامین عالیہ کو کتنی مختصر اور مطلب خیز عبارت میں جسکو ایک گنجینۂ معانی کہنا زیبا ہے ادا فرما دیا ہے سبحان اللہ کیا فصاحت و بلاغت ہے اور کیا لطافت و جازت۔ کیا حقیقت نگاری ہے اور کیا انشا پردازی۔

(۴) حضرت والا کی خصوصیات میں سے ایک یہ امر بھی ہے کہ حال ہی میں حضرت والا نے علاوہ مجازین بیعت و تلقین کے بعض اصحاب کو مجازین تلقین بواسطہ صحبت بھی بنایا ہے۔ ایسے مجازین کے متعلق حضرت والا کا جو مضمون تنبیہات وصیت کے تتمۂ سابعہ کے ضمیمۂ حادیہ عشر مطبوعہ النور بابتہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ میں شایع ہوا ہے اسکا ضروری جزو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ وہو ہذا۔

Marfat.com

(الحاق مضمون اول متعلق مجازین) تقریباً دو ماہ ہوئے کہ ایک روز قلب پر مبیاختہ وارد ہوا کہ بعض ایسے احباب کو (جو تلقین کی کافی صلاحیت رکھتے ہیں گو اجتماع شرائط بیعت میں بعض خاص حالات کا انتظار ہے) تلقین بلا بیعت کی اجازت دیدوں چنانچہ ذیل کے اصحاب کو اسکی اجازت دیگئی اور ایسے حضرات کا لقب مجاز صحبت تجویز کیا گیا یعنی مجاز بالصحبۃ یعنی جنکو صرف بواسطہ صحبت کے نفع پہونچانے کی اجازت دیگئی اور تمائز کے لئے جماعت سابقہ کا لقب مجاز بیعت یعنی مجاز بالبیعۃ قرار دیا گیا۔ اگر ان مجازین صحبت میں حالات منتظرہ رونما ہوگئے (جنکی تعیین اور فیصلہ بر صاحب ضرر میں متفرد ہوں خود اہل معاملہ کو اسکا منتظر رہنا منافی اخلاص ہے) اُس حالت میں اُن کو مجازین بیعت میں داخل کرکے شایع کر دیا جائیگا۔ اب مجازین صحبت کی فہرست مستقلاً نقل کرتا ہوں آئندہ بھی دونوں کا سلسلہ متمائز رہیگا انشاء اللہ اسکے بعد فہرست مجازین صحبت ہے ۱۲)

سُبحان اللہ اسمیں بھی کیسی کیسی دقیق مصلحتوں کی رعایت ہے مجازین کی مصلحتوں کی بھی اور اُن سے نفع اُٹھانے والوں کی مصلحتوں کی بھی کہ مثلاً جب ان مجازین میں حسب تسلیم تلقین کی کافی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے تو ان لوگوں کو کیوں نہ فائدہ اُٹھانے دیا جائے اور حالات خاصہ کے انتظار میں لوگوں کو اُنکے اُس فیض سے بھی کیوں محروم رکھا جائے جتنا وہ اپنی حالت موجودہ ہی میں پہونچانے کے اہل ہیں۔ لیکن ساتھ ہی مجازین کو بھی اپنی اصلاح اور تکمیل کی طرف سے بیفکر نہیں کیا گیا بلکہ ان کو اس امر کی اطلاع فرما دی کہ ابھی اُنکے اندر بعض حالات خاصہ پیدا ہونے کا انتظار ہے تاکہ وہ محض اس اجازت ہی پر اپنے کو مستغنی عن التکمیل نہ سمجھیں بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اپنی تکمیل کی فکر اور کوشش میں مشغول ہوجائیں چنانچہ الحمد للہ ایسے متعدد واقعات سنائی دئے کہ ان حضرات کو اپنی تکمیل اور اصلاح کے متعلق پہلے سے کہیں زیادہ سرگرم اور فکرمند پایا نیز حضرت والا نے خود فرمایا کہ میرا یہ خیال کہ اس قسم کی اجازت دیدینا خود اجازت یافتگان کے لئے بھی بہت نافع ہوگا بالکل صحیح نکلا کیونکہ ان میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہو جسپر اس اطلاع کے ملتے ہی گریہ طاری نہوگیا ہو اور اپنی نادانی کی بنا پر جتنی خود اپنی فکر اصلاح نہ دامنگیر ہوگئی ہو جیسا کہ اُنکے اطلاع یابی کے بعد کے خطوط سے معلوم ہوا اسپر حضرت کا ایک ملفوظ یاد آیا۔ ایک بار فرمایا کہ بعض درجہ اصلاح کا موقوف ہی اسپر ہوتا ہے کہ اجازت دیدی جائے

حضرت والا نے اپنے مضمون متعلق مجازین صحبت میں جو اوپر نقل کیا گیا ایک یہ مضمون

فرمائی ہے کہ حالات خاصۂ منتظرہ کی تعیین کو اور اُنکے رونما ہوجانے کے فیصلہ کو خود اپنے ہی متعلق اور اپنی ہی رائے پر رکھا ہے۔ اسمیں اہل معاملہ کا کوئی دخل نہیں رکھا ... مصلحت کہ ان کو اپنی ہر قسم کی اصلاح کی فکر رہے ورنہ تعیین کی صورت میں وہ بس اُن حالات خاصہ ہی کے حصول کو کرلیتے دیگر توجہ طلب امور کی طرف سے ان کو ایک گونہ بے پروائی سی ہوجاتی نیز جب اپنے نزدیک ...

رونما ہوجاتے تو ان کو اسکا انتظار رہتا کہ بس اب اجازت بیعت بھی ہوجائے گی اور یہ اخلاص سے بالکل منافی تھا۔ اس سبب سے حضرت والا کا یہ مقصود رہتا کہ لوگوں کو انسے نفع بھی پہونچنا شروع ہوجائے اور خود انکو بھی اپنی کمی کا بلاتعیین علم ہو کر اپنی ہر قسم کی اصلاح و تکمیل کی فکر دامنگیر ہوجائے اور باوجود اپنی اس تکمیل و اصلاح کی کوشش میں مشغول ہیں اور اس کوشش میں انکی نیت بھی درست رہے کہ اس سے مقصود تکمیل حالت ہو نہ کہ تحصیل اجازت۔

حضرت والا نے اس قسم کے مجازین صحبت میں سے بعض کو اب مجاز بیعت بھی بنا دیا کیونکہ انکے اندر جن بعض حالات خاصہ کا حضرت والا کو انتظار تھا وہ بعد کو رونما ہوگئے اور اس طرح مجموعہ شرائط اجازت بیعت کا اجتماع ہوگیا۔

(۵) جن اصحاب کو حضرت والا مجاز بناتے ہیں ان کو اس امر کی اطلاع انکے کسی خط میں تحریر فرما دیتے ہیں اور یہ بھی تحریر فرما دیتے ہیں کہ اسکی اطلاع اپنے خاص خاص احباب سے بھی کردی جائے اس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ اوروں کو بھی اطلاع ہوجائے تاکہ لوگ نفع اٹھا سکیں۔

اکثر اس عنوان سے اجازت عطا فرماتے ہیں "کہ بیساختہ یہ قلب میں آیا کہ آپ کو بیعت و تلقین کی اجازت دیدی جائے لہذا توکلاً علی اللہ آپ کو اجازت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نفع کو عام اور تام فرمائے اگر کوئی رجوع کرے تو انکار نہ کریں" اھ

(۶) حضرت والا کبھی اتفاقی طور پر کسی کو مجاز نہیں بناتے بلکہ جب کسی کے متعلق قرائن حالیہ سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے تو پھر اسکے حالات کا خاص طور سے بغور تتبع فرمانے لگتے ہیں بلکہ اس تتبع حالات کے لئے بعض کا نام بھی بھولنے سے بطور یادداشت کے لکھ کر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور جب اسکی اہلیت کے متعلق اپنا ظاہری اطمینان بھی اور باطنی شرح صدر بھی ہوجاتا ہے اسوقت اجازت عطا فرما دیتے ہیں۔

بعضوں نے ترکیبیں کر کر کے اجازت حاصل کرنی چاہی لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکے چنانچہ ایک صاحب نے لکھا کہ اس نواح میں یہ دستور ہے کہ مرنے کے وقت توبہ کراتے ہیں اسکے لئے لوگ مجھ سے اصرار کرتے ہیں اگر اجازت ہو تو توبہ کرا دیا کروں۔ حضرت والا نے تحریر فرما دیا کہ صرف زبان سے توبہ کرا دیا کرو ہاتھ میں ہاتھ نہ لیا جائے تو یہ ویسے بھی ہوسکتی ہے۔ اھ

پھر زبانی فرمایا کہ اس سے انکی جو غرض تھی وہ حاصل نہ ہوئی کیونکہ عوام تو ہاتھ میں ہاتھ لینے ہی کو بیعت سمجھتے ہیں اگر کوئی زبانی توبہ کرا دے تو اسکو بیعت ہی نہیں سمجھتے۔ میں نے اسلئے ممانعت کردی کہ پھر وہ پیر سمجھے جانے لگتے اور اس خاص موقع کے علاوہ وہ رفتہ رفتہ عام طور سے بھی مرید کرنے لگتے ہیں۔ اھ

Marfat.com

اسیطرح احقر کو ایک نقشے بادی سے معلوم ہوا کہ بعض نے حضرت والا کی خدمت میں تربیت السالک سے دوسرے طالبین کے حالات نقل کر کے بھیجے جن پر ان کو مجاز بنایا گیا تھا اور ان حالات کو از راہ فریب اپنے حالات ظاہر کر کے اسکے متوقع تھے کہ جواب میں انکے پاس بھی اجازت نامہ آجائے گا لیکن حسب ارشاد حضرت والا اگر کوئی ایسا شخص جو دراصل شراب نہ پیئے ہوئے ہو جھوم جھوم کر لوٹ پوٹ اپنا نشہ ظاہر کرنے لگے تو جو شرابی ہوگا وہ اسکو دیکھتے ہی تاڑ لے گا کہ یہ بن رہا ہے اسکو نشہ نہیں ہے جھوٹا ہے مکار ہے کیونکہ نشہ کے جھومنے میں تو کیفیت ہی کچھ اور ہوتی ہے جو بغیر شراب پیئے پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ وہ بھی اپنی اس فریب غرض میں کامیاب نہ ہو سکے

اسی طرح تربیت السالک میں ایک طالب کا جو عرصہ سے مقیم خانقاہ تھے ایک خط ہے جس میں انھوں نے التکشف سے حضرت والا کی مختلف عبارتیں مع حوالہ صفحات نقل کی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ قبل تکمیل پیر سے بلا ضرورت شدیدہ علیحدگی نہ چاہیئے۔ البتہ جب اسکو بلا واسطہ فیض ہونے لگے اور مرید کو مقام تمکین حاصل ہو جائے جو بمنزلہ دانت نکلنے کے ہے اسوقت ترک صحبت کا مضائقہ نہیں۔ مگر ایسے شخص کے لئے جسکو تعلیم کی حاجت نہ رہی ہو صرف تقویت نسبت میں مشغول ہو وہ بدون قرب جسمانی کام نہیں چلتا الخ۔

ان عبارتوں کو نقل کر کے انھوں نے عرض کیا کہ احقر کو مکان سے آئے آج پانچ سال ہوئے۔ مکان سے والد صاحب اور دادا صاحب نے بہت تقاضا لکھ کر بھیجا ہے کہ جلد آؤ۔ یہ سب عبارتیں دیکھ کر بہت متفکر ہوں کہ میں کیا کروں حضور والا کوئی مشورہ دیں اھ

اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ میرے رسالہ کی عبارتیں نقل کرنا ناشی عن امراض النفس ہے کہ تا یہ [illegible] جواب میں کہہ دوں کہ اب حاجت تربیت جسمانی کی نہیں۔

اور اس کو ایک گونہ کمال کی شہادت قرار دیا جاوے کیا یہ اصول میرے پیش نظر نہیں اپنی [illegible] مجھ کو مجھ سے مشورہ لینا کافی تھا وھذا من ادق مکائد النفس اھ

سبحان اللہ حضرت والا نے نفس کی کیسا [illegible] یہ معلوم فرما لیا۔ ایسے ہی حضرات کو تو جاسوس القلوب کہا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک اہل علم نے ایک مقولہ لکھا ہے بمقابلہ بعض پیروں کے اپنی ضرورت [illegible] بزرگوں سے تو بیعت کی اجازت [illegible] زیادہ تر [illegible] سے ما [illegible]

[illegible] ویسے ان بعض پیروں کے مقابلہ میں [illegible]

نفس کا تعلق ہے اور ان کو مقابلہ [illegible] کر [illegible]

[illegible] حضرت والا [illegible] مجاز بناتے ہیں۔

Marfat.com

(۷) حضرت والا کے یہاں اجازت بیعت وتلقین کے لئے اسکی بھی حاجت نہیں کہ وہ خود پہلے بیعت ہو چکا ہو چنانچہ کسی موقع پر ایک صاحب کا یہ واقعہ عرض بھی کیا جا چکا ہے کہ ان کو حضرت والا نے جیسا کہ اکثر معمول ہے ابتداءً بیعت نہیں فرمایا لیکن وہ خانقاہ میں مقیم رہ کر حضرت والا سے برابر تعلیم طریق حاصل کرتے رہے پھر جب کچھ عرصہ کے بعد وہ واپس جانے لگے تو چونکہ وہ حضرت والا کے نزدیک مجاز بنا دئے جانے کے قابل ہو گئے تھے حضرت والا نے ان کو بیعت لینے کی اجازت عطا فرمائی اسوقت انھوں نے عرض کیا کہ ابھی تو حضرت والا نے خود مجھی کو بیعت نہیں فرمایا اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ گو بیعت کی ضرورت تو اب بھی نہیں کیونکہ حقیقت اور غایت بیعت کی حاصل ہے لیکن اگر جی چاہتا ہے تو خیر کوئی مضائقہ بھی نہیں بلکہ امید برکت ہے چنانچہ حضرت والا نے ان کو مجاز بیعت تو پہلے بنایا اور بیعت بعد کو کیا۔

حضرت والا اس واقعہ کو نقل فرما کر یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں تو عملاً یہ دکھا دینا چاہتا ہوں کہ نفع بیعت پر موقوف نہیں بلکہ تعلیم اور اسکے اتباع پر موقوف ہے۔ اصل چیز یہی ہے اھ

(۸) امر اجازت میں حضرت والا کی یہ بھی ایک خاص خصوصیت ہے کہ جو غیر اہل علم قابل اجازت ہوتے ہیں ان کو صرف عوام کے لئے اجازت عطا فرمائی جاتی ہے کیونکہ انسے اہل علم کی تسلی ہونا مستبعد ہے۔ اور اس امر کو ظاہر کرنے کے لئے فہرست اجازت یافتگان میں ایسے مجازین کے نام کے آگے لفظ للعوام اضافہ فرما دیا جاتا ہے۔ البتہ جن بعض غیر اہل علم سے بوجہ انکی خوش فہمی کے یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ اہل علم کی بھی تسلی کر سکیں گے اور انسے اہل علم کو بھی رجوع کرتے ہوئے استنکاف نہ ہوگا ان کو اجازت عامہ ہی عطا فرمائی جاتی ہے اور فہرست میں بھی انکے نام کے آگے لفظ "للعوام" نہیں بڑھایا جاتا۔

(۹) حضرت والا اپنے یہاں کے ایسے طالبین کو جن سے ابتداءً مناسبت ہونیکی توقع نہیں ہوتی یا جو بلا تعلیم کی شرائط کو پورا کرکے صرف بیعت ہونا چاہتے ہیں بکثرت اپنے خلفا مجازین کے سپرد فرماتے رہتے ہیں جس میں علاوہ دیگر مصالح کے یہ بھی بڑی مصلحت ہے کہ مجازین کو بھی امر تربیت میں ملکہ تامہ حاصل ہو جاتا ہے چنانچہ الحمد للہ تعالیٰ ان میں سے متعدد اصحاب ایسے ہیں جنسے مسلمانوں کو بڑا فیض پہنچ رہا ہے یہاں تک کہ انکی تعلیم و تربیت کی برکت سے متعدد طالبین بعد تکمیل انھیں کی طرف سے صاحب اجازت بھی ہو گئے ہیں۔ جب کسی طالب کی کوئی الجھی ہوئی حالت ہوتی ہے تو حضرت والا کے مجازین حضرت والا سے بھی مشورہ لیتے رہتے ہیں اور خود حضرت والا کو بھی اپنے سپرد کردہ طالبین کے اصلاحی خطوط کو مع اپنے مجازین کے جوابات کے ملاحظہ فرمانے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے۔ اور بعض کی باقاعدہ تعلیمات پر اظہار مسرت بھی فرماتے رہتے ہیں۔ خدا کے فضل سے یہ لوگ بہت سے مشائخ وقت سے زیادہ نفع رساں ہیں اسیطرح بعض کی بے پروائی اور

Marfat.com

تاخیر جواب وغیرہ کا حال معلوم ہوا تو طالبین کو اپنی طرف سے ان کے سپرد فرمانا چھوڑ دیا اور اسکی بارہا خاص و عام تاکید فرمائی کہ بہت توجہ اور شفقت کے ساتھ طالبین کی تربیت کرنی چاہیئے اور کم توجہی کی شکایت بھی فرمائی ۔

غرض حضرت والا کے اس دستور العمل سے مجازین کو اسیطرح فائدہ پہونچ رہا ہے جس طرح کسی طبیب کے شاگرد کو اپنے استاد کے مطب میں بیٹھکر تجربہ حاصل کرنے یا اسکی نگرانی میں مطب کرنے سے فائدہ پہونچتا ہے نیز اس سے حضرت والا کو اپنا اطمینان بھی کرنا ہے کہ آیندہ سلسلہ چل سکے چنانچہ بارہا اسپر اظہار مسرت فرمایا کہ الحمدللہ اب اپنے چند احباب ایسے ہو گئے ہیں جو بفضلہ تعالے طریق کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں اور امید ہے کہ انشاءاللہ تعالی انکے ذریعہ سے آیندہ بھی اشاعت طریق کا سلسلہ جاری رہیگا ۔

نیز جیسا کہ کسی موقع پر بتفصیل عرض کیا جا چکا ہے حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے سپرد دین کے جتنے کام ہیں وہ سب میرے بعد بھی بدستور چلتے رہیں اور کسی کو میرے نہ ہونے کا اس بنا پر افسوس نہو کہ فلاں دین کا کام اب کون کریگا ۔ اس مصلحت سے بھی میں اپنی مختلف دینی خدمات کو وقتاً فوقتاً دوسروں کے سپرد کر کے ادھر ادھر منتقل کرتا رہتا ہوں ۔ اھ

(۱۰) اب آخر میں حضرت والا کی ایک خاص تحقیق مجازین کے برتاؤ کے متعلق جو ان کو اپنے شیخ کیساتھ بعد اجازت رکھنا چاہیئے عرض کیجاتی ہے گو غالباً وہ پہلے بھی کسی باب میں گذارش کیجا چکی ہے ۔

فرمایا کہ گو بعد تکمیل کے شیخ کی تعلیم کی حاجت نہیں رہتی لیکن بقائے فیض کے لئے اسکے ساتھ اعتقاد اور امتنان کا تعلق عمر بھر رکھنا ضروری ہے اھ

چنانچہ خود حضرت والا اب تک ہمیشہ اپنے پیر و مرشد ہی کا دم بھرتے رہتے ہیں اور اپنے سارے حقائق و معارف کو اعلیحضرت حاجی صاحب ہی کی جوتیوں کا صدقہ بتایا کرتے ہیں ۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسا فنا فی الشیخ بھی کوئی کم ہوگا جیسے حضرت والا ہیں تبھی تو حضرت والا سے بفضلہ تعالی اسدرجہ فیض جاری ہو رہا بمصداق ارشاد حضرت حافظ رح ؎

کیمیا ئیست عجب بندگی پیر مغاں	خاک او گشتم و چندیں درجاتم دادند

اس تحقیق کے متعلق ایک ضروری عرض یہ ہے کہ شیخ کے ہوتے ہوئے [illegible] نہیں چاہیئے کیونکہ گو مجاز ہو جانے کے بعد شیخ سے سلسلہ استفادہ جاری رکھنا درجہ ضرورت میں نہ رہے لیکن ترقیات کے لئے تو پھر بھی اسکی حاجت رہتی ہے بلکہ اکثر احوال میں استفادہ درجہ ضرورت ہی میں رہتا ہے کیونکہ جیسا [illegible] تحصیل علوم ہو چکا [illegible] اجازت بھی ما تقدم [illegible] ۔ لہذا شیخ کی زندگی سے

استغناء کسی حال میں نہیں جاتا ہے چنانچہ حضرت والا سے حضرت والا کے جملہ مجازین برابر مستفید ہی استفادہ کرتے رہتے ہیں جس سے ان کو بے انتہا منافع حاصل ہوتے ہیں بلکہ بعد تجربہ ان کو اسکی سخت ضرورت بھی ثابت ہوتی ہے جسکی بکثرت شہادات احقر کے علم میں ہیں اور جنہوں نے اپنے کو مستقل سمجھ لیا ان کی حالت ہی متغیر ہوگئی۔

حضرت والا تو یہاں تک فرمایا کرتے ہیں کہ اگر کسی مشائخ کے سر پر کوئی بڑا نہ رہے تو سلامتی اسی میں ہے کہ وہ اپنے چھوٹوں ہی کو بڑا سمجھنے لگے اور ان سے ملا جلا رہے تاکہ امور دینیہ میں بوقت ضرورت ان سے مشورہ بھی لیتا رہے چنانچہ حضرت والا کا اسی پر عمل ہے۔

ناظرین کرام نے ان نمبروں کے ملاحظہ سے یہ بخوبی اندازہ فرما لیا ہوگا کہ امر اجازت میں بھی حضرت والا کے اصول کیسے پاکیزہ اور معقول ہیں۔

حضرت والا کے مجازین میں بفضلہ تعالیٰ بڑی بڑی مقدس ہستیاں اور بڑے بڑے صاحبان احوال رفیعہ و مقامات عالیہ اور اہل علم و صلاح و تقویٰ گذر چکے ہیں اور موجود ہیں جن میں سے بعض کی بصد ذوق و شوق شب و روز کی مشغولی ذکر و فکر پر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر بالکل صادق آتا ہے ؎

ہر شب منم فتادہ بگرد سرائے تو | ہر روز آہ و نالہ کنم از برائے تو

اور جس کے دیکھنے کا خود اس ناکارہ کو بھی بارہا اتفاق ہوا ہے بالخصوص رمضان المبارک کے زمانہ میں جبکہ کثرت ذاکرین و شاغلین سے جن میں مجازین بھی بکثرت ہوتے ہیں حضرت والا کی خانقاہ احقر کے ان اشعار کی مصداق ہو جاتی ہے ؎

یکے ساقی و مخواران ہزار اند
بمیخانہ بہار است و بہار است
خوشا ایں بادہ نوشان الٰہی
مپرس از ذاکران نیم شبہا
چہ پرسی لطف ورد صبحگاہی
پر از ذکر است گو ہر حجرہ تنگ است
دل اینجا مست کند اللہ اللہ
چہ صحت بخش ہست اینجا فضائے
ببیں اے خواجہ جاہ اشرف ما

دو چشم مست او مشغول کار اند
کہ در وجد و طرب ہر مے گسار است
زہے رندی زہے شان الٰہی
کہ مشغول اند با دلہا و لبہا
کہ ایں نغمہ است از مرغ الٰہی
چہ خوش ایں نغمۂ بے عود و چنگ است
کہ ہر دم بشنود اللہ اللہ
دل اینجا بے دوا یابد شفائے
بیا در خانقاہ اشرف ما

Marfat.com

بیا خود ترک کن کبر و منی را　　چہ گویم جلوہ ہا ست دیدنی را
ز شرح فیض او قاصر زبان است　　کہ گنجینہ بہ بحر بیکران است
بیا تا دیدہ گردد ایں شنیدہ　　شنیدہ کے بود مانند دیدہ
نہ گویم غیر حق کایں امر دین است　　یقین کن این ہمہ عین الیقین ہست

کہ مجذوب ایں ہمہ شنیدہ گوید
قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

اشعار بالا میں حضرت والا کی خانقاہ کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ بالکل راست اور بے کم و کاست ہے۔

نیز رمضان المبارک ہی کے زمانہ میں یہ دیکھ کر کہ حضرت والا سے بکثرت ہی تعدد اور ہر قسم کے طالبین اپنے اپنے ظرف کے مطابق مستفیض ہو رہے ہیں احقر نے یہ شعر بھی کہے تھے ۔

بہار آ رہی ہے مزے آ رہے ہیں　　خم و جام و مینا بھرے جا رہے ہیں
محفل میں تیری سب کے ارمان نکل رہے ہیں　　مالک [illegible] رہے ہیں

خانقاہ اشرفی ہی کے متعلق یہ اشعار بھی کہے ہیں ۔

رات دن ہے اک ہجوم طالبان درد دل　　خانقاہ اشرفی ہے یا دکان درد دل
خانقاہ اشرفی ہے لامکان درد دل　　ذرہ ذرہ ہے یہاں کا [illegible] درد دل

لیکن یہ درد دل اور سب درد دل کا درماں ہے بقول احقر

درد دل نے اور سب دردوں کا درماں کر دیا　　عشق کی [illegible] نے [illegible] آساں کر دیا

اسی لئے جیسی راحت کی زندگی خانقاہ اشرفی میں گذرتی ہے [illegible] شاید ہی [illegible] کہیں گذرتی ہو

بمصداق شعر احقر ۔

یہ وہ جگہ ہے میکدہ غم کا گذر جہاں نہیں　　گردش جام ہے یہاں گردش آسماں نہیں

اس استطرادی مضمون کے بعد میں پھر اصل موضوع کی طرف عود کرتا ہوں۔

حضرت والا کے مجازین بفضلہ تعالیٰ قریب قریب ہر طبقہ میں اور ہندوستان [illegible] جاتے ہیں بلکہ بعض خلفاء دیگر ممالک میں بھی ہیں۔

علاوہ ان بہت سے حضرات مجازین کے جو وفات فرما چکے [illegible] کا سن شریف [illegible] سال کا ہے جو [illegible] خلفاء [illegible]

دبرکت حضرت والا بہت سرگرمی کے ساتھ تعلیم وتربیت طالبین میں مشغول ہیں اور اُن سے مسلمانوں کی بہت اصلاح ہو رہی ہے اور بندگانِ خدا کو بڑا فیض ہو رہا ہے اور انکو بفضلہ تعالیٰ مقبولیت بھی حاصل ہے۔

یہ تو باقاعدہ اجازت یافتہ حضرات ہیں لیکن جیساکہ پہلے بھی کسی موقع پر عرض کیا جا چکا ہے حضرت والا نے تو اپنے خاص طریق اصلاح بطرز احتساب شرعی کی مصالح بیان کرنے کے ضمن میں ایک بار یہاں تک فرمایا کہ الحمدللہ اس صورت میں جتنے میرے احباب ہیں وہ اکثر ایسے تو ہیں جنپر اطمینان ہے ورنہ اگر میں وسعت کرتا تو ہر قسم کے لوگ جمع ہو جاتے اور خلط مبحث ہو جاتا۔ اب تو الحمدللہ فہم و اہتمام دین کے لحاظ سے میرے قریب قریب سب ہی احباب بفضلہ اس قابل ہیں کہ ان کو اجازت دیدی جائے لیکن چونکہ کچھ نہ کچھ وجاہت بھی اجازت کیلئے مصلحت ہے اسلئے پس و پیش ہے۔ حضرت والا نے اپنے بعض ناخواندہ یا برائے نام خواندہ مگر متقی اور فہیم خدام کے متعلق بالتعیین بھی اپنا یہی خیال ظاہر فرمایا۔ اھ

واقعی حضرت والا کے اکثر منتسبین کی بفضلہ یہی شان ہے چنانچہ عرصہ ہوا فتحپور میں ایک معمار کے متعلق خود احقر سے وہاں کے ایک فہیم اہل علم وصلاح نے جو حضرت والا سے متعلق بھی نہیں ہیں کہا کہ جب سے یہ مرید ہوا ہے اسکو اس امر کی بڑی احتیاط ہوگئی ہے کہ ادائی میں بھی ویسی ہی تیز دستی سے کام کرنا چاہیئے جیساکہ ٹھیکہ میں کیا جاتا ہے اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی ان صاحب نے کہا کہ مولانا کا یہ اثر تو ہمنے دیکھا کہ جسکو مولانا سے تعلق ہو جاتا ہے اسکو جائز ناجائز کی بہت فکر پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی طرح الہ آباد کے ایک صاحب نے وہاں کے ایک نائی کا احقر سے ذکر کیا جس نے حضرت والا سے مرید ہونے کے بعد اپنا پیشہ محض اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ اسمیں اکثر مسلمانوں کی ڈاڑھی مونڈنی پڑتی تھی۔ اب وہ بجائے حجامت بنانے کے لوگوں کے یہاں تقریبات وغیرہ کے موقعوں پر دعوتوں کے کھانے پکایا کرتا ہے جسمیں وہ پہلے سے بہت زیادہ کما لیتا ہے اور ہمیشہ دعوتوں کے عمدہ قسم کے کھانے بھی اسکو نصیب ہوا کرتے ہیں اور بوجہ اپنی ہوشیاری دینداری اور دیانت داری کے بہت وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک مقام پر ایک طالب علم نے اسوقت تک تو مسجد میں بیٹھے ہوئے مسجد کے چراغ سے کتابوں کا مطالعہ کیا جسوقت تک مسجد میں چراغ جلانے کا معمول تھا اسکے بعد فوراً اسکو گل کر کے اپنا ذاتی چراغ جلا لیا۔ اسپر ایک دیکھنے والے عالم نے جو وہاں مدرس تھے اور اسکو پہچانتے بھی نہیں تھے اوروں سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے اسکو مولانا تھانوی سے تعلق ہے چنانچہ تحقیق کے بعد یہ بات صحیح نکلی۔

اسی طرح حضرت والا کے ایک خادم کا قیام مدرسہ دیوبند میں ایک صاحب کے پاس ہوا تو جب لالٹین آئی تو اسکے متعلق انھوں نے یہ تحقیق کی کہ آیا یہ مدرسہ کی تو نہیں ہے اسپر بھی ایک بہت معمر اور اکابر کی زیارت

Marfat.com

گئے ہوئے اور صحبت پائے ہوئے بزرگ نے پوچھا کہ کیا تم کو مولانا تھانوی سے تعلق ہے۔

غرض حضرت والا کے اکثر منتسبین بفضلہ تعالیٰ فہم دین اور اہتمام تقویٰ کے لحاظ سے قابل اجازت ہیں جنکو دیکھ دیکھ کر دوسروں کی بھی اصلاح ہوتی ہے۔ بلکہ حسب ارشاد حضرت والا چونکہ بہت سے طالبین غائبانہ اصلاحی خط وکتابت جاری رکھتے ہیں اسلئے جب وہ آتے ہیں تو اُن میں سے بعض تو پہلی ہی ملاقات میں اس قابل ہوتے ہیں کہ ان کو مجاز بنا دیا جائے لیکن احتیاطاً توقف فرمایا جاتا ہے۔

ان سب واقعات وحالات سے حضرت والا کے فیض کا عام اور تام ہونا ظاہر ہے بحسب ارشاد حضرت عارف رومی رحمہ ؎

گر نبودے نالۂ نے را ثمر — نے جہاں را پُر نکردے از شکر

اور حضرت والا کے اس فیض عام وتام پر یہ شعر بھی بالکل صادق آتا ہے ؎

عالم از نرگس تو بے مے و مینا سرشار — چشم بد دور عجب ساغر بے مل زدہ

اسی لئے احقر نے حضرت والا کی شان میں یہ اشعار عرض کئے ہیں ؎

چناں سوز نہان او عیاں شد — کزا نفاسش جہاں آتش بجاں شد

ہزاراں شد از و شعلہ بدامن — بگشت از مشعلے صد شمع روشن

دلش از عشق دائم زندہ بادا — بعالم فیض او پائندہ بادا

وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ اللّٰھم زد فزد۔ اللہ تعالیٰ اس فیض کو ہمیشہ ایسا ہی جاری رکھے ؎

میکشوں کے سر پہ یارب پیر میخانہ رہے — دور میں ساغر رہے گردش میں پیمانہ رہے

الحمد للہ ثم الحمد للہ باب ہٰذا بھی جو دراصل باب سابق یعنی باب ارشاد وافاضۂ باطنی ہی کا تتمہ ہے ختم ہوا۔ اب ان دونوں ابواب کے مجموعہ کو اشرف السوانح کا حصہ دوم قرار دیا جاتا ہے اور اسکے آخر میں احقر اپنے چند مناسب مقام اشعار حضرت والا کی شان ارشاد وافاضہ کے متعلق ناظرین کرام کی تفریح طبع کے لئے پیش کرتا ہے ؎

کہاں روئے زمیں پر تیرے شانے نہیں ساقی — چھلکا دے اسے ذرا لاکھوں بار
جہاں میں آج تجھ سا کوئی دریا دل نہیں ساقی — [illegible]
ترے رندوں پہ سارے کھل گئے اسرار دیں ساقی — [illegible]
ملول کرتا نہیں نہ ہرگز لاکھ ہو تو خشمگیں ساقی — [illegible]

مٹا دیتا ہے تو وہم دوئی سے دنیا و دیں ساقی
اگر لطف رہے تھوڑی سی درد تہ نشیں ساقی
خدارا اک نگاہ مست وقت واپسیں ساقی
یہاں آنے کو ہے اک زاہد مسجد نشیں ساقی
سمجھتا ہوں ترے راز حسن تیرا اسے حسیں ساقی
تری محفل میں کیا آزار تیرا اسے حبیب ساقی
یہیں سے پا گیا ہر نسبت دنیا و دیں ساقی
یہ کس بھٹی کی دی تو نے شراب آتشیں ساقی
جو زیب حلقۂ رنداں ہے تو اسے مہ جبیں ساقی
عجب ہے میکدہ تیرا کہ اسے پیر مغاں عالم
جو تر دامن ہے تیرا پاک دامانوں سے بہتر ہے
رہے ہشیار پڑ کر خم کے خم بھی تیرے متوالے
زبردستی لگا دی منہ سے بوتل آج ساقی نے
پلانے گا وہ بلا اندازہ سب خود پی کے بہکے گا
تو چھیڑا اسے مکتب میں رہوں مے وحدت کا متوالا
تری ان جنبشوں پر ہائے ہی جان و دل صدقے
کہاں سے مجلس میں لا کہاں پیمانے تو نے
نظر میں جانچ لیتا ہے کہ کس کا ظرف کتنا ہے
دیا ... کہ یہ ہم رندوں کو اسے صوفی نہیں کرتا
سلامت تیرا میخانہ سلامت تیرے مستانے
وہی باتیں تو مجذوب اپنی ترنگ میں بھی سناتا ہے

یہاں جس کو نہیں لیکن کہیں تسکیں نہیں ساقی
تو پھر بس مت دے ساقی سے نکلے ان جویں ساقی
دم رخصت تو خوش ہو جائے یہ جان حزیں ساقی
بنا دے آج میخانہ کو اک خلد بریں ساقی
یہ ہے اک عکس نور قلب کا نور جبیں ساقی
اتر آیا زمیں پر آ گیا عرش بریں ساقی
کہیں کیوں جاؤں تیرے میکدے میں کیا نہیں ساقی
کہ پہنچے ہی رگوں میں بجلیاں سی بھر گئیں ساقی
تو وہ عالم ہے اب جیسے ہو خواب مرگیں ساقی
کہیں ساغر کہیں نیکش کہیں مینا کہیں ساقی
گریباں چاک ہے اشکوں سے تر ہے آستیں ساقی
ترے انداز مے بخشی پہ ہے صد آفریں ساقی
میں کہتا ہی رہا ہاں ہاں نہیں ساقی نہیں ساقی
کریں کشکش نہ غم ہرگز جو ہے خلوت نشیں ساقی
میں وہ میخوار ہوں جس کے ہیں ختم المرسلیں ساقی
مگر مجھ سے بدتریں کو بہتریں مے بہتریں ساقی
ذرا میخانہ اب لاہوت ہے روح الامیں ساقی
دکھائے کوئی ایسا نکتہ رس اور دور بیں ساقی
مگر رکھتا ہے لب خنداں دل اندوہگیں ساقی
رہے گا رنگ عالم تیرا یہی تا یوم دیں ساقی
ذرا سنبھلے ہوئے الفاظ میں جو آ سکے نہیں ساقی

الٰہی یہ ہو مجذوب سچا نہ میں آیا ہے
قدح کش لا پلا جام ناز کرنا نہیں ساقی

ے نسبت پیشتر

دیگر

(حیات مجذوب)

فہمید کید نفس کے قابل بنا دیا
مجذوب کو بھی آپ نے عاقل بنا دیا

مجذوب نارسیدہ کو واصل بنا دیا
ناقص کو اک نگاہ میں کامل بنا دیا

نقش بتاں مٹایا دکھایا جمالِ حق
آنکھوں کو آنکھیں دلکو مرے دل بنا دیا

عشق بتاں ہوا ہے مبدّل بحبِّ حق
وجہِ فنا کو زیست کا حاصل بنا دیا

کیا ناخدا ہیں آپ بھی اس بحر عشق کے
گرداب ہولناک کو ساحل بنا دیا

فیض نظر سے نفس کی کایا پلٹ ہوئی
جو تھے رذائل اُن کو فضائل بنا دیا

غفلت میں دل پڑا تھا کہ ناگاہ آپ نے
آگاہ حق سے غیر سے غافل بنا دیا

مشغول اب نگہ میں ہوا دل بیادِ حق
غافل کو دم میں ذاکر و شاغل بنا دیا

مردودِ بارگاہ ہوا باریاب پھر
مہجور نامراد کو واصل بنا دیا

اُس روسیہ کو آپ نے جو ننگِ بزم تھا
پرتو سے اپنے رونق محفل بنا دیا

اُس قلب ناسزا کو جو ننگ وجود تھا
ایسا نوازا ناز کے قابل بنا دیا

ایسے کو جو پڑا تھا مذلت کے قعر میں
اتنا اُبھارا صدر افاضل بنا دیا

میرے دلِ سیاہ کو انوار قلب سے
خورشید پُر ضیا کا مماثل بنا دیا

پھر سہل کر دیا مرے سرکار آپ نے
میں نے جس امر سہل کو مشکل بنا دیا

چسکا لگا کے یادِ خدا کا حضور نے
بیزارِ کاروبار و مشاغل بنا دیا

دلدادہ کر دیا مجھے خلوت کا آپ نے
اس بزم بے ثبات سے بددل بنا دیا

دینی امور میں تو کیا مجکو مستعد
اور دنیوی امور میں کا

مشکل تھا دین سہل تھی دنیا اب آپ نے
مشکل کو سہل سہل کو ... بنا دیا

ہمت بڑھا کے بار امانت کا آپ نے
مجھ جیسے ناتواں کو بھی حامل بنا دیا

مجھ پا شکستہ کو بھی سہارے سے آپ نے
آمادۂ سفر قطع منازل بنا دیا

کر کر کے وار نفس پہ تیغ نگاہ سے
قاتل کو میرے آپ نے بسمل بنا دیا

مغلوب نفس تھا اگر اب نفس کش ہوں میں ـــ بسمل کو گویا آپ نے قاتل بنا دیا
انوار ذکر سے ہیں گھیرے ہوئے مجھے ـــ خلوت کو میری آپ نے محفل بنا دیا
میں کیا کہوں کہ کیا تو تھا اور اب حضور نے ـــ کیا مجھ کو میرے مرشد کامل بنا دیا
بخشی حیات قلب وہ عیسیٰ نفس ہیں آپ ـــ مردہ کو زندہ کہنے کے قابل بنا دیا
ہاں کیوں نہ ہو وہ ذات مقدس ہے آپ کی ـــ زندوں کو جس نے صوفی کامل بنا دیا
کر کر کے سہل وہ وہ دقائق بیاں کیے ـــ نافہم جاہلوں کو بھی عاقل بنا دیا
صحبت سے اپنی فلسفی و منطقی کو بھی ـــ قرآن اور حدیث کا عامل بنا دیا
آزاد تھے جو ملت و مذہب سے ان کو بھی ـــ وابستۂ چہار سلاسل بنا دیا
ہم جیسے ہرزہ گو بھی تو اب ذاکروں میں ہیں ـــ زاغوں کو ہمنوائے عنادل بنا دیا
غاصب جو تھے وہ صاحب جود و سخا ہوئے ـــ اور ظالموں کو آپ نے عادل بنا دیا
اتنا کیا ہے آپ نے آساں طریق کو ـــ کہہ سکتے ہیں کہ راہ کو منزل بنا دیا
وہ وہ نتائج اخذ کیے ہیں کہ آپ نے ـــ ادنیٰ امور کو بھی مسائل بنا دیا
قائل زباں سے ہوں کہ نہ ہوں لیکن آپ نے ـــ دل سے تو منکروں کو بھی قائل بنا دیا
آہن کو سوز دل سے کیا موم آپ نے ـــ ناآشنائے درد کو بسمل بنا دیا
دیکھا نہ کوئی مصلح اخلاق آپ سا ـــ دیووں کو بھی فرشتہ شمائل بنا دیا
دنیا کو راہ راست دکھائی حضور نے ـــ جب کج رووں نے پیرو باطل بنا دیا
کیا طرفہ ہے طریق ہدایت حضور کا ـــ گم کردہ رہ کو رہبر منزل بنا دیا
کر دیجیے بس اب مجھے اپنے سے بےخبر ـــ اس اپنے علم نے مجھے جاہل بنا دیا

مجذوبؔ جب در سے جاتا ہے دامن بھرے ہوئے
صد شکر حق نے آپ کا سائل بنا دیا

دیگر

ترا ذکر ورد زباں ہو رہا ہے ـــ یہاں ہو رہا ہے وہاں ہو رہا ہے
فدا تجھ پہ ہر نکتہ داں ہو رہا ہے ـــ وہ ناداں ہے جو بدگماں ہو رہا ہے
عیاں حال دل بے بیاں ہو رہا ہے ـــ کہ عاشق سراپا زباں ہو رہا ہے
چڑھی ہے کچھ ایسی کہ تیور تو دیکھو ـــ جواں آج پیر مغاں ہو رہا ہے

Marfat.com

دمکتا ہے چہرہ چمکتی ہیں آنکھیں
نکلتی ہیں ہر موئے تن سے شعاعیں
ٹپکتی ہے ہر ہر بن مو سے مستی
پلا دی ہے باتوں ہی باتوں میں اتنی
نگاہوں سے بھر دی رگ و پے میں بجلی
میں مجذوب ہوں میری باتیں ہیں سچی
جبھی کچھ میں کہتا ہوں جب دیکھتا ہوں

بڑھاپے میں بھی جان جان ہو رہا ہے
یہ کس مہ کا جلوہ عیاں ہو رہا ہے
سراپا سے میرے ار مغاں ہو رہا ہے
کہ آنکھوں سے دریا رواں ہو رہا ہے
نظر کردہ برق تپاں ہو رہا ہے
عبث معترض بدگماں ہو رہا ہے
کہ دل بھی مرا ہمزباں ہو رہا ہے

اگر ہے یہ مجذوب کی بڑ تو پھر کیوں
مرا ہمزباں اک جہاں ہو رہا ہے

اشرف السوانح حصہ دوم

فہرست مضامین اشرف السوانح حصۂ دوم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	باب چہارم ارشاد و افاضۂ باطنی	۲۰۰	(عنوان دوم) تسہیل الطریق	۳۰۲	(عنوان پنجم) تبرکات واصلاح رسوم [illegible]
۴	حالات و واقعات متعلق ارشاد و افاضہ	۲۲۰	عنوان سوم اصول متعلقہ خط و کتابت	۳۰۳	اصول متعلقہ عنوان [illegible] تعلیم و تربیت
۹۶	متفرق واقعات و ملفوظات	۲۴۲	عنوان چہارم اصول متعلقہ واردین	۳۰۴	[illegible]
۱۰۹	نظم ملقب بہ تسکین اہل التابعین	۲۶۱	ابتدائی ملاقات کے آداب	[illegible]	[illegible] تعلیم و تربیت
۱۲۰	تنبیہ ضروری	۲۶۵	خدمت کے آداب	[illegible]	[illegible]
۱۲۲	صد پند اشرف	۲۶۸	کسی کی طرف دیکھنے کے آداب	[illegible]	[illegible]
۱۵۷	صد قند اشرف	۲۷۰	سلام و پیام دیگراں	[illegible]	[illegible]
۱۶۳	بعض خاص خاص طرق تربیت		سفارش کرنا	[illegible]	[illegible]
۱۶۵	پنج گنج اشرف	۲۷۱	ہدیہ پیش کرنا	۳۲۵	[illegible]
،،	(عنوان اول) اصول متعلقہ بیعت		مجلس کے آداب	۳۳۲	[illegible]
۱۶۹	شرائط بیعت بلا تعلیم	۲۷۴	راستہ چلنے کے آداب	[illegible]	[illegible]
۱۷۰	شرائط تعلیم بلا بیعت	۲۷۶	رخصت ہونے کے آداب		[illegible]
۱۸۱	حقیقت خلافت	۲۸۰	عنوان پنجم اصول [illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۸۲	حقوق طریقت		[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۸۶	(عنوان دوم) اصول متعلقہ تعلیم و تربیت	۳۰۰	تبرکات سے متعلق اصول		[illegible]

Marfat.com

صحتنامہ اشرف السوانح حصہ دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۸	تیض	قبض	۱۲۱	۱۲	نخاب	انتخاب	۲۱۴	۶	(ا) ل	رحال	۲۰۱	۲۰	رہ ار	اصرار
۴	۱۳	لئے بشارت	لے بھی بشارت	۱۲۲	۱	موہم کبیر	موہم کبر	"	۱۳	ملتے ہے رہتے	ملے جلے رہتے	"	۲۵	کا۔	کام کرتاہے
"	۱۹	باظنی	باطنی	"	۸	چاہتے ہیں	چاہیے تھی	"	۱۸	قابل محل	قابل تحمل	۲۸۲	۱۴	لونے	تونے
۶	۱۶	گرداکرد	گرداگرد	"	۱۹	ماباالاضطرار	یاباالاضطرار	"	۲۵	ہونے ذے	ہونے دے	۲۸۳	۲۱	فرمایا تھا	فرمادیا تھا
۷	۲	کیساتہ	کیساتھ	۱۲۶	"	ستحضار	استحضار	۲۱۵	۲	مناسبت	بمناسبت	۲۸۴	۲	کہ جو	کہ یہ جو
۸	۸	سی طرح	اسی طرح	۱۲۷	۳	یکرارو	تکرارو	۲۲۲	۹	اصول توڑنا	اصول کو توڑنا	۲۸۵	۲۳	کہا اب	کہا کہ اب
۹	۱	نظرانداز	نظر	"	۱۷	غالب	غالب ہوتی	۲۲۵	۷	تشریف لائے	تشریف لائیے	۳۰۰	۱۳	توحید وتیریہ	توحید وتنزیہ
۱۵	۱۹	احص	احصل	۱۲۹	۲۲	ناقابلی گا	ناقابلی کا	۲۲۸	۱۶	الوں	امور	۳۰۷	۱۸	درداست	درخواست
۱۶	۱۰	متوجہ ہی	متوجہ رہتے	۱۳۱	۲۳	بگڑکر	بکڑکر	۲۳۱	۱۹	اسپرٹ کی	اسپرٹ کے	"	۲۰	لکھنا	لکھا
۱۹	۱	ذکرہے	ذکر رہے	۱۲۸	۱۹	تحقیر ہو	تحقیر معدوم ہو	۲۳۴	۲	اپنے نکاح	اپنے ساتھ نکاح	۳۱۲	۶	مسلمانوں سا	مسلمانوں کا سا
۲۸	۲	دوتوں	دونوں	۱۳۱	۱۲	کہ اہتمام	کہ اس اہتمام	"	۱۹	داتفیہ رکی	واقعیہ اٹکی	۳۱۸	۴	قودۃ	قوۃ
۳۱	۱۶	نمازکو	نمازکی	۱۵۱	۵	بعدیافوت	بُعدیافوت	۲۳۵	۱۸	کیاپوری	کیا یہ پوری	۳۲۱	۷	پوسیدہ رکھلا	پوشیدہ رکھنا
۴۰	۱۹	سری	اور نرمی	۱۵۳	۶	بس طاعت	حبس طاعت	۲۳۸	۱۱	مجھے دمی	مجھے وہمی	۳۲۸	۳	حص	حصل
"	۲۴	دی سے	وحی سے	"	۲۲	رغبت نصرت	رغبتُ نصرت	"	۱۶	تواسکو	توکیااسکو	۳۲۹	۲	سب معمول	حسب معمول
۴۴	۹	سکبرین	متکبرین	۱۵۹	۶	لینی تھوڑا	یعنی تھوڑا	۲۳۹	۱۹	مصرف جیز	مصرف خیر	"	۱۵	تنتتد	تشتد
۴۶	۸	کی نظر	کی تو نظر	۱۶۷	۱۵	لفظ	بلفظہ	"	۲۰	کرنے سے	کرنے سے	۳۳۰	۲۵	کیاکہ	کہاکہ
"	۲۵	مشہور	مشہود	"	۲۴	خلوص	خاص	۲۴۴	۲۴	ساری	سارے	۳۴۴	۶	این کا	دین کا
۴۸	۵	حقیقہا	حقیقتہا	۱۷۰	۶	فرمائی	فرمادی	۲۴۵	۱	دالوار	دیوار	۳۴۶	۸	معمول یہ	معمول بہ
۵۴	۱۷	آجاے	آجائے گی	۱۷۱	۱۲	لوئی	کوئی	۲۴۷	۲۲	فلاں ذت	فلاں ذیت	"	۸	..ردارجانی	برسندیہ سجانی
۶۳	۲۱	زنشدزنشد	نہ شدنہ شد	۱۷۵	۱۳	گراہ	گمراہ	۲۴۹	۳	حاضرین	حاضری	"	۲۴	عادیہ عشر	حادیہ عشر
۶۴	۲	رہے	رہتے	۱۹۱	۲۴	کراس	اس	"	۹	زیارت	زیادت	۳۴۷	۳	کے انتخاب	کے اصحاب
۶۸	۲۵	پڑدل	پڑا	۱۹۲	۲۲	کرلیا	کہ کیا	"	آخر	سگوت	سکوت	"	۱۸	نامارگی	ناکارگی
۷۴	"	متقی	منتفی	۱۹۶	۱۴	بھرادیا	بھڑادیا	۲۵۰	۲	(ا)مشورہ	(۵) مشورہ	۳۴۸	۲۲	تویہ	توبہ
۹۶	۲	راہ	اہ۔	۱۹۸	۱۱	اپنی سی	اپنی طرف سے	"	۲۳	کے خود	نے خود	"	۲۵	لگتے ہیں	لگنے
۱۰۱	۱۵	بایں	باہیں	۲۰۶	۲۵	پانا	پاتا	۲۵۵	۲	دعایایا	دعایا	۳۵۳	۱۲	ھل	اچھل
۱۰۲	۲	اسکی نظر	اسکی نظیر	۲۱۱	۲۳	نہیں اتنے	نہیں بلکہ اتنے	۲۵۶	۱۸	کرالوں	کرلوں	۳۳۸	۱۴	نے لئے	کے لئے
۱۰۶	۲۵	سب حال	حسب حال	۲۱۲	۴	مجاہدہ ہے	مجاہد کا مشاہدہ ہے	"	۲۱	سے لیا	سے مجکو پیا	"	۱۵	اتمم لنا	ربنا اتمم لنا
۱۲۱	۱	والانے	والاکے	"	۲۵	عقائدہب	عقائد تک	۲۹۴	"	مساحت	مساحت	۳۳۹	۸	بنارخصوت	بنار خصوصیت

Marfat.com

اشرف السوانح حصہ سوم

کی بشارت

محترم قارئین کرام! کتاب مستطاب اشرف السوانح کا حصہ اوّل تو اوائل ۱۳۵۴ھ میں نہایت آب و تاب سے شایع ہو چکا ہے اور شائقین با تمکین اس سے مستفید ہو چکے ہیں اور یہ حصہ دوم (جو دو عظیم الشان ابواب یعنے ارشاد افاضہ باطنی و خلفائے مجازین پر مشتمل اور حضرت حکیم الامت مجدد الملت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مولانا و مقتدانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے طرز تعلیم و طرق تربیت و اصول طریقت و دیگر گوناگون فوائد و منافع سے مملو ہے) آپ کے پیش نظر ہے۔ رہا اس گرانمایہ کتاب کا دوسرا عظیم الشان آخری حصہ یعنے

اشرف السوانح حصہ سوم

(جو انواع و اقسام کے فیوض و برکات معمولات طبیات اصلاح معاشرت تصنیف و تالیف تبقیح کشف و کرامت، انعامات الٰہیہ و بشارات منامیہ از واج محترمات وصایا، فواضل۔ او دیگر فوائد متفرقات کو متضمن ہے) سو وہ بھی زیب قرطاس ہو چکا ہے اور اسکی طباعت و اشاعت کا انتظام ہو رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد آپ کے دیدۂ مشتاق کو منور کریگا۔ لہذا اگر آپکی دلی تمنا یہ ہو کہ حصہ سوم بھی طبع ہوتے ہی بکفایت اور بہت جلد آپ کو دستیاب ہو جائے اور ہر سہ حصہ ہو کر کتاب مکمل ہو جائے تو براہ راست حسب ذیل پتہ پر خط و کتابت فرمائیں

ملنے کا پتہ

حکیم مولوی عبدالحق مدیر مدرسہ اشرف العلوم

کانپور